سودمند

جوبلی نمبر

آنریری اڈیٹر سید جعفر حسن

جو علیگڈھ سے ماہوار نکلتا ہے

راہ گیر۔ یہ اصحاب کشاں کشاں کہاں جا رہے ہیں اور کس علت میں؟
سودمند۔ کوئی دفتر رجسٹری اور کوئی عدالت دیوانی میں۔ کوئی کلکٹری کے نیلام اور کوئی دیوانی کے جیل میں اور سب کے سب قرضہ کی علت میں۔

چندہ سالانہ

قیمت فی پرچہ

مقاصد

(۱) افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور بے ریا زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو برباد کن اور حرام ہے مٹادے۔

(۳) حصول اور ادائے رقم کے رواج کی اصلاح کرنا۔ اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

(۴) مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار و تجارت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(۵) مسلمانوں کی صحت جسمانی۔ ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا

دلی پرنٹنگ ورکس ... دریا گنج لال کوٹھی دہلی میں طبع ہوا

جلد (۲)	یکم جنوری ۱۹۲۶ء	چندہ سالانہ (عمہ)
نمبر (۱)		قیمت فی پرچہ (۳/)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جوبلی نمبر

فہرست مضامین

مقاصد

۱- افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس اور گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

۲- مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو برباد کن اور حرام ہے مٹا دے۔

۳- فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا

۴- مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے معلومات بہم پہنچانا اور مختلف کاروبار اور تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا

۵- مسلمانوں کی صحت جسمانی، ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا جشن جوبلی

(مجانب محمد عبداللہ صاحب مشتاق نیلی چھتری - علی گڑھ)

کیا ہی کیوں باد صبا پھرتی ہی عنبر بار آج
کس اثر سے ہی علی گڑھ رشک صد گلزار آج

آئی ہیں گلگشت کرنے کو بہاریں خلد کی
یا عروس فصل گل کا ہی یہاں دربار آج

آج کیوں جنگل میں منگل ہو رہا ہی ہر طرف
کیوں طیور اس درجہ ہیں خوش لحن و خوش گفتار آج

کس لئے رنگیں پھریرے اڑ رہے ہیں جا بجا
کیوں قطاریں جھنڈیوں کی ہیں سر بازار آج

آج ہی کس کی سلامی کا مبارک انتظام
کس غرض سے ہی یہ لوگوں کی یہاں بھرمار آج

کس لئے کوسوں میں تیاری ہوئی ہی کیمپ کی
کس کے استقبال کو خیمے ہیں سب تیار آج

شوق کے نشہ میں کیوں سرمست ہر ذی ہوش ہی
کیوں ہی ہر دیوانہ اپنے کام میں ہشیار آج

آج کیوں ہی اسٹریچی ہال بقعہ نور کا
کس لئے ہے منٹو سرکل مطلع انوار آج

کاخ کسریٰ کا نمونہ کیوں یہ انگلش ہوس ہی
کیوں دلہن معلوم ہوتے ہیں در و دیوار آج

آج کیسا جشن ہی ہر سرکل و ہر وارڈ میں
چپہ چپہ کیوں بنا ہی غیرت گلزار آج

تھی یہی حیرت کہ اک آواز آئی کان میں
جوبلی کا ایم اے او کالج کی ہی دربار آج

اس لئے ہر گوشۂ ہندوستاں سے جوق جوق
لائے ہیں تشریف اس دربار میں سردار آج

پارٹی کی ہو رہی ہیں جا بجا تیاریاں
ہیں تر و تازہ پھلوں کی جا بجا انبار آج

ایسے جمگھٹ میں تقاضے سے دل مجروح کی
عرض کچھ کرنے کو آیا ہوں سر دربار آج

اسعد اللہ جشن جوبلی ہو مبارک قوم کو
یہ دعا دل سے نکلتی ہی مرے ہر بار آج

خطاب

اے امیرو اے رئیسو اے بہی خواہان قوم
عرض سننے کے لئے ہو جائیے تیار آج

وعظ ـ لکچر ـ گرم اسپیچیں ـ رزولیوشن سنئے
خوب دیکھی فیلڈ میں کھیلوں کی مار امار آج

منظر عبرت کچہری روڈ پر بھی دیکھئے
ہیں گرفتار بلا کچھ بیکس و ناچار آج

آپ دیکھیں گے کہ اک ذات مقدس پاک باز
رہن کرنے جا رہی ہیں جبہ و دستار آج

پھر زمینداروں میں ایک ایسا ملیگا آپ کو
کر دیا ہی بیع قطعی جس نے سب گھر بار آج

کاشتکار آفت زدہ اک آپ دیکھینگے وہاں — کر چکا ہی قرق کھیتی جس کی ڈگری دار آج
اک رئیس ایسا ملیگا آپ کو اس بھیڑ میں — کل ریاست جس کی ہی نیلام کو تیار آج
اک عدالت کا ملازم آپ پائیں گے وہاں — ہی بلاے جاں ستاں قرضہ کا جس پر بار آج
دستکار اک آپ کو ان سب میں آئے گا نظر — ہوگا اک بنیہ وہاں اس کے گلے کا ہار آج
ایک سوداگر نظر آئے گا اس انبوہ میں — جو حقیقت میں ہی بالکل مفلس و نادار آج
ہوگی ان میں سے ہر اک کی ناک میں ایسی نکیل — کھینچتا ہوگا جسے بیرحم ساہوکار آج
پھر تو خود ہی آپ سوچیں گے کہ یہ کیا بھید ہی — کیوں مسلمانوں ہی پر نازل ہی یہ ادبار آج
غور کرتے ہی سمجھ میں راز یہ آجائے گا — ہی یہ قرضے کی بدولت ان کا حال زار آج
قرض بھی وہ قرض جس کے سود پر بھی سود ہو — گرم ہی جس موذیٔ بدذات کا بازار آج
کر دئے برباد اس نے خانداں کے خانداں — ہے ربوا کی ہاتھ میں مردود کے تلوار آج
آپ سمجھے، ہی یہ کن لوگوں کی ناکوں میں نکیل — ہیں مسلمان آپ کے بھائی یہ سب ناچار آج
اس کا استیصال کرنا ہی مسلمانوں کا فرض — اس غرض سے ایک دل ہوکر ہوں سب تیار آج
ساتھ دیگا آپ کی ان کوششوں میں **سودمند** — روکنے والا یہی ہی سود کا ہر وار آج
جابجا اپنی دکانیں ہوں اور اپنی کوٹھیاں — چھین لینا چاہئے غیروں سے یہ بیوپار آج
بینک اپنے - کارخانے اپنے اور اپنی ملیں — کھولنے کے واسطے ہو جائیے تیار آج
تاکہ ہو اس نکبتِ افلاس کا قصہ تمام — تاکہ ہر آوارہ و بیکار ہو باکار آج
تاکہ بھائی آپ کے پائیں اس شدھی سے نجات — چھوڑ کر تسبیح کو پہنے ہیں جو زنار آج
زندگی عزت سے گزرے چین ہو اولاد کو — ہوں نہ غیروں کی نگاہوں میں ذلیل و خوار آج
زندگی بھر چین بعدِ مرگ اطمینان ہو — فکر فردا سے نہ ہوں یوں جان سے بیزار آج
بال بچے بھی ہمارے ہوں نہ بنیوں کے غلام — وہ بھی اوروں کی طرح ہوں قابل و خوددار آج
دق کرے آیندہ نسلوں کو نہ قرضے کی نکیل — کر دیا ہی جس نے ہم کو بیکس و ناچار آج
کیجئے للہ کوشش یہ مصیبت ٹالئے — ہیں مسلماں جس کے باعث مفلس و نادار آج

بس یہی کہنا تھا اے مشتاق اپنی قوم سے
تھا یہی افسانۂ غم قابلِ اظہار آج

کارٹون کی تشریح

رسالہ ہذا کے صفحہ اوّل پر جو کارٹون درج ہے وہ نہایت تکلیف دہ ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو یہ مسلمانوں کی اندرونی حالت کا اصلی فوٹو ہے مثلاً

(۱) مسلمانوں کے عروج کے زمانہ میں درگاہوں، خانقاہوں اور درس گاہوں کے لئے عظیم الشان اوقاف تھے جن کی وجہ سے ہمارے مذہبی پیشوا آزادی اور اطمینان سے مخلوق کی تعلیمی مذہبی اور روحانی اصلاح کی خدمات انجام دیتے تھے اب اوقاف کی بربادی اور قوم کے افلاس کی وجہ سے ہمارے مذہبی پیشوا بھی اکثر قرضہ کی وجہ سے مہاجنوں کے چنگل میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

(۲) مسلمان زمینداروں کی حالت ظاہر ہے کہ فصل کے وقت کے علاوہ وہ مہاجنوں کے دست نگر رہتے ہیں۔

(۳) تاجروں کی نسبت مسلمانوں کو یہ دھوکہ ہے کہ وہ نہایت خوش حال ہیں۔ حالاں کہ کلکتہ، بمبئی اور رنگون تک کے زیادہ تر مسلمان تاجر لال پگڑی والے مہاجنوں کا روپیہ استعمال کرتے ہیں۔

(۴) ملازمت پیشہ لوگ سب سے زیادہ ناعاقبت اندیش ہیں۔ ان کی کمائی محدود اور یورپین تمدن جو اُن کا نصب العین ہے غیر محدود ہے وہ بالعموم مہینہ گزرنے سے پہلے قرضہ لے کر پیشگی تنخواہ خرچ کر دیتے ہیں۔

(۵) کاریگروں کی تعداد مسلمانوں میں زیادہ ہے مگر وہ اپنا کاروبار مہاجنوں کے روپیے سے کر کے غلامی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

(۶) یہی حالت مسلمان کاشتکاروں کی ہے کہ بیج اور کھاد اور لگان کی ادائگی کے لئے قرضہ لیتے ہیں اور جو کچھ پیدا ہوتا ہے مہاجنوں کی نظر کر دیتے ہیں۔

غرض کہ ہر پیشہ کے مسلمانوں کا دارومدار قرضہ کے روپیہ پر ہے۔ ان میں سے بڑے بڑے قابل، ذی علم، ادیب اور شاعر جو اپنی خوش بیانی سے قوم کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ ذاتی ضرورتمندی کی وجہ سے ایک پندرہ برس کی مہاجن کے لڑکے کے سامنے مثل بندہ بے دام کے ہوتے ہیں اور اس کے قرضہ اور سود کی نکیل اپنی ناک میں ڈال کر کچہریوں، عدالتوں کی خاک چھانتے پھرتے ہیں حتی کہ بعض اوقات جیل خانہ کی ہوا کھانے پر مجبور ہوتے ہیں۔

علاج | اس نکیل سے خلاصی پانے کے لئے مسلمانوں نے تعلیم صنعت و تجارت سب کا تجربہ کر لیا۔ سود کا قانون ترمیم کرانے کی کوشش کر لی مگر سب بے سود ثابت ہوا۔ اب اگر کوئی صورت اس نکیل کو ٹوٹنے کی ہو سکتی ہے تو صرف یہ ہے کہ مسلمان مثل دیگر اقوام کے انفرادی اور اجتماعی طور پر روپیہ کا کاروبار کریں۔ انجمن ہائے امداد باہمی قائم کریں، اپنا ذاتی روپیہ اور اپنے مدارس و مساجد کا روپیہ معتبر بینکوں میں رکھیں یہی اُن کا آخری قطعی علاج ہے۔

سودمند کا ماضی اور مستقبل

۱۔ سودمند کے تین دور

سودمند کو جاری ہوئے اگرچہ صرف چھ ماہ گزرے ہیں مگر مسلمانوں کی اقتصادی حالت کی اصلاح کے سلسلہ میں تبلیغ واشاعت کا کام سنہ ۱۹۲۰ء سے جاری ہے جس کو چھ سال کا زمانہ ہو چکا ہے۔ اس تحریک کا پہلا دور کتابوں کی اشاعت سے شروع ہوا جن میں سب سے پہلی کتاب "مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل" تھی جو علماء کرام، رہبران قوم اور اڈیٹران اخبارات کی خدمت میں بھیجی گئی۔ اس کے دو سال بعد "سرمایہ داروں کی غلامی اور مسلمان" اور اس کے بعد "جواز سود" اور "مسلمانوں کی مالی اصلاح" دس ہزار سے زیادہ تعداد میں ملک میں تقسیم ہوئیں۔ دوسرا دور اخبارات میں مضامین کی اشاعت کا تھا جس میں مسئلہ سود پر اختلافی مضامین اور قلمی مباحثوں کا خوب چرچا رہا۔ اور تیسرے دور کو عملی دور کہنا بجا ہوگا جب کہ یکم جون سنہ ۱۹۲۵ء کو سودمند جاری ہوا اور اس کے اثر سے بعض مقامات میں مسلمانوں میں روپیہ کا کاروبار جاری ہونا شروع ہوا۔

۲۔ سود سے مسلمانوں کی بربادی

اس تحریک کے شروع میں سب سے بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ مسلمانوں کے نزدیک "سود" کا لفظ ربا کا مرادف سمجھا جاتا تھا اور اب تک وہ ایسا ہی مکروہ تھا جیسا کہ دنیا کی جملہ دیگر اقوام کے نزدیک تھا دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی قوم ایسی نہ تھی جس میں مثل مسلمانوں کے سود حد درجہ ممنوع اور معیوب نہ سمجھا جاتا ہو۔ کیوں کہ اس زمانہ میں روپیہ بالعموم ذاتی ضروریات کے لئے قرض لیا جاتا اور غیر نفع آور کاموں میں صرف ہو کر قرض لینے والوں کی تباہی اور بربادی کا باعث ہوتا تھا مگر امتداد زمانہ سے روپیہ کثرت کے ساتھ نفع آور کاموں میں لگ کر دائن اور مدیون دونوں کے لئے سراسر مفید ثابت ہونے لگا اور اس سراسر فائدہ کو دیکھ کر دیگر اقوام و مذاہب نے تجارتی سود کو ربوا سے ممیز کر کے اس کا نام انٹرسٹ رکھا اور اس کو قانوناً اور مذہباً جائز قرار دے دیا۔

اس زمانہ میں ہر طرف مسلمانوں کی سلطنتیں عروج پر تھیں اور ان کا دارومدار تجارت اور سود پر نہ تھا اس لئے انھیں اس مسئلہ کے حل کرنے کی طرف توجہ نہ ہوئی جس کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ مسئلہ لاینحل رہا اور اس نے بالآخر مسلمانوں کو برباد کر کے چھوڑا اور نہ صرف ان کی زمینداریاں بلکہ سلطنتیں تک سب اسی سود مردود یا ربوا کے نذر ہو گئیں۔

ہندوستان کی اسلامی سلطنت کی بربادی کے بعد بعض علماء کرام کو مثل حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اور مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کے اس مسئلہ کی طرف توجہ ہوئی اور انھوں نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیکر

کچھ فتوے سود کے جواز کے دئے مگر چوں کہ وہ قوم کے انحطاط کا وقت تھا اس لئے افراد قوم نے عام طور پر ان فتووں پر عمل درآمد نہیں کیا جس نے مسلمانوں کی رہی سہی زمینداریوں اور تجارت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ مگر دوسری قوموں کی ترقی کی غیر معمولی رفتار اور اپنے انتہائی تنزل کو محسوس کر کے مسلمانوں میں کچھ عرصہ سے ایک حرکت ہوئی جس کو حرکت مذبوحی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ کیوں کہ بلالحاظ اس اندازہ کے کہ مقصود کیا ہے۔ ذبیحہ نے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے۔ چنانچہ گزشتہ پچاس سال سے کوئی تدبیر اور کوئی نسخہ ایسا نہیں جس کا مسلمانوں نے تجربہ نہ کر لیا ہو۔ تعلیم سیاسیات، پین اسلامزم، اسلامی ممالک کی طرف رجوع، صنعت وحرفت کا چرچا، اپنی دوکانیں کھولنے کا حوصلہ، برادران وطن اور سلطنت سے کبھی محبت واتحاد اور کبھی نفرت و بیزاری۔ غرض کہ سب کچھ کر لیا اور سب کچھ کر رہے ہیں۔ مگر بایں ہمہ ہر شخص کو بدیہی طور پر محسوس ہو رہا ہے کہ ہم گر رہے ہیں، پس رہے ہیں، مٹ رہے ہیں دوسروں میں جذب ہو رہے ہیں اور ختم ہو رہے ہیں۔

۲۔ سود مند کا کام

"سود مند" نے آکر باآواز بلند کہا کہ ہر ناکامی کی تہ میں وہی سود کا مسئلہ ہے جسے دیگر اقوام و مذاہب صدیوں پہلے طے کر چکے اور ربوا کو جو زہر ہلاہل تھا "انٹرسٹ" یا "تجارتی سود" میں منتقل کر کے "امرت" بنا چکے۔

خدا کا شکر ہے کہ "سود مند" کی اس صدا پر جا بجا لبیک کی صدائیں بلند ہوئیں۔ ہر طرف سے ہزاروں کی تعداد میں مبارک باد اور حوصلہ افزائی کے خطوط آنے لگے۔ قومی اخبارات نے عمدہ تنقیدیں کیں، اس کے مضامین اور نظموں کو اپنے قیمتی کالموں میں جگہ دی۔ سب نظمیں اگرچہ شاعری کے لحاظ سے اعلیٰ پایہ کی نہ تھیں تاہم چوں کہ مسلمانوں کے درد دل کا مرقع تھیں اس لئے دل ہی پر جا کر لگیں اور خوب مقبول ہوئیں۔ بعض علماء کرام نے حدود شرعیہ کے اندر سود کی تلقین کی، بینک سے سود وصول کرنے کی تاکید کی اور اسے اپنے مصرف میں لانے اور نیک کاموں میں صرف کرنے کے جواز کے فتوے دئے۔ چنانچہ جناب مولانا مولوی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند نے تحریر فرمایا ہے کہ :-

> "سیونگ بینک کے سود میں مضائقہ نہیں۔ اگر احتیاط اور تقویٰ مدنظر ہو تو کسی دوسرے مفلس مسلمان پر خرچ کر دیجئے لیکن گورنمنٹ کے پاس کسی حالت میں چھوڑنا بہتر نہیں"۔

اس فتوے سے امید ہے کہ تمام اسکولوں اور عربی مدارس کا روپیہ جو لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں بیکار پڑا ہے۔ سیونگ بینکوں میں داخل ہو کر زیادہ محفوظ ہو جانے کے ساتھ مستقل آمدنی کا ذریعہ ہوگا اور مدارس کے لئے روز روز کاسہ گدائی گشت کرانا نہ پڑیگا۔

غرض کہ خدا کے فضل سے اب ایک حد تک مسلمان ربا اور تجارتی سود کا فرق سمجھنے لگے ہیں اور روپیہ

کے کاروبار کو اپنے اپنے دائرۂ اثر میں رائج کرنے کی عملی تدابیر اختیار کر رہی ہیں جس کا اندازہ 'سودمند' کے صفحات کے مطالعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ ایڈیٹر سودمند نے یہ سمجھ کر کہ وہ "لِمَ یَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْن" (تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جن کو کرتے نہیں) کے مصداق نہ بنے' خود زمینداروں کے بنک قائم کرنے کے لئے ضلع میرٹھ کے سولہ دیہات میں دورہ کر کے ۴۷ حصہ دار پیدا کئے اور ارادہ ہے کہ مسلم زمینداروں کے بنک کی جلد سے جلد رجسٹری کرا دی جاوے۔

۴۔ سودمند کا مستقبل

یہ سب تو 'سودمند' کا ماضی ہے۔ رہا مستقبل اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ دو سال کام کرنے کا جو ارادہ ظاہر کیا گیا تھا اس میں سے نصف سال گزر چکا اور صرف ڈیڑھ سال باقی ہے۔ آج کل مسلمانوں پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اُن کا انجام یہاں بھی اسپین کی طرح ہونے والا ہے۔ مگر یہ یقینی امر ہے کہ اس وقت تمام مسلمانوں کی کمزوری کی تہ میں ان کی مالی حالت کی خرابی ہے۔ زمیندار تاجر اور کاریگر سب کے سب دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کے غلام اور ہر طرح زیر بار اور کمزور ہیں۔ چنانچہ جس قدر بلوے ہوتے ہیں اُن میں مارپیٹ کا نتیجہ جو کچھ بھی ہو مگر اقتصادی کمزوری کی وجہ سے چوں کہ قانونی پیروی پوری طرح نہیں ہو سکتی اس لئے بالعموم مسلمان ہی سزا پاتے ہیں اور آیندہ کے لئے پست ہمت ہو جاتے ہیں اور اب تو یہاں تک نوبت پہونچ گئی ہے کہ مثلاً اٹاوہ کے مسلمان اپنی مساجد میں قفل لگا کر چلے جاتے ہیں تب بھی اُن کا پیچھا نہیں چھوٹتا۔ اٹاوہ میں مسجد کے سامنے بھنگیوں نے گانا بجانا کر کے اودھم مچائی اور مسلمان کچھ نہ کر سکے اسی طرح اس وقت مارہرہ میں چماروں نے بستی کے شرفاء پر عدالت میں دعوے کر کے اُن کو پریشان کر رکھا ہے۔

پس اگر درحقیقت مسلمانوں کو زندہ رہنا اور عزت کی زندگی بسر کرنا ہے تو اُن کے ہر ہر فرد کو چاہئے کہ وہ روپیہ بچانے اور بڑھانے کے طریقے اختیار کر کے اپنے بچوں' خاندان' اور قوم کو تباہی سے بچائے' اور مسلمان دوکان داروں اور کاریگروں کو معین منافع پر روپیہ دیکر اُن کے کاروبار کو چلتا کرے۔ امداد باہمی کے بنک قایم کرے۔ یہی ان کی نجات کا واحد ذریعہ ہے۔ اور اس کی تبلیغ و تعمیل کے لئے ڈیڑھ سال کا وقت کچھ کم نہیں ہے بشرطیکہ قوم اس طرف متوجہ ہو۔

اسی سلسلہ میں قومی اخبارات کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ جنھوں نے اس مسئلہ کی تبلیغ میں بہت مدد کی۔ اس وقت "سودمند" کے سو پرچے اسلامی اخبارات کے دفاتر میں بھیجے جاتے ہیں حالاں کہ تبادلہ میں ایک درجن سے زیادہ اخبارات نہیں آتے۔ غرض صرف یہ ہے کہ ہمارے خیالات سے انھیں واقفیت ہو اور قوم کی اصلی ضرورت کی طرف انھیں توجہ ہو۔ اور ڈیڑھ سال کے عرصہ میں وہ خود اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے کر ہمیں اس خدمت سے سبکدوش کر دیں۔

(ایڈیٹر)

انعامی مضمون

مسلمانوں کے مالی تنزل کے اسباب اور اُس کا علاج

(نوشتہ سید محمد رضی صاحب بی اے۔ سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول اٹاوہ)

"گزشتہ ماہ میں سود مند کی طرف سے جو چند سوالات شائع ہوئے تھے اُن کے جواب میں جو مضامین موصول ہوئے ہیں اُن سب میں افضل جناب سید محمد رضی صاحب کا مضمون ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اُمید ہے کہ ناظرین اُسے توجہ سے پڑھ کر اس سے پورا فائدہ اٹھائیں گے اور اس کے مشوروں پر عمل کرکے اپنی قوم کو افلاس کی خندق سے نکالیں گے۔ (ایڈیٹر)

تاریخ عالم اس کی شاہد ہے کہ دنیا کی جملہ مہذب اور متمدن اقوام کو موجودہ پایۂ ترقی تک پہونچنے میں مختلف مدارج طے کرنے پڑے ہیں۔ دنیا عالم اسباب ہے یہاں کوئی واقعہ بلا سبب ظہور پذیر نہیں ہوتا لہذا لامحالہ مسلمانوں کے موجودہ مالی اور اقتصادی تنزل کے بھی کچھ نہ کچھ اسباب ضرور ہونے چاہئیں۔ پس قبل اس کے کہ ہم حالات موجودہ پر غور کریں یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم اُن اسباب سابقہ پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیں جن کے نتائج بصورت موجودہ معرض ظہور میں آرہے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ان کا بروقت انسداد نہ ہوسکا تو ہم کو اندیشہ ہے کہ آیندہ چل کر وہ نتائج اس سے بھی بدتر شکل میں رونما ہوں گے۔ کیوں کہ علل و معلول کا ایک ایسا قدرتی کلیہ ہے جس سے کوئی مفر ہی ممکن نہیں۔ جیسے اسباب ہوں گے اُن کے لازمی اور حتمی طور پر ویسے ہی نتائج مترتب ہوں گے۔

واضح ہو کہ تہذیب و تمدن کی ترقی کے مختلف دور ہوا کرتے ہیں اور ہر دور میں ایک مخصوص معیار قابلیت مان لیا جاتا ہے جو رفتار زمانہ کی مناسبت سے بدلتا رہتا ہے اور بالآخر ایک ایسا مستقل معیار قائم ہو جاتا ہے جس میں مزید تغیر و تبدل کی بہت کم گنجائش رہتی ہے اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ اس کے بعد فی الجملہ عام ترقی ہی مسدود ہو جاتی ہے نہیں بلکہ اس سے ہماری محض یہ غرض ہے کہ آخر کار جو مستقل معیار قایم ہو جاتا ہے اُسی معیار کے تحت میں آیندہ ترقیات کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ چنانچہ تاریخ عالم اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ دنیا میں ہر مہذب و متمدن قوم کو قریب قریب یکساں مدارج ترقی طے کرنے پڑے ہیں اور مختلف زمانوں میں مختلف معیارات میں رفتہ رفتہ تغیر و تبدل ہو کر بالآخر ایک مستقل معیار قایم ہوگیا ہے۔ ان معیارات کی تمام دنیا میں کم و بیش حسب ذیل ترتیب رہی ہے۔

۱۔ معیارات ترقی

(۱) قوت جسمانی (۲) شرافت نسبی (۳) علوم و فنون (۴) سرمایہ داری چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انھیں اربعہ عناصر میں ہو کر مسلمانوں کو بھی لامحالہ گذرنا پڑتا ہے۔ تمدن کی ابتدائی حالت میں جب قوتِ جسمانی معیارِ قابلیت سمجھی جاتی تھی مسلمانوں نے وہ وہ جوہرِ کمال دکھائے کہ دُنیا کے ایک بڑے حصہ کو نہایت ہی قلیل مدت میں اپنا زیرِ نگیں بنا لیا۔ ازاں بعد جب شرافت نسبی کا معیار قایم ہوا تب بھی مسلمان جن کو اپنی شرافت نسبی پر ناز تھا، دیگر اقوام عالم سے پیچھے نہ رہے۔ اور جب کبھی دیگر اقوام سے مقابلہ ہوا تو وہ شرافت نسبی اور حمیت قومی ہی کا خیال تھا جس نے اُن کو پسپا نہ ہونے دیا اور بالآخر وہی مقابلہ میں غالب رہے۔ اس کے بعد جب علوم و فنون کا زمانہ آیا اس میں بھی وہ چوں کہ اُن کے قوا، دماغی اور جسمانی قدرتاً مضبوط اور اچھے واقع ہوئے تھے اپنی معاصر اقوام سے ہمیشہ آگے ہی بڑھتے رہے چنانچہ اُن کے علمی عروج کے کارنامے نہ صرف اِس وقت تک زبان زد خلائق ہیں بلکہ علی الدوام تاریخی صفحات پر بطور یادگار باقی رہیں گے۔

لیکن آخر کار جب دُنیا میں معیارِ مستقل یعنی سرمایہ داری کا دَور دَورہ ہوا تو مسلمان قریب قریب تمام دنیا میں دیگر اقوام کے دوش بدوش اپنی جگہ پر قایم نہ رہ سکے بلکہ اُس معیار سے گر گئے اور روز بروز گرتے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کا یہ مالی اور اقتصادی تنزل کچھ ہندوستان ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ جہاں جہاں اُن کی حکومتیں اس وقت تک باقی ہیں وہاں بھی اُن کی یہی حالت ہے۔ ٹرکی اور ایران دونوں سلطنتیں اپنی کم سرمائگی کا شکار ہو رہی ہیں اور دیگر اقوام کی سرمایہ داری اُن پر غالب آتی جاتی ہے۔ چوں کہ اُن کے پاس کوئی ذاتی اور قومی سرمایہ نہیں ہے اس وجہ سے بروقت ضرورت اُن کو دیگر سرمایہ دار اقوام کا دست نگر ہونا پڑتا ہے جس سے اُن کی آزادی اور خود مختاری روز بروز سلب ہوتی جاتی ہے۔

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ آیا اس کا کیا سبب ہے کہ وہی مسلمان جو پچھلے تینوں دوروں میں دنیا میں سب سے پیش پیش تھے اس چوتھے دور سرمایہ داری میں کیوں دفعتاً پست ہو کر ایک عالمگیر مالی اور اقتصادی تنزل میں مبتلا ہو گئے۔ اِس کے لئے ہم کو اُن کے گزشتہ تاریخی واقعات اور اُن کے عام جذبات و معتقدات پر نظر ڈالنی چاہیئے۔

یہ ایک امر واقعہ ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد شاہان اسلام باستثناء معدودے چند اپنے عہد حکمرانی میں بالتخصیص اپنے جاہ و جلال، تزک و احتشام کے لئے مشہور رہے ہیں۔ خلفاء عباسیہ کے مصر و عرب میں اور سلاطین مغلیہ کے کارنامے ہندوستان میں اس وقت تک تاریخی صفحات پر دُنیا کی نگاہوں کو خیرہ کر رہے ہیں۔ اِن غیر معمولی شان و شوکت کا یہ اثر ہوا کہ ایک مدت دراز کی حکمرانی کے بعد راعی اور رعایا دونوں اسراف بیجا اور نام و نمود کے خوگر ہو گئے۔ عمدہ خوراک اور نفیس پوشاک اُن کی عادت میں داخل ہو گئے۔ اُن کی عام معاشرت نے ایک ایسا بلند پایہ معیار اختیار کر لیا جس کے لئے اخراجات کثیر ایک جزو لاینفک بن گئے۔ کفایت شعاری کو بخل جاننے لگے روپیہ کی پس اندازی کا کبھی بھول کر بھی نام نہ لیا۔ تجارت اور صنعت و حرفت کی طرف توجہ نہ کی۔ صرف زمینداری اور ملازمت ہی پر دار و مدار رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں بحیثیت مجموعی کوئی قومی سرمایہ

جو سالہا اس اور پشتہا پشت کی جدوجہد کا نتیجہ ہوتا ہی فراہم نہ ہو سکا۔

جب سلطنت زائل ہو گئی تو یہی عادت و خصائل جو ایک عرصہ کی مداومت سے مسلمانوں کی سرشت میں داخل ہو چلے تھے اُن کے حق میں سمِ قاتل بن گئے۔ خور و نوش اور شادی و غمی کے وہی سابقہ اخراجات قایم رہے۔ جائدادیں قانون وراثت کے تحت میں منقسم ہوتے ہوتے برائے نام رہ گئیں۔ ملازمتوں کے لئے انگریزی تعلیم جس کو وہ ایک عرصہ تک کفر سمجھتے رہے لازمی قرار پا گئی۔ عام طور پر قحط اور گرانیاں ہونے لگیں۔ آمدنی کم اور خرچ بدستور رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رہی سہی زمینداریاں بھی نکل گئیں اور مسلمان بالعموم افلاس میں مبتلا ہو گئے۔

افلاس پناہ بخدا ایک ایسی بلائے عظیم ہی جس کو اگر جملہ مصائب و معائب کی جڑ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اُس کا اثر قریب قریب ہر شعبۂ زندگی پر پڑتا ہی۔ ایک مصیبت سے دوسری مصیبت اور ایک عیب سے دوسرا عیب پیدا ہوتا ہی۔ چنانچہ افلاس کا مسلمانوں کے عام اخلاق پر نہایت بُرا اثر پڑا۔ اُس عام پریشانی اور اضطراب میں جو افلاس کا لازمہ ہی اُن کے دماغی اور جسمانی نشوونما میں خلل پڑنے لگا۔ اُن کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ اُن کے حوصلے پست ہو گئے۔ اُن کی غیرت و حمیت ان کی امانت و دیانت میں فرق آگیا اور اُن کی وہ پہلی سی وضعداری باقی نہ رہی۔ غرض اُن کی عام آزادی اور کاروبار دیگر سرمایہ دار اقوام کے تابع ہو گئے۔

۲- علی گڑھ کالج کی تحریک

جب مسلمانوں کی حالت ہندوستان میں اس درجہ سقیم ہو گئی تو اُن میں بقول "مردے از غیب برون آید و کارے بکند" سرسید علیہ الرحمۃ ایک فرشتۂ رحمت بن کر نازل ہوئے جنھوں نے اپنی خداداد طباعی اور زمانہ شناسی سے قوم کی صحیح رہنمائی کی اور ایم اے او کالج علی گڑھ کی بنیاد ڈالی جس سے اس وقت بفضلہ تعالیٰ بشکل مسلم یونیورسٹی تمام قوم فیضیاب ہو رہی ہے۔ لیکن ہم کو یہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہی کہ جہاں تک قوم کی مالی اور اقتصادی حالت کا تعلق ہی اس تعلیم گاہ سے تاحال کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا ہی۔ یہ ہم نے مانا کہ تحریک مذکور سے چند افرادِ قوم انگریزی تعلیم یافتہ ہو گئے اور چند سرکاری اسامیاں بھی مسلمانوں سے معمور نظر آنے لگیں لیکن بدقسمتی سے اُن کے ذریعہ سے قوم کی حقیقی اور اصلی ترقی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ بلکہ اس عرصہ میں مسلمانوں کی مالی اور اقتصادی حالت اور بھی بدتر ہو گئی اس کا باعث نہ تو بانی کالج کی کوئی غلطی ہی اور نہ اس میں کالج کا کچھ قصور ہے بلکہ سراسر خود ہماری ہی کوتہ نظری اور عیر مآل اندیشی اس تمام خرابی کی ذمہ دار ہی۔ ایم اے او کالج کو قایم ہوئے پورے پچاس سال گذر چکے اس طویل مدت میں ہزارہا طالب علم وہاں سے تعلیم پا کر نکل گئے۔ لیکن کیا کوئی صاحب بتا سکتے ہیں کہ اُن ہزارہا تعلیم یافتوں میں کتنے ایسے ہیں جنھوں نے اپنی ذاتی کمائی سے کوئی سرمایہ فراہم کر لیا ہو یا کوئی جائداد پیدا کر لی ہو؟ کم از کم راقم کی نظر سے تو کوئی ایک صاحب بھی ایسے نہیں گزرے۔ جو ملے وہ فیشن کے دلدادہ اور انگریزی معاشرت کے ہاتھوں تباہ حال اور پریشان خیال ہی ملے۔ ممکن ہی کہ بعض صاحب ایسے بھی ہوں جو راقم کی نظر سے نہ گزرے ہوں لیکن بمصداق النادر کالمعدوم وہ

شمار میں ہیں آسکتے۔

اسرافِ بیجا کے بدنتائج درحقیقت اس قدر مختلف النوع ہیں کہ اُن کا ضبط تحریر میں لانا مشکل ہے۔ اُس کے اثرات نہ صرف مُسرف ہی کی ذات تک محدود رہتے ہیں بلکہ تمام سوسائٹی پر بالعموم اور مُسرف کی اولاد پر بالخصوص پڑکر اُن کی تباہی اور بربادی کا باعث ہوتے ہیں۔ اس طرح مُسرف اِس عادتِ بد کی بدولت نہ صرف خود ہی ساری عمر پریشان حال اور غیر مطمئن رہتا ہے بلکہ وہ عام سوسائٹی کی تخریب کا سبب ہوکر ایک اخلاقی اور قومی گناہ کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔

اِس ناعاقبت اندیشی نے فی الجملہ مسلمانوں کی سوسائٹی میں ایک ایسا ہیجان پیدا کردیا کہ اُن کو اپنے بھلے بُرے کی بھی تمیز نہ رہی روپیہ کا بڑھانا تو کجا جو روپیہ اُن کے قبضہ میں تھا اُس کی حفاظت تک نہ کرسکے۔ اُن کو وہ طریقہ اور ڈھنگ ہی نہیں معلوم کہ کاروبار کس طرح کیا جاتا ہے یا یہ روپیہ کسی نفع بخش کام میں کیوں کر لگایا جاتا ہے۔ اگر اتفاق سے از روئے وراثت یا کسی اور حیلہ سے کسی شخص کو کچھ روپیہ مل بھی گیا تو وہ اُس کو اپنے پاس رکھ بھی نہ سکا۔ وہ روپیہ یا تو اُسی وقت یا کچھ مدت کے تعطل کے بعد تلف ہوگیا چار یا پانچ سال ہوئے ہوں گے ایک ہمارے بھائی کا انتقال ہوا جو ایم اے او کالج کے تعلیم یافتہ تھے اور خدا کے فضل سے مدت دراز تک ایک بہت بڑے سرکاری عہدہ پر ممتاز رہ چکے تھے۔ مرحوم نے تقریباً ۵۰ ہزار روپیہ نقد اور کچھ جائداد جس کی مالیت بہ حیثیت موجودہ کسی طرح ڈیڑھ دو لاکھ سے کم نہ ہوگی ترکہ میں چھوڑی حال میں راقم کو مرحوم کے صاحبزادہ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ یہ معلوم کرکے سخت قلق ہوا کہ صاحبزادہ بلند اقبال اس قلیل مدت ہی میں جملہ اثاثہ نقد وجنس تلف کرنے کے بعد ۴۰ ہزار کے قریب مقروض ہیں یہ ایک خاص مثال تھی ورنہ بالعموم تو یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ بھائی اپنے بعد اتنا بھی سرمایہ نہیں چھوڑتے جو اُن کی اولاد کی تعلیم کے لئے بھی کفتی ہوسکے۔ غرض تاوقتیکہ اس اساسی غلطی کی جو قوم کی جڑوں کو اندر ہی اندر کھوکھلا کر رہی ہے اصلاح نہ ہوگی مالی اور اقتصادی ترقی محال ہے۔

۴۔ ترقیِ دولت کے ذرائع

ترقیِ دولت کے ذرائع دراصل تجارت۔ زراعت اور صنعت وحرفت ہی ہوسکتے ہیں محض ملازمت سے کوئی قوم آزاد اور سربرآوردہ نہیں بن سکتی۔ چوں کہ مسلمان عام طور پر ایک مدت دراز تک اِن ہرسہ ذرائع کی طرف سے غافل رہے اس وجہ سے پھر وہ اس کمی کو آج تک پورا نہ کرسکے۔ علاوہ ازیں یہ مسلمہ ہے کہ ترقی دولت کا سب سے زیادہ قوی اور مؤثر ذریعہ زرِ نقد کی داد وستد ہے جس کو مسلمان بذیل ربوا ممنوع سمجھتے رہے جس کا عملی نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی بدولت مسلمان تو تباہ ہوگئے اور اہلِ ہنود جو اس پر عامل ہیں مالا مال ہوگئے۔ اسبارہ میں مسلمانوں نے اِس درجہ غلو کیا کہ اُنھوں نے ربوا کے تحت میں نہ صرف زرِ نقد ہی کی داد وستد کو ممنوع قرار دیا بلکہ جملہ قسم کے کاروبار جس میں ذرا سا بھی اِس قسم کا شائبہ تک پایا گیا ناجائز ٹھیرا دیئے گئے۔ چنانچہ تجارتی سود۔ بنکوں کا منافع بیمۂ جان ومال غرض اِسی قبیل کے جملہ کاروبار قطعاً حرام کردیئے گئے۔

۴۔ ربوا، اور موجودہ تجارتی منافع کا فرق

ربوا کی حرمت کی بجز اس کے اور کوئی عقلی توجیہ نہیں ہو سکتی کہ وہ مدیون کی تباہی کا موجب ہوتا ہے۔ ملک عرب میں آغاز اسلام کے وقت ہمسایہ اقوام یہود و نصاریٰ میں جس ربوا کا رواج تھا وہ دراصل اسی قابل تھا کہ اسلام اُس کو ممنوع قرار دیتا۔ اہل رُومہ میں جو نصاریٰ تھے قرضخواہ اور قرضدار کے مابین حسب ذیل قانون مروّج تھا جس کو پروفیسر ہیڈلے صاحب کی کتاب "رُومن لا" سے جو اس موضوع پر ایک نہایت مستند تالیف ہے لفظی ترجمہ کرکے پیش کیا جاتا ہے۔

"درصورت نہ ہونے کسی خاص معاہدہ کے بحالت عدم ادای قرض قرضخواہ کو مجاز نہ تھا کہ وہ قرضدار کے جائداد سے ہاتھ لگا سکے لیکن اُس کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنے قرضدار کو بذاتہٖ گرفتار کرکے ساٹھ دن تک قید یا مشقت میں رکھ سکے۔ اگر اس پر بھی ادائیگی نہ ہو تو وہ اُس کو بہ حیثیت غلام کے فروخت کر سکتا تھا یا اُس کو ہلاک کر سکتا تھا۔ اور اگر ایک ہی شخص کے متعدد قرضخواہ ہوتے تھے تو وہ اُس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے آپس میں تقسیم کر سکتے تھے۔"

نوٹ: یہ کیفیت سنہ ۵۳۴ء میں تھی جو قریب قریب ابتدا ر اسلام کا زمانہ تھا۔

اس حالت کو دیکھتے ہوئے ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کا اس قسم کے رواج کا ممنوع قرار دینا بالکل حق بجانب تھا بلکہ اگر اسلام اس نوعیت کے ربوا، کو حرام نہ کرتا تو اُس پر بہ حیثیت ایک پاک اور صلح کن مذہب کے سخت اعتراض عاید ہوتا۔ اس ربوا، ممنوعہ کی نوعیت کو پورے طور پر ذہن نشین کرتے ہوئے اب زمانۂ حال کے تجارتی منافع پر غور کرو تو دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق معلوم ہوگا۔ موجودہ تجارتی منافع کسی نہج پر ربوا، کے ذیل میں نہیں آسکتا۔ ربوا کی حرمت دراصل مبنی ہے اُس انتہائی جبر و ظلم کے انسداد پر جو اُس وقت رواجاً اور قانوناً مدیون پر عائد کئے جاتے تھے۔ برخلاف اِس کے موجودہ تجارتی منافع میں جبر و ظلم یا اور کسی قسم کے تشدّد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چند افراد مل کر ایک کمپنی بنا لیتے ہیں جو اپنے مشترکہ سرمایہ سے بنکس کھول لیتے ہیں یا اور کسی قسم کا کاروبار کرتی ہیں خود تجارت کرکے بڑے بڑے منافع حاصل کرتے ہیں اور اُس منافع کا ایک جزو اُن لوگوں کو بھی دیدیتے ہیں جن کا روپیہ اُن کمپنیوں میں لگا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری صورت جو اس منافع کی ہے جس کو عرف عام میں تجارتی سُود بولتے ہیں اُس میں بھی بالکل یہی بات ہے۔ وہاں بھی جو ایک تاجر دوسرے تاجر سے طلب کرتا ہے وہ بھی درحقیقت تجارت کے منافع کا ایک جزو ہی ہوتا ہے۔ بمبئی سے بہ حیثیت تاجر آپ کوئی مال اُدھار منگاتے ہیں بمبئی کا تاجر وہ مال آپ کو اس شرط پر اُدھار بھیجدیتا ہے کہ آپ تیس یوم کے اندر اندر اُس کی قیمت ادا کردیں ورنہ اُس کے بعد آپ کو کسی مقررہ شرح پر سود بھی دینا ہوگا۔ مال پہونچتے ہی آپ اُس کو فروخت کرکے نفع اُٹھانا شروع کردیتے ہیں۔ آپ کو چاہیئے کہ حسب معاہدہ آپ تیس یوم کے اندر اندر اُس مال کی قیمت ادا کردیں اگر آپ ادا نہیں کرتے تو مال بھیجنے والا تاجر بھی یہ چاہتا ہے کہ جو منافع آپ اُٹھا رہے ہیں اُس منافع کا ایک جزو اُس کو بھی دیں۔ اِن ہر دو صورتوں میں کوئی بھی پہلو ظلم، مجبوری یا تشدّد کا نہیں نکلتا پھر موجودہ زمانہ کے تجارتی منافع کو ملک عرب کے ممنوعہ ربوا سے مخلوط کرنا سراسر غلطی ہے جس کا ساری قوم بلا وجہ بری طرح

خمیازہ اُٹھا رہی ہو اب رہی زرِ نقد کی بِکری اور دستد۔ اس کے متعلق بھی راقم کم از کم یہ ضرور عرض کرسکتا ہو کہ فی زمانا بِکری داد و ستد میں بھی ربوا کی صورت پیدا نہیں ہوتی پس اگر اس قسم کا لین دین بھی بر بنائے فتاوایِ بعض مشاہیر علما رہند و عراق روا رکھا جائے تو راقم کی رائے ناقص میں خلاف شرع شریف نہو گا۔

۵۔ روحانیت کا غلط مفہوم

اِس میں شک نہیں کہ رُوحانیت بجائے خو د ایک نہایت مستحسن شئے ہے بشرطیکہ اُس کا صیحح مفہوم سمجھ لیا جائے۔ مسلمانوں میں عام طور پر روحانیت کے مفہوم کے متعلق کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں جن کی بمقتضائے رفتارِ زمانہ صحت کی ضرورت ہو۔ توکّل اور قناعت فی نفسہ نہایت عمدہ چیزیں ہیں لیکن اُن کے یہ معنی نہیں ہیں اور نہ یہ اسلام کی تعلیم ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر لو اور تقدیر پر شاکر ہو کر بیٹھ جاؤ۔ ایسا تو انبیا و اولیا و صیا رنے بھی نہیں کیا۔ اُنھوں نے بھی اپنی کسب معاش کے لئے جسمانی ریاضتیں کی ہیں اور مشقتیں اُٹھائی ہیں اگر توکّل اور قناعت کا یہی مفہوم سمجھ لیا جائے تو اُس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم کو اپنی فلاح و بہبود کی کوئی فکر ہی نہ کرنی چاہیئے جو کچھ تقدیر میں ہو وہ ہو جائیگا۔

اسلام کا یہ ہرگز منشا رنہیں ہو کہ دُنیا کو ترک کر کے دن رات عبادتِ خدا میں مشغول ہو جاؤ۔ اسی واسطے اُس نے رہبانیت کو جو ترک دُنیا کی ایک ظاہری شکل ہو ممنوع قرار دیا ہے۔ چنانچہ خود قرآنِ مجید میں اس کے متعلق ایک نص صیحح موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ؕ راقم کے خیال میں رُوحانیت خارج از ماحول دنیوی کوئی جُداگانہ شے نہیں ہو۔ روحانیت کی تعلیم کا در اصل یہی مقصد ہو کہ بنی نوع انسان میں باعتبار کاروبارِ دنیوی جن سے اُن کو دن رات سابقہ پڑتا رہتا ہو اخلاق حسنہ پیدا ہوں اور جن کو وہ ایک دوسرے کے ساتھ عملاً کام میں لائیں۔ علیٰ ہذا عبادت الٰہی کی بھی بالآخر یہی غایت نکلتی ہو۔ پس ہم کو لازم ہے کہ دُنیا کو عالمِ اسباب سمجھتے ہوئے تہذیب اخلاق کی کوشش کریں اور اُس پر عملاً کاربند رہیں۔ اور احکام خداوندی بخلوص دل بجا لائیں یہی درحقیقت اصلی رُوحانیت اور سچّی اسلامی تعلیم ہو۔

۶۔ دُنیا کی ناپائداری اور بے ثباتی

یہ وہ عنوان ہو جس سے مسلمانوں کا سارا علم ادب بھرا پڑا ہو۔ تحریر سے تقریر سے وعظ و پند سے غرض جملہ ممکن ذرایع سے مسلمانوں کے دلوں میں خاص طور پر دُنیا کی ناپائداری اور بے ثباتی کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ آپ کو شاید ہی کوئی کتاب ایسی ملے جس میں نثر و نظم کے ذریعہ سے سب سے زیادہ اس مرغوب و محبوب عنوان پر طبع آزمائی نہ کی گئی ہو ذیل میں ہم اسی موضوع پر ایک مختصر سا مضمون ایک کتاب سے بجنسہ نقل کرکے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں:

دُنیا رہگذر ہو۔ ہر دم مثال تار نفس خیال سے ملا آخرت کا سفر ہو۔ تا زیست ہزاروں مفسدوں کا ڈر ہو مرنے کے بعد باز پرس کا خطر ہو۔ غرض کہ کسی طرح انسان کو مفر نہیں۔ کونسا نفع ہو جس کے ساتھ ضرر نہیں ؎

ہر گل کو چمن میں چاک داماں دیکھا　　ہر شاخ پہ بلبلوں کو نالاں دیکھا

فی الواقع دُنیا مقامِ عبرت و جائے آزمایش ہی۔ یہاں نہ کسی کو آرام نہ آسایش ہی۔ تاہم دو روزہ زیست کے لئے کیا کیا انتظام و آرایش ہی۔ زر کا جمع کرنا۔ چاندی سونے کی اُمید میں راتوں کو نہ سونا۔ سیمین تن لعل لبوں سے بہم ہونا جنھیں میسر ہر بار ہو اُنھیں مفارقت دُنیا ناگوار ہے اس مطلع پر غور کرنا چاہیئے ؎

زمانہ کب ایکساں رہا ہے کسی کا　　یہ ظالم نہیں آشنا ہی کسی کا
کبھی صبح عشرت کبھی غم کی شام　　یہ دُنیا عجب ہے طلسمی مقام

اس کارگاہِ بے ثبات میں عجب اندھیر ہی۔ نہ امیر ہوتے عرصہ نہ فقیر ہوتے دیر ہی۔ دنیا سراب زندگی بد تر از حباب ہی۔ پابند اس کا خراب۔ ترک کرنے والا اس کا نایاب ہی۔ جو ناپائدار چیز سے دل لگاتا ہی بجز حسرت اپنے ساتھ کچھ نہیں لیجاتا ہی آخر موت ہی اور انجام شاہ و گدا دو گز کفن و تختۂ تابوت ہی۔ جب حسرت دنیا سے کفن چاک ہوا۔ بستر دونوں کا فرش خاک ہوا نہ امیر سمور و قاقم کا فرش بچھا سکا نہ فقیر بھی شطرنجی و ٹوٹا بوریا لاسکا۔ سو یہ بھی خوش نصیب نیک کمائی والے گور گڑھا و کفن پاتے ہیں۔ نہیں تو سیکڑوں ہاتھ رکھکر مرجاتے ہیں۔ اور کتے بلی چیل کوے بوٹیاں نوچ نوچ کر کھاتے ہیں۔ دامن دشت عُریاں کفن اور گور بے چراغ صحرا کا صحن ہوتا ہی۔ یاس و حسرت کے سوا نہ کوئی سرہانے روتا ہی اور تمنا کے سوا نہ کوئی پائنتی ہوتا ہی پس یاس و حسرت و تمنا لے کر خاک میں ملجاتا ہی اور اس بیت کا مضمون صادق آتا ہی ؎

خود پرستوں سے یہی کہتی ہی خاک اُڑ اُڑ کے
تم بھی ہوجاؤ گے ایک روز ہماری صورت

اب ناظرین کرام خود غور فرما سکتے ہیں کہ جس قوم کے یہ جذبات و معتقدات ہوں اور جس کے افراد کو سوتے جاگتے بیٹھتے اُٹھتے موت کا ڈر اور فشار قبر کا کھٹکا لگا ہوا ہو وہ دُنیا اور دنیوی ترقی میں کہاں تک دلچسپی لے سکتی ہی برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ بجز ہندوستان کے مسلمانوں کے دُنیا کے اور کسی حصہ میں جہاں زندہ قومیں آباد ہیں اس قسم کے خیالات نہیں پائے جاتے۔ حتیٰ کہ خود قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں ان معتقدات کا پتہ نہیں چلتا اُن کے دل ہمت۔ شجاعت اولوالعزمی عالی حوصلگی اور ملک گیری کے مردانہ جذبات سے معمور تھے اور یہی عالی خیالی اُن کی غیر معمولی دنیوی اور دینی ترقی کا راز تھی ہندوستان میں در اصل زوال حکومت کے بعد ان خیالات کی اشاعت ہوئی ہی جو انتزاع سلطنت کا ایک لازمی اور قدرتی نتیجہ تھا

یہ ہم نے مانا کہ دُنیا ناپائدار سہی۔ بے ثبات سہی۔ اور ایک روز ہر انسان کو مرنا بھی ضرور ہے۔ لیکن اُسی کے ساتھ ساتھ ہم کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ہم کو خداوند تعالیٰ نے اسی ناپائدار اور بے ثبات دنیا میں پیدا کیا ہی اور اُسی خالق کا یہ بھی منشا ہی کہ ہم یہاں رہ کر پھولیں پھلیں اور ایک نیکو کار اور باعزت زندگی بسر کریں جس کی جزا اور سزا ہم کو باعتبار ہماری نیکی و بداعمالی کے عاقبت میں ملے گی۔

غرض اس قسم کے اور بہت سے محرکات ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو من حیث القوم اس درجہ مایوس اور پست ہمت بنا رکھا ہی کہ وہ روز بروز افلاس کے پنجہ میں جکڑ کر قعر مذلت میں گرتے جاتے ہیں۔

۱۰۔ علاج

آخر میں اب یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ آیا اس عالمگیر ادبار کا کوئی علاج بھی ممکن ہی یا نہیں؟ اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ گو ہماری معاصر اقوام ہم سے بہت آگے نکل چکی ہیں لیکن ہم کو مایوس نہونا چاہیئے بقولے زمانہ باتو نہ سازد تو بازمانہ بساز۔ ہم کو خدا کے بھروسہ پر کمر ہمت چست باندھ کر سب سے پہلے وہ تدابیر اختیار کرنی چاہیئں جس سے ہمارا افلاس دُور ہو۔ کیوں کہ یہی وہ چیز ہی جو ہماری ہر قسم کی قومی ترقی میں سدّ راہ ہو رہی ہے۔ نہ ہم تجارت کر سکتے ہیں نہ صنعت و حرفت کی طرف رجوع ہو سکتے ہیں۔ نہ تعلیم پا سکتے ہیں حتیٰ کہ یکسوئی کے ساتھ عبادت الٓہی بھی نہیں بجا لا سکتے۔ بقول سعدی

شب چو عقدِ نماز بر بندم　　چہ خورد بامداد فرزندم

لیکن چوں کہ ہم اپنی بدنصیبی سے اپنا بہت سا وقت خواب غفلت میں ضائع کر چکے ہیں لہٰذا ہم کو چاہیئے کہ ہم منزلِ مقصود پر پہونچنے کے لئے میدانِ عمل کو نہایت تیز رفتاری سے طے کر لیں۔ جو کام دوسری قوموں نے برسوں میں کیا ہی ہم اُس کو مہینوں میں پورا کر لیں اور جو کام اُنھوں نے مہینوں میں انجام دیا ہے ہم اُس کو دنوں میں ختم کر لیں۔ اس طرح خدا کی ذات سے قوی اُمید ہی کہ ہم بہت تھوڑے زمانہ میں دیگر اقوام پر بھی جو ہم سے بہت کچھ آگے بڑھ گئی ہیں سبقت لیجائیں اس کے لئے مندرجۂ ذیل چند تدابیر پیش کیجاتی ہیں:۔

(۱) سب پر مقدم اور سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہی کہ ہر فرد قوم اپنی اپنی جگہ پر یہ دل سے تہیہ کر لے کہ وہ اپنی آمدنی میں سے بلا لحاظ قلت و کثرت کم از کم ایک چہارم حصہ ضرور پس انداز کیا کرے گا اور جو رقم اس طرح فراہم ہوگی اُس کو ایک دن کے لئے بھی معطل نہ رہنے دیگا یعنی فوراً اُس کو کسی ایسے کام میں لگا دیگا جس سے وہ رقم بڑھتی رہی اس کی ابتدا ، ڈاکخانہ کے کیش سارٹیفکٹوں سے کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہی کیوں کہ یہ سب سے زیادہ آسان اور سب سے زیادہ محفوظ طریقہ ہی۔ جس وقت ایک معقول رقم ہو جائے اُس وقت کسی اور کاروبار میں لگا دی جائے۔

(۲) ہر فرد قوم اپنے اپنے مقام پر یہ پختہ عہد کر لے کہ وہ فضول خرچی اور اسرافِ بیجا کو ایک اخلاقی اور قومی گناہ تصور کرے گا۔ ان بیجا اور فضول رسومات کو جو شادی غمی اور دیگر تقریبات پر بدقسمتی سے قوم میں رواج پا گئے ہیں یکلخت ترک کر دے گا۔ اس وقت سب سے بڑا خوف جو اُن رسومات میں مانع ہی وہ سوسائٹی کا خوف ہی۔ لیکن جب سوسائٹی کا ہر فرد اُس پر عامل ہو جائے گا تو بدنامی کا بھی ڈر باقی نہیں رہیگا۔

(۳) ہر فرد قوم کفایت شعاری کو اپنا شعار بنائے گا اور بیجا نمایش اور نام و نمود سے احتراز کریگا کیوں کہ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو بیجا نمایش اور نام و نمود سے زیادہ لغو اور بے معنی کوئی اور شے نہیں ہی کیوں کہ وہ ہمیشہ موجب تکلیف اور پریشانی کا ہوتی ہے اور یکے نقصان مایہ و دیگرے شماتت ہمسایہ کا مصداق ۔ اصلی سکون دلی اور حقیقی اطمینان

قلبی کفایت شعاری ہی میں مضمر ہی۔

(۴) تجارتی منافع اور بنکوں وغیرہ کے سود کا جواز اور زرِ نقد کی داد وستد کا اجرار: داد وستد کی ابتداریوں کی جائے کہ جو لوگ دولت مند ہیں وہ اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو تھوڑے منافع پر روپیہ قرض دے کر اُن کو تجارت وصنعت و حرفت کی رغبت دلائیں اور اس طرح اُن کو ہمسایہ اقوام کی زیادہ ستانی اور ظلم و جور سے محفوظ رکھیں۔ یہ ایک ایسا کارِ خیر ہوگا جس سے قومی کشتی جو تباہی کے طوفان میں پڑی ڈگمگا رہی ہی پار لگ جائے گی۔

(۵) تجارت وصنعت وحرفت کی اشاعت: مسلمانوں کو عام طور پر تجارت وصنعت وحرفت کی جانب توجّہ کرنی چاہیئے۔ محض ملازمت قوم دا اس دیرینہ مرض کی دوا نہیں ہوسکتی۔ چوں کہ مسلمان عرصہ دراز سے محض ملازمت پر موقوف رہتے چلے آئے ہیں اس واسطے اُن کو تجارت وصنعت وحرفت کے لطف اور منافع کا صحیح احساس نہیں۔ جب وہ ان کاموں کو عملی طور پر کرکے دیکھیں گے تب اُن کی آنکھیں کُھلیں گی اور اُسی وقت اُن کو اُن کی اصلی قدر و قیمت معلوم ہوگی وہ بیساختہ کہہ اُٹھیں گے کہ وہ واقعی اس وقت تک اِس بارہ میں سخت مغالطہ میں رہی۔ جو لطف زندگی اور سکون قلب آزادی اور خود مختاری میں ہی وہ پابندی اور ملازمت میں ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔

(۶) قانون وقف علی الاولاد سے استفادہ:- چوں کہ مسلمانوں کی جائدادوں کا ایک کثیر حصّہ سُود در سُود کے چکّر میں پڑکر غیر اقوام کے قبضہ میں چلا گیا ہی اور جو قلیل حصہ باقی رہ گیا ہی اُس کے بھی انتقال کا سخت اندیشہ ہی۔ علاوہ از یں وہ قانون وراثت کے تحت میں منقسم ہوتے ہوتے بالکل جزوی اور برائے نام رہ جاتی ہیں۔ اس واسطے مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ قانون وقف علی الاولاد سے جو ان کے حق میں درحقیقت ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہی فائدہ اُٹھائیں اور جو کچھ تھوڑی بہت جائدادیں اُن کے پاس رہ گئی ہیں اُن کو فوراً وقف علی الاولاد کردیں تاکہ وہ انتقال اور تقسیم دونوں اندیشوں سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوجائیں۔

قطع نظر اس کے اِس میں ایک یہ اور بڑا فائدہ مضمر ہے کہ اس صورت سے بہت سے بیکار مسلمان باکار ہوجائینگے بحالت موجودہ یہ دیکھا جاتا ہی کہ مسلمانوں کے خاندان جن کے یہاں تھوڑی بہت بھی زمینداریاں ہیں بیکاری محض میں اپنی اوقات گذاری کر رہے ہیں۔ حالاں کہ اُن میں بیشتر لوگ تندرست ذی استعداد اور کام کے قابل ہیں لیکن اُس برائے نام زمینداری کی اُمید پر قطعاً کچھ نہیں کرتے۔ حالاں کہ اگر وہ چاہیں تو دُنیا میں سب کچھ کرسکتے ہیں۔ وقف علی الاولاد کے بعد اُن کی یہ موہوم اُمیدیں منقطع ہوجائیں گی اور قدرتی طور پر وہ اپنے لئے کچھ نہ کچھ کام تلاش کریں گے۔

(۷) ہر فرد قوم یہ مستحکم ارادہ کرلے کہ وہ انتہائی کوشش کرکے اور محض سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے اپنا ایک ذاتی سرمایہ فراہم کرلے گا۔ جو خود اُس کی ذات اور اُس کی اولاد کے کام آئیگا۔ کُل نام ہی اجزاء کے مجموعہ کا۔ جب ہر فرد قوم اس طرح ایک جداگانہ سرمایہ فراہم کرلے گا تو بالآخر یہی انفرادی سرمایہ جات مل کر قومی سرمایہ بن جائینگے

جو شخص ایسا کرنے سے قاصر رہے گا وہ گویا ایک اخلاقی اور قومی گناہ کا مرتکب ہوگا۔ کیوں کہ اس وقت مسلمانوں کی قوم کو سب سے بڑی ضرورت ہے سرمایہ داری کی۔ پس ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی قومی ضرورت کو حتی الوسع پورا کرے۔

ماسوا اس کے ایک یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہو کہ فی زمانا دنیا میں سخت کشمکش حیات برروئے کار ہو اور یہ سختی ترقی تہذیب و تمدن کے ساتھ ساتھ روز بروز بڑھتی ہی جائے گی۔ لہذا عقل سلیم کا یہ مقتضیٰ ہو کہ ہر شخص اس کشمکش حیات کے مقابلہ کے واسطے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے کچھ نہ کچھ سرمایہ فراہم کرے ورنہ بعد چندے جب یہاں بھی ممالک یورپ کی سی حالت ہو جائے گی جو یقیناً عنقریب ہونے والی ہو اُس وقت غربا اور متوسلین کے لئے فراہمی سرمایہ قطعاً ناممکن ہو جائے گی۔ کیوں کہ اصولاً یہ دیکھا جاتا ہو کہ تنازع للبقا جب اپنی منتہا پر پہونچ جاتا ہو تو ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ جو لوگ امیر ہوتے ہیں وہ زیادہ امیر اور جو لوگ غریب ہوتے ہیں وہ روز بروز زیادہ غریب ہوتے جاتے ہیں۔ اُس حالت میں غریبوں کو امیر بننے کا شاذونادر ہی موقع مل سکتا ہو۔ یہی کیفیت آج کل یورپ میں ہو رہی ہے۔ وہاں انتہائی امارت اور انتہائی غربت کے دو بالکل جداجدا اور صاف صاف منظر دکھائی دیتے ہیں۔ اور اس کی ابتدا ہندوستان میں بھی پڑ چلی ہی۔ پس بطور حفظ ماتقدم اپنی ذاتی اور قومی بقا کے لئے ہم کو بھی کچھ نہ کچھ فکر کر لینی چاہیئے۔

(۸) قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی سادہ اور سچی زندگیوں کے کارنامے موجودہ مسلمانوں کے سامنے پیش کئے جائیں تاکہ موجودہ جمود اور مایوسی کی حالت سے نکل کر پھر اُن میں وہی اولوالعزمی اور عالی حوصلگی کے جذبات از سر نو تازہ ہو جائیں جو زمانہ سلف میں اُن کے اسلاف کے لئے طغرائے امتیاز تھے اور اس طرح پھر وہ ایک بار میدان عمل میں آکر حسب ضرورت زمانہ کارنمایاں کر دکھائیں۔

آخر میں راقم اس دُعا پر ختم کرتا ہو کہ اے خدائے بزرگ و برتر تو اپنے فضل و کرم سے ہم مسلمانوں کو توفیق نیک کرامت فرما کہ ہم اپنے سچے خالص اور پاک مذہب اسلام پر ثابت قدم رہتے ہوئے نظر بر مصلحت وقت ضرورت زمانہ عاقبت اندیشی اور انجام بینی سے کام لیں تاکہ ہمارا قومی بیڑا افلاس کے طوفان سے نکل کر ساحل مراد پر پہونچ جائے۔ آمین

خاکسار محمد رضی از حسن پور

کہ فرق آنے لگا ہی اَب مساجد کی حفاظت میں

(از محمد قمر الحسن صاحب قمر بدایونی)

بظاہر رحم کے قابل مسلمانوں کی حالت ہے، ہنر ہی ہاتھ میں ان کے نہ ان کے پاس دولت ہے،
کرو جس شی کا ذکر ان سے انھیں اُس کی ضرورت ہے، تہیدستی شریکِ حال ہے مونس نحوست ہے

اسی دادو ستد سے ناؤ اپنی اب یہ کھیتے ہیں
ہمیشہ سُود دیتے ہیں ہمیشہ قرض لیتے ہیں

یہ کس کے کام آئیں جب اخوت ہی نہیں باقی جوان کا ساتھ دیتی اب وہ ہمت ہی نہیں باقی
کریں کیا قدر خودداریِ حمیت ہی نہیں باقی حیا سے کیا علاقہ ان میں غیرت ہی نہیں باقی

کریں کیوں فکر اُس کی کام جو قرضے سے چلتا ہی
یہ ہی نام آوری بدنامیوں سے نام چلتا ہی

نہیں ہی پاس کوڑی شان اُس پر بھی بناتے ہیں کہ لے کر قرض شادی بیاہ میں رقمیں اٹھاتے ہیں
تمسک لکھ کے دنیا کو اولوالعزمی دکھاتے ہیں ریاست بیچ کر کھاتے ہیں قرضہ چھوڑ جاتے ہیں

یہی نام آوری ہی بس اسی میں نام ہوتا ہے
کبھی نالش کبھی ڈگری کبھی نیلام ہوتا ہے

یہ وہ آفت ہی جس کو دیکھ کر دل کانپ جاتا ہی یہ وہ تکلیف ہی جس سے کلیجہ مُنہ کو آتا ہے
یہ وہ غم ہی جو رہ رہ کر ہمیشہ دل دُکھاتا ہی یہ وہ صدمہ ہی جو اب رات دن ہم کو ستاتا ہے

یہ دردِ دل وہ ہی جو ہم سُناتے ہیں زمانے کو
یہ وہ زخمِ جگر ہے جو دکھاتے ہیں زمانے کو

یہ جشنِ جوبلی بھی اِک مسلمانوں کا جلسہ ہی یہاں وہ لوگ بھی ہیں قوم کو جن کا سہارا ہی
کوئی لیڈر کوئی حاکم کوئی نوّاب راجا ہی ہے کوئی پیشوائے قوم کوئی علم والا ہی

ہمیں اُن سے مخاطب ہو کے اتنا عرض کرنا ہی
کہ یہ اس قوم کا جینا ہی یا بے موت مرنا ہی

جسے دیکھو وہ ناداری کے ہاتھوں سے مصیبت میں
نہ صوفی چین میں ہی اب نہ عالم کوئی راحت میں
کہاں کی خانقاہیں مدرسے کیا ایسی حالت میں
کہ فرق آنے لگا ہی اب مساجد کی حفاظت میں
جو ہیں اوقاف وہ مکفول یا نیلام ہوتے ہیں
جو اہل تولیت ہیں خواب غفلت میں وہ سوتے ہیں

زمینداری کا بندوبست دنیا سے نرالا ہی
کہ فصل آئی تو دیوالی ہی بعد اس کے دوالا ہی
تمسک اس طرف نالش کو بنیئے نے نکالا ہی
سیاہہ نے ادھر تحصیل کی آفت میں ڈالا ہی
ادھر بیگم یہ کہتی ہیں کہ زیور ڈوب جائے گا
ادھر خود سوچتے ہیں خرچ کس کے گھر سے آئے گا

علاوہ ان عذابوں کے مقدموں کی بلا سر ہی
ٹکٹ ہیں مختانہ ہی نہ رشوت ہی نہ واٹر[1] ہے
گواہوں کی تواضع بے زری میں سخت دوبھر ہے
پیادہ پائی مشکل ہے کچہری فاصلے پر ہے
یہ حالت روز رہتی ہے مگر آنکھیں نہیں کھلتیں
انھیں اب بھی نہیں آتا نظر آنکھیں نہیں کھلتیں

وہ تاجر آپ جن کو ظاہرا خوش حال پاتے ہیں
انھیں بھی لال پگڑی کے مہاجن کھائے جاتے ہیں
یہ جتنے دام بھی اپنی تجارت سے کماتے ہیں
انھیں کے نیگ لگتے ہیں یہ جن سے قرض لاتے ہیں
منافع کیا ہی ان کا صرف مزدوری کی کھرچن ہے
کہ دو حصوں سے زاید کا شریک اس میں مہاجن ہے

ملازم ہیں جو عہدہ دار وہ فیشن کی زد میں ہیں
رہیں انگریز بن کر لفظ یہ ان کی سند میں ہیں
نکل کر ہند کی حد سے وہ اب یورپ کی مد میں ہیں
رقم کی جب ضرورت ہو تو لالہ جی مدد میں ہیں
اضافہ پر اضافہ کیوں نہ ہو اس زیر باری میں
رہیں بنگلوں میں چل کر لینڈو رکھیں سواری میں

جو کاریگر ہیں دن بھر جان وہ اپنی لڑاتے ہیں
مگر اس طرح جو کچھ دام ان کے ہاتھ آتے ہیں
نہ خاطر خواہ ان کو جمع کرتے ہیں نہ کھاتے ہیں
ہمیشہ سود یا قرضے میں سب بنیوں کو جاتے ہیں
نہ کیوں مالک ہوں بنیے جب رقم ان کی ہو مال ان کا
زوال ان کا ہی قرضہ مانگنا۔ دینا کمال ان کا

---

[1] واٹر مارک کاغذ جو کچہریوں میں استعمال ہوتا ہی۔

غرض یہ پیشوا ہوں یا رؤسا یا ہوں سوداگر　　ملازم پیشہ ہوں یا اہلِ حرفہ۔ قرض ہی سب پر
زراعت پیشہ جو ہیں وہ بھی لٹتے ہیں یہی کہکر　　غضب میں جان ہے قرضے سے جینا ہو گیا دوبھر
نہ کوئی ان کا وارث ہے نہ کوئی ان کا والی ہے
کہ قرضے کی مہاجن نے نکیل ان سب کے ڈالی ہے

کبھی پر یکٹسٹری آفس میں ان کو کھینچ لاتا ہے　　کبھی مجبور کر کے ان کو دیوانی دکھاتا ہے
کچہری میں کبھی نیلام کی بولی سناتا ہے　　کبھی قرضے کے بدلے جیل کا رستہ بتاتا ہے
نکیل اپنی تڑانے کو یہ کیوں اب بلبلاتے ہیں
کہ جب خود قرض لے کر اپنی شامت خود لگاتے ہیں

جو ذی ثروت مسلماں ہیں وہ جب تک خبر لیں گے　　مسلمانوں کو بنئے اُس سے بڑھ کر یں میں کر لیں گے
مگر جس روز بھی ذی مقدرت اس کا اثر لیں گے　　تو وہ اور اُن کے بھائی اپنے گھر دولت سے بھر لیں گے
کھلے جب بینک اپنے کوٹھیاں اپنی حساب اپنا
تم دیکھو گے تم اقبال ہوگا ہمرکاب اپنا

ترکوں کے تخیل میں تبدیلی

قومی بقا کا انحصار محض اقتصادی حالت پر

موجودہ دور سے قبل ٹرکی میں کاروبار پردیسیوں کے ہاتھوں میں تھا صنعت و حرفت بھی غیروں کے ہاتھوں میں تھی۔ صیغہ مالیات و حسابات بھی اُنھیں کے قبضہ میں تھا۔ ترک یا تو کاشتکار تھے یا سپاہی۔ ماں اپنے بچے کو یہی دعائیں دیتی تھی کہ اللہ اُسے پاشا کا خطاب عطا کرے جو صرف فوجیوں کو ملتا ہے۔

مگر اب ترکوں کے تخیل میں تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔ چنانچہ علی جنوی بے، وزیر ایوان تجارت نے ایک موقع پر فرمایا کہ "قومی بقا کا انحصار بلاشبہ اُس کے ہتھیاروں کی قوت پر ہے مگر اُس کا قیام و استحکام محض اُس کی اقتصادی حالت پر منحصر ہے"

غرض کہ اب ٹرکی غیر ممالک کے سرمایہ داروں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کی پوری کوشش کر رہی ہے۔

سُود

بدترین چیز ہے

جبکہ اُسے کچھ لوگ لیں اور کچھ لوگ نہ لیں

(۱) کیوں کہ جب سود لینے والے کم اور دینے والے زیادہ ہوتے ہیں تو شرح سُود زیادہ ہوتی ہی۔

(۲) شرح سود زیادہ ہونے سے کاروبار اور صنعتی کام کرنے والوں کو جو قرض لے کر کام کرتے ہیں زیادہ سود دینے کے بعد بہت کم بچتا ہی۔

(۳) اور کاریگروں کی محنت کا زیادہ تر حصّہ سود لینے والوں کے پاس چلا جاتا ہی جس سے روپیہ والے کاہل ہو جاتے ہیں اور قرض لے کر کام کرنے والے بے نیتجہ محنت کرتے کرتے دل شکستہ، مُسرف اور ناعاقبت اندیش ہو جاتے ہیں۔

(۵) ایک طبقہ میں حد سے زیادہ دولت جمع ہو جانے اور دوسرے طبقہ میں حد درجہ افلاس ہونے سے ملک میں جداگانہ اور بیگانہ طبقات ہو جاتے ہیں۔

(۶) طبقۂ اعلیٰ میں نخوت اور غرور اور غربا کی تحقیر پیدا ہو جاتی ہی اور طبقۂ ادنیٰ میں پست ہمتی اور افلاس کی وجہ سے تنگ نظری آجاتی ہی اور نیک کاموں میں صرف کرنے کی رغبت نہیں ہوتی اور عام اخلاقی حالت پست ہو جاتی ہی۔

بہترین چیز ہے

جبکہ اُسے سب لوگ عام طور پر لیں

(۱) کیوں کہ بہت سے لوگوں کا روپیہ سود پر اُٹھنے کی وجہ سے شرح سُود عام طور پر بہت گھٹ جاتی ہی جو ملک و قوم کے لئے سراسر مفید ہی۔

(۲) اس سے کاروبار کرنے کے لئے لوگوں کو روپیہ بافراط ملتا ہے۔

(۳) اور کم سود دینے کی وجہ سے اُنھیں کام کرنے میں زیادہ بچت رہتی ہی اور کام کا معاوضہ اچھا ملتا ہے۔

(۴) اس سے کام کرنے والوں کو زیادہ محنت کرنے اور زیادہ کفایت شعاری کرنے کی رغبت ہوتی ہی۔

(۵) کسی ایک طبقہ میں حد سے زیادہ دولت جمع نہیں ہونے پاتی جس سے سوسایٹی میں زیادہ مساوات ہوتی ہے اور سب کی اخلاقی حالت بہتر اور بلند ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ انجمنہائے امداد باہمی جن میں ہر ہر فرد سود لیتا ہی ایک دوسرے کی امداد اور ہمدردی کرنے کی بہترین مثالیں ہیں۔

(۶) اس سے عام خوشحالی اور خوشحالی کی وجہ سے نیک کاموں میں روپیہ صرف کرنے میں بہت لطف آتا ہی اور ایسی سوسائٹی سے خیرات مثل چشمہ کے اُبلتی ہی۔

نتیجہ

پس ہندوستان کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر جلد سے جلد روپیہ کا کاروبار جاری کریں تاکہ بلاد اردو میں زیادہ روپیہ پہونچنے سے ملک میں شرح سُود گھٹے اور اُس سے صنعت و تجارت میں ترقی ہو نفع خلایق کے کام کثرت سے جاری ہوں اور ملک خوشحال رہے۔

(طلفا احمد)

ایک پیرِ مَرد خواب میں

۱۔ مفتی جی کی خاندانی حالت

قصبہ عثمان پور ہندن ندی کے کنارے ایک پُرانی بستی ہے۔ مفتی عظیم الدین اُس کے سب سے بڑے زمیندار ہیں۔ قصبہ کی زمینداری کے علاوہ اُن کے متعدد موضعات بھی ہیں جن میں سے تین تو بڑے زبردست تخت گانوں ہیں۔ مفتی صاحب کا رویّہ ایسا ہے کہ نہ اُنھیں کوئی مُسرف کہہ سکتا ہے نہ بخیل۔ میانہ روی جو آدمیوں کا طریقہ ہوتا ہے وہی اُن کا شعار ہے۔ اُن کی ریاست کا اور گھر کا حساب باقاعدہ لکھا جاتا ہے اور حتی الامکان ہر امر میں کفایت شعاری برتی جاتی ہے تاہم مفتی صاحب کے والد ماجد کے وقت سے ریاست پر جو قرضہ چلا آتا ہے۔ اُس میں ہر سال کچھ نہ کچھ اضافہ ہو ہی جاتا ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی سال فصل کے وقت سرکاری مالگذاری کی ادائگی اور کچھ روزمرّہ کے اخراجات کے لئے رکھ لینے کے بعد کل روپیہ قرضہ میں ادا کر دیا گیا تاہم سال کے آخر میں اتفاقی ضرورتوں کی وجہ سے کچھ نہ کچھ روپیہ رقعوں پر لینا پڑا اور انجام کار اُنھیں بھی تمسک میں شامل کیا گیا۔

مفتی صاحب خود اپنی ذات سے حد درجہ کی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنے متعلقین کو بھی سادہ زندگی کی تاکید کرتے رہتے ہیں اور بظاہر گھر میں کوئی بیجا خرچ نظر نہیں آتا اور زمینداری کی وجہ سے ایندھن کے لئے لکڑی مویشیوں کے لئے چارہ اور دوسری بہت سی چیزیں گانوں سے مفت آجاتی ہیں تاہم زمینداری کے روپیہ میں کچھ ایسی بے برکتی ہے کہ ادھر آیا اُدھر خرچ ہو گیا۔ مفتی صاحب ہر چند سال کے اخراجات کا تخمینہ کر کے چند مہینہ کا خرچ رکھ لیتے ہیں مگر کوئی مقدمہ آلگا یا غیر معمولی چندے دینے پڑے کوئی تقریب پیش آگئی تو بس پھر تمام بجٹ درہم برہم ہو جاتا ہے اور پھر قرض لئے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ یہی حال گھر میں ہے کہ فصل پر غلّہ اور ہر قسم کی جنس رکھ لی گئی ہے تب بھی غیر معمولی مہمانداری یا ناگہانی حادثات کی وجہ سے بیوی صاحبہ کو مفتی جی سے چھپا کر زیور پر روپیہ منگانا پڑتا ہے جو انجام کار اکثر تلف ہو کر رہتا ہے۔ غرض کہ تمام خاندان اسی چکر میں ہے اور کوئی صورت بن نہیں پڑتا۔

البتہ مفتی صاحب نے اس کشمکش میں ایک بڑا کام یہ کر لیا کہ اپنے لڑکوں کو جس طرح بن پڑا جدید تعلیم کے زیور سے آراستہ کر دیا۔ سب سے بڑے بیٹے کریم الدین مفتی ایم اے اونکی زندگی میں ڈپٹی کلکٹر ہو گئے منجھلے بیٹے علیم الدین مفتی بی اے ابھی اُمیدوار نائب تحصیلدار تھے کہ مفتی عظیم الدین کا انتقال ہو گیا اس لئے سب سے چھوٹے بیٹے محی الدین کی تعلیم ناتمام رہ گئی اور چونکہ بڑے مفتی صاحب کے انتقال کی وجہ سے گھر پر کسی ایک بھائی کا رہنا ضروری تھا اس لئے محی الدین اپنے باپ کی گدی پر بیٹھے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ ہونے کی وجہ سے چونکہ انھیں مثل بڑے بھائیوں کے مفتی کا لقب اپنے نام کے بعد لگانے کا موقعہ نہ تھا اس لئے پُرانے طریقہ کے مطابق اُن کا نام مفتی محی الدین رہا۔

۲۔ مالی حالت

مفتی محی الدین پر اس نوعمری اور ناتجربہ کاری میں تمام خاندان کا اور بالخصوص قرضہ کا بار آپڑا اوّل چند سال تک تو اُنھوں نے اخراجات گھٹانے اور آمدنی بڑھانے کی جان توڑ کوشش کیں یہ سمجھکر کہ زمینداری کے اثر سے بھٹے کا اکثر سامان اُنھیں سستا مل سکے گا اُنھوں نے اینٹوں اور چونے کے بھٹے لگادیے فصل پر غلہ بھرا اور اور چند کاروبار جاری کئے مگر جو کام بھی وہ کرتے تھے اور جو کچھ بھی وہ پیدا کرتے تھے اُس میں سے چوں کہ ایک روپیہ سیکڑہ سود مہاجن کے نذر کرنا پڑتا تھا اس لئے سال تمام پر جب حساب ہوتا تو معلوم ہوتا کہ آمدوخرچ برابر ہے۔ قرضہ بدستور موجود ہے اور محض اُن کی عرق ریزی، جانکاہی اور دلسوزی اُپر[1] اُن میں ہے۔ اس قدر کفایت شعاری ذاتی نگرانی اور محنت کے بعد اگر دو چار سو روپیہ بھی پس انداز ہوجاتے تو اُن کی عرق ریزی اور مشقت کی کچھ تو تلافی ہوجاتی کیوں کہ جسمانی محنت کا جب کچھ پھل ملجاتا ہے تو وہ انسانی صحت میں ممد ہوتا ہے اگر کچھ نہیں ملتا تو وہی محنت دل بٹھا کر انجام کار ہلاکت کے درجہ پر پہونچا دیتی ہے مفتی محی الدین جب پریشان ہوتے تو اپنے بڑے بھائیوں کریم الدین ڈپٹی کلکٹر اور علیم الدین کو جواب تحصیلدار ہوگئے تھے خط لکھتے کہ وہی ادائیگی قرضہ میں کچھ مدد دیں مگر جدید طریقہ بودوماند نے عہدہ داروں کے اخراجات اس قدر بڑھا دیئے ہیں کہ خود اُن کی بسر اوقات بمشکل ہوتی ہے۔ پہلے زمانہ میں سب جج اور ڈپٹی کلکٹر شہروں کی گنجان آبادیوں میں رہتے تھے اور اکثر دیانت دار رہتے تب بھی تنخواہ میں سے کچھ نہ کچھ پس انداز کرکے جائدادیں خرید لیتے تھے جو اس زمانہ میں بڑھ کر تعلقے ہوگئے ہیں۔ اس زمانہ کی یورپین معاشرت میں بڑی بڑی تنخواہوں میں بھی پلیتھن نکل جاتا ہے۔ کوٹھیوں بنگلوں میں رہنے سے عزت آبرو سنبھالنی مشکل ہوجاتی ہے اور بڑی کامیابی یہ سمجھی جاتی ہے کہ مدت العمر کی ملازمت میں رہنے کو ایک عمدہ مکان اور پنشن کے وقت چند ہزار روپیہ پراویڈنٹ فنڈ کے مل گئے اور بس۔ بہرحال کریم الدین اور علیم الدین باوجود کوشش کے خاندانی قرضہ کی ادائیگی میں کچھ مدد نہ کرسکتے تھے اور افکار کا بار تمام تر مفتی محی الدین کے کندھوں پر تھا۔ وہ شب و روز قرضہ کی ادائیگی کی تدبیریں سوچا کرتے اور گھنٹوں غوطہ میں رہتے۔ کبھی کبھی اُن کے دل میں یہ خیال گذرتا کہ سود کا علاج بالمثل کیا جائے تو شاید اس موذی کے چنگل سے رہائی ہو مگر ہوش میں آتے تو اس وسوسۂ شیطانی سے توبہ کرتے۔ پھر دوسرے وقت افکار کا ہجوم ہوتا تو مسئلہ سود پر غور کرتے اور جو مضامین اخبارات میں اس مسئلہ کے متعلق شائع ہوتے رہتے ہیں ان سے اثر پذیر ہوتے۔ بالآخر اُنھوں نے رسالجات جواز سود معہ فتاویٰ اور ماہواری رسالہ "سود مند" جو علی گڑھ سے نکلتا ہے منگا کر پڑھے اس نے اُن کی آنکھیں کھول دیں اور اُنھیں معلوم ہوا کہ بالخصوص زمینداری کے پیشہ میں اُنھیں لوگوں کی جائدادیں محفوظ ہیں جو غلہ یا روپیہ کا کاروبار کرتے ہیں یہ کتابیں پڑھکر مفتی صاحب کے نزدیک یہ مسئلہ بالکل صاف ہوگیا مگر مولوی صاحب اور مفتی صاحب کہلاکر اُن کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ علانیہ روپیہ کا کاروبار شروع کرکے خاندان کی نام کو بٹہ لگائیں۔ خیالات کی اس تبدیلی نے اُن کی زندگی اور زیادہ تلخ کردی تھی اور وہ ہر وقت اسی اُدھیڑبن میں رہتے کہ

---

[1] مزید براں

میں پڑھتے رہتے تھے۔

۳۔ مہاجن کی طرف سے نوٹس

ایک روز نشست گاہ میں احباب کا مجمع تھا کہ ڈاکیہ نے سب کے سامنے ایک رجسٹری شدہ نوٹس لاکر دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ "آپ کے رقعہ کی میعاد عنقریب منقضی ہونے والی ہے اس لئے ایک ہفتہ کے اندر روپیہ ادا کردیا جائے ورنہ مجبوراً عدالت سے چارہ جوئی کیجائے گی"۔ نوٹس دیکھکر مفتی محی الدین کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا۔ پوسٹ مین جب آیا تو سب لوگ ہنس بول رہے تھے مگر اب تمام مجلس میں سناٹا ہوگیا اس افسردگی کو دیکھکر حاضرین ایک ایک کرکے کھسک گئے۔ مفتی صاحب خلاف معمول پلنگ پر جا لیٹے۔ دماغ چکر کھاتے کھاتے بیکار ہوگیا تھا۔ کچھ غنودگی طاری ہوئی تو دیکھتے کیا ہیں کہ سامنے ایک سبز پوش پیر مرد کھڑے ہیں۔ محی الدین ہر چند پلنگ سے اُٹھکر اُن کے سامنے مؤدب کھڑے ہونے کی کوشش کرتے ہیں مگر اُٹھا نہیں جاتا۔ عرض حال کرنا چاہتے ہیں مگر زبان یاوری نہیں کرتی بالآخر خود پیر مرد ہاتھ بڑھا کر مفتی صاحب کے سینہ پر رکھدیتے ہیں اور تسلی دے کر فرماتے ہیں کہ "بیٹا گھبراؤ مت۔ صبر و شکر سے کام لو"۔

۴۔ پیر مرد سے مکالمہ

"حضور! اب تو صبر کی طاقت باقی نہیں رہی"۔

پیر مرد ۔ "صبر و شکر کے الفاظ تمہارے لئے محض برائے گفتن نہیں ہیں۔ تمہاری نظر اب تک اپنی ذات اور خاندان تک محدود رہی۔ تم نے نہیں دیکھا کہ دنیا میں لوگوں پر کیسے کیسے سخت مصائب گذرتے ہیں۔ اولیا و انبیا جو خدا کے محبوب بندے ہیں اُنھوں نے کیسی کیسی تکالیف اُٹھائی ہیں اور اُف نہیں کی۔ دُنیا میں ہزاروں آدمی بے آب و دانہ مرجاتے ہیں۔ تمہارے پاس تو خدا کا دیا سب کچھ ہے۔ تم زیادہ تر تو تخیلات توہمات کے شکار بن رہے ہو اور بس"۔

مفتی صاحب ۔ "حضور نے بالکل درست فرمایا۔ میں دراصل شدّت احساس کا مریض ہوں۔ میں خود واقف ہوں کہ میرے دوسرے بھائیوں کی کیا حالت ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ میں صاحب جائداد ہوں فصل کے وقت سال میں دو بار صدہا من غلّہ اور ہزارہا روپیہ میرے ہاتھوں میں آتا ہے اور ضرورت ہو تو رقعہ پر ورنہ جائداد کی کفالت پر قرض بھی مل سکتا ہے۔ اس وقت صدہا شریف مسلمان اور ذی حیثیت مسلمانوں کی بیوہ عورتیں نان شبینہ کو محتاج ہیں۔ اس زمانہ کی عدالتوں کا منظر میرے سامنے ہے۔ دستاویزوں میں راہن کون ہیں؟ ہمارے بھائی مسلمان۔ مدیون کون ہیں؟ مسلمان بایع کون ہیں؟ مسلمان۔ نذرانہ لے کر استمراری پٹہ دینے والے کون ہیں؟ مسلمان۔ دیوانی میں مدعا علیہ کون ہیں؟ مسلمان۔ مدیون ڈگری کون ہیں؟ مسلمان۔ ڈگریوں میں گرفتار ہوکر جیل میں جانے والے کون ہیں؟ مسلمان۔ پھر اسی کے ساتھ وہ ان باتوں کے ایسے عادی ہوگئے ہیں کہ کچھ پروا بھی نہیں کرتے۔ اُنھیں مقدمات ملتوی کرانے۔ سمن اور وارنٹ بلا تعمیل واپس کرادینے کی صدہا ترکیبیں یاد ہیں۔ حتیٰ کہ دھوکے میں گرفتار بھی ہو جائیں تو استنجا کرنے یا نماز پڑھنے کے بہانہ سے سپاہیوں کو چکمہ دے کر اُن کی حراست میں سے نکل بھاگتے ہیں اور پھر برادری میں

بیٹھکر اُس پر فخر کیا کرتے ہیں۔

مگر حضور والا۔ میں جو کچھ ڈرتا ہوں اور دن رات گھُلتا ہوں وہ اسی خیال اور تصور سے کہ بالآخر میرا بھی یہی انجام ہونے والا ہی۔

پیر مرد۔ خدا کا شکر ہی کہ تم میں غیرت وحمیت باقی ہی۔ ذکی الحس ہونا عین ایمان کی نشانی ہی بشرطیکہ وہ حدود سے تجاوز کرکے دماغ میں اختلال نہ پیدا کردے۔ اِس کے لئے تم اِذَا اَصَابَتْکُمْ مُصِیْبَۃٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط پڑھا کرو۔

۵۔ عالم ارواح میں افسردگی

پیر مرد کے دلاسہ دینے سے مفتی محی الدین میں کچھ جان پڑی اور انھیں اُمید ہوئی کہ ان بزرگ سے ضرور عقدہ کشائی ہوگی اور جس مسئلہ نے مفتی جی کے دماغ میں چکر پیدا کر رکھا تھا وہ اب حل ہوجائے گا۔ کیونکہ مفتی صاحب کا یہ خیال اب پختہ ہوگیا تھا کہ خود اُن کی اور نیز عام طور پر مسلمانوں کی گلوخلاصی بغیر روپیہ کا کاروبار شروع کئے نہ ہوگی۔ ان خیالات کے ساتھ مفتی صاحب ہمت کرکے پلنگ سے اُٹھے اور مؤدب ہوکر پیر مرد کے سامنے کھڑے ہوگئے اور عرض کیا۔

مفتی صاحب۔ "حضور پر تو ہمارے تمام حالات روشن ہیں۔ برائے خدا ہمیں اس کشمکش بھول بھلیاں اور بھنور سے نکالئے۔"

پیر مرد۔ چونک کر "کیا تم سمجھتے ہو کہ میں علام الغیوب ہوں یا تمہاری کسی طرح مدد کرسکتا ہوں۔ حاشا وکلاّ۔ ہم بھی خداوند تعالیٰ کے ویسے ہی عاجز بندے ہیں جیسے کہ تم ہو۔ البتہ اُس نے اپنے فضل سے ہمیں آلام و افکار اور تمام دنیوی آلودگیوں اور نجاستوں سے پاک کردیا ہی۔ اور یوم الحساب تک کے لئے اپنے جوار رحمت میں جگہ دیدی ہی۔ ہمیں دنیوی حالات کے معلوم ہونے سے سخت تکلیف ہوتی ہی اسی لئے ہم کبھی اُن کے معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے مگر باوجود ہمارے استغنا اور بے تعلقی کے دنیا میں اُمت محمدیہ پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہی تو بوجہ روحانی تعلقات کے عالم ارواح میں اُس کا اثر کچھ نہ کچھ ضرور محسوس ہوتا ہی۔ چنانچہ کچھ عرصہ سے عالم ارواح میں عام افسردگی طاری ہی جس سے متاثر ہوکر میں نے چاہا کہ تم لوگوں کے کچھ حالات معلوم کروں۔ پس جن مصائب میں تم لوگ مبتلا ہو انھیں کسی قدر وضاحت سے بیان کرو۔"

مفتی صاحب۔ "حضور والا کے سامنے مسلمانوں کی عام قرضداری کا کچھ مختصر خاکہ تو پہلے پیش کرچکا ہوں اور قرضداری سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں اُن کا ظہور بھی بدرجہ اتم ہماری قوم میں ہوچکا۔ یعنی کثرت افلاس سے اخلاقی اور مذہبی تنزل کی کوئی حد و انتہا باقی نہیں رہی۔"

پیر مرد۔ "تمہارے کہنے سے خیال آتا ہی کہ عام قرضداری تو غالباً میرے زمانہ میں بھی شروع ہوچکی تھی

مگر اسی کے ساتھ ذرائع معاش اتنے تھے کہ ہر شخص کو کچھ نہ کچھ مل رہتا تھا"۔

مفتی صاحب: "مختصر طور پر عرض ہے کہ جب سے انگریزی تعلیم کا رواج شروع ہوا۔ مسلمان سرکاری عہدوں اور دفاتر سے خارج ہونے لگے۔ زمینداریاں اور جائدادیں قرضہ میں نکلنی لگیں۔ تجارت اور صنعت پر روپیہ والوں کا تسلط ہو گیا اور انجام کار ہر شعبہ زندگی میں مسلمان۔ دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کے غلام ہو گئے۔ اور جسمانی غلامی کے ساتھ دماغی اور رُوحانی غلامی بھی ظہور پذیر ہو رہی ہے یعنی یہ کہ مسلمان اب افلاس سے تنگ آکر تبدیل مذہب کر رہے ہیں اور آہستہ سے عرض کرنے کی بات یہ ہے کہ روپیہ کے زعم میں اب خود ہندو مسلمانوں پر اور اُن کے معابد پر چڑھ کر آتے ہیں۔ حملہ کی ابتدا خود کرتے ہیں اور روپیہ کے زور سے مسلمانوں کو عدالتوں سے سزائیں کرا دیتے ہیں جس سے پھر مسلمانوں کو سر اُٹھانے کی ہمت نہیں ہوتی اور اب وہ نقصانات کے خوف سے پست ہمت اور بزدل ہوتے جاتے ہیں اور میلوں ٹھیلوں کے وقت اپنا مُنہ چھپاتے پھرتے ہیں"۔

پیر مرد: "میں تمہاری سب باتیں سمجھتا ہوں۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سرمایہ داری کیا چیز ہے جو سب شعبہ جات زندگی پر حاوی اور غالب ہو رہی ہے"۔

۲۔ سرمایہ داری کی تشریح

مفتی صاحب: "حضور والا۔ یہ زمانہ حال کا سب سے زیادہ کاری آلہ ہے۔ اِس وقت سے ایکسو سال قبل تجارت کے معنی یہ سمجھے جاتے تھے کہ جتنے داموں میں کوئی چیز خریدی جائے اُس پر کچھ منافعہ لگا کر فروخت کر دی جائے۔ ایک مقام سے کوئی چیز خریدی جائے کسی دوسرے مقام میں جہاں وہ پیدا نہ ہوتی ہو لیجا کر کسی قدر اضافہ سے بیچ دی جائے۔ کاریگری کے معنی یہ تھے کہ تمام دن محنت کر کے جو چیز تیار کیجائے شام کو مقامی لوگوں کے ہاتھ کچھ معاوضہ لے کر اسی طرح فروخت کر دی جائے جیسے کہ دن بھر گھاس کھود کر شام کو بیچ دی جاتی ہے۔ مگر اب وسائل سفر اور ذرایع خبر رسانی کی سہولت کی وجہ سے تمام دنیا مثل ایک بازار کے ہو گئی ہے۔ اور یہ بازار اور تمام مصنوعی اور قدرتی پیداوار کا نرخ روپیہ والوں کی ہاتھوں میں ہے۔ اور نہ صرف مختلف پیشہ ور بلکہ سلطنتیں بھی انہیں روپیہ والوں کے زیر اثر اور دست نگر ہیں۔ جو ہر ہر لمحہ کے حساب سے اپنے روپیہ کا استعمالی کرایہ لگاتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے مسلمان روپیہ کے ہر قسم کے کرایہ کو رِبا سمجھ کر اُس کے لینے سے بچتے ہیں اگرچہ دینے پر مجبور ہیں اور خوب دیتے ہیں"۔

پیر مرد: "میری سمجھ میں یہ نہ آیا کہ یہ ربا کس طرح ہے یہ تو بدیہی طور پر مضاربت ہے اور اُس سے فریقین کو نفع ہی نفع ہے۔ اگر کوئی شخص دوسرے شخص کو ذاتی کاموں میں صرف کر ڈالنے کے لئے روپیہ دے اور اُس پر اپنا منافعہ لگا لے تو بیشک مدیون کے لئے ادائگی مشکل ہو جاتی ہے۔ مگر کسی دوکاندار یا کاریگر کو اگر اس غرض کے لئے روپیہ دیا جائے کہ وہ کاروبار میں لگا کر اُس سے اور زیادہ روپیہ پیدا کر لے تو اس میں نہ دائن خسارہ میں رہتا ہے اور نہ

مدیون۔ اگر اس مضاربت کو ناجائز ٹھیرایا جائے تو رمی آراضی پر جو لگان لیا جاتا ہے وہ تو بالکل ہی ناجائز ٹھیرا جو ایک معین رقم ہے خواہ کاشتکار کو زمین سے کچھ پیداوار ملے یا نہ ملے۔ ایسے بدیہی نفع کے کاموں سے مسلمانوں کو محروم کرنا اور روکنا درحقیقت اُنھیں ہلاک کر دینا اور اُن کی قومیت کو فنا کر دینا ہے۔ جو حالات تم نے بیان کئے ہیں اُن کی موجودگی میں تو روپیہ کا کاروبار کرنے روپیہ کا تجارتی منافعہ لینے سے بڑھ کر کوئی ثواب کا کام نہیں معلوم ہوتا اور جب کہ بقول تمہارے مسلمان افلاس کی وجہ سے اس قابل بھی نہیں رہے کہ اپنے مذہب اور اپنے معابد کی حفاظت کر سکیں تو روپیہ سے روپیہ پیدا کر کے قومی قوت حاصل کرنا عین جہاد ہے۔"

پیر مرد کے یہ الفاظ سُن کر مفتی جی کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری تھے اور زبان سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ جزاک اللہ بارک اللہ کے الفاظ بے اختیار نکل رہے تھے۔ اسی دوران میں مفتی جی کو خیال آیا کہ استفتا لکھکر پیر مرد سے فتویٰ لکھا لیا جائے۔ چنانچہ جھٹ پٹ حسب ذیل فتویٰ لکھکر پیر مرد کے سامنے پیش کر دیا:

۷۔ استفتاء | کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسلمان کاشتکار اور کاریگر دوکاندار اور کارخانہ دار اپنا کاروبار چلانے کے لئے قرضہ لینے پر مجبور رہے اور چونکہ اس زمانہ میں بلا سودی قرضہ دستیاب نہیں ہوتا اس لئے اہل ہنود سے سودی قرضہ لیتے تھے۔ مگر اب مذہبی اختلافات کی وجہ سے اکثر مقامات میں اہل ہنود نے مسلمانوں کو قرض دینا بند کر دیا اور اپنے پچھلے قرضہ کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس دباؤ میں اُن کی اشدھی کرنا چاہتے ہیں اور جو لوگ اشدھی نہیں ہوتے اُن کا سامان اور گھر بار نیلام کرا کر اُنھیں برباد کر دیتے ہیں ان حالات میں کیا یہ امر جائز ہے کہ مسلمان ایسے لوگوں کی امداد اور دستگیری اس طریقہ پر کریں کہ اُنھیں معین منافعہ پر روپیہ دیں یا اُن کے ساتھ مضاربت پر رقم معین کریں جس طرح سے کہ معین لگان پر کاشت کے لئے اراضی دیجاتی ہے اور اس طریقہ سے اُنھیں غیر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے آزاد کرائیں تاکہ اُن کا کاروبار نہ بگڑے اور وہ مذہبی ارکان آزادی سے ادا کرتے رہیں اور تبدیل مذہب پر مجبور نہ ہوں۔

۸۔ پیر مرد غائب ہو گئے | یہ استفتاء پڑھ کر پیر مرد نے آہ سرد بھری اور کہا کہ میں اگر عالم اجسام میں ہوتا تو تم لوگوں کی یہاں تک نوبت ہی کیوں آپہنچی ہوتی۔ جس چیز کا فتویٰ تم مجھ سے طلب کرتے ہو وہ نہ صرف جائز ہے بلکہ اس زمانہ کا یہی جہاد اکبر ہے اور بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔ میں نے تو اسی وقت سے ایکسو سال قبل ایک نہیں چار فتوے اور وہ بھی تجارتی سود کے جواز کے نہیں بلکہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر ربوا کے جواز کے بارہ میں دیئے تھے کہ مسلمان غیر مسلموں سے آزادی سے لیں بلکہ میں نے غیر مسلموں سے سود لینے کو سود دینے پر ترجیح دی تھی۔ مگر اب تو میں عالم ارواح میں ہوں تمہارے کاغذ پر کس طرح لکھوں۔

پیر مرد نے اپنی تقریر تمام نہیں کی تھی کہ مفتی محی الدین کو یہ خیال آیا کہ ہو نہو یہ بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز

صاحب محدث دہلوی ہیں جنھوں نے غیر مسلموں سے سود لینے کا فتویٰ دیا تھا یہ سوچ کر بے اختیار اُن کے قدموں کی طرف ہاتھ بڑھانے کو وہ پیر مرد پیچھے ہٹ کر دفعتاً غائب ہوگئے اور محی الدین دیکھتے کیا ہیں کہ اپنے پلنگ پر سے ہاتھ پھیلائے اُٹھ رہے ہیں اور صبح کی اذانوں کی آواز آرہی ہے اس مبارک خواب نے محی الدین کے تمام شکوک رفع کرکے اُن میں نئی زندگی پیدا کردی۔ اُنھوں نے اس امر کا خوب اندازہ کرلیا کہ سود اُنھیں لوگوں پر موثر ہو سکتا ہے اور ان پر غلبہ حاصل کرتا ہے جو اُس سے بچتے ہیں۔ اس لئے اُنھوں نے سود پر غلبہ حاصل کرنے کا تہیہ کرلیا۔ انھوں نے مہاجن کو جس کے رقعہ کا مطالبہ تھا بلاکر فوراً تمسک لکھدیا۔ اور رقعہ کے روپیہ سے زیادہ روپیہ لیا جس سے تمام متفرق زیورات کو جو زیادہ شرح سود پر رہن رکھے تھے چھوڑالیا۔ اور فاضل روپیہ سے اپنے عزیزوں کے زیورات بازار سے چھوڑاکر کم شرح سود پر اپنے پاس رکھ لئے۔ مفتی جی کے تقدس کا عام اثر تھا جس سے بھائی بندوں نے اُن کے خواب کو صحیح سمجھا اور سب نے مل کر حسب حیثیت روپیہ جمع کرکے ایک سرمایہ محض اس لئے مخصوص کردیا کہ اپنی برادری کے لوگوں کا زیور رہن ہونے کے لئے بازار میں نہ جانے پائے اور جسے ضرورت ہو بارہ آنہ سیکڑہ پر مشترک سرمایہ سے بہ کفالت زیور قرض لے۔ پھر مفتی جی نے غریب مسلمان کاریگروں کو مشترک اور ذاتی سرمایہ سے مضاربت پر قم معین پر اور کم شرح سود پر روپیہ دینا شروع کیا۔ خان بہادر سید جعفر حسین صاحب اڈیٹر سودمند کو جو ضلع میرٹھ کے دیہات میں دورہ کرکے بینک قایم کر رہے تھے بلاکر مسلم بینک زمینداران کی بنیاد قایم کی۔ مقامی مدرسہ اور مسجد کے سرمایہ کو جو ایک تاجر کے پاس بیکار پڑا تھا لے کر بینک میں رکھا اور اُس سے مستقل آمدنی کی صورت پیدا کردی۔ بچّوں کے لئے گولکیں بنادیں جنھیں وہ پیسے ڈالتے رہیں اور جب چار آنے ہو جاتے تو ڈاکخانہ میں داخل کراتے اور جب ۱۰۰ ہو جاتے تو اُن کے کیش سرٹیفکیٹ خرید وادیئے جاتے اس سے بچّوں کا چٹور پن چھوڑادیا اور اُنھیں کفایت شعار بنادیا۔ اس کے علاوہ بچّوں کا تعلیمی بیمہ کرادیا تاکہ اُن کی تعلیم کی طرف سے اطمینان ہو جائے غرض کہ مفتی صاحب قرضداری کے بار سے روز بروز سبکدوش ہوتے جاتے ہیں اور وہ اور اُن کا خاندان جو بربادی کے کنارے آلگا تھا اب فارغ البالی کی طرف قدم بڑھا کر دینداری کی زندگی بسر کر رہا ہے۔

(طفیل احمدؔ)

اقتصادی خبریں

(۱) جناب میر مقبول محمود صاحب بیرسٹرایٹ لا امرتسر ممبر لیجسلیٹو اسمبلی نے پنجاب کی کونسل میں ایک مسودہ قانون اس مضمون کا پیش کیا تھا کہ آیندہ سے ساہوکاروں کی رجسٹری کرائی جایا کرے جس کے بغیر کوئی شخص داد و ستد کا پیشہ نہ کرسکے اور وہ لوگ باقاعدہ رجسٹروں پر جس کے فارم گورنمنٹ سے ملاکریں حساب کتاب رکھیں۔ اس مسودہ کی مخالفت داد و ستد پیشہ اقوام نے بہت زور شور سے کی۔ اس کونسل میں اس مسئلہ کا تصفیہ ہو جائے گا۔

کفایت شعاری

کا

نصابِ تعلیم

اصلاح رسوم اور کفایت شعاری، صنعت و حرفت اور تجارت میں ترقی کرنے کی جس قدر خواہش مسلمانوں کو ہی وہ کسی اور قوم سے کم نہیں ہی۔ بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو اپنے اخراجات میں کفایت کرتے ہیں مگر ایک کھڑکی بند ہوتی ہی تو خرچ کے چار دروازے اور کھل جاتے ہیں۔ کتنے لوگ پس انداز اثاثہ سے، یا قرض لے کر، یا جائداد بیچ کر دوکان کھولتے، تجارت کرتے، کارخانہ قایم کرتے ہیں مگر چند روز بعد سب ختم کرکے مایوس ہو بیٹھتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انھیں ابتدا سے کفایت شعاری کی تعلیم نہیں ہوئی۔ ابجد وہ پڑھے ہوتے نہیں۔ اعلیٰ امتحانات کے نصاب میں اوّل ہی امتحان دیتے ہیں اس لئے لامحالہ ناکام ہوتے ہیں۔ پس ہم ابجد سے کفایت شعاری کا نصاب قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ واقفکار اصحاب اس میں مناسب ترمیمات کرلیں۔

نصاب

(۱) مکان میں ہر بچہ کی گولک علیحدہ علیحدہ بنا کر اُس کو اس شرط پر پیسے دینا کہ وہ اُن میں سے کچھ پیسے اپنے ہاتھ سے گولک میں ڈالا کرے۔ اور اُس پر بچے کو انعام دینا۔

(۲) جب چار آنہ گولک میں جمع ہو جائیں تو بچہ کو ڈاکخانہ ساتھ لیجاکر اُس کے نام سے حساب کھلوانا اور خود اس کے ہاتھ سے جمع کرانا۔

(۳) جب ساڑھے سات روپیہ جمع ہو جائیں تو بچے کے نام سے ایک کیش سرٹیفکٹ خریدنا جس کے پانچ سال میں دس روپیہ ہو جاتے ہیں۔ اور اسی طرح حسب حیثیت اور بڑی تعداد کے سرٹیفکٹ اُس کے نام سے خریدتے رہنا۔

(۴) ہر بچہ کا تعلیمی بیمہ کرانا۔

(۵) اپنے پس ماندگان کے لئے اپنی زندگی کا بیمہ کرانا۔ ملازمان سرکار ڈاکخانہ میں بھی بیمہ کرا سکتے ہیں جس کی قسطیں ماہوار تنخواہ سے منہا ہوتی ہیں۔

(۶) اگر ملازم ہو تو پراویڈنٹ فنڈ میں سے تنخواہ کا ایک حصہ منہا کرانا۔

(۷) خود اپنا حساب ڈاکخانہ یا کسی معتبر بینک میں کھولنا۔ ڈاکخانہ میں ۳ فیصدی منافعہ ملتا ہے اور امپیریل بینک

سکے سیونگ میں چار فیصدی منافع ملتا ہی۔ سیونگ بینک میں ایک سال میں پانچ ہزار تک جمع ہو سکتا ہی۔ جب اس سے زیادہ ہو جائے تو محفوظ فنڈمیں منتقل ہو کر ۴½ فیصدی منافعہ مل سکتا ہی۔

(۸) جب زیادہ روپیہ بڑھتا جائے تو اِس سے امپریل بینک کے جو معتبر ہی حصے خریدے جا سکتے ہیں جن کا منافعہ ۶ فیصدی سے زیادہ ملتا ہی یا ایک سال کی واپسی کی شرط پر جمع ہو سکتا ہی۔

(۹) جب محفوظ بنکوں میں کافی روپیہ ہو جائے تو اُس کا ایک جزو غریب کاریگروں اور دوکانداروں اور کاشتکاروں کو معین منافعہ پر یا قسطوں پر عام شرح سُود سے کم پر دینا تاکہ وہ دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے نکلیں مگر غیر نفع آور کام کے لئے یا اسراف اور شادی غمی میں صرف کر ڈالنے کے لئے نہ دیا جائے کیوں کہ اُس کا سُود ربا ہوگا جو حرام ہی۔ صرف کاروبار کرنے کے لئے کم سود پر دیا جائے۔

(۱۰) کاشتکاروں، اور کاریگروں کی انجمنہائے امداد باہمی قایم کرنے میں خاص کوشش کرنا اور اس میں نمایاں حصہ لینا اور اپنی ذاتی ضروریات کے لئے اپنی جماعت، اپنے محلہ میں (کواپریٹو اسٹور) یعنی باہمی شرکت کی دوکان کھولنا

(۱۱) انفرادی اور اجتماعی طور پر روپیہ کا کاروبار کرنا صنعتی کارخانے اور دوکانیں کھولنا اور وسیع پیمانہ پر اپنے ملک میں اور تجارتی ممالک میں ہر قسم کی تجارت کرنا۔ جس سے حقیقی طور پر سوراج حاصل ہوتا ہی اور اپنی قومی اور ملکی سلطنت قایم ہوتی ہی اور دوسری کمزور سلطنتوں پر قبضہ حاصل ہوتا ہی۔ اور اپنا قومی وقار قایم ہوتا ہی۔

(طفیل احمدؔ)

دولت کی برائی کون لوگ کرتے ہیں

(۱) وہ لوگ جو روپیہ پیدا کرنے اور بچا کر اُسے بڑھانے کے طریقوں سے واقف نہیں ہیں اور دولتمند بننے میں ناکام رہتے ہیں اِس لئے وہ رشک کی وجہ سے دولت اور اہل دول کی بُرائی کرتے ہیں۔

(۲) یا وہ تارکان دُنیا دولت کی بُرائی کرتے ہیں جن کی تمام ضروریات، جو روپیہ سے خریدی جاتی ہیں دوسرے لوگ فراہم کرتے ہیں۔

مگر اب مسلمان اس قدر مفلس ہو گئے

کہ اُن میں گوشہ نشین اصحاب کی ضروریات فراہم کرنے اور اُن کی خدمت کرنے والوں کی نہایت کمی ہو گئی۔ اِس لئے اب جو لوگ مسلمانوں میں دولت کی بُرائی کرتے ہیں وہ یا تو رشک سے کرتے ہیں یا محض وضعداری سے۔

کفایت شعاری کے عملی طریقے

(ازاحید الدین صاحب ایف۔آر۔ایس۔اے منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ)

یہ امر مسلّم ہے کہ ہندوستانیوں کے دانت بمقابلہ دوسرے ملکوں کے لوگوں کے مضبوط اور خوبصورت ہوتے ہیں اور زیادہ عمر تک خراب نہیں ہوتے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم لوگ ان کی ذرا بھی خبرگیری نہیں کرتے اور اُن کو قبل از وقت برباد کردیتے ہیں اکثر لوگ تو دانتوں کو صاف کرنا ضروری نہیں سمجھتے اس لئے وہ کبھی صاف نہیں کرتے صرف کھانے کے بعد معمولی کلّی کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو لوگ دانتوں کو صاف کرتے ہیں وہ صرف معمولی کوئلہ یا چولھے کے بھتّہ سے صاف کرنا کافی سمجھتے ہیں بہرحال صاف نہ کرنے والوں سے یہ گروہ قابل قدر ہے۔ مگر ضرورت یہ ہے کہ دانتوں کی صفائی میں کافی فکر اور پابندی سے کام لینا چاہیئے۔ بازاروں تو سینکڑوں پیسٹ Paste اور Tooth Powder ٹوتھ پاؤڈرس فروخت ہوتے ہیں مگر وہ اس قدر گراں ملتے ہیں کہ ان کو خرید کر استعمال کرنا اپنے ذمہ ایک اچھا خاصہ ٹیکس باندھ لینا ہے اور پھر اگر گھر کے تمام لوگ اسی کو استعمال کریں تو مہینہ میں ایک کافی رقم اسی مد میں خرچ ہوجائے۔ لہٰذا میں چند نہایت مفید اور سادہ نسخے منجنوں کے لکھتا ہوں اس میں سے کوئی سا نسخہ تیار کرکے تمام گھر کے لوگوں کو استعمال کرنا چاہیئے۔

بعض لوگ برش کا استعمال بھی ضروری سمجھتے ہیں مگر میری رائے میں بغیر خاص ضرورت کے روزانہ برش استعمال کرنا بے فائدہ ہے البتہ ہفتے میں دو ایک دفعہ استعمال کیا جائے تو مضائقہ نہیں اور اگر برش کے بجائے تازہ نیب یا ببول کی مسواک۔ مل سکے تو بہت اچھا ہے علاوہ داموں کی بچت کے زیادہ مفید بھی ہے۔ کیوں کہ برش اکثر پورے طور سے نہیں دھویا جاتا اس سلئے اس میں اکثر جرم پیدا ہوجاتے ہیں جو بجائے فائدہ کے بیماری کا باعث ہوتے ہیں۔

نسخہ انگریزی منجن

عمدہ صاف کی ہوئی چاک	سوہاگہ	پھٹکری	ستکر	لونگ کا تیل
ایک آونس	نصف آونس	چار گرین	چار گرین	۲۰ بوند
روغن پیپرمنٹ	ست اجواین			
۳۰ بوند	۵ گرین			

پہلے چار چیزوں کو پیس کر ملالو ان کے بعد دونوں تیلوں میں ست اجواین شامل کرو بعدہٗ اس تیل کو پاوڈر میں ڈال کر خوب ملالو تاکہ سب چیزیں اچھی طرح اس میں ایک ذات ہوجائیں پھر کسی بند شیشی یا ڈبی میں رکھ دو۔ نہایت عمدہ مفید منجن تیار ہوجائیگا جو دانتوں کی ہر بیماری کے لئے مفید ہونے کے علاوہ دانتوں کو صاف اور مضبوط رکھے گا۔

ایک مسلمان کا نصب العین کیا ہونا چاہیئے؟

مذہب کی غلط تعبیر کے افسوس ناک نتائج

مسلمانوں پر عروج و زوال اور ادبار و اقبال کے سینکڑوں دور گزر چکے ہیں، کبھی تو ہم کو یہ نظر آتا ہے کہ مسلمانوں کے غلام تک تخت و تاج کے مالک ہیں اور جہانگیری و جہاں بانی میں اپنا جواب نہیں رکھتے، اور کبھی ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ شاہی خاندان جو سینکڑوں برس سے تاج شاہی کے وارث تھے، نان شبینہ کو محتاج ہیں، اور زمین پر کہیں سر رکھنے کا ٹھکانا اُن کو میسّر نہیں ہے۔

جب تاتاری، اسلام کے مرقع کو زیر و زبر کر رہے تھے، اور اُن کے ٹڈی دل نے تمام اسلامی دنیا کو تہ و بالا کر دیا اُس وقت کسی کو یہ اُمید نہیں تھی کہ اب مسلمان دوبارہ اُبھریں گے، اور کلاہ خسروی و تاج شاہی کے مالک ہوں گے لیکن مسلمان کچھ ایسے سخت جان تھے کہ پھر اُبھرے اور اس شان و شوکت اور جاہ و جلال کے ساتھ منظر عام پر آئے کہ دنیا حیرت زدہ رہ گئی، خدا کی قدرت دیکھو کہ انھیں تاتاری فاتحین نے اسلام کا طوقِ غلامی پہنا، اور اسلام کے حلقہ بگوش بن کر ملک و ملت کی خدمت کے لئے آمادہ ہو گئے، اسی سیلاب فنا کے بعد ترکوں نے ایسی زبردست اور ہیبت انگیز سلطنت قائم کی جو صدیوں تک اپنی تلوار سے اسلام کی حفاظت و خدمت کرتی رہی، اسی طرح دُنیا کے مختلف حصّوں میں زبردست اسلامی سلطنتیں قائم ہوئیں، خود ہندوستان میں مسلمانوں کو ایسا عروج ہوا، اور حکومت کے ساتھ مال و دولت کی ایسی فراوانی ہوئی کہ اُس زمانہ میں دوسرے اسلامی ممالک بلکہ یورپ سے جو سیاح یہاں آئے وہ مسلمانوں کی شان و شوکت، اور مال و دولت کی کثرت دیکھ کر حیراں رہ گئے، اور اپنے سفرناموں میں نہایت تعجب سے ان حالات کو لکھا، چند صدیاں اس طرح گذری تھیں کہ زمانہ نے پھر اپنا ورق اُلٹ دیا، اب نہ وہ شان و شوکت ہے، نہ مال و دولت، نہ وہ جاہ و جلال ہے نہ وہ عزت و اقبال،

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

موجودہ حالت یہ ہے کہ مسلمانوں کو افلاس و بیمائیگی نے تباہ و برباد کر دیا ہے، ایک عام مُردنی تمام مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہے، کسی قسم کا حوصلہ اور ولولہ اب اُن میں نہیں رہا ہے، اُن کی حالت اُس شکستہ پا اور ناتواں مسافر کی سی ہے جو تھک کر گر پڑا ہو، اور منزل پر پہونچنے سے ہمیشہ کے لئے نا اُمید ہو چکا ہو۔

حسرت پہ اُس مسافرِ بیکس کے روئیے
جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

یہ حالت دیکھ دیکھ کر دُنیا کے صاحبِ نظر مُدبّروں کو مسلمانوں کے مستقبل کی طرف سے اب بالکل مایوسی ہو گئی ہے

اور اعدائے اسلام یہ تہیّہ کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے پامال کر دیں، اگر چشم بینا ہو تو ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے برباد کرنے کے لئے کیسی کیسی تیاریاں ہو رہی ہیں، مقام عبرت ہے کہ وہ قوم جس کی ہیبت سے کل تک دوسری قومیں لرزہ براندام تھیں، آج خود مرعوب و ہیبت زدہ ہے، اور ہر فتنہ جو دنیا میں اُٹھتا ہے وہ اسی کو تلاش کرتا ہے، دوسری طرف بدنصیبی سے خود مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ اُن میں نہ اتحاد خیال ہے نہ اتحاد عمل، تمام قوم کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے، اور اُمت اسلامیہ، یعنی پرستاران توحید سینکڑوں جماعتوں اور فرقوں پر منقسم ہیں، اور خانہ جنگی میں مصروف اور سرگرم پیکار، فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اب تک تو مسلمانوں کو یقین ہی نہیں تھا کہ وہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں اس حد تک ذلیل و خوار ہو چکے ہیں، لیکن پیہم مصائب اور زمانہ کے زبردست طمانچوں نے اب ایک حد تک اُن کو یقین دلایا ہے کہ اُن کی حالت ناگفتہ بہ ہے اس لئے وہ دیوانہ وار ہر طرف ہاتھ مار رہے اور اس دلدل سے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن جس قدر اُبھرنے کی کوشش کرتے ہیں اُسی قدر اور زیادہ دھنستے جاتے ہیں، اُن کے رہنما اور رہبر بھی موجود ہیں، لیکن ان رہبروں میں خود اختلاف ہے

مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

مادیت و روحانیت کی کشمکش دنیا میں ہمیشہ سے ہے، یہی کشمکش ایک خاص انداز پر آج بھی موجود ہے، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے رہبر بھی دو طرح کے ہیں، دنیا دار، اور دین دار، اوّل الذکر مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ بغیر مادی وسائل کے تم دنیا میں کسی قسم کی ترقی اور کامیابی حاصل نہیں کر سکتے اس لئے اہل یورپ کی طرح مادی وسائل سے مال و دولت حاصل کرو، کیوں کہ دولت ہی ہر قسم کی ترقیوں کا سنگ بنیاد، اور ہر طرح کی کامیابیوں کا سرچشمہ ہے، اس کے برخلاف دیندار رہبران قوم یعنی علما و مشائخ کا ارشاد ہے کہ دنیا فانی ہے گزشتنی وگزاشتنی ہے، دنیا اور دنیا کی دولت ہیچ ہے لہذا مذہب کو مضبوط پکڑو، اور دنیا کو چھوڑو، وہ کہتے ہیں کہ انبیا علیہم السّلام، اولیائے کرام اور سلف صالحین کا یہی طریقہ تھا کہ وہ دنیا کو ہیچ سمجھتے تھے، مسلمان اپنے رہبروں کے ان متضاد خیالات کو سن سن کر حیران ہیں کہ کس کا کہا مانیں۔

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے اپنے حلقہ بگوشوں کے لئے ہر قسم کی دینی و دنیوی ترقی کی راہیں کھول دی ہیں، اور وہ یہ چاہتا ہے کہ مسلمان دنیا کی تمام اقوام سے زیادہ معزز اور سربلند ہو کر رہیں خود اللہ بزرگ و برتر نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے کہ وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ یعنی اے مسلمانو! اگر تم درحقیقت مسلمان ہو تو تم ہی دنیا میں سب سے زیادہ بلند و برتر ہو کر رہوگے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو یہ خوشخبری دی ہے کہ اگر مسلمان، سچے مسلمان بن کر رہیں گے، تو دنیا میں حکومت، دولت، اور عزت کے لحاظ سے سب قوموں سے بڑھ جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، یہ سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ صحابہ کرام سچے مسلمان تھے،

اِس بنا پر اللہ تعالیٰ نے اُن کو حکومت یعنی اپنی خلافت و نیابت اور دولت و عزت عطا کی، خلافت راشدہ کے زمانہ میں بڑی بڑی زبردست اور پُرانی سلطنتوں کو مسلمانوں نے فتح کیا، اور دُنیا کی اِس قدر دولت مسلمانوں کو حاصل ہوئی کہ لوگ روپیہ کے لئے پھرتے تھے مگر کوئی محتاج نہیں ملتا تھا جس کو خیرات دیں، ہر شخص خوش حال اور فارغ البال اور دولت دنیا سے مالا مال تھا، اس سے معلوم ہوا کہ دولت بھی خدا تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اور اُس کا کمانا یا حاصل کرنا عیب نہیں، اگر حکومت و دولت بری چیز ہوتی اور افلاس و محتاجی اچھی چیز، تو خدا تعالیٰ مسلمانوں کو یہ خوشخبری دیتا کہ اے مسلمانو اگر تم سچے مسلمان بن کر رہے تو خدا تعالےٰ دنیا میں تم کو محتاج و مفلس بنادے گا اور تم کو نان شبینہ بھی میسر نہ آئے گی، حالاں کہ ایسا نہیں فرمایا۔ دوسرے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو بشارتیں دی ہیں وہ حکومت و دولت سے تعلق رکھتی ہیں۔

ہر مسلمان واقف ہے کہ اسلام نے تجارت و کسب معاش کا حکم دیا ہے اور تجارت ایک ذریعہ ہے حصول دولت کا اور اسلام نے اس کی کوئی حد نہیں مقرر کی ہے مثلاً یہ نہیں کہا ہے کہ تم اِس مقدار میں تجارت کرو کہ جس سے تم کو پچاس روپیہ یا سو روپیہ ماہوار کی آمدنی ہو، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص تجارت کے ذریعہ سے کروڑوں روپیہ کمائے تو کما سکتا ہے، چنانچہ صحابہ کرام میں بعض بزرگ ایسے بھی تھے جن کا تجارتی کاروبار لاکھوں روپیہ کا تھا، تو کیا نعوذ باللہ صحابۂ اسلام کی تعلیم سے ناواقف تھے۔

پھر یہ بھی دیکھو کہ اسلام میں زکوٰۃ دینے کا حکم ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ زکوٰۃ اُسی روپیہ پر دیجاتی ہے جو جمع ہو، اگر روپیہ جمع کرنا ناجائز و حرام ہوتا تو اسلام میں زکوٰۃ کا مسئلہ نہ ہوتا، بلکہ یہ حکم دیا جاتا کہ ہمیشہ محتاج و مفلس رہو ایک پیسہ پاس نہ رکھو، حالاں کہ یہ حکم نہیں دیا گیا۔ اِس کے علاوہ یہ بھی دیکھو کہ اسلام میں جابجا صدقہ و خیرات دینے اور غربا کی مدد کرنے اور دستگیری کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن اِس حکم کی تعمیل وہی لوگ تو کر سکتے ہیں کہ جن کے پاس روپیہ ہے، اگر روپیہ جمع کرنا حرام ہے تو پھر صدقہ و خیرات دینے کے لئے کہاں سے آئے گا؟

موجودہ زمانہ میں جب کہ درحقیقت مسلمانوں کے تمام دینی کام تباہ و برباد ہو رہے ہیں ہمارے علماء بجا طور بہ تقاضائے حمیت اسلامی مسلمانوں کو یہ ترغیب دیتے ہیں کہ شکستہ مساجد کی مرمت کرو، دینی مدارس قایم کرو، علم دین حاصل کرنے والے طلبہ کی اعانت کرو، مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچاؤ، محتاجوں کی مدد کرو، یتیم بچوں کی خبر لو، ورنہ وہ عیسائی مشنریوں کے ہاتھ میں چلے جائیں گے، میں یہ عرض کروں گا کہ آپ کا ارشاد بجا، آپ کا فرمان واجب العمل، لیکن نہایت ادب سے یہ سوال ہے کہ غریب مسلمان روپیہ کہاں سے لائیں جو آپ کے ارشاد کی تعمیل کریں، کسب معاش اور حصول دولت کی تمام راہیں تو اُن کے لئے پہلے ہی بند کر دیں گئی ہیں، اور اب ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کرو، وہ کرو، کیا خوب!

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ بازمیگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی مسائل کی غلط تعبیر نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہونچایا ہے' اسلام نے کہیں حصول دولت کی ممانعت نہیں کی ہے' البتہ اسلام ناجائز طریقہ سے روپیہ کمانے کی اجازت نہیں دیتا' بلکہ وہ چاہتا ہے کہ مسلمان اپنی قوت بازو سے اور حلال طریقہ سے جس قدر روپیہ کما سکتے ہیں کمائیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ روپیہ کمانے میں اتنا انہماک نہو کہ دین کو بھول جائیں اور احکام شریعت کی پابندی کو نظرانداز کردیں کیوں کہ اسلام دنیا کو دین پر ترجیح نہیں دیتا' نیز یہ کہ اسلام ہمیشہ نیک مقاصد کے لئے کسب زر کا حکم دیتا ہے' ایک ظالم اور سودخوار مہاجن بھی غربا اور حاجتمندوں کو ستاکر اور دکھ دے کر روپیہ جمع کرتا ہے' لیکن اسلام کے نزدیک یہ شقاوت بلکہ خباثت ہے' اسلام کسب زر کے کسی ایسے طریقہ کو جائز نہیں رکھتا جو ظلم پر مبنی ہو' اور جس سے دوسرے بنی نوع انسان کو نقصان پہونچے غرض اسلام نے کسب دولت کی اجازت دی ہے لیکن اُس کے لئے حدود مقرر کردی ہیں۔ اور اس کے علاوہ یہ بھی نہایت وضاحت سے بتادیا ہے کہ یہ دولت کس طور پر اور کس طریقہ سے صرف کیجائے' پس ایک پابند دین مسلمان کے لئے دولت کمانا اور خرچ کرنا دونوں ثواب ہیں' ان امور کی تفصیل ہم انشاء اللہ آیندہ عرض کریں گے۔

(رازی)

اقتصادی خبریں

(۱) جناب آنریبل سیٹھ ہارون جعفر صاحب رئیس پونا نے لیجسلیٹو اسمبلی میں یہ تحریک پیش کی تھی کہ جو مسلمان ڈاکخانہ میں روپیہ رکھکر اُس کا سود نہیں لیتے اُن کا سود چوں کہ عیسائی مشنریوں کو دیدیا جاتا ہے اس لئے آیندہ سے یہ روپیہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو دیدیا جایا کرے۔ اس روپیہ کی سالانہ تعداد دس ہزار کے قریب ہوتی ہے۔ گورنمنٹ نے اس مسئلہ کے متعلق مسلمان جماعتوں سے رائیں طلب کی ہیں جن کے موصول ہونے پر فیصلہ صادر ہوگا۔

(۲) گورنمنٹ صوبہ متحدہ نے مسٹر آر۔ اوکڈن کمشنر کی صدارت میں ایک کمیٹی مقرر کی ہے جو یہ تحقیقات کریگی کہ صوبہ متحدہ میں انجمنہائے امداد باہمی ایسی کامیاب کیوں نہیں ہیں جیسی کہ پنجاب یا بعض دیگر صوبجات ہیں اور اُنھیں کامیاب بنانے کے لئے مناسب تجاویز پیش کرے گی۔

غیر مسلموں سے سود لینے کے جواز کی نسبت

مولانا بشیر احمد صاحب کا فتویٰ

استفتاء | کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل غیر مسلموں سے سود لینا جائز ہے یا ناجائز فقط جواب باصواب سے ممتاز فرمائیں فقط

الجواب | دارالحرب میں حربی ومسلمان کے مابین ربوا حرام نہیں ہے چنانچہ کتب فقہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ومحمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول مذکور ہے۔ چوں کہ حربی کا مال دارالحرب میں مسلمانوں کے واسطے مباح ہے جس طریقہ سے اُن سے حاصل کرے وہ مباح ہوگا لہٰذا فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے درجلد ثالث صفحہ ۴۲ "لا ربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب ہذا قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ علیہم و در ہدایہ جلدین آخرین فی باب الربوا واستدل فی ہذا الباب بحدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب واستدل ایضاً بقیاس اعنیٰ لولا الحدیث فی ہذا الباب لکان ثبوتہٗ بہٰذا الدلیل وہو ہذا۔ ولان مالھم مباح فی دارھم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحاً اذا لم یکن فیہ غدرۃ"

یعنی شرط اخذ مال کی یہ ہے کہ بطریق غدر نہو ورنہ ناجائز ہوگا۔ فقط

حررہٗ احقر العبد بشیر احمد غفر لہٗ اللہ الاحد مدرس منبع العلوم قصبہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر

(محی الدین احمد مدرس مدرسہ گلاؤٹھی)

قواعد خریداری سود مند

(۱) یہ رسالہ بالعموم ۴۰ صفحات پر مہینے میں ایک بار شائع ہوتا ہے۔

(۲) قیمت سالانہ دو روپیہ ہے غیر ممالک سے ہے جو منیجر سود مند کے پاس بذریعہ منی آرڈر بھیجدی جائے۔

(۳) نمونہ کا پرچہ بلا قیمت روانہ ہوگا۔

(۴) اشتہارات کا نرخنامہ ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات سود مند

مقدار	ایک ماہ	۳ ماہ	۶ ماہ	ایک سال	کیفیت
ایک صفحہ	معہ/	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
نصف صفحہ	للعہ/	[illegible]	[illegible]	[illegible]	چوتھائی صفحہ سے کم کی اجرت فی سطر آٹھ آنہ (۸/)
چہارم صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

مشہور چاول

سہارنپور اور دہرہ دون کے مشہور چاولوں کی ضرورت ہو تو رائس سپلائی ایجنسی سہارنپور سے طلب فرمائیں رسالہ کا حوالہ ضرور دیں۔

مینجنگ پروپرائٹر

رسالہ جواز سود معہ فتاویٰ

اس رسالہ میں مختلف طور پر سود کی حقیقت ربا اور سود کا فرق اور تجارتی سود کے جواز کی صورتیں معہ علمائے کرام کے فتووں کے دی گئی ہیں اور کفایت شعاری اور روپیہ جمع کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ جو صاحب ایک جلد منگانا چاہیں وہ ذیل کے پتہ پر آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیجدیں ایک سے زیادہ جلدوں کی قیمت بحساب ایک آنہ فی جلد اور سو جلدوں کے لئے پانچ روپیہ۔

منیجر سود مند علی گڑھ سے طلب فرمائیں

مسلمانوں کی مالی اصلاح

اس رسالہ میں روپیہ بچانے اُسے جمع کرنے اور بڑھانے کے مختلف طریقے تفصیل کے ساتھ بتائے گئے ہیں قیمت فی جلد ایک آنہ۔ سو جلد کے لئے پانچ روپیہ۔

منیجر رسالہ سود مند علی گڑھ سے طلب فرمائیں

ہندوستان میں اپنی شان کا پہلا اخبار!

کوکب ہند

کوکب ہند۔ اپنے مخصوص مبحث میں ایک اخلاقی جدت رکھتا ہے (آگرہ اخبار آگرہ)
کوکب ہند۔ ان دقیق مضامین سے دُنیائے اُردو کو آشنا کر رہا ہے جو لسان فرس میں محفوظ تھے (دربار آگرہ)
کوکب ہند۔ کے کارکن ہر پرچے میں عام دلچسپی کا سامان مہیا کرنے کی کوشش کرتے ہیں (ذوالقرنین بدایوں)
کوکب ہند۔ بڑی متانت اور سنجیدگی سے ایڈٹ کیا جاتا ہے علمی اور مذہبی مضامین بھی ہوتے ہیں (غازی محمود دھرمپال بی اے)
کوکب ہند تمام بنی نوع میں اتحاد و محبت کا وکیل ہے اپنی قسم کا ایک ہی اخبار ہے (ہیرالڈ آف دی ایسٹ)
کوکب ہند: کے اچھوتے مضامین قابل دید اور براہین سے مملو ہوتے ہیں (نیر اعظم)
کوکب ہند: کے ارکین وہی ہستیاں ہیں جو پہلے قادیان میں ممتاز تھیں۔ جو کہتے ہیں خوب پتے کی ہوتی ہے (تائید اسلام لاہور)
کوکب ہند: اور اس کی جماعت یہ راز کھولنا چاہتی ہے کہ جناب مرزا صاحب قادیانی کے نئے مذہب کا تمام سرمایہ بابیہ بہائیہ فرقے کے عقائد سے سرقہ کیا ہوا ہے اگر کوکب ہند کی تبلیغ استقلال سے کام کرتی رہی تو اہل قادیان کی دھجیاں بکھر جائیں گی (حضرت خواجہ حسن نظامی دہلی)

الغرض کوکب ہند عصر جدید کا ایک بیش بہا جدید تحفہ ہے شائقین کو ضرور اس سے فائدہ اور مسرت اٹھانا چاہیئے۔ سالانہ قیمت للعہ ششماہی ڈھائی روپیہ جو بذریعہ منی آرڈر آنا بہتر ہے نمونہ مفت۔ خاص پرچے مستقل کتابی شکل میں (۱) قادیان (۲) میلاد نمبر ۴ چار آنہ کے ٹکٹ بھیج کر منگائیے۔ **(مینجر کوکب ہند آگرہ)**

طالب علموں کو مژدہ.

(منظور کردہ سررشتہ تعلیم صوبہائے بنگال و بمبئی)

عالیجناب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب ایم اے پی ایچ ڈی۔ ڈی ایس سی آئی ای پرو وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔	عالیجناب آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب مرحوم بی اے ایل ایل بی وکیل ہائی کورٹ میرٹھ۔

اخبار تعلیم لاہور پیسہ اخبار لاہور وطن لاہور وکیل امرتسر مخبر دکن مدارس عثمان گزٹ حیدرآباد نیر اعظم مرادآباد ذوالقرنین بدایوں آگرہ اخبار آگرہ انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ	ہندوستان کے اس قدر اخبارات رسایل و دیگر ماہران تعلیم نے بالاتفاق تسلیم کر لیا ہے کہ **پریکٹیکل ٹرانسلیشن** (عملی ترجمہ) سے بہتر آج تک بلا امداد استاد کے انگریزی سکھانے والی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد انعام اس شخص کو دیا جائیگا جو صرف یہ ثابت کردے کہ طلبا و دیگر شایقین انگریزی دانی کے لئے اس سے بہتر کوئی اور کتاب بھی ملک میں موجود ہے قیمت حصہ اول	مشرق گورکھپور آرمی نیوز لودھیانہ سول اینڈ ملٹری لودھیانہ شیعہ کالج نیوز لکھنؤ الناظر لکھنؤ مخزن لاہور نقاد آگرہ افادہ آگرہ العصر لکھنؤ اولڈ بوائے علی گڑھ
اس کے علاوہ اور بہت سے اسناد موجود ہیں۔	حصہ دوم عمر حصہ سوم عہ تاجران کتب کو نقد قیمت پر کمیشن فیصدی ملنے کا پتہ گیا پرشاد اینڈ سنز منقل علی آگرہ	اگر پسند نہو تو پوری قیمت واپس کردی جائے گی۔

المشتہر خاکسار محمد رضی بی اے (علیگ) سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ

فکرمند مسلمانوں کو اطلاع

جو مسلمان موجودہ زمانہ کے دینی اختلافات اور دنیوی اختلافات سے پریشان اور فکرمند ہیں ان کو دہلی کا رسالہ "پیشوا" پڑھنا چاہیئے۔ اطمینان ہو جائے گا۔

اور جو مسلمان آریہ سماج کے خفیہ کاموں اور مسلمانوں کی بربادی کے منصوبوں سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں اور اس کے علاج کا طریقہ اور راستہ بھی معلوم کرنا ہے تو ان کو بھی رسالہ پیشوا دہلی پڑھنا چاہیئے جس میں ہر مہینے کی مکمل اطلاعات درج ہوتی ہیں۔

اور جو مسلمان تبلیغ و حفاظت اسلام کا کام کرنا چاہتے ہیں یا ان طریقوں سے آگاہ ہونا مقصود ہے جو ہر مسلمان کو داعی اسلام بنا دیں تو رسالہ پیشوا دہلی پڑھا کریں۔

اور جو لوگ تصوف۔ تفسیر فقہ اور تاریخ اسلام اور سیرت نبوی سے واقف ہونا چاہتے ہیں ان کو بھی رسالہ پیشوا پڑھنا چاہیئے کیونکہ اس میں مذکورہ معلومات کا پورا ذخیرہ ہوتا ہے۔ باوجود ان خوبیوں کے قیمت صرف ایک روپیہ سالانہ لی جاتی ہے۔ ضخامت ۲۰ × ۳۰ کی بڑی تقطیع کے چوبیس صفحے۔ سفید کاغذ اچھی لکھائی اچھی چھپائی نمونہ مفت۔

المشتہر

حسن انیس، مینجر رسالہ پیشوا۔ کوچہ چیلان۔ دہلی

بالکل مفت

لیتھو چھپائی۔ بلاک بنانا اور فوٹوگرافی کے متعلق ہر قسم کی معلومات مسٹر احید الدین ایف۔ آر۔ اے ایس بدایوں یو۔پی سے جو ابھی ولایت سے عملی کام سیکھ کر اور سند حاصل کر کے واپس آئے ہیں مفت دریافت کیجئے۔ جواب کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ ضرور بھیجیے۔

تذکرہ۔ بیس برس کے اندر اندر مسلمانوں میں انقلاب عظیم پیدا کر دیگا۔ ۵۷۵ فلسکیپ صفحے کاغذ اولیٰ مجلد ۔ ناظم ادارت الاشاعت امرتسر۔

قواعدِ انجمن فلاح المسلمین

مسلمانوں کی مالی اصلاح کیلئے ضرورت ہی کہ ہر مقام پر مندرجۂ بالا نام کی ایک انجمن قایم کی جائے ذیل میں بطور نمونہ کے چند قواعد درج کئے جاتے ہیں۔ اُمید کہ اس نمونہ پر انجمنیں قایم کر کے مقامی ضروریات کے مطابق قواعد بنا لئے جائیں گے اور جہاں کوئی انجمن پہلے سے موجود ہو وہ بھی مسلمانوں کی مالی بہبودی کے کام کو اپنے قواعد میں داخل کرے گی اور اپنی کارروائی سے اڈیٹر سودمند کو وقتاً فوقتاً مطلع کرتی رہیگی۔ جدید انجمنیں قایم ہونے کی خبریں رسالہ سودمند میں شائع کی جائیں گی۔

مجوزہ قواعد یہ ہیں:-

(۱) فلاح المسلمین کے مقاصد وہی ہوں گے جو صفحہ اوّل پر پہلی تین دفعات میں درج ہیں۔

(۲) ممبروں کے ذاتی فرایض حسب ذیل ہوں گے۔

(الف) اپنی آمدنی کا کم سے کم دسواں حصّہ کسی بنک یا ڈاک خانہ یا کسی محفوظ مقام میں جمع کرنا۔

(ب) اپنی زندگی کا بیمہ کرانا تاکہ پس ماندگان کسی کے دست نگر نہ ہوں اور ہر بچہ کا تعلیمی بیمہ کرانا تاکہ اُس کی تعلیم بے کھٹکے ہر حالت میں جاری رہ سکے۔

(ج) اپنے بچّوں کو ابتدا سے روپیہ بچانے اور بڑھانے کی تربیت دینا۔

(د) خود نہایت سادہ زندگی بسر کرنا اور شادی و غمی کے مُسرفانہ اخراجات سے بچنا۔

(۳) ممبروں کے ملی فرایض حسب ذیل ہوں گے۔

(الف) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر روپیہ کا کاروبار کریں اور مسلمان دوکانداروں اور کاریگروں کو معیّن اور غیر معیّن منافعہ پر روپیہ دے کر اُنھیں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے آزاد کرائیں۔

(ب) مسلمانوں میں انجمنہائے امداد باہمی اور مشترک سرمایہ کی کمپنیاں قایم کرنا۔

(ج) مسئلہ سود کے اصلی معنی سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا اور اس مضمون کی کتابیں مسلمانوں سے پڑھوانا اور اُن کے مضامین ناخواندہ مسلمانوں کو پڑھ کر سُنانا۔

مسلمانوں کی مالی حالت کا آئینہ

اسلامی انجمنوں اور مسلم ہمدردوں کی خدمت میں عرض ہو کہ وہ اپنے اپنے مقامات میں مسلمانوں کی مالی حالت کی نسبت تحقیق کریں اور اس سے ازراہ کرم ہمیں اطلاع دیتے رہیں تاکہ وہ حالات یا اُن کا خلاصہ مسلمانوں کی اطلاع کے لئے رسالہ سود مند میں شایع کیا جایا کرے۔ مالی حالت کی تفتیش میں حسب ذیل سوالات سے مدد ملے گی۔

(۱) آپ کے قصبہ شہر یا ضلع میں جہاں کا حال آپ کو لکھنا ہو۔ دیگر اقوام کے مقابلہ میں مسلمانوں کی نسبتی تعداد کیا ہو

(۲) بمقابلہ گزشتہ دس بیس سالوں کے مسلمانوں کی زمینداریاں اور جائیدادیں اب بڑھ رہی ہیں یا گھٹ رہی ہیں

(۳) صنعت، وحرفت اور تجارت میں مسلمانوں کی نسبتی حالت اندازاً کیا ہو۔ آیا کسی خاص قسم کی تجارت وصنعت مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو۔

(۴) مسلمان کاریگر، کاشتکار اور دوکاندار بالعموم کس قوم کے لوگوں سے قرض لے کر کاروبار کرتے ہیں

(۵) مسلمان پیشہ ور بالعموم کفایت شعار اور خوش چلن ہیں یا مُسرف اور بدچلن۔

(۶) مسلمانوں کو قرضداری کے چکّر سے نکالنے اور ان کا کاروبار درست حالت میں کرنے کے لئے آیا آپ کے یہاں انجمنہاے امداد باہمی یا مشترک سرمایہ کی کمپنیاں ہیں یا نہیں۔

(۷) شادی اور غمی کی تقریبات میں آپ کے ہاں برباد کن مراسم کیا کیا ہیں اور اُن کو بند کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہو

(۸) آپ کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت کیسی ہو کوئی قومی مدرسہ یا انجمن ہو کہ نہیں۔

(۹) آپ کے نواح میں برادران وطن خود اور اپنے بچوں کے لئے کفایت شعاری کے کیا طریقے استعمال کرتے ہیں۔

(۱۰) آپ کے نزدیک مسلمانوں کی مالی درستی کے لئے کیا طریقے ہوسکتے ہیں

(التماس) جو اصحاب یا انجمنیں یہ حالات جمع کرکے مہربانی سے ہمارے پاس بھیجیں وہ ان کی نقل اپنے پاس محفوظ رکھیں اور سال بسال اس کا مقابلہ مسلمانوں سے کرتے رہیں۔

خاکسار

ایڈیٹر سود مند

جلد ۲ | نمبر ۲

یکم فروری سنہ ۱۹۲۶ء

چندہ سالانہ (عہ) | قیمت فی پرچہ (۳/)

مقاصد

(۱) افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس وگداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو برباد کن اور حرام ہے مٹا دے۔

(۳) فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا۔ اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

(۴) مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار و تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(۵) مسلمانوں کی صحت جسمانی۔ ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرانا۔

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء طبع ہوا

قواعد خریداری سود مند

۱- سود مند کی سالانہ قیمت دو روپیہ ہے وہ بالعموم ہر مہینے کے پہلے ہفتے میں شایع ہوتا ہے۔ اس لئے پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۱۰ تاریخ تک آجانی چاہیے اس کے بعد فی نمبر ۳ آنے لئے جاوینگے۔

۲- رسالہ کی قیمت بذریعہ منی آڈر یا بصیغہ وی پی ہر حال میں پیشگی لی جاویگی۔

۳- تین مہینہ سے کم کے لئے پتہ تبدیل نہ کیا جائیگا اس کے لئے ڈاکخانہ میں انتظام کیا جائے۔

۴- نمونہ کا پرچہ بلا قیمت روانہ کیا جائیگا لیکن خریداری پر مدت خریداری اسی نمبر سے شمار کی جائے گی۔

۵- خط وکتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا جائے ورنہ تاخیر جواب کا عذر نا مسموع ہوگا۔

۶- اطلاع خریداری کے ساتھ یہ ضرور لکھا جائے کہ پچھلے نمبر بھی بھیجے جائیں یا نہیں جن کی ابتدا جون ۱۹۲۵ء سے ہوتی ہے۔

۷- جو صاحب ایک سال کے لئے پانچ خریدار یا دس روپیہ کی اجرت کا اشتہار بہم پہونچائینگے وہ (بشرطیکہ سود اگر نہ لیا) ایک سال کے لئے بلا ادائے قیمت سود مند کے خریدار متصور ہونگے لیکن اشتہار فرضی دعووں کا حامل اور فحش نہ ہو۔

۸- ارسال وی پی کے لئے دیگر حضرات کے اسما گرامی بھیجنے سے قبل باقاعدہ استمزاج اور کافی اطمینان کرلینا ضروری ہے کیونکہ وی پی کا واپس ہونا مقاصد ہمدردی کی نوعیت کو بدل دیتا ہے۔

(۹) جو صاحب آدہ آنہ کے ٹکٹ کی جگہہ جوابی کارڈ بھیجد یتے ہیں وہ دفتر میں پہونچنے سے قبل یہ کہہ کر نہ معلوم کہاں رہ جاتا ہے کہ "میں اس فرض کو ادا نہیں کرسکتا" اس لئے ٹکٹ کی جگہہ جوابی کارڈ نہ بھیجا جائے۔

مطالعہ سود مند

کو مکمل بنانے کے لئے حسب ذیل رسائل دفتر سود مند سے ضرور منگوائیے۔

رسالہ جواز سود معہ فتاوٰی

جس میں مختلف طور پر سود کی حقیقت۔ ربا اور سود کا فرق اور تجارتی سود کے جواز کی صورتیں مع علمائے کرام کے فتووں کے پیش کی گئی ہیں اور کفایت شعاری اور روپیہ جمع کرنے کے طریقے سمجھائے گئے ہیں۔ ایک نسخہ آدہ آنہ کا ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے ایک سے زیادہ جلدوں کی قیمت فی جلد ایک آنہ اور سو جلدوں کی قیمت پانچ روپیہ۔

مالی اصلاح

جس میں روپیہ بچانے اس کو جمع کرنے اور بڑھانے کے مختلف طریقے مفصل طور پر بتائے گئے ہیں قیمت رسالہ جواز سود کی قیمت کے مطابق ہے

سود مند مجلد

جلد نمبر ۱ کے سات نمبر جون ۱۹۲۵ء سے دسمبر ۱۹۲۵ء تک ایک مستحکم اور خوبصورت جلد میں جمع کرد ئے گئے ہیں جن کی قیمت میں ایک آنہ فی جلد کم رکھنے کے علاوہ جلد کی اجرت بھی چھوڑ کر صرف ان خریداروں سے جو آخر ۱۹۲۶ء تک خریدار ہو جائینگے صرف ۱۲ آنے لئے جائینگے

المشتہر

منیجر رسالہ سود مند

سودمند

جلد (۲) نمبر (۲)	یکم فروری سنہ ۱۹۲۶ء	چندہ سالانہ (عہ) قیمت فی پرچہ (۳)

فہرست مضامین

مقاصد

۱ - افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

۲ - مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے تمام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو برباد کن اور حرام ہے مٹا دے

۳ - فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

۴ - مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار اور تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

۵ - مسلمانوں کی صحت جسمانی - ذہنی ترقی اور علوم نبوی کے متعلق مضامین شائع کرنا

نظر جن کی ہر وقت انجام پر ہو | خدا کی نظر اُن کی ہر کام پر ہے
(۳)
مگر جن پہ اسراف ہو سایہ افگن | تمدن کے ہے نور سے ان کو ان بن
وہ وحشت کے عالم میں اب تک ہیں گویا | وہ اس دور شایستگی کے ہیں دشمن
اڑاتے ہیں دانوں کو خرمن سے پہلے | نہیں جمع کرتے وہ دانوں سے خرمن
اگر اُن کی زنبیل میں زر بھرا ہو | تو کرتے ہیں زنبیل کی تہ میں روزن
بھر اُن کا دامن ہو گر موتیوں سے | تو ہیں خاک پر جھاڑ دیتے وہ دامن
لٹائیں ابھی رنگ رلیوں میں اس کو | جواہر کی ہاتھ آئے گر کوئی معدن
جلاتے ہیں وہ شمع کافور دن کو | چراغوں میں اُن کے نہیں شب کو روغن
بھنور سے مصیبت کے کیا سر نکالیں | کہ ڈوبے ہیں وہ قرض میں تا بہ گردن
بلا کی ہے افسردگی اُن پہ طاری | نہ دیکھو گے تم اُن کے چہروں کو روشن
کیا باد اسراف نے ان کو ویراں | مکاں جن کے ثروت سے تھے پہلے گلشن
درآیا یہ جس قافلے میں لٹا وہ | نہیں بڑھ کے اسراف سے کوئی رہزن
تباہی یہ عادت ہی قوموں پہ لائی | یہ سچ ہے کہ مسرف ہیں شیطاں کے بھائی
(۴)
خبردار اے قوم کے نونہالو! | نصیحت کو تم ناصحوں کی نہ ٹالو
یہ سانپ آستیں کا ہی اسراف گویا | نہ اس سانپ کو آستینوں میں پالو
نہ شامل ہو شیطان کے بھائیوں میں | بدی میں نہ تم نام اپنا اچھالو
بلا ہے یہ۔ اسراف ہے نام جس کا | بھنور سے بلا کے سر اپنا نکالو
کفایت شعاری ہے اک دُرِّ تاباں | نظر آ رہا ہی یہ تم اس کی ڈالو
ملے گا نہ موتی کوئی اس سے بڑھ کر | اگر بحر اخلاق کو تم کھنگالو
کفایت شعاری ہے عزت کا سانچا | طبیعت کو سانچے میں تم اس کے ڈھالو
امنگوں میں دل کی نہ دولت لٹاؤ | امنگوں کو دل کی ذرا تم دبالو
نکالو نہ چادر سے تم پاؤں اپنے | ذرا اپنے آپے کو یارو سنبھالو
جو دنیا میں ذلت سے رہنا ہے تم کو | تو مر جاؤ اے قوم پر مرنے والو
تنزل سے گر قوم کو ہے بچانا | تو بیڑا ترقی کا پھر تم اُٹھالو
ترقی کا گُر ہے کفایت شعاری | تنزل ہی اسراف والوں پہ طاری

کفایت شعاری

(از جناب مولوی وحید الدین صاحب سلیم - حیدرآباد دکن)

(۱)

وہ دولت جو ہے منبع کامرانی — جو ہے مایۂ راحتِ زندگانی
میسّر وہ زنہار تم کو نہ ہوگی — کرو گر نہ تم محنت و جاں فشانی
کفایت شعاری کرو شیوہ اپنا — اگر زر کی درکار ہو پاسبانی
رہا جب تک انساں تمدن سے عاری — کفایت شعاری نہ تھی اُس نے جانی
بہاتا تھا دولت کو اسراف سے وہ — بہے جیسے وادی میں دریا کا پانی
مگر جب تمدن سے عقل اس کی چمکی — کفایت شعاری کے سمجھا معانی
"پس انداز کرنا ترقی کا گُر ہے" — کھلا تجربہ سے یہ رازِ نہانی
ذخیرہ لگا تخم کا جمع کرنے — کرے سال آئندہ تا قلبہ رانی
ہوا جمع سرمایہ جب رفتہ رفتہ — تو پھر دل میں اس نے ترقی کی ٹھانی
سمجھتے ہو "سرمایہ" جس کو عزیزو! — اسی کو تجارت کا کہتے ہیں بانی
جو سرمایہ کو اہل دولت ترستے — تو کھلتے نہ ہرگز تجارت کے رستے

(۲)

کوئی حرفہ ہو یا کہ ہو دستکاری — یہ سب ہے بہار کفایت شعاری
کفایت شعاروں کا سرمایہ ہے وہ — کیا کارخانوں کو ہے جس نے جاری
جہاز اور ریلیں چلائی ہیں جس نے — یہ سرمایہ داروں کی دولت ہے ساری
یہی وہ جماعت ہے دنیا میں یارو! — نہیں جس سے منہ پھیرتی بختیاری
پس انداز کرتے ہیں ہر کام میں وہ — نہ کیوں اُن کو حاصل ہو پھر کامگاری
نہ ہو گر وجود اُن کا ہنگامہ آرا — تو بازار دنیا ہو رونق سے عاری
انھیں کے ہی دم سے دمامہ جہاں کا — نہ ہوں یہ تو ہونے لگے دم شماری
وسیلہ ہے دولت کا انجام بینی — ذریعہ ہے راحت کا سرمایہ داری
نہ انجام بینی کی ہو روشنی گر — تو روئے تجارت پہ ظلمت ہو طاری
نہ سرمایہ داری کی ہو تازگی گر — تو باغ عمل کی نہ ہو آبیاری

پنجاب کے مسلمان زمینداروں کی اقتصادی حالت

(یہ وہ تقریر ہے جو سید طفیل احمد صاحب نے ۲۰ دسمبر ۱۹۲۲ء کو جلسہ انجمن حمایت اسلام لاہور میں کی)

۱۔ معذرت

میں اراکین انجمن حمایت اسلام کا دلی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اپنے کرم سے مجھے آج دوسری بار اپنے خیالات مسلمانوں کی مالی حالت کے متعلق عرض کرنے کا موقع دیا ہے اگرچہ مجھے اسی کے ساتھ اس بات کا افسوس بھی ہے کہ مجھے آپ کے سامنے نہایت خشک اور دلوں کو افسردہ کرنے والے واقعات عرض کرنے پڑتے ہیں۔ تاہم اس قدر عرض کرنے کی میں ضرور جرأت کرتا ہوں کہ جس مسئلہ کو میں ایک عامیانہ طریقہ سے پیش کرتا ہوں، اگر اس کی طرف پنجاب کے ذی علم، ذی رتبہ اور اقبال اصحاب کو توجہ ہوگئی تو کچھ مدت بعد آپ دیکھیں گے کہ جو مصائب آپ کو انجمن اور اسلامیہ کالج کے لئے سرمایہ فراہم کرنے میں اُٹھانے پڑتے ہیں اُن میں بہت کچھ کمی ہو جائے گی اور نہایت کم کوشش سے آپ کو اور آپ کی آیندہ نسلوں کو بہ افراط روپیہ ملا کریگا۔

مسلمانوں کا ایک وہ زمانہ تھا جب کہ لوگ جھولیوں میں سونا بھر کر مدینہ منورہ کی گلیوں میں پکارتے پھرا کرتے تھے اور کوئی لینے والا نہ ملتا تھا۔ برخلاف اس کے اب اسکول کے بچوں سے لے کر قوم کے معزز ترین اصحاب تک چندہ کے لئے گھر گھر مارے پھرتے ہیں اور تنخواہ دار سفیر بھیج کر ہزاروں روپیہ صرف کرتے ہیں مگر قوم کی نہ مقامی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور نہ مرکزی۔ مغربی ممالک کی نسبت یہ سنا جاتا ہے کہ جب وہاں کوئی نفع عام کا کام جاری ہوتا ہے تو پبلک کو محض اخبارات کے ذریعہ سے آگاہ کر دیا جاتا ہے کہ فلاں کام کے لئے روپیہ کی اس قدر ضرورت ہے۔ اسی وقت لاکھوں کے چک آنے شروع ہو جاتے ہیں اور چند روز میں فہرست مکمل ہو جاتی ہے۔ چند سال ہوئے لندن کے ایک گوشہ کی طرف جو ہمیڈ کے نام سے مشہور ہے کوئی جنگل واقع تھا۔ اُسے صاف کر کے آباد کرنے کی ضرورت ہوئی صرف ایک شخص نے بلا اظہار نام کے آٹھ لاکھ روپیہ کا چک بھیج دیا اور کام پورا ہو گیا اور محض جنگل کی صفائی کے لئے یہ رقم مل گئی اور تعلیمی اور خیراتی کاموں کے لئے تو کروڑوں روپیہ ہر طرف سے برستا رہتا ہے یہ خبریں ہماری سمجھ میں تو کسی طرح آتی نہیں کیوں کہ یہاں تو جو لوگ پبلک کام کرتے ہیں ان کی قوت اور عمر کا بہترین حصہ ذلیل قسم کی چاپلوسی، خوشامد اور گداگری میں گزر جاتا ہے اور پھر بھی دنیا سے مایوس جاتے ہیں۔ بہرحال قومی کاموں کے لئے چندہ وصول کرنے میں جو روحی تکالیف پیش آتی ہیں اور جو خرچ پڑتا ہے اُن کی تفصیل کے لئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہوں گے۔ اس لئے

میں اختصار کے ساتھ صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ تمام تر مصائب ہمارے افراد کی ناداری کے نتیجے ہیں جس کے دور کرنے کی طرف ہمیں جلد سے جلد متوجہ ہونا چاہیئے۔

سال گزشتہ کے مضمون میں جو میں نے مسلمانان پنجاب کی اقتصادی حالت کے متعلق آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا' اس میں میں نے زمینداروں کی حالت کو دانستہ نظر انداز کر دیا تھا۔ کیوں کہ اس کے لئے ایک مستقل مضمون کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اب میں صرف پنجاب کے مسلمان زمینداروں کی نسبت عرض کرنا چاہتا ہوں جو ہماری سوسائٹی کی سب سے اہم جماعت ہو۔ سب سے اہم اس لئے کہ زمینداری سلطنت سے اشبہ' سلطنت کی جزو اعظم اور سلطنت سے قریب تر ہے۔ اس صوبہ میں مسلمان عرصہ دراز سے زمین پر قابض تھے چنانچہ اب تک زمینداری اور کاشتکاری میں ان کی تعداد چھپن فی صدی یا نصف سے زیادہ ہے اور بعض کتابوں میں میں نے دیکھا ہے کہ دو ثلث کے قریب ہو۔

پھر یہ کہ کاشت کے مواقع کے اعتبار سے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دنیا بھر میں پنجاب کی برابر زرخیز کوئی صوبہ نہیں ہے۔ اور اب بیس ہزار میل کی نہروں نے ترقی کے وسایل کو بدرجہا زیادہ بڑھا دیا ہے اب دیکھنا یہ ہو کہ مسلمانوں نے بحیثیت زمیندار اور کاشتکار ہونے پر ان بے نظیر مواقع سے کہاں تک نفع اٹھایا۔

۲- انگریزی عملداری سے قبل

اس امر کے جانچنے کے لئے ہمیں چند دور قائم کرنے پڑیں گے۔ پہلا دور انگریزی عملداری سے پہلے کا تھا جبکہ زمین کی مالک سلطنت تھی اور زمیندار کو اراضی میں حقوق مالکانہ اور حقوق انتقال حاصل نہ تھے اور وہ مثل ایک مستاجر کے تھا اُن دنوں کاشت سے جو کچھ پیدا ہوتا کاشتکار۔ اس کا ایک حصہ زمیندار کو اور زمیندار حاکم وقت کو دیتا تھا اگر کچھ پیدا نہ ہوتا تو کچھ نہ دیتا۔ اس وقت اراضی کا محصول بھی نقدی کی صورت میں نہ دینا پڑتا تھا اور اس لئے مہاجن سے روپیہ قرض لینے کی ضرورت نہ پڑتی تھی اگر ضرورت پڑتی تو زیادہ تعداد میں روپیہ نہ مل سکتا تھا۔ اور جس قدر ملتا تھا تو اس کی شرح سود ایک روپیہ سینکڑہ سے لے کر زیادہ سے زیادہ دو روپیہ سینکڑہ تک تھی۔ حتّٰی کہ معزز مہاجنوں میں دو روپیہ سینکڑہ سے زیادہ سود لینا معیوب سمجھا جاتا تھا جس کی تصدیق کرنیل ڈیس نے جو پنجاب کے ایک سولین تھے کی ہے۔

۳- اراضی میں حقوق مالکانہ ملنے کا دور

دوسرا دور اس صوبہ میں انگریزی عملداری سے شروع ہوتا ہے۔ جب کہ ۱۸۴۹ء میں گورنمنٹ نے بجائے جنس کے نقد مال گزاری مقرر کر دی اور زمینداروں کو اپنی مقبوضہ اراضی رہن اور بیع کرنے کے اختیارات

دے دئے۔ رہن اور بیع کے اختیارات نے رعایا کی مالی حیثیت کو دس گونہ سے لے کر بیس گونہ تک بڑھا دیا۔ جن لوگوں کو مشکل میں روپیہ قرض مل سکتے تھے انہیں اراضی کی کفالت پر صد ہا روپیہ ملنے لگا۔ سرکاری لگان ادا کرنے کے لئے قرض، روزمرہ کی ضروریات کے لئے قرض، شادی اور غمی کی تقریبات کے لئے قرض حتیٰ کہ اسراف اور عیش پرستی کے لئے قرض ملنے لگا اور زر قرضہ پر سود، سود در سود اس کے بعد ڈگری اور ڈگری کے بعد نیلام کی نوبت آنے لگی۔

تمام سرکاری رپورٹوں میں تحریر ہے کہ مسلمان اسے روپیہ رکھنا نہ جانتے تھے۔ پہلے انہیں قرض نہ مل سکتا تھا اس لئے اگر کھانے کو نہ ملتا تو بھوکے رہتے۔ اس تبدیلی سے انہیں تو اس سے خوشی ہوئی خوب قرض ملنے لگا جس سے وہ سمجھے کہ وہ بڑے دولتمند ہو گئے اور رہا جنوں کو اس سے خوشی ہوئی کہ قرضہ کے بدلے میں اُن کے ہاتھ جائدادیں آنے لگیں اور تھوڑے عرصہ میں بڑے بڑے زمیندار بن گئے۔

۴۔ شرح سود کی آزادی کا اثر

چونکہ زمینداریوں کے انتقال میں سودی کاروبار کا بڑا حصہ تھا اس لئے سود کے متعلق چند تاریخی واقعات عرض کرنا غالباً بے موقعہ نہ ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ سود چونکہ انسانوں کی صرف ایک محدود تعداد کے لئے نفع بخش اور زیادہ کے لئے مضر اور ان کی بربادی کا باعث تھا اس لئے اس کی ممانعت ہر قوم و مذہب میں تھی۔ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس میں سود ممنوع اور معیوب نہ رہا ہو۔ اُسے مذہبی اور ملکی قوانین دونوں نے روکنے کی کوشش کی۔ مگر وہ کبھی نہ رک سکا بلکہ ممانعت سے اس کی شرح بڑھ جاتی تھی۔ کیوں کہ جب لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اُن کے روپیہ کا سود علانیہ وصول نہیں ہو سکتا تو اس کی وصولی مشتبہ ہونے کی وجہ سے شرح سود بڑھ جاتی تھی۔ بالآخر بہت سے تجربوں کے بعد انگلستان میں سنہ ۱۵۴۵ء میں شرح سود کی حد دس فی صدی مقرر کی گئی۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ یورپ میں سودی قرضہ زیادہ تر غربا اور ضرورت مند لوگ لیتے تھے۔ اور اس سے اپنی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ مگر جب صنعتی کاروبار کا دور شروع ہوا تو روپیہ کاروبار تجارت اور کارخانوں میں لگانے کے لئے قرض لیا جانے لگا جس میں قرض دینے والے اور لینے والے دونوں کا نفع تھا اس نے ملک کی دولت میں اضافہ کیا جس سے شرح سود خود بخود کم ہونے لگی۔ اسے دیکھ کر انگلستان میں سلطنت نے سنہ ۱۶۲۴ء میں شرح سود دس فی صدی سے گھٹا کر آٹھ فی صدی کر دی۔ پھر سنہ ۱۶۵۱ء میں چھ فی صدی اس کے بعد پانچ فی صدی کی اور انجام کار سنہ ۱۸۵۴ء میں تعین شرح سود کا قانون بالکل منسوخ کر دیا اور لوگوں کو سود کی داد و ستد میں بالکل آزاد کر دیا۔ اس آزادی کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان میں شرح سود ایک [illegible] انگلستان [illegible] صدیوں کے تجربہ کے بعد اس نتیجہ

پر پہونچا تھا کہ سود پر تمام بندشیں اٹھا دینے سے روپیہ آزادی کے ساتھ کاروبار میں لگ کر ملک کی ترقی کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ انگریزی گورنمنٹ نے ہندوستان میں بھی ۱۸۵۵ء میں سود کو بالکل آزاد کر دیا۔

اس طرح سات سال کے عرصہ میں دو قانون پے در پے ایسے پاس ہوئے جنھوں نے مسلمانوں کی حالت پر غیر معمولی اثر ڈالا ۱۸۴۹ء کے قانون کی رو سے زمیندار اراضی کے مالک ہو گئے جس سے ان کی حیثیت اور دولت بڑھ گئی۔ مگر مسلمان زمیندار کو حساب کتاب اور روپیہ سے تو کبھی سابقہ پڑا نہ تھا۔ اس قانون کی اجرا سے پہلے بھی اُس کے غلہ کا حساب کتاب گاؤں کا بنیہ جو مثل ایک ادنیٰ خادم کے تھا رکھتا تھا۔ اب غلہ کے بدلے جب نقد مال گزاری کی ضرورت ہوتی تو بنیہ سے روپیہ قرض لے کر ادا کرتا جو رفتہ رفتہ بڑھتا رہتا تھا۔ مگر ۱۸۵۵ء کے قانون نے جس کی رو سے شرح سود غیر محدود ہو گئی قرضہ کی تعداد اور مقدار کو بھی غیر محدود کر دیا۔

۵۔ سود کے قدیم اور جدید قوانین کا مقابلہ

اس سے قبل ہندوستان میں سود کا رواج ضرور تھا مگر بہت سی بندشوں کے ساتھ تھا۔ مثلاً زمانہ ہائے قدیم سے یہاں سود پر روپیہ دینے کے لئے صرف ویشوں کی ذات مخصوص تھی اور وہ صرف اس قدر کہ اصل رقم قرضہ سے سود کی رقم زیادہ نہ ہونے پائے۔ اس قانون کا نام دامِ دوپٹ تھا جو اب تک کلکتہ و صوبہ بمبئی اور برار میں جاری ہے اور جس کی رو سے ہندوؤں پر اصل رقم سے دوگنے سے زیادہ کی ڈگری نہیں ہو سکتی۔

مگر ۱۸۵۵ء کے قانون نے سود کی تمام بندشوں کو توڑ دیا۔ پہلے قرضہ وصول کرنے کے لئے کوئی خاص قوانین نہ تھے اور نہ اس کے لئے کوئی خاص چارہ کار تھا۔ قرضہ کی ادائگی ایک اخلاقی فرض تھا اس لئے قرضہ نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا رہتا تھا اور مدیون کی اولاد اپنی بساط کے موافق اس کے ادا کرنے کے لئے تیار رہتی تھی۔ مگر قانون میعاد کے اجرا سے دائن کے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ وہ چھ سال کے اندر اپنا قرضہ وصول کر لے ورنہ اس کا قرضہ مارا جائے گا۔ یہ میعاد بعد میں صرف تین سال رہ گئی۔

اس کی وجہ سے عدالتوں میں نالشوں کی بھر مار ہونے لگی، اور اسی کی وجہ سے شرح سود بڑھی۔ سادہ سود کی جگہ سود در سود ہو گیا۔ ایک روپیہ سالانہ سود کی جگہ دو تین روپیہ تک سود بڑھ گیا اور دیہات میں آدھ آنہ اور ایک آنہ فی روپیہ ماہوار کے حساب سے چھتیر فی صدی سالانہ تک پہونچ گیا۔ مدیون یہ کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح سے میعاد گزر جائے تاکہ وہ قرضہ کے بار سے بغیر ادا کئے ہوئے سبکدوش ہو جائے۔ غرض کہ ان وجوہ سے مقدمہ بازی کی بنیاد قایم ہو گئی۔ قرضہ کی علت میں منقولہ اور غیر منقولہ جائداد اور مویشی نیلام ہونے لگے اور مدیون گرفتار ہو کر جیل خانہ جانے لگے۔

۶۔ مسلمانوں کی قرضداری کے اعداد

ان وجوہ سے مسلمان زمینداروں کی بربادی کی کوئی حد و انتہا نہ رہی۔ مثلاً مسٹر رابرٹسن نے راولپنڈی کی نسبت لکھا ہے کہ وہاں اسّی فی صدی زمیندار مقروض تھے۔ یہ حالت دیکھ کر افسران ضلع کو خیال ہوا کہ یہ قرضداری صرف مسلمانوں کے مسرفانہ عادات کی وجہ سے ہے۔ اس لئے انہوں نے ۱۸۹۶ء میں شمالی سندھ کے چند اضلاع میں تحقیقات کرائی جس کے نتائج حسب ذیل ہیں۔

مُسرف زمیندار	۱۵ فیصدی
باوجود محتاط ہونے کے مقروض	۵۰ فیصدی

اسی تحقیقات میں یہ بھی معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے قبضہ میں ۴۰ فی صدی اراضی بیع یا رہن ہو کر پہنچ چکی ہے۔ اسی طرح ۱۹۰۹ء میں ضلع مظفر گڑھ میں تحقیقات کرائی گئی جس سے معلوم ہوا کہ ۸۰ فی صدی مسلمان مقروض ہیں اور ہندو مسلمانوں کی نسبتی حالت حسب ذیل ہے۔

(۱) مسلمان مُسرف اور غریب ہیں	(۱) ہندو کفایت شعار اور خوش حال ہیں
(۲) مسلمان جاہل ہیں	(۲) ہندو لکھے پڑھے اور تعلیم یافتہ ہیں
(۳) مسلمان جرائم کے عادی ہیں	(۳) ہندو پرامن زندگی بسر کرتے ہیں
(۴) مسلمان صرف زراعت پیشہ ہیں	(۴) ہندو زراعت کے ساتھ روپیہ کی داد و ستد اور تجارت کرتے ہیں
(۵) مسلمان اراضی خریدنے کے لئے قرضہ لیتے ہیں	(۵) ہندو قرضہ کے بدلے اراضی حاصل کرتے ہیں

اکثر احباب سمجھتے ہیں کہ ہندوستان سے مسلمانوں کی سلطنت جاتے رہنے اور اس کے بعد غدر کے واقعات نے مسلمانوں کو برباد کر دیا۔ مگر میں دعوے کے ساتھ قوم کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کرنے کے لئے تیار ہوں کہ جس قانون کے اجراء نے بقول پنجاب کے مشہور مسٹر تھاربرن کے "داد و ستد کرنے والی قوموں کو سونے کی کانوں تک پہونچا دیا" اسی نے مسلمانوں کو تھوڑے عرصہ میں فارغ البالی کی بلندی سے گرا کر افلاس کی خندق میں پہونچا دیا۔ جو چیز ہندوؤں کے لئے رحمت ثابت ہوئی وہ مسلمانوں کے لئے سراپا زحمت ہی زحمت ہو گئی ہے وہ اس طرح کہ زمین کو رہن اور بیع کرنے کے اختیارات حاصل ہونے سے تو بہ کثرت روپیہ قرض لیا گیا اور قرض لیا ہوا روپیہ شرح سود اور سود در سود کی آزادی سے اس قدر تیزی کے ساتھ بڑھا جس کا پورا اندازہ آج تک بھی مسلمانوں کو نہیں ہوتا جب وہ اپنی تمام جائدادیں قرضہ کی نظر کر چکے۔

۷۔ سود کی مضرت سے بچنے کے قوانین

اس حالت کو دیکھ کر بقول مسٹر تھاربرن کے (جنھوں نے بعد میں پنجاب میں قانون انتقال اراضی پاس کرایا) حکام وقت کو یہ اندیشہ

ہوا کہ بالعموم جملہ اقوام کے زمیندار اور بالخصوص مسلمان زمیندار ننگے بھوکے ہو کر ملک میں فساد اور بلوے کریں گے اس لئے انھوں نے ایسے قوانین تجویز کئے جن سے پرانی زمینداریاں قایم رہیں - اس کے لئے مختلف صوبوں میں مختلف قوانین جاری کئے گئے مثلاً ۱۸۷۶ء میں سندھ کی زیر بار قرضہ جائدادوں کا قانون - ۱۸۸۴ء میں کاشتکاروں کا قانون ۱۸۸۳ء میں ترقی حیثیت اراضی کا قانون - ۱۹۰۱ء میں کاشتکاروں کی امداد کا قانون ۱۸۸۲ء میں جھانسی کی زیر بار قرضہ جائدادوں کا قانون - ۱۸۷۹ء میں دکن کی رعایا کا قانون اور ۱۹۰۱ء میں پنجاب کا قانون انتقال اراضی پاس ہوا۔

۸ - قانون انتقال اراضی کا دور

مندرجہ بالا قوانین کی تفصیلات کو طوالت کے اندیشہ سے ترک کر دیا گیا ہے - البتہ جس قدر قوانین پاس ہوئے اُن میں سب سے اہم پنجاب کا قانون انتقال اراضی تھا جو مسٹر تھاربرن کی رحم دلی اور غیر معمولی کوشش کا نتیجہ تھا - اس قانون کی روسے اراضی اُن ذاتوں کے حق میں منتقل ہونی بند ہوگئی جن کا پیشہ خالص وادستد تھا اور جو زراعت پیشہ نہ تھیں - اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ زمینداروں کی جائدادنیوں اور کھتریوں کے پاس رہن اور بیع ہونی بند ہوگئیں اور ہزاروں خاندان بربادی اور تباہی سے بچ گئے - اس قانون کے پاس ہونے سے دس سال قبل کے دوران میں پنجاب کا قرضہ بقدر سولہ کروڑ کے بڑھ گیا تھا - مگر یہ قانون پاس ہونے کے دس سال کے اندر صرف نو کروڑ یعنی بقدر نصف کے بڑھا - جس سے اس صوبہ کو بدیہی نفع پہونچا۔

۹ - قانون انجمن امداد باہمی

انتقال اراضی کا قانون نافذ ہوتے کے تین سال بعد سر ڈینزل ابیسن (Sir Danzil Ibbetsan) کے زمانہ میں ۱۹۰۴ء میں ایک قانون انجمن ہائے امداد باہمی پاس ہوا - اور اس سے ایک کی جگہ دو مفید قوانین ہوگئے جنھوں نے مل کر پنجاب کے زمیندار کاشتکاروں کی دولت میں خوب اضافہ کیا - خوش نصیبی سے اس محکمہ میں پنجاب کو ایسے ہمدرد افسر ملے جن کی نظیر دوسرے صوبوں میں کم ملے گی اور جن کی کوشش سے دیہات میں زندگی کی ایک نئی روح پھونک گئی اور بیس سال کے عرصہ میں کل ہندوستان کی چھپن ہزار انجمنوں میں سے دس ہزار انجمنیں صرف پنجاب میں ہوگئیں - گویا مردم شماری کے حساب سے جس قدر ہونی چاہئے تھیں اس سے دوگنا انجمن ہائے امداد باہمی قائم ہوئیں -

پھر یہ کہ پنجاب میں سودخواروں کی اس قدر کثرت ہے کہ الاماں الحفیظ - یعنی پنجاب کو چھوڑ کر تمام ہندوستان میں جتنے مہاجن ہیں اُن سے تین گونہ صرف پنجاب میں ہیں - یہاں داوستد کے پیشہ کا اس قدر زور ہے کہ مہاجنوں کی آمدنی کا مقابلہ زندگی کا کوئی شعبہ نہیں کرسکتا - ان کی آمدنی نہ صرف تمام ملازمت پیشہ لوگوں سے زیادہ ہے بلکہ صنعت

و حرفت کے کارخانوں کی آمدنی سے بھی دو چند ہے۔ ان کی سالانہ آمدنی کا تخمینہ انکم ٹیکس کے حساب سے جو وہ ادا کرتے ہیں چھ کروڑ سالانہ کیا جاتا ہے۔ مگر پنجاب کے زمیندار کاشتکاروں نے کچھ تو ذاتی دادوستد سے اور کچھ قانون انتقال اراضی اور انجمن ہائے امداد باہمی کی مدد سے مہاجنوں کا مقابلہ نہایت کامیابی سے کیا اور گزشتہ دس سال میں ان کی تعداد بقدر دس فی صدی کے گھٹادی اور مسٹر ڈارلنگ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جالندھر میں سکھ جاٹ اس ضلع کے ساہوکاروں کو بے دخل کر رہے ہیں اور امرتسر، لدھیانہ اور ہوشیارپور کے ساہوکاروں کا برابرانہ مقابلہ کر رہے ہیں۔ مسٹر ڈارلنگ نے یہ بھی لکھا ہے کہ لائل پور کے سکھ کاشتکار جنوبی یورپ کے کاشتکاروں سے زیادہ خوش حال ہیں۔

۱۰۔ مفید ترین قوانین سے مسلمانوں نے نفع نہیں اٹھایا

مگر اب سوال یہ ہے کہ ان تمام مفید ترین حالات اور بہترین قوانین کی موجودگی میں جو بیس پچیس سال سے جاری ہیں مسلمانوں نے کیا نفع اٹھایا اس سوال کے جواب میں اخبارات کے کالم اور سرکاری رپورٹیں مسلمانوں کی نوحہ خوانی سے پُرنظر آتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ایک اخبار میں لکھا تھا کہ لودھیانہ اور ہوشیارپور کے مسلمان زمینداروں کے قرضوں کا اوسط ان کے سرکاری مالیہ سے ۳۲ گونہ ہے۔ دوسری جگہ لکھا تھا کہ مسلمانوں پر ساٹھ کروڑ قرضہ ہے۔ ایک تیسرے اخبار میں لکھا تھا کہ پنجاب میں ہندوؤں کی تعداد مسلمانوں سے کسی قدر کم ہے مگر ٹیکس دہندگان میں مسلمانوں سے تیرہ گونہ ہے اور خود میں نے مردم شماری کی رپورٹ میں دیکھا کہ ہندو جو رقم انکم ٹیکس میں دیتے ہیں وہ مسلمانوں کی مجموعی رقم سے ۲۰ گونہ ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ہندو دولت کے اعتبار سے مسلمانوں سے بیس گونہ ہیں۔ مسٹر ڈارلنگ نے مظفرگڈھ کے بلوچیوں کی نسبت لکھا ہے کہ "اُن کی سو فی صدی یعنی تمام اراضی ہندوؤں کے پاس رہن ہوگئی جو اس کی کل پیداوار پر قابض ہیں اور نام نہاد مالکان اراضی سے غلاموں کے سے کام لیتے ہیں۔ اُن سے مشقت کراتے ہیں اور مویشی اور پانی کی چوری کراتے ہیں۔"

مسٹر ڈارلنگ موصوف نے مسلمانوں کی قابل رحم حالت سے متاثر ہوکر لکھا ہے کہ

> "قرضہ کے گراں بار میں دب کر کوئی شخص یہ امید نہیں کرسکتا کہ اس کے قویٰ کا نشوونما ہوگا۔ اور یہ کلیہ اگر افراد کے لئے درست ہے تو جماعتوں کے لئے بھی ضرور درست ہونا چاہئے پس جب تک کہ مسلمان قرضہ کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں وہ اپنی حالت کسی طرح بہتر نہیں کرسکتے۔ اور بدترین امر یہ ہے کہ یہ قرضہ ہندوؤں اور سکھوں کا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہمی تعلقات میں کشیدگی ہے اور رنجش کی موجودگی صوبہ کی پوری ترقی

اور نشو و نما کے لئے مضر ہو۔ کیونکہ جس خاندان میں اندرونی نزاع ہو اس کا قایم رہنا مشکل ہوتا ہے"۔

۱۱- غیر مسلم زمینداروں نے بنیوں کی جگہ لے لی

تمام ہندوستان کے مسلمان، پنجاب کے مسلمانوں کو رشک کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ ان کی جائدادیں قانون انتقال اراضی کی وجہ سے محفوظ ہیں مگر جب کسی جماعت میں قانون سے فائدہ اُٹھانے کی اہلیت نہ ہو تو قانون زبردستی کہاں تک فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ موجودہ قوانین کی رُو سے زراعت پیشہ ذاتوں کی جائدادیں غیر زراعت پیشہ ذاتوں کے نام منتقل نہیں ہو سکتیں مگر جب مسلمانوں کو قرضہ لینے اور جائداد رہن و بیع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اول تو فریقین سیکڑوں صورتیں بیع و رہن کی نکال سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جب سے مہاجن کے لئے مزروعہ اراضی کو لینے حق میں رہن و بیع کرانے کا دروازہ بند ہوا ہے، مہاجنوں کی جگہ غیر مسلم زمینداروں اور کاشتکاروں نے روپیہ کی دادوستد کا کام اختیار کر لیا اور اب وہ لوگ قانون کی رو سے اسی طرح مسلمانوں کی جائدادیں حاصل کر رہے ہیں جس طرح سے کہ مہاجن اور کھتری حاصل کیا کرتے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بعض اضلاع سے سود خوار مہاجن کو خارج کر کے اس کی جگہ لے لی ہے۔ ان کی نسبت ایک زمیندار نے مسٹر ڈارلنگ سے یہ لطیفہ کہا تھا کہ "اگر قانون انتقال اراضی نے بھیڑ کو بھیڑیے کے پنجوں سے چھوڑایا تھا تو صرف اس لئے کہ اُسے قصاب کے سپرد کر دے"۔

گویا کہ زمیندار یعنی مسلمان زمینداروں کی قسمت میں تو بربادی لکھی ہے خواہ وہ بنیہ اور کھتری کے ہاتھوں سے ہو یا سکھ اور جاٹ کاشتکاروں کے ہاتھوں سے۔

۱۲- قانون انتقال اراضی کی منسوخی کا مسئلہ

ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس قسم کے قوانین جیسا کہ قانون انتقال اراضی ہے محض عارضی حالات کی بنا پر عارضی فواید کے لئے جاری ہوا کرتے ہیں۔ جیسا کہ کورٹ آف وارڈس کا قانون نابالغوں کے لئے ہے جب نابالغی کا زمانہ گزر جاتا ہے تو پھر اس قانون کا نفاذ اس پر سے اٹھا لیا جاتا ہے۔ چنانچہ مسٹر تھاربرن نے قانون انتقال اراضی کی ضرورت ثابت کرنے کے لئے مسلمانوں کی نسبت کہا تھا کہ

"عقل معاش کے اعتبار سے وہ مثل ایک وحشی درندے کے ہیں"

گویا مسلمانوں میں عقل معاش پیدا کرنے کے لئے یہ قانون پچیس سال سے نافذ ہے مگر کچھ لوگ اس قانون کو عرصہ تک جاری رکھنا ملک کے لئے مضر سمجھتے ہیں اور اس کے کچھ نقصانات بیان کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ جو قانون کسی جماعت کی حفاظت کے لئے نافذ کیا جاتا ہے اگر وہ عرصہ تک قایم رہے تو اس جماعت کو کمزور کر دیتا ہے

جیسے کسی بچہ کا ہاتھ پکڑ کر اُسے چلاتے رہیں تو وہ چلنا نہیں سیکھتا۔ اور کمزور ہوجاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زمینداری اور کاشتکاری کی ترقی اس وقت زیادہ ہوسکتی ہے جب کہ اس پیشہ میں ذی فہم اور تعلیم یافتہ لوگ شریک ہوں۔ یہ لوگ بالعموم شہروں میں رہتے ہیں اور موجودہ قانون کی وجہ سے زمینداریاں نہیں خرید سکتے اگر انھیں خریداری کی اجازت ہو تو وہ کاشت کے کاموں میں اپنا سرمایہ اور دماغ صرف کریں اور تب ملک کو خوب ترقی ہو۔ غرض کہ اس قسم کی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں اور خود مسٹر ڈارلنگ نے اپنی کتاب میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ "اب وہ وقت آگیا کہ قانون انتقال اراضی میں ترمیم کردی جائے"۔

اگر خدانخواستہ یہ قانون منسوخ یا ترمیم ہوگیا تو خطرہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا جو ایک خیالی سہارا تھا وہ بھی باقی نہ رہے گا۔ "خیالی سہارے" کا لفظ اس لئے عرض کیا گیا ہے کہ جو مختلف قوانین کمزور جماعتوں کے لئے مختلف اوقات میں نافذ ہوئے اگر وہ مرض کے صحیح علاج ہوتے تو وہ ضرور مسلمانوں کو مستقل نفع پہونچاتے مگر یہاں تو ہنوز روز اول کا مضمون صادق آتا ہے۔

اس موقع پر میں اس امر کو واضح کردینا چاہتا ہوں کہ جو اصحاب مسلمانوں کی بربادی روکنے کے لئے مختلف اوقات میں کونسلوں میں قانونی مسودات پیش کرتے رہے ہیں وہ نہایت شکر گزاری کے مستحق ہیں اور قوم کو ان کی ہر طرح امداد اور ہمت افزائی کرنی چاہئے مگر تمام قوم کا قانونی ترمیمات کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا بڑی پست ہمتی کی علامت ہے۔ بالخصوص مسلمانوں کے لئے جو ایک جری اور بہادر قوم رہی ہے یہ گری ہوئی بات ہے کہ ان کا ہر کومہ خاص مراعات خاص قوانین اور حفاظتی قواعد کی جستجو میں رہا کرے۔ جیساکہ عرض کیا گیا، حفاظتی قوانین تو کم کمزور کرنے والے ہوتے ہیں۔ ہمیں اب اپنے آپ کو اس قابل بنانا چاہئے کہ جس طرح تیر و تبر، نیزہ و تلوار، توپ و تفنگ کی لڑائیوں میں ہم کھلے میدانوں میں لڑ کر کامیاب ہوئے اسی طرح اب سرمایہ داری اور روپیہ کے کاروبار میں بغیر قانونی آڑ اور امداد کے کیوں نہ فتح حاصل کریں۔

۱۳۔ باوجود قانون انتقال اراضی کے قرضہ میں زیادتی

یہ یقینی امر ہے کہ پنجاب نے گزشتہ پچیس سال میں بہت دولت پیدا کی جس میں مسلمانوں کی محنت کا بھی بڑا حصہ ہے۔ بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ محنت کرنے میں وہ دیگر اقوام سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہیں مگر بقول مسٹر تھاربرن کے

"مسلمان اس لئے محنت کرتے ہیں کہ دوسرے لوگ اس سے آرام پائیں اور اس لئے بوتے ہیں کہ دوسرے لوگ اسے کاٹیں۔ اُمید انھیں چھوڑ دیتی ہے اور مایوسی اُن پر

مسلط ہو جاتی ہے۔ اور آزاد انسانوں کی خوبیوں کی جگہ اُن میں غلاموں کی عیوب
پیدا ہو جاتے ہیں"

اگر مسٹر تھاربرن کے یہ الفاظ پیش کرنے کسی صاحب کو ناگوار ہوں تو میں اس کی معافی چاہتا ہوں - میری غرض صرف یہ ہی کہ مسلمان محنت میں دوسروں سے کم نہیں - مگر اس صوبہ میں باوجود انتقال اراضی پاس ہوجانے کے ایک حد تک مسلمانوں کی وجہ سے کل صوبہ کا قرضہ بڑھ گیا ہے اور شرح سود بھی نہیں گھٹی - پہلے عرض کیا گیا ہے کہ قانون انتقال اراضی نافذ ہونے میں پنجاب کا مجموعی قرضہ گھٹ گیا تھا - مگر کچھ عرصہ بعد جب زراعت پیشہ اقوام نے روپیہ کا لین دین شروع کر دیا اور اُن کے پاس مسلمانوں نے اپنی زمینداریاں مکفول اور رہن کرنی شروع کر دیں تو پھر ملک کا قرضہ بڑھ گیا - جیسا کہ حسب ذیل اعداد سے واضح ہوگا -

سنہ ۱۸۹۳ - ۱۹۰۲ء تک	یعنی قانون انتقال اراضی نافذ ہونے سے قبل	قرضہ بقدر	۱۶ کروڑ بڑھا
سنہ ۱۹۰۳ - ۱۹۱۲ء تک	قانون مذکور نافذ ہونے کے فوراً بعد	" "	۹ کروڑ بڑھا
سنہ ۱۹۱۳ - ۱۹۲۲ء تک	یعنی گزشتہ دس سال میں جب سے زراعت پیشہ لوگ زیادہ داد ستد کرنے لگے	" "	۳۰ کروڑ کے بڑھا

ملکوں کا قرضہ بڑھنے سے ہمیشہ یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ اس سے انہیں نقصان ہی نقصان رہتا ہی - اگر روپیہ قرض لے کر ملک کی ترقی میں اور نفع آور کاموں میں لگایا جاتا ہے تو باوجود قرضہ بڑھنے کے وہ ملک کے لئے مفید ہوتا ہے - مگر پنجاب میں جو مقدار قرضہ کی بڑھی ہے اس کا بڑا حصہ مسلمانوں کے ہاتھوں اسراف عیش پرستی ، اور غیر نفع آور کاموں میں لگا ہے - اس کا اندازہ اس طرح کیا گیا ہے کہ جس قدر روپیہ زراعت کے کاموں میں لگا ہوا ہے اس سے کہیں زیادہ صوبہ کے قرضہ کی مقدار ہے - صوبہ کی پیداوار اگرچہ خوب رہی ہے جس سے روپیہ زیادہ آتا ہی مگر اسی کے ساتھ معاشرت بھی بڑھ رہی ہے اور جو لوگ روپیہ کا کچھ اور مصرف نہیں جانتے وہ لامحالہ عیش اور آرام اور لطف کی چیزوں پر روپیہ صرف کرتے ہیں -

۱۴ - مسلمانوں کے اسراف کی وجہ

مگر سب سے اہم سوال یہ ہی کہ روپیہ کو عیش پرستی میں صرف کرنے میں مسلمان ہی سب سے آگے کیوں ہیں ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان اب تک صرف دولت سے واقف ہیں اور سرمایہ سے واقف نہیں جس روز وہ سرمایہ سے واقف

ہوجائیں گے تو وہ بھی مثل دیگر اقوام کے محتاط کفایت شعار اور عاقبت اندیش ہوجائیں گے۔ مذہبی کتابوں میں جس قدر برائیاں دولت کی لکھی ہیں ان کا ایک ایک لفظ درست ہے۔ کیوں کہ دولت' اس روپیہ سے مراد ہے جو کسی کام میں نہ لگا ہو۔ اس حالت میں یا تو اسے جلد سے جلد صرف کرکے اس سے لطف اٹھایا جائے یا کسی آیندہ زمانہ میں اس سے لطف اٹھانے کے لئے اسے مکان میں یا زمین کے نیچے محفوظ کر دیا جائے۔ اگر اسے فوراً صرف کرکے لطف اٹھایا جاتا ہے تو یہ "اسراف" ہے۔ جس پر مسلمانوں کا عمل ہے اور جس کے لئے کلام پاک میں "تبذیر" کا لفظ آیا ہے اور مبذرین کو "اخوان الشیاطین" قرار دیا گیا ہے۔ برخلاف اس کے تکلیف اٹھا کر اگر روپیہ کو زیر زمین پہونچایا جائے اور اس طرح اُسے بیکار رکھا جائے اور ملک اور قوم کی ترقی اور نیک کاموں میں صرف ہونے سے روکا جائے تو یہ بخل ہے اور اس طریقہ پر روپیہ رکھنے والوں کے لئے کلام پاک میں آیا ہے۔ "وَیلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙالَّذِی جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ ۙ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗٓ اَخْلَدَہٗ ۚ کَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۙ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْحُطَمَةُ ۙ نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَةُ ۙ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَةِ ۙ اِنَّھَا عَلَیْھِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ"

اس سے معلوم ہوا کہ اسراف اور بخل دونوں مذموم اور مخرب اخلاق ہیں اور یہ دونوں فی الواقع دولت کے نتیجے ہیں نہ کہ سرمایہ کے۔ اور خود مجھے اقتصادی حالت کی ترقی کی تحریک کی نسبت اندیشہ رہتا ہے کہ مسلمان اس سے غلط فہمی میں نہ پڑجائیں۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ اگر ہندوستان کے مسلمانوں کو کہیں سے دس ارب روپیہ بھی مل جائے تو ان کی حالت اب سے بدتر ہوجائے گی۔ کیوں کہ وہ اور زیادہ مسرف اور عیش پرست ہوجائینگے۔ اس افلاس میں بھی ان کی یہ حالت ہے کہ بڑے شہروں میں جن میں مزدوروں کو اچھی مزدوری مل جاتی ہے تو وہ شراب خواری اور عیاشی میں صرف کرتے ہیں۔ اسی طرح جن علاقوں میں زیادہ پیداوار کی وجہ سے مسلمانوں کے پاس زیادہ روپیہ آتا ہے وہ بھی اسے ضایع کر دیتے ہیں۔

۱۵۔ سرمایہ کیا ہے؟

بہرحال جس چیز کے متعلق میں اصرار کرتا ہوں وہ دولت سے مختلف ہے اور وہ "سرمایہ" ہے۔ سرمایہ وہ روپیہ نہیں جو اپنی جیب میں رکھا ہو یا مکان میں دفن ہو بلکہ صرف وہ روپیہ ہے۔ جو کام کرنے والے مزدوروں کے کھانے اور کپڑے میں صرف ہوا ہو آلات زراعت میں، کارخانوں، ریلوں اور نہروں میں لگا ہو اور جس سے ملک کی حقیقی ترقی متصور ہو جب انسان کو ان کاموں میں روپیہ لگانے میں ذائقہ آنے لگتا ہے تو پھر اُسے اپنی ذات پر بجز قوت لایموت کے ایک پیسہ بھی صرف کرنا گراں گزرتا ہے۔ خود اپنے اس صوبہ کو دیکھ لیجئے کہ جن اضلاع میں سے نہروں کا گزر ہوا وہاں کے ہندو مسلمان' دونوں پر دولت برسنے لگی۔ مگر اس دولت کے ساتھ دونوں نے

کیا برتاؤ کیا ؟ ہندوؤں نے تو اس دولت کو سمیٹ کر اس کا ایک ایک پیسہ نفع آور کاموں اور روپیہ کے کاروبار میں لگا کر اُسے سرمایہ میں منتقل کر لیا جس سے اُن کی آمدنی بڑھنے کا ایک مستقل سلسلہ قائم ہو گیا ۔ برخلاف اس کے مسلمانوں نے صرف اپنی کمائی ہوئی دولت کو صرف کر ڈالا بلکہ ہندوؤں کا بھی روپیہ اُن سے قرض لے کر غیر نفع آور کاموں، اسراف اور عیش پرستی میں لگایا اور مفلس تر اور تنگدست ہو گئے ۔

میرے پاس اتفاق سے اسی ہفتہ میں ایک مسلمان پٹواری کا خط ضلع منٹگمری سے آیا ہے جس سے میرے اس خیال کی پوری تصدیق ہوتی ہے اس خط کا اقتباس یہ ہے ۔

" اس ضلع کے مسلمانوں کی حالت دیکھ کر سخت پریشان ہوں کہ تھوڑی سی رقموں سے اُن کے نام چند سال سے کس قدر قرض ہو گیا ۔ دوکان داران چک ذرا سی دوکان کے مالک ہوتے ہیں مگر بڑی بڑی اراضیات والے اُن کے سامنے ہیچ ہیں ۔ وہ فصل کی ساری جنس بھی لے لیتے ہیں ۔ مگر قرض جوں کا توں رہتا ہے ۔ اس میں کمی کی امید مشکل ہے ۔ کیونکہ یہ سب کچھ سود کا نتیجہ ہے ۔ زمینداران اراضی گویا دوکانداروں کے مفت کے مزارعہ ہیں ۔ ایسی صورت میں مسلمان کسی طرح ترقی کا مونہہ نہیں دیکھ سکتے ۔"

حضرات !

میں تفصیل کے ساتھ عرض کر چکا ہوں اور اب پھر اختصار کے ساتھ اُسے دہراتا ہوں کہ جو بے نظیر مواقع مسلمانوں کو پنجاب میں حاصل ہیں وہ ہندوستان کے کسی دوسرے صوبہ میں نہیں ہیں ۔ یہاں خدا کے فضل سے مسلمانوں کی مردم شماری زیادہ ہے اسی کے ساتھ زمینداروں اور کاشتکاروں میں ان کی تعداد زیادہ ہے ۔ جسمانی اعتبار سے یہاں کے مسلمان قوی ہیں ۔ کاشتکاری کی اغراض کے لئے یہاں کی زمین دنیا میں اول درجہ کی سمجھی جاتی ہے ۔ ایک ثلث رقبہ نہروں سے سیراب ہے ۔ آبادی کی نسبت سے زمین زیادہ ہے اس لئے کاشت کی وسعت و ترقی کے لئے میدان کشادہ ہے ۔ انتقال اراضی کا قانون جو مخصوص طور پر مسلمانوں کے لئے مفید ہے یہاں نافذ ہے اب سب سے بڑھ کر یہ کہ انجمن ہائے امداد باہمی کا بہترین نظام یہاں موجود ہے جو خاص کر مسلمانوں کے لئے خدا کی رحمت ہے ۔ مجھے یہ امر ظاہر کرنے میں نہایت خوشی ہے کہ پنجاب کے مسلمان اس سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھا رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ اس سے اور زیادہ نفع اُٹھائیں گے مگر باوجود بہترین مواقع کے جب پنجاب کی نسبت بھی یہ سننے میں آتا ہے کہ یہاں کے مسلمان بھی افلاس سے پریشان ہیں تو جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور دوسرے صوبہ کے مسلمانوں کے دلوں پر مایوسی طاری ہو جاتی ہے ۔ پس پنجاب کے مسلمانوں کی ہمت افزائی اور حوصلہ افزائی کے لئے اپنی مالی حالت کو درست کرنا چاہئے اور افلاس و گداگری کے دھبہ کو اپنے دامن سے دھو ڈالنا چاہئے ۔

آخر میں اپنے تعلیم یافتہ بزرگوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے اقتصادی مسئلہ کی طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں اور اپنے قیمتی وقت کا کچھ حصہ ان سرکاری رپورٹوں اور کتابوں کے مطالعہ میں صرف کریں جن سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت کا صحیح اندازہ ہو۔ خود میری حالت تو اس جاہل شخص کی مانند ہے جو کسی ایسے مقام پر جا پہونچا ہو کہ جہاں اس کے بھائی ذبح ہو رہے ہوں۔ اور انھیں ذبح ہوتا دیکھ کر وہ شخص اپنے گھر پر آکر لوگوں سے اپنے بھائیوں کے ذبح ہونے کے حالات بیان کرتا ہے۔ مگر چونکہ اس میں طلاقت لسانی نہیں۔ اظہار مطلب کی قابلیت نہیں خوش بیانی نہیں اس لئے اس کے کہنے کا اثر بہت کم ہوتا ہے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ جس منظر کا میں نے مشاہدہ کیا ہے اور جن رپورٹوں کی جھلک میں نے دیکھ لی ہے اُن کا مطالعہ ذی فہم اور تعلیم یافتہ اصحاب کرکے قومی بربادی اور اُس کے اسباب کا صحیح طور پر پتہ لگائیں۔

دنیا میں قومیں حاکم بھی رہی ہیں اور محکوم بھی۔ ہندوستان کی پُرانی قومیں ہزاروں برس غلامی میں رہی ہیں۔ اور شدید ترین مصائب انھوں نے جھیلے ہیں۔ مگر کبھی کوئی قوم افلاس وگداگری کے اس درجہ تک نہیں پہونچی جیسی کہ مسلمانوں کی قوم پہونچی ہوئی ہے۔ بلکہ بدقسمتی سے مسلمانوں کی خصوصیت اب یہ ہوگئی ہے کہ وہ حاکم ہوں یا محکوم، آزاد ہوں یا غلام، سب جگہ یکساں طور پر مفلس ونادار ہیں۔ ہمارے تعلیم یافتہ بھائیوں میں سے بعض اصحاب اہم تاریخی مسائل کی تحقیقات کرتے ہیں۔ یونیورسٹیوں میں ریسرچ کے کام کرتے ہیں۔ اُن کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اُن میں سے ایک دو اصحاب مسلمانوں کے افلاس وگداگری کے اسباب تلاش کرنے میں اپنا وقت صرف کریں۔ سب سے اول اپنے ضلع کے گزٹیر پڑھیں مردم شماری کی رپورٹیں پڑھیں۔ پچھلے جملہ بندوبستوں کی رپورٹیں پڑھیں اور دیکھیں کہ ہر بندوبست میں مسلمانوں کی کس قدر جائدادیں بتدریج کم ہوتی گئی ہیں اور اُن کے اسباب کیا ہیں۔ ہر سال دو سال بعد مختلف قسم کے کمیشن ملک میں بیٹھتے رہتے ہیں اُن کی ضخیم رپورٹیں پڑھنا ایک شخص کا کام نہیں ہے ان کا مطالعہ یہ معلوم کرنے کے لئے کریں کہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت میں کیا کیا اور کن کن وجوہ سے کمی یا بیشی ہوئی۔ غرض کہ یہ مضمون نہایت وسیع ہے۔ اور جس طرح مسٹر گھوکھلے نے ہندوستان کو آزادی دلانے کے لئے سرونٹ آف انڈیا سوسائٹی قایم کرکے پولیٹکل امور کے متعلق ایک کتب خانہ جمع کردیا اور نوجوانوں کو وظائف دے کر پولیٹکل ریسرچ کا کام کرایا۔ اسی طرح مسلمان اس قسم کا کوئی انتظام کریں۔ جس سے اُن کا اقتصادی مسئلہ حل ہو۔

کسی فرد یا قوم کی بدبختی اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی کہ اُس کے دل میں کسی چیز کا ولولہ ہو مگر اُس کے

حصول کے رُو سے صحیح ذرائع معلوم نہ ہوں۔ مسلمانان ہند کے دلوں میں مدت دراز سے نہ صرف اپنے ملک کو آزاد کرانے کی بلکہ تمام اسلامی ممالک اور مقامات مقدسہ کو غیر مسلموں کے اثر سے پاک کرنے کی تمنا ہے اور اُس کے لئے جان توڑ کوششیں کیجاتی ہیں۔ اِس تمنا کو پورا کرنے کے لئے کبھی ایک قوم سے اتحاد و دوستی کرنے کو ذریعہ حصول مقصد قرار دیا جاتا ہے اور کبھی دوسری قوم سے۔ جب اس میں ناکامی ہوتی ہے تو اُس کا ردعمل ہوتا ہے۔ اور جس سے دوستی ہوتی تھی اُس سے نفرت کیجاتی ہے اور جس سے نفرت تھی اُس سے دوستی کی تدابیر سوچی جاتی ہیں۔ جو قومی کمزوری کی خاص علامات میں سے ہے۔ اور اس دوران میں حصول سلطنت اور حصول آزادی تو درکنار صحرائی اور سکنی جائدادیں مکفول اور رہن ہو کر فروخت ہوتی جاتی ہیں۔ اور مستقبل قریب میں تو کیا مستقبل بعید میں بھی اس امر کی اُمید باقی نہیں رہتی کہ کوئی دوسری قوم مسلمانوں کو دوستی یا دشمنی کے قابل بھی سمجھے گی۔ پس مسلمانوں کو زیادہ اونچی باتیں چھوڑ کر سب سے مقدم اپنے گھروں کی خبر لینی چاہیئے اور اپنے حسب حال مناسب تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ مثلاً یہ کہ سب سے اوّل انجمنہائے امداد باہمی کی تحریک سے زیادہ سے زیادہ نفع اُٹھایا جائے۔ اور ہر زمیندار کوشش کرے کہ کم سے کم بقدر ایک سال کی مالگذاری کے اُس کا اثاثہ مستقل سرمایہ کی شکل میں کسی بنیک میں جمع ہو۔ پنجاب کے جن اضلاع میں مسلمانوں کی زیادتی ہے اُن میں ہر مقروض زمیندار کا قرضہ اوسطاً بقدر بیس یا پچیس سال کی مالگذاری کے ہے۔ برخلاف اس کے خوشحال اضلاع میں بقدر چار یا پانچ سال کی مالگذاری کے ہے۔ پس مسلمان زمینداروں میں سے ہر شخص اگر یہ کوشش کرے گا کہ بقدر اس کی ایک سال کی مالگذاری کے اُس کا سرمایہ محفوظ ہو تو مصیبت اور خشک سالی کے زمانہ میں وہ اثاثہ کام آئے گا۔ خان بہادر سید جعفر حسین صاحب چند ماہ سے ضلع میرٹھ کے دیہات میں اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر زمینداروں کا بنیک قایم کر رہے ہیں۔

جن مقامات میں انجمنہائے امداد باہمی کی تحریک نہیں پہونچی وہاں مسلمانوں کو اپنی ذاتی اور قومی حفاظت کے لئے مثل دیگر اقوام کے روپیہ کا کاروبار کرنا چاہیئے اور اپنے بھائیوں کو معین منافعہ پر قرض دے کر انھیں تجارت و صنعت میں مدد دینی چاہیئے۔ آپ صاحبوں نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ پچھلے دنوں بیرونی سرمایہ کو روکنے کے لئے ایک کمیٹی قایم ہوئی تھی۔ اُس نے اپنی رپورٹ میں یہ مشورہ دیا ہے کہ ہندوستانیوں کو بنیک کے کاروبار کی باقاعدہ تعلیم دی جائے۔ بنیکوں کے متعلق ایک آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ قایم کیا جائے۔ ہندوستان میں جس قدر سرمایہ کی ضرورت ہو اُسے اندرون ملک کے روپیہ سے پورا کیا جائے۔ ہندوستان میں طرز جدید کی مالی منڈیاں قایم کیجائیں وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرمایہ کا جدید سیلاب عنقریب آنے والا ہے جس کے لئے اگر مسلمانوں نے خاص تیاری نہ کی تو پوری قوم اُس میں بہہ کر برباد ہو جائیگی۔ پس اُس کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کو خاص طور پر تیاری کرنی چاہیئے اور بچوں سے لے کر بوڑھوں تک سب کو کسی نہ کسی شکل میں روپیہ کے کاروبار کی عملی واقفیت حاصل کرنی چاہیئے اور سر دست اسی کو اپنا نصب العین قرار دے کر اپنی قوم کو سرمایہ داروں کی غلامی سے آزادی دلانی چاہیئے۔

نمبر ۳

کفایت شعاری کے عملی طریقے

(از مسٹر احید الدین ۔ ایف ۔ آر ۔ ایس ۔ اے (لندن) مینجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ)

المونیم کے برتن صاف کرنا

آج کل ہر گھر میں المونیم کے برتن کثرت سے استعمال کئے جاتے ہیں۔ المونیم یوں تو بہت عمدہ اور کارآمد دھات ہے مگر اس میں صرف یہ خرابی ہی کہ اس کا برتن صفائی بہت جلد چاہتا ہے۔ اگر صفائی نہ کی جائے تو بڑا بدنما معلوم ہوتا ہی۔ اس کے صاف کرنے کے لئے بہت سی قسم کے ولایتی صابن اور پاؤڈر آتے ہیں مگر وہ بڑے گراں ہیں مندرجۂ ذیل نسخہ اگر بنا کر گھر میں رکھ دیا جائے تو صرف بہت کم ہوگا اور برتن ہمیشہ صاف اور ستھرے رہیں گے۔

(معمولی سہاگہ سوا تولہ ۔ پانی ایک چھٹانک ۔ لیکر المونیا ایک ماشہ) ان تینوں چیزوں کو ایک شیشی میں ملا کر رکھ لیجئے پہلے برتن کی چکنائی وغیرہ معمولاً راکھ مل کر صاف کر لیجئے اس کے بعد اس تیار شدہ مصالحہ کو کسی صاف کپڑے سے تمام برتن پر مل دیجئے اور فوراً ایک خشک کپڑے سے برتن کو رگڑ کر صاف کر دیجئے برتن بالکل صاف ہو جائے گا۔

چھری چاقو اور اُسترے وغیرہ کی دھار تیز کرنے کا مصالحہ

اِس چیز کی بھی روزانہ گھروں میں ضرورت پڑتی ہی اس کی بہت چھوٹی ڈبی چار پانچ آنہ کو بازار میں ملتی ہی مگر گھر پر دو تین پیسہ کی لاگت سے تیار ہو سکتا ہی۔

نمک معمولی ایک تولہ ۔ طوتیا ایک تولہ ۔ دونوں چیزوں کو ایک لوہے کے کرچھے میں ڈال کر خوب گرم کرو اس کے بعد دونوں چیزوں کو خوب باریک پیس کر تین تولہ چربی میں ملا کر مرہم سا بنا کر ڈبی میں رکھ چھوڑو۔ اس مصالحہ کو چمڑے کی بدھی (Strop) پر لگا کر دھار رکھی جاتی ہے ۔ نہایت عمدہ چیز ہی۔

سوُدمند کی پچھلی جلدیں

سوُدمند کا پہلا پرچہ اوّل ساڑھے چار ہزار کی تعداد میں چھپا ۔ مگر اُس کی مانگ اس قدر زیادہ ہوئی کہ دوبارہ ایک ہزار اور چھپوانا پڑا ۔ اُس کے بعد جس شخص کی نظر سے سودمند گذرا اُس نے شروع سے سب جلدیں مانگیں ۔ چنانچہ سودمند کو نکلے ہوئے آٹھ ماہ ہو چکے مگر اب تک زیادہ تر خریدار ابتدا سے سب جلدیں مانگتے ہیں ۔ اس کی وجہ سے سودمند کے کل نمبر دسمبر تک دوبارہ چھپوانے پڑے اور جو بلی نمبر اسی وجہ سے تین ہزار کی تعداد میں طبع کیا گیا ہی ۔ اور جون ۱۹۲۴ء سے لے کر دسمبر ۱۹۲۵ء کی ایک جلد کا

خطوں کے خلاصے

ہمارے پاس روزانہ کثیر تعداد میں خطوط آتے ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں جن میں سودمند کی تعریف ہوتی ہے۔ بعض اپنے مقامات کے مسلمانوں کے افلاس کے حالات لکھتے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ بعض اصحاب "سودمند" کا نمونہ منگاتے وقت اُس کا بے انتہا شوق ظاہر کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت اُن کی "مالی اصلاح" ہے جس کی طرف ہمارے رہبران قوم کو زیادہ سے زیادہ توجہ کرنا چاہئیے۔ ذیل کے خطوں میں سب سے پہلا خط ہم بطور نمونہ کے درج کرتے ہیں۔

سارے عالم میں ہو فروغ اس کا | مکرمی جناب منیجر صاحب "سودمند" تسلیم آج رسالہ "پیشوا" کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ رسالہ سودمند آپ کے اہتمام سے جاری ہوتا ہے۔ جس سے مسلمانوں کو کفایت شعاری کا بہترین طریقہ اور موجودہ آریہ بیاج کے ظالمانہ پنجہ سے بچنے کی عمدہ ترکیب معلوم ہوتی ہے اور وہ اسلام کی خوبیوں کا مخزن ہے۔ لہذا آپ سے ملتجی ہوں کہ براہ مہربانی ایک پرچہ بطور نمونہ ارسال فرماکر مشکور فرمائیں۔ دعا گو ہوں کہ ہمیشہ عروج و ترقی ہوتی رہے ؎

سارے عالم میں ہو فروغ اس کا   شہرہ ہو از سماک تا بہ سمک
یوں تو گل اور بھی کھلیں لیکن   باغ عالم میں ہو اسی کی مہک

دوکانوں پر مارواڑیوں کا قبضہ | ان دنوں تجارت جو کلکتہ کے مسلمانوں میں ہے میرے خیال میں ایک جال ہے تاجر کو کچھ بھی صحیح اندازہ اپنی تجارت کے صاف نفع کا نہیں ہے۔ حضرت کبھی کلکتہ آئیے اور اُن غریب مسلمانوں کو دیکھئے جو مثل بہائم کے ہزاروں در بدر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مسجدیں عظیم الشان معہ اضیات ویران پڑی ہیں۔ لاکھوں روپیہ کی جائداد۔ نہ مذہب ہے نہ دنیا ہی پوری ہے۔ خدا کی قسم کلکتہ کی اندرونی حالت جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے پناہ مانگنے کی حالت ہے۔ یہاں کروڑوں قسم کے ذرائع معاش ہیں مگر اصلی فائدہ کسی میں نہیں۔ شام ہوئی حضرت مارواڑی دوکانوں میں (اپنا روپیہ معہ سود کے وصول کرنے کے لئے) آبیٹھے۔

بمبئی کے ایک خریدار کے پتہ کی ضرورت

"سودمند" کے خریداروں میں سے ایک "محمد علی صاحب زری والے" ہیں جن کا پتہ بمبئی نمبر ۳ درج ہے۔ اُن کے پاس جو خطوط اور رسالہ جات جاتے ہیں وہ واپس آتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب اُن کے پتہ سے واقف ہوں تو ازراہ کرم اطلاع دیں اور اگر کوئی صاحب کوشش کرکے ہمیں اطلاع دیں تو مزید شکر گذاری کا موجب ہوگا۔ کیونکہ ہمیں اُن کا چندہ وصول ہو چکا ہے اس لئے ہم پر اُس کا بڑا بار ہے۔ (ایڈیٹر)

قومی انجمنوں کی حیات کا راز

از ایم ایم صدیق صاحب مرکارہ - کورگ

(یہ مضمون خاص طور پر اسلامی انجمنوں اور مدارس کے کارکنوں کے مطالعہ کے قابل ہو۔ اس میں بہترین مشورے دیئے گئے ہیں جن سے مسلمانوں کے انسٹی ٹیوشن مضبوط اور مستحکم بنیاد پر قایم ہو سکتے ہیں - ایڈیٹر)

مسلمان اپنے قومی کاموں کی ابتدا جس جوش وخروش سے کرتے ہیں شاید ہی دوسری اقوام میں اس کی نظیر مل سکتی ہو ان کے پہلے ہی جلسہ میں پورا زور صرف کر دیا جاتا ہے اور چندہ وعطیہ بھی فراہم کر لیا جاتا ہے مگر افسوس کہ ہمارے قومی انسٹی ٹیوشن تو حشرات الارض کی طرح دنیا میں قدم رکھتے ہیں اور پھر چند ہی مدت میں راہیِ ملک عدم ہو جاتے ہیں۔

اس کے برعکس برادران وطن کے انجمنوں کی حالت شاذ و نادر ہی ایسی ہوا کرتی ہے۔ ہمدردانِ وطن اس کے بہت سے اسباب بتلاتے ہیں مگر اصل مرض کی تشخیص بہت کم لوگوں نے کی ہے۔

انجمنوں کے معدوم ہونے کا پہلا سبب

بعض لوگوں کا خیال ہو کہ غیر اقوام ہر کام کو مستقل طور سے کرتے ہیں اور مسلمان اکثر ہنگامی طور پر۔ اس لئے ان کی انجمنیں چند ہی روز کی مہمان ہوتی ہیں مگر تحقیقات و تجربات سے ظاہر ہوتا ہو کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ہر قوم کے لوگوں میں فی صدی دو تین افراد ہی ایسے ہوتے ہیں جو مستقل کام کرتے ہیں، عوام کا جوش وخروش جلسہ کے باہر جاتے ہی سرد پڑ جاتا ہے خواہ وہ کسی قوم کے ہوں۔

دوسرا سبب

دوسرا سبب یہ بتایا جاتا ہو کہ مسلمان غریب ہیں۔ ابتدائً جوش میں آکر ماہوار یا سالانہ چندہ لکھ دیتے ہیں مگر اپنی ناداری و غربت کے باعث مستقل طور پر ادا نہیں کرتے اس لئے قومی انجمنیں رفتہ رفتہ مُردہ ہو جاتی ہیں - ہم یہ سبب بھی منظور نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ برادران وطن کی انجمنوں کے ممبروں کی حالت بھی ایسی ہی ہوا کرتی ہو باوصف ایسی حالت کے ان کی سوسائٹیاں ہر سال ترقی کرتی جاتی ہیں۔ غرض کہ ہر شخص بخیال خویش ایک ایک سبب بیان کرتا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بھی اس کے تنزل کے اسباب میں سے ایک سبب ہو۔ مگر یہ اسباب ونقایص تو دنیا کے ہر قوم میں پائے جاتے ہیں باوجود ایسی حالت رہنے کے غیر اقوام کی سوسائٹیاں وجمعیتیں کیوں کر ترقی کرتی ہیں ؟ میرا تجربہ ومشاہدہ کچھ اور ہی سبب بتلاتا ہو۔

اصلی سبب

مسلمان جب کوئی انجمن قایم کرتے ہیں تو اس کا جمع کردہ روپیہ کسی تاجر یا مالدار شخص کے پاس امانت رکھ دیتے ہیں۔ چوں کہ ہر نیک وبد شخص کو دنیا میں ضرور کچھ نہ کچھ تکلیف ایک نہ ایک وقت آہی جاتی ہے اس لئے ایسے وقت ہر کاروبار شخص بھی مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے پاس کے روپیہ سے اپنی تکالیف رفع کرے اس حالت میں وہ روپیہ کو بوقت ضرورت واپس نہیں دے سکتا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہو کہ عوام انجمن ہی سے بدظن ہو کر چندے اور عطیئے بند کر دیتے ہیں اگر خازن

امانت کو ویسا ہی رکھتے تاہم اس کے دشمن یا حاسد پبلک کو یہ کہکر بدظن کر دیتے ہیں کہ وہ روپیہ اپنے استعمال میں لاتا ہے
غرض کہ قومی روپیہ کسی خاص شخص کے پاس امانت رکھدینے سے عموماً پبلک بدظن ہو کر چندے وغیرہ دینا بند کر دیتی ہے
جس سے انجمن کمزور ہو جاتی ہے یا بعض وقت دنیا ہی سے اٹھ جاتی ہے اسی طرح سینکڑوں انجمنیں مردہ ہو گئی ہیں۔

دوسرا سبب | اگر خوش قسمتی سے کسی انجمن کا خازن نہایت امانت دار ہو تب بھی مندرجۂ ذیل سبب کی وجہ سے
خطرناک مشکلوں کا سامنا ہوتا ہے۔ جب مسلمانوں کے پاس چندے اور عطیے جمع ہو جاتے ہیں تو بڑی غلطی یہ ہوتی ہے
کہ اسی سال اس کا کثیر حصہ خرچ کر دیا جاتا ہے۔ تیسرے یا چوتھے سال آمدنی اتنی کم رہتی ہے کہ وصول کرنے والوں کی تنخواہ
کو بھی کافی نہیں ہوتی۔ اس طرح پورے جمع شدہ روپیہ کا دیوالہ نکل جاتا ہے۔ رہے کارکن بیچارے رات دن گداگری کرتے
کرتے تھک جاتے ہیں۔ اگر کارکن لینے میں نہیں تھکتے تو دینے والے رفتہ رفتہ تھک جاتے ہیں یا مالی حالت کمزور ہو جانے
کی وجہ سے چندہ وغیرہ بند کر دیتے ہیں غرض آمدنی کم ہونے سے انجمن کمزور ہوتی ہوتی کوچ کر جاتی ہے۔

غیر اقوام کی انجمنوں کا دستور العمل ایسا نہیں ہوتا۔ وہ جتنا سرمایہ جمع کرتے ہیں اس کو بطور سرمایہ محفوظ رکھکر اس کی
آمدنی سے کام شروع کرتے ہیں۔ گو اس طرح کرنے سے ان کے کاموں کی ابتدا بالکل ہی سرد ہوتی ہے مگر کام مستقل ہوتا ہے۔
مثلاً ان کے پاس دس ہزار روپیہ جمع ہوتے ہیں تو اس کا منافع کم از کم سالانہ پانچ سو روپئے ہوتا ہے بس وہ اسی سے کام
شروع کرتے ہیں اصل محفوظ ہی رہتا ہے۔

دوسرے سال خوش قسمتی سے اتنا ہی چندہ وعطیہ جمع ہوتا ہے تو انجمن دگنی ترقی کرتی ہے اگر اتنا جمع نہ ہو سکے بلکہ
اس کا نصف ہی جمع ہو تو بھی انجمن کی کارروائی نصف نہیں ہوتی بلکہ ڈیڑھ گنی ہو جاتی ہے یعنی سالانہ پانچسو کے بجائے ساڑھے
سات سو روپیہ آمدنی ہو جاتی ہے تیسرے سال اگر ایک چوتھائی ہی آمدنی ہو تب بھی سوا گنا ترقی کرتی ہے غرض کہ اس طرح
کام کرنے سے تنزل کا نام نہیں بلکہ دن بدن کچھ نہ کچھ ترقی ہوتی ہی رہتی ہے۔

دشمنوں اور حاسدوں کا خطرہ | سرمایہ کو محفوظ کر کے صرف منافع سے ہی انجمن کے اخراجات پورے کرنے سے
حاسدوں کی ریشہ دوانیوں اور اس کے خلاف پروپگنڈہ کرنے کا خطرہ بھی
بہت کم رہتا ہے کیوں کہ اگر لوگ ایک پائی بھی چندہ نہ دیں تب بھی انجمن تنزل نہیں کرتی بلکہ اسی حالت میں مستقل رہتی ہے
بخلاف اس کے اصل سرمایہ صرف کرنے والی انجمن کو ایسا موقع پیش آوے تو اسی وقت اپنا دم توڑ دے گی اور اس کے
مدارس بند، طلبا آوارہ گردی کرتے نظر آئیں گے۔

عوام کا طعنہ | چوں کہ جو لوگ سرمایہ کے منافع میں انجمن کے اخراجات پورے کرتے ہیں وہ اپنا سرمایہ کسی معتبر بنک
کو اپریٹیو سوسائٹی (انجمن امداد باہمی) میں جمع کرتے ہیں اس لئے کسی خاص شخص کے پاس جمع کرنے کے مانند اس قسم کے
الزامات اراکین پر نہیں آسکتے اور عوام کے بدظن ہونے کا اندیشہ بہت کم رہتا ہے جو انجمن کے قیام و استحکام کیلئے سخت مہلک ہے۔

روپیہ خورد بُرد ہونے کا اندیشہ — سرمایہ کی آمدنی حاصل کرنے کے لئے روپیوں کو بنکوں میں رکھنا پڑتا ہی اس لئے خورد بُرد ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا۔

بے خطرہ انجمن — انجمن کی زندگی کو بے خطر بنانے کے لئے لازم ہی کہ (۱) سرمایہ کو محفوظ رکھکر اس کی آمدنی سے مدارس چلا دیں یا وظایف دیا کریں گو کہ کام چھوٹے ہی پیمانہ سے شروع ہو مگر جب رفتہ رفتہ چندے جمع ہوتے رہیں گے تو سرمایہ بڑھتا جاوے گا اور کسی حالت میں بھی تنزل کا خطرہ نہ رہے گا (۲) سرمایہ کو کسی معتبر بنک یا کواپریٹیو سوسائٹی میں جمع کریں غیر معتبر بنک یا کمپنی میں نہ دیں بھول کر بھی کسی تاجر کے پاس نہ رکھیں۔

بے سرمایہ کی انجمنوں سے التماس — جو انجمنیں بغیر سرمایہ کے چل رہی ہیں اُن کے اراکین اخراجات کو گھٹا کر ہر سال جمع شدہ روپیہ میں کم از کم فیصدی پچیس روپیہ سرمایہ میں محفوظ رکھیں خدا نے چاہا تو تھوڑی سی مدت میں سرمایہ بڑھکر ہمیشہ کی گداگری سے نجات ملے گی، وگرنہ یا د رکھیں کہ وہ کولھو کے بیل کے مانند قیامت تک در بدر پھرتے رہیں گے خدانخواستہ اگر کا رکن کسی تکلیف کے باعث ذرہ بھر بھی غافل ہو جاویں تو مدرسہ اور وظیفے ہوا ہو جاویں گے۔

بڑے افسوس کے قابل مسلمانوں کی حالت ہی

(از فیض الحسن صاحب فیضی شاہجہاں پوری)

بڑے افسوس کے قابل مسلمانوں کی حالت ہی — کسی کی کچھ نہیں سُنتے یہ نادانوں کی حالت ہی
نہ ان کے واسطے جامہ نہ اُن کے واسطے ساماں — یہ گھر والوں کی حالت ہی وہ کاشانوں کی حالت ہی
ترقی دوسروں کی دیکھکر آنکھیں نہیں کھلتیں — انھیں کیا ہو گیا ہی کیا یہ دیوانوں کی حالت ہی
بُرائی سے نہیں بچتے گناہوں سے نہیں ڈرتے — خرابی میں انھیں فعلوں سے نادانوں کی حالت ہی
کہیں کمرے ہیں اُفتادہ کہیں دالاں ہیں اُفتادہ — مکانوں کی وہ حالت ہی جو ویرانوں کی حالت ہی
فقیروں سے بھی بدتر اندرونی حالتیں اُن کی — مگر ظاہر میں وہ حالت جو سلطانوں کی حالت ہی
خدایا دست بستہ کیوں نہ ہم تجھ سے دُعا مانگیں — تو ہی جن کو سنبھالے وہ مسلمانوں کی حالت ہی

جُدا ہیں قوم سے اپنی فدا ہیں غیر قوموں پر
یہ حالت کس کی ہی فیضیؔ مسلمانوں کی حالت ہی

غیر ملکوں کا سرمایہ ہندوستان میں آنے سے روکنے میں مسلمانوں کا حصّہ

۱۔ کمیٹی تحقیقات بیرونی سرمایہ کی سفارشات

کچھ عرصے سے اخبارات میں "بیرونی سرمایہ" کے متعلق تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ پر اظہار رائے ہوا ہی اور اُس میں مسلم اخبارات کا بھی نمایاں حصّہ ہی۔ رپورٹ مذکور میں بیرونی سرمایہ کی چند قسمیں قرار دے کر اُن پر بحث کی گئی ہے اور یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ ہندوستانیوں کو بنک کے کاروبار کی باقاعدہ تعلیم دیجائے۔ بنکوں کے متعلق ایک آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ قایم کیا جائے۔ ہندوستان میں جس قدر نئے سرمایہ کی ضرورت ہو اُسے اندرونی سرمایہ سے پورا کیا جائے۔ ہندوستان میں طرز جدید کی مالی منڈیاں قایم کیجائیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب تجاویز نہایت عمدہ اور مفید ہیں بشرطیکہ ہندوستان کی جملہ اقوام اُن کے عمدرآمد میں حصّہ لے سکیں

۲۔ ترقی کی منزلیں

واقعہ یہ ہی کہ اگر کسی ملک میں اپنا سرمایہ نہو یا اگر کچھ سرمایہ ہو اور وہ نفع آور کاموں کی جگہ غیر نفع آور کاموں میں لگتا ہو تو ملک کا اسی میں نفع ہی کہ اُس میں بیرونی سرمایہ بھی آئے تاکہ اُس سے مختلف قسم کے کام جاری رہیں اور اُن میں غرباء کو کام ملے۔ جو ممالک پس ماندہ اور غریب ہیں اُن کی ترقی کی پہلی منزل یہی ہی کہ ریلوں، نہروں اور کارخانوں میں سرمایہ لگے خواہ وہ بیرونی ہو یا اندرونی۔ چنانچہ ایک صدی سے زیادہ اہل یورپ کا اربوں روپیہ ہندوستان میں نفع آور کاموں میں لگا ہوا ہی جس کی بدولت لاکھوں غرباء کو کام مل رہا ہی اور اُس سے خود اُن کی اور بچوں کی زندگی کے دن پورے ہو رہے ہیں۔ اگرچہ اسی کے ساتھ وہ لوگ سرمایہ داروں اور کارخانہ داروں کی غلامی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ترقی کی دوسری منزل یہ ہوتی ہے کہ مزدوروں کو سرمایہ داروں کی غلامی سے نکالا جائے اِس کے لئے مختلف ممالک میں مختلف طریقے اختیار کئے جاتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہی کہ بیرونی سرمایہ کو اپنے ملک میں آنے سے قطعاً روک دیا جائے جیسا کہ بالشویک تحریک کی ابتدا میں اُس میں کیا گیا۔ مگر اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں مزدور بیکار ہو کر بھوکے مرنے لگے اور تمام ملک تباہی کے کنارہ آ لگا حتیٰ کہ انھیں بالآخر غیر ممالک کے سرمایہ داروں سے رجوع کرنا پڑا اور اُن کی امداد اور دستگیری سے پھر مزدوروں کو کام ملنا شروع ہوا۔ اُس کے اِس تجربہ سے واضح ہو گیا کہ بیرونی سرمایہ محض روپیہ کی آمد روکنے سے ہرگز نہیں رُک سکتا اور اگر رُک بھی جائے تو خود اُسی ملک کے نقصان کا باعث ہوتا ہی۔ ہم روزمرّہ دیکھتے ہیں کہ جب ہندوستان میں ترقی کے کاموں کے لیے سلطنت کی طرف سے روپیہ قرض لیا جاتا ہی تو باوجود چھ فیصدی اور پانچ فیصدی شرح سود ہونے کے کروڑوں روپیہ کے تمسکات انگلستان کے لوگ چند گھنٹوں میں خرید لیتے ہیں اور ہندوستان والے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور شکایتیں کرتے ہیں کہ ہم کو سرکاری تمسکات خریدنے کا پورا موقع نہیں دیا گیا۔ مگر اصلیت یہ ہی کہ جب کہ ہندوستان کے مہاجنوں کو مُسرف اور ناعاقبت اندیش مسلمانوں سے بارہ فیصدی سے چوبیس فیصدی سالانہ تک سود ملتا ہی اور سود کیا ملتا ہی بلکہ روپیے

دس گونی قیمت کی جائدادیں آسانی سے ملجاتی ہیں تو اُنھیں کیا ضرورت ہی کہ وہ چھ فیصدی سالانہ منافعہ کے سرکاری تمسکات خرید کر اپنے روپیہ کو پھنسانا پسند کریں، یا جدید قسم کے کارخانے بنا کر اُن میں اپنے روپیہ کو خطرہ میں ڈالیں۔ یہی وجہ ہی کہ باوجودیکہ ہندوستان میں روپیہ کی دادوستد کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہی تاہم ملک کی صنعت وحرفت میں اُن کا بہت کم روپیہ لگتا ہی اور جو کچھ لگتا ہے وہ غریب کاریگروں کو نہایت گراں سود پر دیا جاتا ہی جس سے وہ مدت العمر سسکتے رہتے ہیں۔ ان حالات میں ظاہر ہے کہ جب تک کہ ہندوستان کے اندرونی روپیہ کی شرح سود نہ گھٹے تب تک بیرونی سرمایہ کا ہندوستان میں داخل ہونا نہ نقصان دہ ہے اور نہ وہ کسی کے روکے رُک سکتا ہی۔

۳۔ ہندوستان میں شرح سود نہ گھٹنے کی وجہ

پس ہندوستان میں شرح سود نہ گھٹنے کی وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں کی سات کروڑ قوم ہر وقت سودی قرضہ لینے کی خواہشمند رہتی ہی اور قرض لے کر زیادہ تر اُسے غیر نفع آور کاموں اور ذاتی آسایش ونمایش کے کاموں میں صرف کر ڈالتی ہی۔ گویا مہاجنوں کا وہ روپیہ جو ملک کی ترقی کے کاموں میں لگتا وہ زیادہ تر مسلمانوں کی وساطت سے غیر نفع آور کاموں میں صرف ہوتا اور ضائع جاتا ہی۔ پس جو اصحاب ملک کی صنعتی، اقتصادی اور حقیقی ترقی چاہتے ہیں وہ خواہ کسی قوم سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں اُن کا سب سے پہلا یہ کام ہونا چاہیئے کہ وہ مسلمانوں کو یہ سکھائیں کہ اُن کے افراد اپنی آمدنی کا ایک حصہ پس انداز کرکے کسی نفع آور کام میں لگائیں۔ مسلمانوں کے اس عمل سے نہ صرف یہ کہ خود اُن کے افراد اور اُن کی قوم کا نفع ہوگا بلکہ دیگر اقوام کا روپیہ بھی ملک کی بہبودی کے کاموں میں لگ کر اُس کی ترقی کا موجب ہوگا۔ اور بازاروں میں روپیہ کی افزایش سے عام شرح سود اس قدر گھٹ جائے گی کہ غیر ملک کے سرمایہ داروں کو اپنا روپیہ ہندوستان میں لگانے میں زیادہ نفع نہ رہے گا اور وہ وقت حقیقی معنوں میں بیرونی سرمایہ کے رُک جانے کا ہوگا۔

۴۔ سرمایہ کے لئے بڑا میدان ہی

مگر موجودہ حالت میں تو اندرونی اور بیرونی دونوں سرمایوں کے لئے ہندوستان میں بڑی گنجایش ہے۔ واقعہ یہ ہی کہ اس زمانہ میں ہر قسم کی تجارت وصنعت اور کاروبار کا انحصار بنکوں کے وجود پر ہی۔ اُنھیں میں افراد کے روپیہ سے قطرہ قطرہ جمع ہوکر دولت کا سمندر بن جاتا ہی اور اُن افراد کو کفایت شعاری سکھاتا ہی۔ اور انھیں بنکوں کے ذریعہ روپیہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بہ آسانی منتقل ہوتا ہی۔ اور بنکوں ہی کے ذریعہ روپیہ کی کاروباری قیمت دس گونہ بڑھ جاتی ہے کیونکہ تخمینہ یہ ہی کہ جتنا روپیہ بنک میں ہو اُس سے دس گونہ تجارت وغیرہ کا کام ہو سکتا ہی۔

مگر ہمارے ملک کی بدقسمتی یہ ہی کہ یہاں قصبات میں تو کیا بہت سے اضلاع کے صدر مقاموں میں بھی کوئی بنک نہیں ہی۔ اس کے علاوہ بہت سے قطعات ایسے ہیں جہاں بیسیوں میل تک نہ پختہ سڑک ہی، نہ ریل ہی نہ نہر ہی نہ تار ہے

غرض کہ صنعت و تجارت اور انسانوں کی آبادی اور آسایش کا کوئی سامان نہیں ہے۔ پس ابھی تو ملک کو آباد کرنے کیلیے اربوں اور کھربوں روپیہ کی ضرورت ہی خواہ وہ اندروں ملک سے فراہم کیا جائے یا بیرون ملک سے لیا جائے۔

مسئلہ سود کا بہترین حل

مسلمانوں کے لئے خوشخبری

حضرت مولانا مولوی قاری حاجی حافظ نثار احمد صاحب کانپوری مفتی آگرہ نے ایک استفسار کے جواب میں سود کی معصیت دور کرنے کا طریقہ ایک فتوے کی شکل میں جو ابو العلائی پریس آگرہ میں طبع ہوا، حال میں شائع کیا ہی۔ اس فتوے میں موصوف نے حسب ذیل ارشاد فرمایا ہی۔

"میرے نزدیک اسب یہ ہے کہ بنیک میں روپیہ جمع کرنے والا حیلہ کرے کہ سود لینے کا بھی احتمال نہ رہے اور تبلیغ مسیحیت سے مجتنب رہی۔ وہ یہ ہے کہ بنیک میں روپیہ نقد یا اشرفی رکھی جائے اور لیتے وقت معاوضہ بطریق بیع نوٹ لیوے تاکہ قدر وجنس بدل جائے اور تبدیل جنس سے کمی بیشی لینے دینے میں جائز ہے یا اشرفی رکھکر روپیہ لیوے یا برعکس اس کا کرے کہ ہر صورت سے جنس بدل جائے گی"۔

خدا کا شکر ہی کہ جناب مولوی نثار احمد صاحب نے ایسی صورت بتادی ہے جس سے روپیہ پر اضافہ بھی ملجائے سود کا گناہ نہ ہو۔ پس عین وقت ہی کہ مسلمان اس طریقہ کو جلد سے جلد رائج کریں۔ یعنی بنیک میں روپیہ رکھتے وقت کسی کو کاروبار کے لئے روپیہ دیتے وقت اگر نقد روپیہ دیں تو واپسی کے وقت زیادہ تعداد میں نوٹ لے لیں۔ اُمید کہ مقام کے مسلمان فرداً فرداً یا انجمن فلاح المسلمین قایم کرکے حسب ذیل طریقے اختیار کریں گے۔

(۱) مدارس و مساجد کا نقد روپیہ بنیکوں میں داخل کراکر سرمایہ کو محفوظ کرنا اور اس کے منافعہ کو مدارس و مساجد کے کاموں میں (۲) جن مقامات میں انجمہائے امداد باہمی قایم ہوسکتی ہیں وہاں اُن میں شریک ہوکر اُنھیں ترقی دینا (۳) مسلمانوں کے چند بنیک اس وقت قایم ہیں اُن میں زیادہ سے زیادہ روپیہ بذریعہ خرید حصص یا بطور امانت کے داخل کرنا (۴) جہاں انجمن امداد باہمی اور بنیکوں کا انتظام نہیں ہوسکتا وہاں انفرادی طور پر روپیہ کا کاروبار کرکے مسلمان کاریگروں اور دوکانداروں کو دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے آزادی دلانا۔ اور روپیہ کا دین لین اسی طریقہ پر کرنا کہ روپیہ کی جگہ نوٹ

ریاست پونچھ کے مُسلمانوں کی حالت

(یہ مضمون اُن سوالات کے جواب میں ہے جو سودمند کے آخر میں درج کئے جاتے ہیں امید کہ دیگر مقامات کے مسلمان بھی اپنے ہموطن بھائیوں کے حالات کی تفتیش کر کے اُن کی بہتری کی صورتیں تجویز کریں گے۔ اب خاموش بیٹھنے کا وقت نہیں ہے بلکہ کچھ نہ کچھ کر کے اپنی قوم کو تباہی سے بچانے کا ہے۔ اور محض اسی طرف توجہ دلانے کے لئے سودمند جاری کیا گیا ہے) ایڈیٹر

جنابمن۔ السلام علیکم۔ خاکسار اپنے علاقہ کے مسلمانوں کی مالی حالت کے متعلق مندرجۂ ذیل معلومات پیش کر کے اُمیدوار ہے کہ آپ رسالہ سودمند میں مسلمانوں کی آگاہی کے لئے شائع کر کے مشکور فرمائیں گے (۱) یہاں مسلمانوں کی تعداد ۹۵ فیصدی ہے (۲) گزشتہ ۱۲ سال سے تقریباً ۲۵ فیصدی مسلمانوں کی زمینیں رہن یا بیع ہو چکی ہیں اور اب یہ رفتار دن بدن ترقی پر ہے (۳) مسلمانوں کے ہاتھوں میں کسی خاص قسم کی صنعت و تجارت نہیں ہے۔ بسر اوقات عموماً اپنی ملازمت اور کاشتکاری پر ہے (۴) مسلمان تجار شاذ و نادر ہی ہیں لیکن کاریگر اور کاشتکار عموماً اہلِ ہنود سے قرض لے کر اپنا کاروبار چلاتے ہیں (۵) میں اپنے گاؤں کی مثال پیش کرتا ہوں جہاں تین درزی تین کمہار اور دو موچی ہیں۔ لیکن سب کی حالت قابلِ رحم ہے۔ قرضخواہوں کا ہر وقت اُن کے دروازے پر تانتا لگا رہتا ہے۔ حالاں کہ وہ روزانہ معقول پیسے کماتے ہیں۔ اگر وہ مسرف نہ ہوں تو علاوہ اپنے خانگی اخراجات کے کچھ نہ کچھ ضرور روزانہ پس انداز بھی کر سکتے ہیں۔ (۶) اس علاقے میں سوائے زمیندارہ بنکوں کے اور انجمنیں یا کمپنیاں نہیں ہیں۔ بینک متذکرہ بھی سرکاری سرمایہ سود پر لے کر چلائے گئے تھے۔ مگر مسلمانوں کی مالی حالت اس قدر خراب تھی کہ روپیہ ملتے ہی جتنے ممبروں تک پہونچ سکا آناً فاناً سب کا سب باہم کم و بیش بانٹ لیا اور کسی بینک میں ایک روپیہ تک بھی محفوظ سرمایہ کی صورت میں باقی نہ چھوڑا۔ اگر کوئی افسر معائینہ کے لئے ابھی جاتا ہے تو ہندو دوکانداروں سے دو تین گھنٹہ کے لئے کچھ رقم لے کر انتظامیہ ممبر بطور سرمایہ کے دکھلا دیتے ہیں۔ بینک سے زمیندار کی ایک غرض بھی پوری نہیں ہو سکتی جس کے لئے کہ یہ بینک بنائے گئے تھے۔ بلکہ جو سرکاری اصل زر اور سود کی رقم سالانہ قسطوں میں ادا کرنی ہوتی ہے۔ وہ بھی بمشکل اور بدقت ممبران سے پوری کر کے دیجاتی ہے جس کی عدم ادائیگی کی صورت میں بعض غریبوں کو طرح طرح کی مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ کسی زمیندارہ بینک میں شاید ہی کوئی ایک بھی ہندو ممبر ہو۔ کیوں کہ ان کی (ہندوؤں کی) ضروریات پورا ہونے کے ان کے پاس کافی ذرائع موجود ہیں (۷) سب سے زیادہ تباہ کن مراسم ہمارے ہاں شادی اور موت کے ہیں اگر ایک ادنیٰ وغریب زمیندار بھی شادی کرے تو پانچ چھ سو روپیہ کے زیر بار ہونے سے کبھی نہیں بچ سکتا۔ خرچ متذکرہ تشریحاً یوں ہوتا ہے کہ اوّل تو لڑکے والے کو معقول رقم فریق ثانی (لڑکی والے) کو دینی پڑتی ہے۔ جس کو یہاں کے محاورے میں رسوم رقم کے

نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ برادری کے تمام اخراجات خوراک وغیرہ جو فریقین کے گھر ہوں اور لڑکے لڑکی کے پارچہ جات و زیورات کا بھی غریب لڑکے کا والد ہی کفیل ہوتا ہے۔ یہ تو غریبوں اور گمنام مسلمانوں کی حالت ہے۔ اور ناموروں کا تو ٹھکانا ہی کیا ہے۔ یہ سب روپیہ یا تو کوئی زمین رہن رکھکر ساہوکار سے لیا جاتا ہے۔ یا دوکاندار سے مروجہ نرخ سے ڈیوڑھا دُگنا غلہ دینا کر کے لیا جاتا ہے۔ فصل تیار ہونے پر لالہ جی آحاضر ہوتے ہیں۔ اور غریب مقروض پھر بھی غلہ متذکرہ شرح سے نیا تمسک دے کر اپنے عیال گذارہ کے لئے ضرور لیتا ہے۔ یہی سلسلہ چند سال تک جاری رہنے سے غریب مقروض کی زمین و مکان بھی فروخت ہو جاتے ہیں اور اس قرض سے نجات نہیں ملتی۔ اسی طرح ماتم کے موقع پر سوائے چند ایک کے اکثر کفن تک زیور وغیرہ گرو رکھکر یا سودی روپیہ لے کر میت کی تکفین و تجہیز وغیرہ پر خرچ کرتے ہیں اور پھر برادری کے طعنہ سے بچنے کی خاطر زمین وغیرہ رہن رکھکر متوفی کے نام کی روٹی برادری کو کھلائی جاتی ہے۔ تاکہ متوفی کو اس کا ثواب ملے۔ خواہ قرض ادا ہو یا نہ ہو۔ زمین و مکان فروخت ہو یا رہے۔ مگر یہ رسم ضرور ہی ادا ہو جائے (۸) یہاں کے دیہاتوں میں صرف پرائمری (ابتدائی) مدارس ہیں۔ اُردو کی پانچ جماعتیں پاس کر کے غریب لڑکے پھر وہی ہل چلاتے ہیں۔ یا ادنیٰ ملازمت کے لئے علاقہ انگریزی میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ ریاست بھر میں صرف ایک ہائی اسکول اور دو مڈل سکول ہیں۔ مگر غریب مسلمان اس قابل نہیں ہیں کہ ہائی یا کہ مڈل میں اپنے بچوں کو داخل کر کے بورڈنگ کا خرچ پورا کر سکیں (۹) خاکسار کے نزدیک جو مضامین آپ کے رسالہ میں مسلمانوں کی مالی حالت کی اصلاح کے لئے چھپتے رہتے ہیں اگر مسلمان ان کے مطابق عمل کریں۔ مثلاً انجمن امداد باہمی بیت المال وغیرہ بنا لیں اور تباہ کن مراسم چھوڑ دیں جو کہ سوائے ریا اور دنیاوی واہ واہ کے کچھ بھی فائدہ نہیں دیسکتیں تو انشاء اللہ مسلمانوں کی حالت بہت کچھ سدھر سکتی ہے۔ خاکسار بھی یہاں کے مسلمانوں سے مشورہ کر کے کوشش کرے گا۔ کہ انجمن امداد باہمی بنائیں۔ والسلام۔ آپکا خیر اندیش محمد قاسم خریدار نمبر ۶ حال رخصتی موضع کھڑک ڈاکخانہ راولاکوٹ ریاست پونچھ (کشمیر)

ناظرین سودمند کا شکریہ

ہم نے جوبلی نمبر کے ساتھ ایک کارڈ اس غرض سے رکھدیا تھا کہ ہمارے معزز ناظرین اُس پر ایسے اصحاب کے نام لکھکر ہمارے پاس بھیجدیں جنھیں جوبلی نمبر بھیجا جائے۔ اس کے جواب میں اس وقت ہمارے پاس ڈیڑھ ہزار اصحاب کی فہرست آچکی ہے۔ جن اصحاب نے یہ نام بھیجے ہیں اُن کا شکر ادا کرنا ہمارے امکان سے باہر ہے سب نے اپنے پاس سے آدہ آنہ کا ٹکٹ لگایا۔ بعض اصحاب نے طویل فہرست لکھکر لفافہ میں بند کر کے ایک آنہ کا ٹکٹ لگایا۔ مگر اُس سے بدرجہا زیادہ یہ کہ اپنا وقت صرف کر کے بہت سے اصحاب کی فہرستیں لکھیں پھر یہ کہ ہر خیال اور ہر طبقہ کے اصحاب نے یہ فہرستیں مرتب کیں حتیٰ کہ ہمارے علماء کرام نے بھی حصہ لیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی مالی اصلاح کی تحریک ہر خیال کے اصحاب میں مقبول ہو رہی ہے۔ اس رفتار سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ چند سال میں مسلمان عام طور پر اپنی ناداری کو دُور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

کھتری اِسلامیہ مدرسہ کراچی

ہمیں مذکورۂ بالا مدرسہ کی سالانہ رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ اِس مدرسہ کا نام اگرچہ کھتری مدرسہ ہی تاہم ہر فرقہ کے مسلمان بچّے اس میں تعلیم پاتے ہیں سردست یہ مدرسہ ابتدائی تعلیم دے رہا ہی جس میں طلبار کی تعداد ترقی کرکے ۱۱۹ تک پہونچگئی ہے۔ باوجود مختصر ہونے کے اِس مدرسہ کے متعلق طلبار کے مباحثہ کی ایک سوسائٹی ہے ایک دارالکتب ہی مدرسین کے لئے تعلیمی لائبریری ہی۔ طلبار کی کتابیں فروخت ہونے کے لئے ڈیوٹی سٹاپ ہی۔ نیز ایک نائٹ اسکول ہے جس میں ایسے بچّوں کو تعلیم دیجاتی ہے جو دن میں کسب معاش میں مصروف رہتے ہیں۔ اِس رات کے مدرسہ میں اُردو، انگریزی، گجراتی اور فائینل کی جداجدا کلاس ہیں جن میں طلبار کی تعداد ۱۱۶ ہی۔ نائٹ اسکول کے سکرٹری احمد عبداللہ صاحب بی۔ اے اور اوّل الذکر مدرسہ کے سکرٹری ہمارے دوست اللہ بخش صاحب عقیلی ہیں جو بڑے سرگرم نوجوان ہیں اور مسلمانوں کی مالی اصلاح کے کام میں ابتداسے نہایت گہری دلچسپی لیتے ہیں۔ امید ہی کہ کراچی کے مسلمان اِس مدرسہ کی ترقی میں دلچسپی لے کر اُسے جلد سے جلد ہائی اسکول کے درجہ پر پہونچا دیں گے۔

خالص جذبات بلاتصنّع

(از مرزا چراغ دین صاحب یادؔ خواجپوری)

اپنا لینا اپنا دینا جس سے ہوا پنا بھلا — باہمی امداد کا دراصل ہے یہ مُدّعا

مفلسوں کی دستگیری اور بچانا سود سے — اپنی امداد آپ کرنا یہ تو ہے حکمِ خدا

جو نہ سمجھیں اُن کو سمجھانے کی خاطر سودمند — اپنی نظم و نثر سے کرتا ہے کوشش جابجا

سُود کے بارِ گراں سے قوم برباد ہو رہی ہے — اِس سے بچنے کی بجز اِس کے ہی صورت اور کیا

دوسرے نبیوں کی اُمت پر تھیں دیگر آفتیں — اُمتِ مرحومہ پر ہے سود کی نازل بلا

تم کہوگے قرض مجبوری کو لے لیتے ہیں ہم — میں کہوں گا خرچ کیوں کرتے ہو تم بے انتہا

شہر میں اپنے کرو قایم فلاح المسلمین — رحم کھاؤ اپنی مفلس قوم پر بہرِ خدا

ہیں یہ چند اشعار کافی یاد رکھنے کے لئے
کیجئے ان پر عمل بس ہے یہ مطلب یادؔ کا

سادگی اور صحت

نمبر۵

(گذشتہ سے پیوستہ)

۱۶۔ پانی پینے کے اوقات معدہ کے نیچے کے حصہ میں ایک سوراخ ہے جس میں سے ہو کر پانی اور غذا آنتوں میں اُتر جاتے ہیں۔ اِس سوراخ پر ایک ڈھکنا لگا ہوا ہے جو غیر منہضم غذا کو آنتوں میں نہیں اُترنے دیتا اور جب تک کہ کھانا نہ ہضم ہو جائے یہ ڈھکنا آنتوں کے دہانہ کو بند رکھتا ہے۔ پس اگر غذا کے ساتھ زیادہ پانی پیا جاتا ہے تو وہ پانی بھی آنتوں میں نہیں اُترتا بلکہ غذا کے ساتھ معدہ میں اُس وقت تک موجود رہتا ہے جب تک کہ کھانا پوری طرح ہضم نہ ہو۔ چنانچہ کھانے کے ساتھ پانی کی زیادہ مقدار ہضم میں مزاحمت کرتی ہے اور انسان کی پیاس بھی نہیں بجھاتی۔ رمضان شریف میں افطار کے وقت چونکہ پانی کے ساتھ کچھ غذا بھی ہوتی ہے اس لئے اُس غذا کی وجہ سے پانی معدہ میں قید ہو جاتا ہے اور پیاس کو بھی نہیں بجھاتا۔ البتہ خلوئے معدہ میں جب صرف پانی پیا جاتا ہے تو وہ پون گھنٹہ یا ایک گھنٹہ میں معدہ میں سے اُتر آنتوں میں پہونچ جاتا ہے اور آنتوں کے ذریعہ تمام جسم میں پھیل کر پیاس کو بجھا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر صرف پانی سے روزہ افطار کیا جائے تو اُس سے پیاس بجھ جاتی ہے۔ معدہ دھل کر صاف ہو جاتا ہے اور اُس کے ایک گھنٹہ بعد کھانا کھایا جائے تو رغبت سے کھایا جاتا ہے اور پھر اُس کھانے میں زیادہ پانی پینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

پانی پینے کی دو غرضیں ہیں۔ جملہ اعضائے جسم میں ضروری مقدار میں پانی پہونچانا اور معدہ کی غلاظتوں کو دھو کر صاف کرنا۔ ان دونوں اغراض کے حصول کے لئے پانی پینے کے بہترین اوقات حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔

(الف) صبح اُٹھ کر نیم گرم یا تازہ یا ٹھنڈا پانی موسم کے مطابق اپنی رغبت کے اعتبار سے تھوڑا تھوڑا کر کے پینا۔ اِس سے معدہ خوب دھل کر صاف ہو جاتا ہے اور اجابت کھل کر ہوتی ہے۔ پانی پینے کے بعد ناشتہ وغیرہ کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

(ب) دن کے کھانے سے ایک گھنٹہ قبل پانی پینا جب کہ پیاس بھی ہو۔ اِس سے معدہ صاف ہو جاتا ہے، اور کھانا کھاتے وقت زیادہ پیاس نہیں لگتی۔

(ج) کھانا کھانے کے ڈھائی تین گھنٹہ کے بعد جب کھانا ہضم ہو کر آنتوں میں اُتر جائے پانی حسب خواہش وضرورت پینا۔

(د) اِسی طرح رغبت کے مطابق ہر کھانے سے قبل اور اُس کے کامل ہضم کے بعد معدہ کو صاف کرنے کے لئے پانی پینا۔

۱۷۔ چاء، سوڈا وغیرہ یورپین تمدن کے ساتھ چاء وغیرہ کا بہت زیادہ رواج ہو گیا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ یہ چیزیں ہاضم اور مفید ہیں۔ مگر اب خود اہلِ یورپ نے تسلیم کر لیا ہی کہ ان اشیاء میں مضرت زیادہ اور منفعت کم کم ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان چیزوں کا رواج زیادہ تر محض ذائقہ کی وجہ سے ہی ورنہ دراصل صاف شفاف اور سادہ پانی سے زیادہ کوئی چیز مفید اور عمدہ نہیں ہو سکتی۔ ولینٹائن نیگ ایک مشہور امریکن ڈاکٹر کی رائے ہے کہ شکر دار چاء کے ساتھ مکھن اور توس کھانا نہایت مضر ہے۔ مختلف قسم کے کیک جو چاء کے ساتھ کھائے جاتے ہیں وہ نشاستہ کو معدہ میں ایسی حالت میں پہونچاتے ہیں کہ اُن کا ہضم کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ پھر چاء کی سمیت سے ہضم میں طرح طرح کی دقتیں پیش آتی ہیں اور معدہ پر طاقت سے زیادہ بار پڑنے سے تندرست اور لحیم شحیم اشخاص بعض وقت کمزور ہو کر نحیف الجثہ ہو جاتے ہیں۔ تاہم اگر چاء کا زیادہ شوق ہو تو دو غذاؤں کے درمیان مثلاً سہ پہر یا شام کو بغیر شکر ملائے ہوئے خفیف مقدار میں پی لی جائے تو چنداں مضایقہ نہیں۔ مگر بچوں کو خاص طور پر چاء پینے سے محفوظ رکھنا چاہیئے۔

۱۸۔ اجابت کے اوقات کھانا ہضم ہونے کے بعد اب فضلہ خارج ہونے کا وقت آتا ہے۔ بعض لوگ کھانا اس قسم کا کھاتے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں کہ پھر بہت دیر تک کھانے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ یہ بڑی غلطی ہے کیوں کہ اس سے معدہ اور آنتوں پر زیادہ بار پڑتا ہے اور غذا دیر تک جسم کے اندر رہنے سے سڑتی ہی۔ اس لئے ضرورت ہی کہ ہلکا کھانا اتنی مقدار میں کھایا جائے کہ وہ جلد سے جلد ہضم ہو کر اُس کا فضلہ خارج ہو جائے۔

ہندوستان میں اجابت کا بہترین وقت صبح کا سمجھا جاتا ہے۔ اور بلا شبہ بہترین وقت ہے۔ اُس وقت فارغ ہو جانے سے طبیعت خوب ہلکی ہو جاتی ہی۔ مگر ہر شخص کی آنتیں ایسی نہیں ہوتیں کہ علی الصباح فضلہ خارج کر دیں۔ ایسے لوگ علی الصباح فارغ نہ ہونے کی وجہ سے نہایت پریشان رہتے ہیں اور یہ سمجھکر کہ اُنھیں قبض ہی اطبّاء اور ڈاکٹروں سے رجوع کرتے ہیں اور طرح طرح کی دوائیں کھاتے ہیں جن سے بالآخر نقصان ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اجابت کا قدرتی وقت وہ ہی جب کہ معدہ میں غذا پہونچنے سے آنتیں دبیں اور فضلہ کو خارج کریں۔ اس اعتبار سے اگر صبح کے ناشتہ کے بعد کسی شخص کو اجابت ہو جایا کرے تو اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اکثر لوگ غذا کے بعد اجابت ہونے کو معدہ کے ضعیف سے تعبیر کرتے ہیں اور اُس کا علاج کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ غلطی ہی۔

اس کے علاوہ جن لوگوں کو کئی بار اجابت ہوتی ہے وہ بھی اُسے ضعف معدہ کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ دن رات میں صرف ایک بار فضلہ خارج ہونے سے یہ اچھا ہی کہ وہ زیادہ عرصہ تک آنتوں میں دبا رہے اور کئی بار خارج ہو۔ آنتوں کے نیچے کے حصہ میں فضلہ کے زیادہ عرصہ تک ٹھہرنے سے اُس کا کچھ حصہ خون میں شامل ہو کر جسم کو نقصان پہونچاتا ہی۔ اور یہی ایک قسم کا قبض ہے۔ جن لوگوں کو قبض ہو اُنھیں محض ہلکی غذاؤں اور ورزشوں کے

ذریعہ سے اُس کا علاج کرنا چاہیئے اور دوائیں کھانے کے قصہ میں نہ پڑنا چاہیئے۔

۱۹۔فضلہ خارج کرنے کا طریقہ اِس کے لئے ہندوستان میں خوشحال لوگ قدمچوں پر بیٹھتے ہیں اور غربا، جنگل میں جاتے ہیں۔غربا، چوں کہ زمین پر بیٹھتے ہیں اس لئے اُنھیں ایک طرف کا جسم اونچا کرنا پڑتا ہے اور دوسری طرف کا جسم جھکانا پڑتا ہے اور یہ فضلہ خارج کرنے کی بہترین شکل ہے جب سے ہندوستان میں یورپین تمدن آیا ہے یہاں کموڈیا پاٹ کا رواج ہوگیا ہے مگر فضلہ خارج کرنے کے لئے یہ بدترین چیز ہے۔انسان اُس پر کرسی کی طرح بیٹھتا ہے۔معدہ پر چوں کہ رانوں کا دباؤ نہیں پڑتا اس لئے کچھ فضلہ خارج ہونے سے رہ جاتا ہے۔جو اصحاب یورپین تہذیب کے دلدادہ ہیں وہ ہماری اس گذارش کو غلط سمجھیں گے مگر جب وہ اہلِ یورپ اور امریکہ کی جدید کتابیں ملاحظہ فرمائیں گے تو اُنھیں خود معلوم ہوجائے گا کہ اب وہاں بھی کموڈ کا استعمال پُرانے طریقے سے اچھا نہیں سمجھا جاتا۔چنانچہ کموڈ کا یہ نقص رفع کرنے کے لئے اُس کے سامنے ایک چوکی رکھدی جاتی ہے جس پر ٹانگیں اُٹھا کر رکھنے سے رانوں سے آنتیں دبتی ہیں اور فضلہ خارج کرنے میں مدد دیتی ہیں پس جو اصحاب پتلون پہن کر غسل خانہ جاتے ہیں وہ کموڈ کے ساتھ اس چوکی کا اضافہ کردیں اور جو سونے کے کپڑوں میں جاتے ہیں وہ اگر کموڈ استعمال کرتے ہیں تو ہندوستانی طریقہ پر اُس پر بیٹھکر فراغت حاصل کیا کریں۔

تنقید

وقارِ حیات

یعنی

نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین کی مکمل مفصل سوانح عمری

سرسید مرحوم و مغفور کے ساتھ کام کرنے والوں میں سب سے زیادہ شہرت ہندوستان میں نواب محسن الملک و نواب وقار الملک کو حاصل ہوئی، سرسید کے یہ دونوں رفیق یکے بعد دیگرے اُن کے جانشیں ہوئے اور اپنے عہد میں قوم کے مسلمہ لیڈر قرار پائے اور قوم کی بیش بہا خدمات انجام دیں سخت ضرورت تھی کہ ایسے محترم بزرگوں کی سوانح عمریاں ملک میں شائع کی جائیں تاکہ قوم کے نوجوان اُن کی شاندار اور قابل تقلید زندگی کے حالات پڑھ کر سبق حاصل کریں، اور یہ معلوم کر سکیں کہ وہ کون سے اسباب تھے جن کی بنا پر ان بزرگوں نے دنیا میں اس قدر شہرت، عزت اور ترقی حاصل کی، اور ساری قوم کی لیڈری و رہنمائی کا مرتبہ و منصب اُن کو نصیب ہوا۔

سرسید مرحوم کی سوانح عمری مولانا حالی مرحوم کے قلم سے شائع ہو کر ملک میں قبول عام و شہرت دوام حاصل کر چکی ہے۔ الحمد للہ کہ اسی سلسلہ میں نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین مرحوم سابق آنریری سکرٹری علی گڑھ کالج کی مکمل مفصل لائف بھی چھپ گئی ہے، جو علی گڑھ کے جشن جوبلی کے موقع پر شائع ہوئی۔

اس لائف کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ ولادت سے لے کر حیدرآباد سے سبکدوش ہو کر واپس آنے تک کے حالات پر مشتمل ہے، جس میں نواب صاحب مرحوم کی سرکاری خدمات کا مفصل تذکرہ ہے، یہ حصہ بہت سے عجیب و غریب اور پُراسرار واقعات کا مخزن ہے، اس حصہ کا تعلق اعلیٰ حضرت خلد آشیاں میر محبوب علی خاں سابق نظام دکن، سرسالار جنگ اعظم اور سر آسمان جاہ کے عہد سے ہے، جب کہ نواب وقار الملک، حیدرآباد میں وزیر اعظم کے دست راست اور مشیر خاص تھے۔ اور اعلیٰ حضرت کے دربار میں اُن کو بڑا عروج حاصل تھا، اس حصہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ نواب صاحب کو یہ عروج کیوں کر حاصل ہوا، آخر میں نواب صاحب کا زوال اور حیدرآباد سے واپسی کا پُر عبرت منظر دکھایا ہے، اور اسباب زوال پر بحث کر کے بہت سے مخفی واقعات سے پردہ اُٹھا دیا ہے، اور حیدرآباد کے پولٹیکل جوڑ توڑ اور خفیہ سازشوں کا دلچسپ طریقے سے انکشاف کیا ہے، یہ حصہ خصوصیت کے ساتھ حیدرآباد سے تعلق رکھنے والوں کے لئے نہایت دلچسپ ثابت ہوگا۔

دوسرے حصہ میں نواب صاحب کی تعلیمی، علمی، اور سیاسی خدمات کا مبسوط تذکرہ ہے، اسی سلسلہ میں نواب صاحب کی اُن خدمات کا بھی مفصل بیان ہے جو انہوں نے بحیثیت آنریری سکرٹری علی گڑھ کالج اور بحیثیت [illegible] سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ انجام دیں، اس حصہ میں بھی معلومات کا بہت سا ذخیرہ ایسا ہے، جس سے پبلک اب تک بالکل بے خبر ہے۔ آخر میں نواب صاحب کے محاسن اخلاق اور اُن کے کیرکٹر کی خصوصیات پر وضاحت سے بحث کی گئی ہے، اور اس

سلسلہ میں بہت سے دلچسپ وسبق آموز و قابل تقلید واقعات نواب صاحب کی زندگی کے بیان کئے گئے ہیں غرض مجموعی حیثیت سے پوری کتاب مطالعہ کے قابل ہو۔

یہ کتاب آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے زیر اہتمام تیار ہوئی ہے اور نواب صدر یار جنگ مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی آنریری سکرٹری ایجوکیشنل کانفرنس نے اس پر ایک پر مغز مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے، جو کتاب کے ساتھ شامل ہے، کتاب مسلم یونیورسٹی پریس میں بہت عمدہ چھپی ہے، نواب صاحب کا فوٹو بھی کتاب میں شامل ہے۔ ضخامت مع سرورق ۵۰۹ صفحہ قیمت علاوہ محصولڈاک پانچ روپیہ۔

ملنے کا پتہ۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب۔ دفتر آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس
سلطان جہاں منزل علیگڑھ

ناظرین سودمند کی خدمت میں

التماس

میں آخر فروری میں لاہور آنے والا ہوں۔ پہلے دو بار جلسوں میں تقریر کرنے کا موقع ملا مگر عملی کاموں کے متعلق گفتگو کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ اگر کچھ اصحاب کسی جگہ جمع ہو کر تبادلۂ خیالات کرنا پسند کریں تو مجھ سے خط وکتابت فرمائیں۔ لاہور کے علاوہ دیگر مقامات میں جو سہارنپور اور لاہور کے درمیان ہیں میں تھوڑے وقت کے لئے ٹھہر کر مسلمانوں کی مالی اصلاح کے متعلق گفتگو کرنے کو حاضر ہوں۔

خاکسار

سید طفیل احمد

(عارضی پتہ) منگلور ضلع سہارنپور

ہندوستان میں اپنی شان کا پہلا اخبار

کوکب ہند

کوکب ہند : اپنے مخصوص مبحث میں ایک اخلاقی جدت رکھتا ہے (آگرہ اخبار آگرہ)

کوکب ہند : ان دقیق مضامین سے دنیائے اُردو کو آشنا کر رہا ہے جو لسان فرس میں محفوظ تھے (دربار آگرہ)

کوکب ہند . کے کارکن ہر ہر پرچے میں عام دلچسپی کا سامان مہیا کرنے کی کوشش کرتے ہیں (ذوالقرنین بدایوں)

کوکب ہند : بڑی متانت اور سنجیدگی سے اڈٹ کیا جاتا ہے علمی اور مذہبی مضامین بھی ہوتے ہیں (غازی محمود دھرمپال لاہور)

کوکب ہند : تمام بنی نوع میں اتحاد و محبت کا وکیل ہے اپنی قسم کا ایک ہی اخبار ہے (ہیرلڈ آف دی ایسٹ)

کوکب ہند : کے اچھوتے مضامین قابل دید اور براہین سے مملو ہوتے ہیں (نیر اعظم)

کوکب ہند : کے اراکین وہی ہستیاں ہیں جو پہلے قادیان میں ممتاز تھیں۔ جو کہتے ہیں خوب تیز کی ہوتی ہے (تائید اسلام لاہور)

کوکب ہند : اور اس کی جماعت یہ راز کھولنا چاہتی ہے کہ جناب مرزا صاحب قادیانی کے نئے مذہب کا تمام سرمایہ بابیہ بہائیہ فرقے کے عقائد سے سرقہ کیا ہوا ہے اگر کوکب ہند کی تبلیغ استقلال سے کام کرتی رہی تو اہل قادیان کی دھجیاں بکھر جائیں گی۔

(حضرت خواجہ حسن نظامی دہلی)

الغرض ۔کوکب ہند عصر جدید کا ایک بیش بہا جدید تحفہ ہے شائقین کو ضرور اس سے فائدہ اور مسرت اٹھانا چاہئیے سالانہ قیمت چار روپیہ ششماہی ڈھائی روپیہ جو بذریعہ منی آڈر آنا بہتر ہے نمونہ مفت۔ خاص پرچے مستقل کتابی شکل میں (۱) قادیان نمبر (۲) میلاد نمبر چار آنہ کے ٹکٹ بھیج کر منگا لیجیے۔

(منیجر کوکب ہند آگرہ)

قواعد خریداری سود مند

(۱) یہ رسالہ بالعموم ۳۲ صفحات پر مہینے میں ایک بار شایع ہوتا ہے۔

(۲) قیمت سالانہ دو روپیہ ہے۔ غیر ممالک کے لئے ؏ ہے جو منیجر سود مند کے پاس بذریعہ منی آرڈر بھیجی جائے۔

(۳) نمونہ کا پرچہ بلا قیمت روانہ ہوگا۔

مقدار	ایک ماہ	۳ ماہ	۶ ماہ	ایک سال	کیفیت
ایک صفحہ	عہ	مؔعہ	سہ	صہ	چوتھائی صفحہ سے کم کی اجرت فی سطر آٹھ آنہ (۸؍)
نصف صفحہ	للعہ	عہ	مؔعہ	للعسہ	
چہارم صفحہ	۸؍	سے	غہ	مؔعہ	

وہ کتاب جسکی اسوقت ہندوستان میں ہر شخص کو ضرورت ہے

ملک کو افلاس کی مصیبت سے نجات دینے والی۔ ترقی دولت کے سربستہ راز آشکارا کرنے والی۔ بے روزگاروں کو روزگار کے راستے بتلانے والی۔ ناتجربہ کار تاجروں کو تجربہ کار بنانے والی۔ تجارتی کاروباری مشکلات کو حل کرنے والی۔ گھر بیٹھے یورپ و امریکہ کے اصول تجارت کی تعلیم دینے والی۔

جس کے ہزاروں بیش بہا اور قابل قدر مشوروں میں سے ممکن ہے کہ ایک اور صرف ایک ہی مشورہ آپ کی فلاکت زدہ زندگی کی کایا پلٹ دے۔ اور جس کے قیمتی معلومات سے بھرے ڈیڑھ سو صفحوں میں سے کیا عجب ہے کہ ایک صفحہ بلکہ ایک سطر ہی آپکو غریب سے امیر بنا دے

فن تجارت پر آجتک اردو میں ایسی جامع و مفید کتاب شائع نہیں ہوئی

اسکی بدولت ہزارہا اشخاص کام سے لگ گئے اور صدہا آدمی دولت مند بن گئے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ تجارت کیا ہے۔ دنیا میں کب سے شروع ہوئی۔ دوسرے پیشوں پر اُسے کیا فوقیت حاصل ہے عقل و دماغ اور عادات و اطوار پر اسکا کیا اثر ہوتا ہے۔ ایک تجارتی شخص کا کیریکٹر کیسا ہونا چاہیئے۔ تجارت کی تعلیم کب کیونکر اور کہاں حاصل کیجائے۔ تجارت کی کتنی صورتیں ہیں جن سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ کس شخص کو کونسی تجارت اختیار کرنی چاہیئے۔ سرمایہ کیا شے ہے۔ سرمایہ کی تجارت کیلئے کس حد تک ضرورت ہے۔ سرمایہ نہو تو تجارت کس طرح کیجاسکتی ہے مشترکہ سرمایہ سے تجارت کرنیکے طریقے۔ تھوڑے سرمایہ سے کون کون سی تجارتیں ہوسکتی ہیں۔ تجارت میں کامیابی کیونکر حاصل کیجاسکتی ہے۔ ہندوستان میں اسوقت کن کن اشیا کی تجارت ہوتی ہے۔ ممالک غیر خصوصاً یورپ امریکہ نے تجارت میں کیا کیا ترقی کی ہے۔ علاوہ بریں صدہا تجارتی معلومات۔ تجارتی اصطلاحات۔ تجارت کے متعلق قانونی واقفیت۔ دنیا کے کامیاب تاجروں کے مختصر حالات و اقوال ریل، ڈاک، تار وغیرہ کی معلومات۔ الغرض آغاز تجارت کے وقت ایک تاجر کو جسقدر معلومات درکار ہیں وہ حتی المقدور سب اس کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں آپ دو روپے اس کتاب میں خرچ نہیں کرینگے بلکہ ایسے نفع بخش کام میں لگائیں گے کہ اگر آپکی تقدیر نے یاوری کی تو کیا عجب ہے کہ آپ لاکھوں روپے اسکے ذریعہ سے پیدا کرلیں۔ قیمت فی جلد دو روپے (عگ)

المشتہر

منیجر تجلی بک ڈپو۔ فراشخانہ۔ دہلی

میاں بیوی

اردو میں اس موضوع پر آجتک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اسمیں زن و
شوہر کے تعلقات اور تعلقات کے ہر پہلو پر بحث کی گئی ہے۔ اسمیں بتایا
گیا ہے کہ شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو کس طرح خوش رکھ سکتے ہیں
اس کتاب کی ہدایت پر عمل کرنے سے ہر شخص اپنی بیوی سے
ایک محبوبہ کی طرح لطف اندوز ہو سکتا ہے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد
خانگی جھگڑے ہمیشہ کیلئے مفقود ہو جائینگے اور زن و شوہر تمام عمر ایک
دوسرے کے دلدادہ رہینگے ہر شادی شدہ شخص کا فرض ہے کہ اس کتاب کو
پڑھے اور اس کتاب کی ہدایتوں پر عمل کر کے لطف زندگی حاصل کرے۔ خوب یاد رکھئے کہ آپکو روحانی آسودگی اس
وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک بیوی آپ کی مرضی کے مطابق اور ہمہ صفت موصوف نہ ہو۔ اور یہ بات اس
کتاب کے مطالعہ پر موقوف ہے۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ (عہ)

آپ کی زندگی میں انقلاب

اگر پیدا نہیں ہوا۔ اگر گذشتہ زمانہ سے آپ کا موجودہ زمانہ اچھا نہیں ہے۔ اگر موجودہ زمانہ سے آپ کا
آیندہ زمانہ بہتر ہونیکے آثار نہیں رکھتا تو اسکے یہ معنی ہیں کہ آپ کی زندگی بالکل ناکام ہے۔ ذیل کی دو کتابیں
آپکی زندگی میں انقلاب پیدا کر سکتی ہیں افلاس کو ناداری سے بدل سکتی ہیں کاہلوں اور بیکاروں کو چست و مستعد
بنا سکتی ہیں۔ جزرسی کفایت شعاری سلیقہ مندی کی عملی تعلیم دیکر زندگی کو مسرتوں سے لبریز کر سکتی ہیں نادانوں کو
دانا ناتجربہ کاروں کو تجربہ کار اور عاقبت اندیش بننے کی تعلیم دیتی ہیں یہ بداخلاق کو خوش اخلاق بنا کر تنفروں کو محبت
سے بدل ڈالتی ہیں انکے الفاظ نہیں ہیں۔ جادو ہیں۔ یہ افسانے نہیں ہیں معاشرت کے طلسمات ہیں
ہمارا دعوی ہے کہ اصلاح معاشرت کے لئے اس سے زیادہ موثر کتابیں آج تک اردو میں نہیں لکھی
گئیں۔ یہ وہ کتابیں ہیں جنکی اشاعت قوم کی کایا پلٹ دیگی۔ ہمارے کہنے سے آپ ان کتابوں کو ایک دفعہ
ضرور منگا کر ملاحظہ کریں اور اگر ان کو ہماری گذارش کے مطابق نہ پائیں تو کتابیں واپس کرکے اپنے دام منگا لیں
پہلی کتاب درس عبرت۔ قیمت عہ۔ دوسری کتاب تصویر معاشرت۔ قیمت عہ

المشتہر

مینیجر تجلی بک ڈپو۔ فراشخانہ دہلی

قواعد انجمن فلاح المسلمین

مسلمانوں کی مالی اصلاح کے لئے ضرورت ہے کہ ہر مقام پر مندرجہ بالا نام کی ایک انجمن قائم کی جائے ذیل میں بطور نمونہ کے چند قواعد درج کئے جاتے ہیں امید کہ اس نمونہ پر انجمنیں قائم کرکے مقامی ضروریات کے مطابق قواعد بنائے جائینگے اور جہاں کوئی انجمن پہلے سے موجود ہو وہ بھی مسلمانوں کی مالی بہبودی کے کام کو اپنے قواعد میں داخل کرلیگی اور اپنی کارروائی سے اڈیٹر سودمند کو وقتاً فوقتاً مطلع کرتی رہیگی - جدید انجمنیں قائم ہونے کی خبریں رسالہ **سود مند** میں شایع کی جائیں گی -

مجوزہ قواعد یہ ہیں :-

(۱) فلاح المسلمین کے مقاصد وہی ہوں گے جو صفحہ اول پر پہلی تین دفعات میں درج ہیں -

(۲) ممبروں کے ذاتی فرائض حسب ذیل ہوں گے -

(الف) اپنی آمدنی کا کم سے کم دسواں حصہ کسی بنیک یا ڈاکخانہ یا کسی محفوظ مقام میں جمع کرنا -

(ب) اپنی زندگی کا بیمہ کرانا تاکہ پس ماندگان کسی کے دست نگر نہ ہوں اور ہر بچہ کا تعلیمی بیمہ کرانا تاکہ اس کی تعلیم بے کھٹکے ہر حالت میں جاری رہ سکے -

(ج) اپنے بچوں کو ابتدا سے روپیہ بچانے اور بڑھانے کی تربیت دینا -

(د) خود نہایت سادہ زندگی بسر کرنا اور شادی غمی کے مسرفانہ اخراجات سے بچنا -

(۳) ممبروں کے ملی فرائض حسب ذیل ہوں گے -

(الف) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر روپیہ کا کاروبار کریں اور مسلمان دکانداروں اور کاریگروں کو معین اور غیر معین منافع پر روپیہ دے کر انہیں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے آزاد کرائیں -

(ب) مسلمانوں میں انجمن ہائے امداد باہمی اور مشترک سرمایہ کی کمپنیاں قائم کرانا

(ج) مسئلہ سود کے اصلی معنوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا اور اس مضمون کی کتابیں مسلمانوں سے پڑھوانا اور ان کے مضامین ناخواندہ مسلمانوں کو پڑھ کر سنانا -

---

مسلمانوں کی مالی حالت کا آئینہ !

اسلامی انجمنوں اور مسلم ہمدردوں کی خدمت میں عرض ہو کہ وہ اپنے اپنے مقامات میں مسلمانوں کی مالی حالت کی نسبت تحقیق کریں اور اس سے ازراہ کرم ہمیں اطلاع دیتے رہیں تاکہ وہ حالات یا اُن کا خلاصہ مسلمانوں کی اطلاع کے لئے رسالہ سود مند میں شایع کیا جایا کرے ۔ مالی حالت کی تفتیش میں حسب ذیل سوالات سے مدد ملیگی ۔

(۱) آپ کے قصبہ یا شہر یا ضلع میں جہاں کا حال آپ کو لکھنا ہو دیگر اقوام کے مقابلہ مسلمانوں کی نسبتی تعداد کیا ہو ۔

(۲) بمقابلہ گزشتہ بیس سالوں کے مسلمانوں کی زمینداریاں اور جائدادیں اب بڑھ رہی ہیں یا گھٹ رہی ہیں ۔

(۳) صنعت و حرفت اور تجارت میں مسلمانوں کی نسبتی حالت انداز آ کیا ہو ۔ آیا کسی خاص قسم کی تجارت و صنعت مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے ۔

(۴) مسلمان کاریگر، کاشتکار اور دوکان دار بالعموم کس قوم کے لوگوں سے قرض لے کر اپنا کاروبار کرتے ہیں ۔

(۵) مسلمان پیشہ ور بالعموم کفایت شعار اور خوش چلن ہیں یا مسرف اور بدچلن ۔

(۶) مسلمانوں کو قرضداری کے چکر سے نکالنے اور اُن کا کاروبار درست کرنے کے لئے آیا آپ کے یہاں انجمن ہائے امداد باہمی یا مشترک سرمایہ کی کمپنیاں ہیں یا نہیں ۔

(۷) شادی اور غمی کی تقریبات میں آپ کے ہاں بربادکن مراسم کیا کیا ہیں اور اُن کے بند کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے ۔

(۸) آپ کے ہاں مسلمانوں کی تعلیمی حالت کیسی ہو ۔ کوئی قومی مدارس یا انجمنیں ہیں کہ نہیں ۔

(۹) آپ کے نواح میں برادران وطن اپنے بچوں کے لئے کفایت شعاری کے کیا طریقے استعمال کرتے ہیں ۔

(۱۰) آپ کے نزدیک مسلمانوں کی مالی حالت کی درستی کے لئے کیا طریقے ہوسکتے ہیں ۔

(التماس) جو اصحاب یا انجمنیں یہ حالات جمع کرکے مہربانی سے ہمارے پاس بھیجیں وہ اُن کی نقل اپنے پاس بھی محفوظ رکھیں اور سال بہ سال اس کا مقابلہ مسلمانوں کی حالت سے کرتے رہیں ۔

خاکسار

اڈیٹر سود مند

مقاصد

(۱) افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کر کے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو برباد کن اور حرام ہے مٹا دے۔

(۳) فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا۔ اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

(۴) مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار و تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(۵) مسلمانوں کی صحت جسمانی۔ ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرانا۔

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طبع ہوا ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء

قواعد خریداری سودمند

۱- سودمند کی سالانہ قیمت دو روپیہ ہو وہ بالعموم ہر مہینے کے پہلے ہفتے میں شایع ہوتا ہو۔ اس لئے پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۱۰ تاریخ تک آجانی چاہیئے اس کے بعد فی نمبر ۴ر دینے جاوینگے۔

۲- رسالہ کی قیمت بذریعہ منی آڈر یا بصیغہ وی۔ پی ہر حال میں پیشگی لی جاویگی۔

۳- تین مہینہ سے کم کے لئے پتہ تبدیل نہ کیا جائیگا اس کے لئے ڈاکخانہ میں انتظام کیا جائے۔

۴- نمونہ کا پرچہ بلا قیمت روانہ کیا جائیگا لیکن خریداری پر مدت خریداری اسی نمبر سے شمار کی جائے گی۔

۵- خط وکتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا جائے ورنہ تاخیر جواب کا عذر نامسموع ہوگا۔

۶- اطلاع خریداری کے ساتھ یہ ضرور لکھا جائے کہ پچھلے نمبر بھی بھیجے جائیں یا نہیں جن کی ابتدا جون ۱۹۲۵ء سے ہوتی ہو۔

۷- جو صاحب ایک سال کے لئے پانچ خریدار یا دوسرے کی اجرت کا اشتہار بہم پہونچائینگے وہ (بشرطیکہ سوداگر نہوں) ایک سال کے لئے بلا ادائے قیمت سودمند کے خریدار متصور ہونگے لیکن اشتہار فرضی دعووں کا حامل اور فحش نہ ہو۔

۸- ارسال وی پی کے لئے دیگر حضرات کے اسماء گرامی بھیجنے سے قبل باقاعدہ استمزاج اور کافی اطمینان کر لینا ضروری ہو کیونکہ وی پی کا واپس ہونا مقاصد ہمدردی کی نوعیت کو بدل دیتا ہے

(۹) جو صاحب آدھ آنہ کے ٹکٹ کی جگہہ جوابی کارڈ بھیجتے ہیں وہ دفتر میں پہونچنے سے قبل یہ کہہ کر نہ معلوم کہاں رہ جاتا ہو کہ "میں اس فرض کو ادا نہیں کر سکتا" اس لئے ٹکٹ کی جگہہ جوابی کارڈ نہ بھیجا جائے۔

مطالعہ سودمند

کو مکمل بنانے کے لئے حسب ذیل رسائل دفتر سودمند سے ضرور منگوائیے۔

رسالہ جواز سود معہ فتاوی

جس میں مختلف طور پر سود کی حقیقت۔ ربا اور سود کا فرق اور تجارتی سود کے جواز کی صورتیں معہ علماء کرام کے فتووں کے پیش کی گئی ہیں اور کفایت شعاری اور روپیہ جمع کرنے کے طریقے سمجھائے گئے ہیں۔ ایک نسخہ آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہو ایک سے زیادہ جلدوں کی قیمت فی جلد ایک آنہ اور سو جلدوں کی قیمت پانچ روپیہ۔

مالی اصلاح

جس میں روپیہ بچانے اس کو جمع کرنے اور بڑھانے کے مختلف طریقے مفصل طور پر بتائے گئے ہیں قیمت رسالہ جواز سود کی قیمت کے مطابق ہے

سودمند مجلد

جلد نمبر ۱ کے سات نمبر جون ۱۹۲۵ء سے دسمبر ۱۹۲۵ء تک ایک مکمل اور خوبصورت جلد میں جمع کرد ئے گئے ہیں جن کی قیمت میں ایک آنہ فی جلد کم رکھنے کے علاوہ جلد کی اجرت بھی چھوڑ کر صرف ان خریداروں سے جو آخر ۱۹۲۶ء تک خریدار ہو جائینگے صرف ... لی جائیگی

المشتہر

منیجر رسالہ سودمند

سودمند

جلد (۲)	یکم مارچ سنہ ۱۹۲۶ء	چندہ سالانہ (عہ)
نمبر (۳)		قیمت فی پرچہ (۳ر)

فہرست مضامین

صفحہ

مقاصد

۱۔ افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس اور گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

۲۔ مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو برباد کن اور حرام ہے مٹائے۔

۳۔ فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

۴۔ مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار اور تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

۵۔ مسلمانوں کی صحت جسمانی۔ ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا۔

مسلمانوں سے نیرنگِ تمدّن اب یہ کہتا ہی

(از محمد قمر الحسن صاحب قمر۔ بدایونی)

مسلمانوں سے نیرنگ تمدّن اب یہ کہتا ہی
کہ چونکو خواب غفلت سی اگر دنیا میں رہنا ہی

یہی دو صورتیں ہیں اب تمھارے زندہ رہنے کی
ہے اک بدتر سی بدتر دوسری اعلیٰ سی اعلیٰ ہی

جو ہے بدتر سے بدتر بے حیائی نام ہی اس کا
بنو بے شرم و بے غیرت اگر تم کو گوارا ہی

ابھی تک قرض لے لے کر مزے تم نے اڑائے ہیں
مصیبت کون جھیلے اب کہ یہ بدلہ اسی کا ہی

ہٹو ملنے سنو ذلت اٹھاؤ سختیاں جھیلو
اٹھاؤ جوتیاں اُن کی جنھیں سر پر چڑھایا ہی

ابھی تک مال چھوڑا جان چھوڑی برتری چھوڑی
اب اس سی بھی اٹھاؤ ہاتھ جو مذہب تمھارا ہی

کہیں وہ چھوڑ دو اردو تو اردو چھوڑ دو فوراً
کہیں وہ گائے کو پوجو تو کہدو ہاں گوارا ہی

کہیں ترک اذاں کو وہ تو کہہ دو اب یہی ہوگا
وہ پوچھیں ملک کس کا ہی تو کہدو آپ ہی کا ہی

کہیں وہ مسجدوں میں جمع ہونے سے کرو توبہ
تو کہدو لالہ صاحب یوں سہی یہ بات ہی کیا ہی

اگر وہ یہ کہیں بھنگی تو شدھی ہونے والے ہیں
تم اب ان کی جگہ لے لو تو سمجھو یہ بھی ہونا ہی

اگر وہ یہ کہیں پہنو جنیئو چوٹیاں رکھو
جپو مالا کہاں تسبیح کا جھگڑا نکالا ہی

ہیں جتنی مسجدیں مندر کو دیدو یا گرودوں کو
ہیں جتنی خانقاہیں ان کا مصرف اب یہ کیا ہی

بنائے جائیں اُن میں پاٹ شالہ یا گئو شالہ
بچیں جو اس سے اُن سب میں دہرم شالہ بنانا ہی

تو کہدو لالہ صاحب جب ہمیں خود آپ کی ٹھیرے
تو جو کچھ بھی ہمارے پاس باقی ہی وہ کس کا ہی

ہم اس میں دخل دینے والے آخر کون ہوتے ہیں
ہمارا بس ہی کیا ہی اب ہمارا زور ہی کیا ہی

اگر اس کو برا سمجھو اگر کچھ اس میں شرم آئے
تو آنکھیں کھول کر دیکھو کہ اب کیا رنگ دنیا ہی

مخالف ہر طرف سی کیوں تمھیں اتنا دباتے ہیں
وہ کیوں ہیں با اثر تم بے اثر کیوں ہو سبب کیا ہی

ہیں دنیا بھر کی ساری خوبیاں کیوں ان کے حصے میں
وہ کیا قوت ہی ان کو اس قدر جس پر بھروسا ہی

کروگے ٹھنڈے دل سی غور اگر اس میں تو سمجھوگے
کہ وہ ذی مقدرت ہیں ان کو دولت کا سہارا ہی

زمانے بھر کے علم و فضل ہوں یا صنعت و حرفت — وہ سب اس کی بدولت ہو کہ دولت نام جس کا ہو

ضرورت اس کی قدر اس کی اثر اس کا ہو زور اتنا — اسی سے بات بنتی ہو اسی سے کام چلتا ہو

اگر عزت سے رہنا ہو مسلمانوں کو دنیا میں — تو پہلے یہ سمجھ لیں وہ کہ اب داموں کی دنیا ہو

بچیں اسراف سے چھوڑیں تن آسانی کریں محنت — وہ پھر حاصل کریں جو آج تک غفلت میں کھویا ہو

جو ہیں نادار و مفلس دستکاری ہو معاش اُن کی — کریں وہ اکتساب علم جن کے پاس پیسا ہو

نہیں قرضہ نہ دیں سود اب جو لینے کے پڑیں دینے — لگائیں کام میں اس مال کو جو دفن رہتا ہو

کفایت کو بنائیں رہنما ضامن تجارت کو
ثمر وہ زندگی یہ ہو کہ جو اعلیٰ سے اعلیٰ ہو

سودمند کی ایڈیٹری
اور
مہاراشٹر کا مرہٹی اخبار سودھرم

اخبار تنظیم مطبوعہ ۱۲ رفروری میں اخبار مذکور کے ۱۳ مشورے نقل کئے گئے ہیں اُن میں دس تو ہم دوسری جگہ لکھینگے نمبر ۳ و ۶ و ۷ معہ نوٹس کے حسب ذیل ہیں جن سے سودمند کی ایڈیٹری کا فرض ادا ہوتا ہے۔

نمبر ۳ "ہندو تجارت میں مسلمانوں سے لین دین نہ کریں" بخشو بی بلائی رُغاللّٰہ دورا ہی جی رہیگا ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی گاڑھی کمائی میں ہندو تہائی کے شریک نہ رہیں اور مسلمان خود اپنے سرمایہ اور باہمی امداد سے اپنا کام چلائیں۔

نمبر ۶ "قرضہ یا لین دین میں مسلمان ساہوکاروں اور آسامیوں سے معاملہ نہ کیا جائے"

ع اس ایک دن کی تاک میں ہیں عمر بھر سے ہم۔ اس تباہ کن مصیبت سے نجات مل گئی تو مسلمان پھر یہاں ہو جائیں گے اور ہندؤں کی مالی شیخی کرکری ہو جائے گی۔ خدا کرے اس ضد اور منافرت سے مسلمانوں کو بھی غیرت آئے۔

نمبر ۷ "کوئی وکیل کسی مسلمان کا مقدمہ نہ لے" چشم ما روشن دل ماشاد۔ جب تو مسلمانوں کی یہ قوم بھی مسلمانوں ہی میں رہے۔ کاش ہندو وکیل مسلمانوں کا مختانہ تو درکنار ان کا نام بھی نہ لیں قرضے کی دستاویزوں اجراء ڈگریوں درخواست اور سرٹیفکٹ نیلام میں بھی مسلمانوں کے ناموں کی بجائے ہندؤں کے متبرک ناموں کو جگہ دیں مگر مسلمان وکیل ہندؤں سے مختانہ ضرور لیں کیونکہ ہندؤں کو مقدمہ دینے کی ممانعت نہیں کی گئی ہے۔ ہر مسلمان کو سمجھنا چاہئے ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا — آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

دولت مند بننے کا آسان طریقہ

در دولت تک پہونچنے کے لئے کوئی عام سڑک نہیں ہے۔ روپیہ پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ صرف وہی لوگ روپیہ پیدا کر سکتے ہیں جو ہوشیار، محنتی، کفایت شعار اور ذہین ہوتے ہیں۔ روپیہ پیدا کرنا بیوقوفوں کا کھیل نہیں ہے۔ اگر آپ روپیہ پیدا کرنا اور دولت مند ہونا چاہتے ہیں تو سب سے اول آپ کو چاہئے کہ کچھ کمانا۔ جب آپ تجارت، حرفت یا مزدوری کے ذریعہ سے کمانے کے قابل ہو جائیں تو آپ کو اپنی آمدنی کا کچھ حصہ بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن صرف پس انداز کرنے سے آپ دولت مند نہیں بن جاویں گے۔ البتہ پس انداز کرنے کی عادت دولتمند ہونے کی بسم اللہ ہے تاوقتیکہ آپ کو پس انداز کرنے کی عادت نہ ہوگی آپ متمول نہ ہو سکیں گے۔ اگر آپ خود ساختہ متمول لوگوں کی سوانح عمریاں ملاحظہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ بچپن ہی سے وہ نہایت کفایت شعار تھے۔ دنیا کے سب سے زیادہ دولتمند شخص راک فلر کا مقولہ ہے کہ "میں اپنے بچپن کے زمانہ میں بیحد کفایت شعار تھا۔ اس وقت بھی میں ایسا ہی کفایت شعار تھا جیسا کہ اب ہوں"۔

یہ ایک اقتصادی اصول موضوعہ ہے کہ "اپنی تنخواہ یا چھوٹی تجارت کے تھوڑے سے منافعہ سے لوگ دولت مند نہیں بن جاتے ہیں"۔

اگر فی الحقیقت آپ بہت جلد دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنی پس انداز کی ہوئی رقم کو کسی ایسے کام میں لگانے کا فن سیکھنا چاہیئے جس سے آپ کے حسب مراد نتیجہ برآمد ہو۔ اس کے واسطے آپ کو وہ طریقے سیکھنے چاہئیں جن سے مزید روپیہ پیدا ہو سکتا ہے اور پھر ان سب طریقوں میں سے آپ کو وہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو آپ کے لئے کار آمد ہو۔

امریکہ کے سب سے زبردست ماہر علم اقتصادیات مسٹر بنجمن فرینکلن نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ "روپیہ کو روپیہ کماتا ہے اور پھر وہ مزید روپیہ پیدا کرتا ہے"۔ کسی کام کی اجرت میں زیادہ روپیہ نہیں مل سکتا ہے اور نہ اس سے کوئی شخص دولت مند بن سکتا ہے۔ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ روپیہ بہ نسبت محنت کے زیادہ دولت پیدا کرتا ہے۔ بہت کم لوگ دوسروں کا کام کر کے کچھ روپیہ جمع کرتے ہیں ہر ایک پیشہ انجنیری، دستکاری اور مزدوری سے کہیں زیادہ روپیہ پیدا کرنے کی قابلیت خود روپیہ میں موجود ہے۔ ایک بار ایک شخص نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ انگلستان کے سب سے زیادہ دولتمند شخص لارڈ رائس چائلڈ نے کس طرح کروڑوں روپیہ پیدا کر لیا۔ لارڈ موصوف نے جواب دیا کہ کس نے تم سے کہدیا ہے کہ میں نے کروڑوں روپیہ پیدا کیا ہے میں نے ہرگز کروڑوں روپیہ پیدا نہیں کیا میں نے تو صرف چند ہزار روپیہ کما لیا تھا

اور پھر ان چند ہزار روپیوں نے خود کروڑوں روپیہ پیدا کرلیا۔

روپیہ پیدا کرنے کا پہلا اصول یہ ہے کہ ہم کسی نہ کسی طریقہ سے کچھ روپیہ کمائیں اس کی مقدار خواہ کم ہو یا زیادہ لیکن کسی نہ کسی طریقہ سے اس میں سے کچھ رقم ضرور پس انداز کرلیں۔ لیکن اس بات کو بھی آپ ضرور یاد رکھیں کہ اپنی مختصر سی زندگی میں صرف پس انداز کرنے سے آپ دولت مند ہرگز نہ ہوجائیں گے۔ روپیہ پس انداز کرنا حصول دولت کی بسم اللہ ہے یا زینۂ دولت پر چڑھنے کی پہلی سیڑھی ہے۔ فرض کرو کہ تمھارے پاس کچھ روپیہ موجود ہے اب تم کو سب سے اوّل یہ سوچنا چاہیئے کہ اس کو کس کام میں لگایا جائے جس سے یہ بڑھ جائے۔ مسٹر جان راک فلر شاہ روغن فرماتے ہیں کہ روپیہ کو ایسے کام میں لگا دو جس سے کہ وہ بڑھتا رہے۔ روپیہ کو اپنا غلام بنا لو تاکہ جب تم سوتے رہو وہ تمھارے لئے روپیہ کماتا رہے۔" مسٹر آرتھر برسین کا مقولہ ہے کہ "روپیہ بشکل نقدی اجرت ہوتا ہے اور جس طرح کہ انسان کام کرکے روپیہ پیدا کرتا ہے اسی طرح روپیہ پیدا کرکے اس کو کسی کام میں لگا دینا چاہیئے تاکہ وہ مزید روپیہ پیدا کرتا رہے۔ پاگل خانوں اور جیل خانوں کے قیدیوں کی طرح مقفل روپیہ بھی بے سود ہوتا ہے۔ امریکہ کی کروڑپتی لیڈی مسز ہٹی گرین فرماتی ہیں کہ "میں نے (سٹہ) قیاسی خرید و فروخت سے دولت نہیں پیدا کی کیونکہ صرف احمق لوگ ہی قیاسی خرید و فروخت کرتے ہیں بلکہ میں نے سوچ سمجھ کر کاروبار میں روپیہ لگا کر دولت پیدا کی ہے۔ غالباً ساری دنیا میں صرف مسز گرین ہی ایسی ایک خاتون ہے جو اپنے بیٹے کی تفریح کے لئے ایک پوری لائن خرید سکتی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک مرتبہ کیمکل نیشنل بنک نیویارک کو ٹیکساز مڈلینڈ ریل روڈ کی خرید کے لئے ایک چک لکھ کر دیا اور پھر یہ ساری ریلوے لائن اس نے اپنے لڑکے کے نام منتقل کردی۔ مسز گرین کا روپیہ ہر جگہ لگا ہوا ہے چنانچہ وہ خود فرماتی ہیں کہ میری ساری دولت ایسے کاموں میں لگی ہوئی ہے جہاں پر کہ روپیہ جا سکتا ہے اور پھر اپنے ساتھ کچھ اور روپیہ لا سکتا ہے۔ روپیہ پیدا کرنے میں اس وقت امریکہ کا نمبر اول ہے۔ کوئی قوم اس قدر دولت مند نہیں ہے جیسے کہ اہل امریکہ ہیں۔ کسی ملک میں اتنے کروڑپتی اور ارب پتی نہیں ہیں جتنے کہ امریکہ میں موجود ہیں۔

امریکہ کروڑپتیوں اور ارب پتیوں کا ملک ہے۔ امریکہ کے اکثر کروڑپتی لوگوں نے کاروبار میں روپیہ لگا کر بشمار دولت پیدا کی ہے۔ جس کسی شخص نے اس کی تحقیقات کی ہے اس کو یہ حقیقت معلوم ہے کہ اس قدر دولت صرف کاروبار میں دانشمندی کے ساتھ روپیہ لگانے سے پیدا ہوسکتی ہے اور قرض دینے، جوا کھیلنے یا سٹہ لگانے سے ہرگز اس قدر دولت نہیں حاصل ہوسکتی ہے۔

(ماخوذ از کلکتہ کمرشل گزٹ وانویسٹرز گائڈ)

خوش حال ممالک کی پیش بینی کے مقابلہ میں ہماری بے فکری

انگلستان کے مفلسوں کی عمدہ حالت

یورپ کی نسبت عام طور پر مشہور ہے کہ وہاں کے ممالک میں ایک طبقہ حد سے زیادہ دولت مند اور دوسرا طبقہ حد سے زیادہ مفلس ہے اور یہ سرمایہ داری کا نتیجہ ہے۔ اسی بنا پر ہماری قوم میں بعض اصحاب نے اپنا یہ متن قرار دے لیا ہے کہ وہ سرمایہ کی نسبت برائیاں بیان کر کر کے مسلمانوں کو اکتساب دولت سے روکتے رہتے ہیں مگر ذیل کے واقعات سے جو اخبار "ہندو" کے ایک نامہ نگار کی تحریر سے لئے گئے ہیں اور جو پچھلے دنوں اکثر اخبارات میں شائع ہوئے تھے واضح ہوگا کہ وہاں کے مفلس جن کی وحشت انگیز حالات یہاں بیان کئے جاتے ہیں، کس قسم کی زندگی بسر کرتے ہیں نامہ نگار موصوف نے انگلستان کے ادنیٰ ترین طبقہ کی نسبت لکھا ہے کہ :-

(۱) وہ لوگ میلے تھے، باورچی خانہ کے برتن گندے تھے مگر باوجود اس کے وہ ہندوستان کے غریب کلرکوں سے بہتر تھے۔

(۲) غریب لوگوں کے کھانے کا کمرہ علیحدہ دیکھا۔ ایک کمرہ میں غریب لڑکیاں کچھ کام کرتی ہیں۔ قصہ سُنانے کا ہال الگ ہے۔ ایک کمرہ پالش وغیرہ کے لئے ہے۔ ایک کتب خانہ ہے۔ ایک ناچ گھر ہے۔

(۳) ادنیٰ سے ادنیٰ مزدوروں کو دو چار پونڈ ہفتہ وار ملتا ہے جس کے سوا سو روپیہ ماہوار سے ڈھائی سو روپیہ ماہوار کے قریب ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص بیکار ہو اور اسے نوکری نہ ملے تو گورنمنٹ کی طرف سے ڈیڑھ پونڈ فی ہفتہ یا نوے روپیہ ماہوار ملتا ہے اگر عیال دار ہے تو عورت و بچوں کا خرچ علیحدہ ملتا ہے۔

(۴) جو اپاہج ہیں اُن کے واسطے علیحدہ انتظام ہے۔ لاوارث بچوں کے لئے یتیم خانے ہیں۔

(۵) ان انتظامات کی وجہ سے انگلستان میں کوئی شخص بھوکا نہیں رہ سکتا۔ بھوک سے مرجانا تو بڑی بات ہے

(۶) یہی حالت دیگر ممالکِ یورپ میں ہے۔ بلجیم کے دارالخلافہ میں ہر شخص کو عمدہ کپڑے پہنتے دیکھا۔ غربت کی علامات نظر نہیں آتیں۔ وہاں کوئی شخص تنگ حال نہیں ہے اسی واسطے کوئی بھیک نہیں مانگتا۔

ایک طرف تو یورپ کی خوشحالی کے یہ حالات ہیں۔ دوسری طرف وہاں کے لوگوں کی کشمکش جو وہ حصول دولت کے لئے کرتے ہیں اور ہر وقت اپنے ملک کی اقتصادی حالت کی درستی کے لئے جن افکار میں مبتلا رہتے ہیں

اس کا پتہ ان بے شمار مضامین سے چلتا ہے جو انگریزی اخبارات میں شایع ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں ایک مضمون لندن ٹائمز میں شایع ہوا تھا جس سے انگلستان کی پریشانی کا پتہ چلتا ہے۔

یہ امر مثل روز روشن کے واضح ہے کہ انگلستان کا ستارہ اس وقت انتہائے عروج پر ہے نہ صرف وسعت ملک بلکہ کثرت دولت کے اعتبار سے بھی اس کا شمار دنیا کی اول درجہ کی سلطنتوں میں ہے۔ مگر جو چیز ہر دم اس کا قدم آگے بڑھا رہی ہے اس کا اندازہ ذیل کی چٹھی سے ہوگا جو ڈاکٹر آرتھر شیڈویل نے اخبار ٹائمز میں شایع کرائی تھی۔ اس چٹھی میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی قوم کے افراد کے لہو ولعب میں مصروف رہنے اور اسراف کی طرف جھک جانے کی شکایت ان الفاظ میں کرکے اپنے قومی تنزل کا خطرہ ظاہر کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی چٹھی کا اقتباس یہ ہے۔

سو برس پہلے کی حالت سے مقابلہ

سب سے اول میں لارڈ ڈامیٹ کی اس تقریر کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو انھوں نے دارالامرا میں کی تھی اس تقریر میں انھوں نے ملک کی اقتصادی اور صنعتی حالت کے مخدوش ہونے کو جس کی طرف لارڈ آرنلڈ نے توجہ دلائی تھی تسلیم کیا ہے۔ مگر موجودہ حالت کا مقابلہ گزشتہ سو سال کی حالت سے کرکے اپنے دل کو سمجھا لیا ہے۔ بیشک ایسے موقعوں پر پچھلے حالات سے مقابلہ کرکے اپنا دل خوش کیا جا سکتا ہے۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ ہمارے ملک پر پہلے بھی نہایت نازک وقت گذرے ہیں مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ حالات محض عارضی تھے برخلاف اس کے تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا میں قومی تنزل بھی ایک چیز ہے جس کا بیج فتح مندی کے وقت جڑ پکڑ لیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا ہم واقعی تنزل کی طرف جا رہے ہیں۔ یا ہماری موجودہ مشکلات مثل سو سال قبل کے محض عارضی اور چند روزہ ہیں؟

ان سوالات کا جواب کوئی شخص یقین کے ساتھ نہیں دے سکتا۔ تاہم میں کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت سے سو سال قبل بلاشبہ ملک کی اقتصادی حالت نہایت خراب تھی اور اس زمانہ میں موجودہ سہولتوں کے نہ ہونے کی وجہ سے مصیبت کی کوئی حد و انتہا نہ ہوگی۔ تاہم وہ زمانہ گذر کر بہترین زمانہ آگیا۔ مگر یہ زمانہ کس طرح آیا؟

محض کام سے اور کفایت شعاری سے

میرے نزدیک اب جو چیز پریشان کن اور خطرناک ہے وہ حوصلہ اور جدت کی کمی ہے۔ اس زمانہ میں ان لوگوں نے ریل ایجاد کی اور بہت سے مفید انجینیروں کے کام جاری کئے اور واٹر لو کی لڑائی کے نقصانات کے بعد ملک کو پستی اور مایوسی سے نکالا۔ اب ایسے باہمت و باحوصلہ لوگ کہاں ہیں؟ اب محض ان کے نقال ہیں بلکہ اب تو نقالوں کی بھی کمی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

اس کی وجہ کھیلوں میں مصروفیت ہے

موجودہ نسل کے لوگوں کو اپنے کام میں دلچسپی نہیں ہے اور انھیں بجز تفریح کے اور کسی چیز کا خیال نہیں آتا۔ لہو و لعب
محض تفریح کے لئے نہیں بلکہ بطور حقیقی کاموں کے ہوگئے ہیں مگر لطف یہ ہے کہ جن ورزشوں کے ہم لوگ موجد تھے
انھیں ورزشوں اور کھیلوں میں ہم اُن ممالک سے شکست کھا جاتے ہیں جنھیں ہم بالکل اناڑی سمجھا کرتے تھے۔
دراصل موجودہ نسل میں کچھ نقایص ایسے ہوگئے ہیں کہ نہ وہ عمدگی سے کام کرتے ہیں اور نہ اچھا کھیلتے
ہیں اور اب سب سے بڑھ کر یہ کہ

ان میں اسراف بہت بڑھ گیا ہے

جس کی وجہ سے ان میں حوصلہ اور قوت ایجاد کم ہوگئی ہے اسی اسراف کی وجہ سے ملک میں صنعتی کاموں کے
لئے سرمایہ کی کمی محسوس ہورہی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بکثرت روپیہ لذت اور عیش پرستی میں صرف ہوجاتا ہے
یہ حالت جنگ عظیم کے بعد سے ہوگئی ہے۔ جب کہ روپیہ ایسے ہاتھوں میں پہونچا ہے جو اس کا مصرف بجز صرف کرڈالنے
کے اور کچھ نہیں جانتے۔ آج کل فضولیات پر جس قدر صرف ہورہا ہے اس قدر کبھی نہیں ہوا اور فضول چیزوں کی تجارت
کبھی اتنی سرسبز نہیں ہوئی۔ اگر کسی غیر ملک کے شخص سے کہو کہ ہماری حالت خراب ہوتی جاتی ہے۔ تجارت
گر رہی ہے۔ بیکاروں کے غول کے غول پھر رہے ہیں۔ صنعت کم ہورہی ہے تو وہ اس کا یقین نہ کریگا اور قہقہہ
لگائے گا۔ حالاں کہ یہ بالکل صحیح اور درست ہے کیوں کہ زیادہ تر روپیہ ہم عیش و تنعم اور لہو و لعب میں صرف
کررہے ہیں۔ پہلے زمانہ میں لوگوں کو کام میں بھی اتنا ہی لطف آتا تھا جتنا کہ اب کھیل میں آتا ہے خلاصہ یہ کہ سوسال
قبل جس چیز نے ہمارے ملک کو آزادی دلائی وہ

کام اور کفایت شعاری تھی

پس جب تک کہ اس پر عمل نہ ہوگا حالت بہتر نہ ہوگی۔ جرمنوں کے مقابلہ کا رونا تو رویا جاتا ہے مگر اُن سے سبق
نہیں سیکھا جاتا۔ اُن کے صرف کاریگر ہی کام نہیں کرتے بلکہ سب لوگ کام کرتے ہیں

نتیجہ ان تحریرات سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اہل یورپ باوجود انتہائی تمول کے ہر وقت اپنی
حالت بہتر کرنے کے انکار میں مبتلا رہتے ہیں اور یہی اُن کی ترقی کا راز ہے۔ برخلاف اس کے اہل ہند اور
بالخصوص مسلمانوں کی حالت تو یہ ہے کہ اُن کے امرا اپنے عزیزوں، ہمسایوں اور مفلس ہم قوموں کے آئے دن کے مطالبات سے
تنگ رہتے ہیں۔ اور غیر محدود چندوں سے منہ چھپاتے پھرتے ہیں۔ زمیندار اور تاجر، کاریگر اور کاشتکار سرمایہ داروں کی غلامی میں
زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور جو لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں بیکار، معذور، محتاج، پردہ نشین بیوائیں، یتیم اور مریض ہیں اُن کے
آلام و مصائب تو ناقابل بیان ہیں۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ اُن کی سوسائٹی میں خلافت اور سوراج کا چرچا ہے۔ اسلامی ممالک کے
حالات پر مباحثے ہوتے ہیں۔ نجدیوں اور حجازیوں کے مضمون پر سر پھٹول ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی وفات اور حیات کے مسئلہ پر
لٹھ چلتے ہیں۔ استغنا اور بے توجہی اگر کسی مسئلہ سے ہے تو وہ محض اقتصادی ہے جس پر اس زمانہ میں قوموں کی موت و حیات کا انحصار ہے[۲]

۲ بہرحال اس درجہ پر پہنچ کر بھی اگر مسلمانوں کو اپنی مالی حالت کی طرف توجہ نہ ہوئی تو ان کی قومی موت میں ذرہ بھر بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ (طفیل احمد)

میں کس طرح کفایت شعار بن گیا

میں ابتدا سے بہت مسرف تھا جو کچھ ملتا وہ خود کھاتا اور دوسروں کو کھلاتا۔ بچپن میں تو اس عادت کی وجہ سے لوگ فیاض کہہ کہہ کر مجھے خوب بڑھا وا دیتے تھے۔ مگر عمر کے ساتھ یہ فیاضی بڑھ کر میرے لئے مستقل مرض کی طرح ہوگئی۔ اول تو ماں باپ سے، پھر عزیزوں سے مانگتے مانگتے مجھے ہاتھ پھیلانے کی عادت ہوگئی تھی اور بڑا ہو کر جب ضرورتوں نے مجھے گھیرا تو میرا کام یہ ہوگیا کہ اپنی محدود آمدنی کے بھروسہ پر جہاں سے قرض ملے لے کر خرچ کر ڈالوں اور اُسے کبھی ادا نہ کرسکوں۔ بالآخر یہاں تک نوبت پہونچی کہ قرض خواہوں اور ڈگری داروں کے خوف سے گھر سے باہر نکلنا دشوار ہوگیا۔ اس پریشانی میں ایک روز میں نے اپنے قرضہ کی مقدار اور جائداد کی آمدنی کا حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ سالانہ آمدنی سے دس گونہ قرضہ ہے۔ اس سے میرے قلب کی یہ حالت ہوگئی کہ گویا وہ ڈوبا جارہا ہی اور مجھے معلوم ہوا کہ موجودہ آمدنی سے قرضہ ادا ہونا محال ہی۔ مگر اس وقت مجھے یہ سوجھا کہ میں اپنی سالانہ آمدنی کو دنوں پر بلکہ گھنٹوں پر پھیلا دوں۔ میری جائداد کا منافعہ سات ہزار روپیہ سالانہ سے کچھ زیادہ ہی جس کی وجہ سے اپنے قصبہ میں اپنے آپ کو رئیس اعظم سمجھتا تھا۔ اور اس کے بھروسہ پر میں سینکڑوں روپیہ معمولی کاموں میں صرف کر ڈالنے میں کچھ بھی تامل نہ کرتا تھا۔ مگر اس آمدنی کو روزانہ پر پھیلایا تو بیس روپیہ روز بیٹھا اور گھنٹوں پر پھیلایا تو کل تیرہ آنہ چار پائی بیٹھے۔ میرے بچوں اور متعلقین کی تعداد علاوہ ملازموں کے گیارہ ہے۔ ظاہر ہے کہ بچوں کی تعلیم اور شادی بیاہ کا حساب لگایا جائے تو ان پر اوسط خرچ بہت پڑتا ہی۔ تاہم اگر میں اپنا حصہ گھر کے دیگر افراد سے تین گونہ بھی لگا دوں تو میرے حصہ میں فی گھنٹہ تین آنہ بیٹھتا ہے جسے میں اپنا سمجھ کر صرف کرسکتا ہوں۔ اس تصور نے مجھے مبہوت کردیا اور مجھے معلوم ہوا کہ میں کس قدر غریب شخص ہوں۔ اس خیال نے میری حالت یہ کردی کہ جب کوئی خرچ درپیش ہوتا تو میں گھنٹوں حساب لگاتا کہ کتنے کتنے گھنٹوں یا دنوں یا مہینوں کی آمدنی میں ایک دفعہ صرف کئے ڈالتا ہوں اور اس کی وجہ سے مجھے کتنے عرصہ تک خرچ بند کرنا پڑیگا۔ ان حسابوں سے اپنے اخراجات گھٹانے پر مجبور ہونے لگا اور اب تو یہ واہمہ اس قدر بڑھ گیا ہی کہ ایک دفعہ میں کُل تین آنہ خرچ کرتے ہوئے میری روح قبض ہوتی ہی کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری ایک گھنٹہ کی آمدنی ہی جس میں کھانا کپڑا، سفر، مہمان داری، خیرات، زکوٰۃ سب چیزیں شامل ہیں۔ مگر فی الجملہ اس واہمہ نے مجھے بیحد نفع پہونچایا۔ میری خست کو دیکھ کر سب گھر والے کفایت شعار بن گئے۔ میرا تمام قرضہ چند سال میں ادا ہوگیا اور اب میرا اور میرے بال بچوں سب کا ملا کر پچاس ساٹھ ہزار کے قریب بنکوں وغیرہ میں جمع ہو

اور نفع آور کاموں میں لگا ہوا ہے جس سے صدہا کاریگروں کی پرورش ہوتی ہے اور نہ صرف روپیہ بلکہ اسی کے ساتھ میرا خون روز بروز بڑھ کر میری جسمانی قوت کو بڑھاتا جاتا ہے۔ پس میں اپنے سب بھائیوں سے التجا کرتا ہوں کہ وہ اس نسخہ کا تجربہ کریں اور اپنی سالانہ یا ماہوار آمدنی کا کبھی بھول کر خیال بھی نہ کریں بلکہ روزانہ اور گھنٹہ وار آمدنی کو ہمہ وقت پیش نظر رکھا کریں۔ البتہ اگر جلد برباد ہونے کا شوق ہو تو ماہوار اور سالانہ آمدنی کا خیال بھی فضول ہے۔ اپنی زندگی کا تخمینہ کرکے پچاس ساٹھ برس کی آمدنی جوڑیں اور اتنا بہت سا روپیہ قرض لے کر خوب لطف اٹھائیں اس کے بعد بھیک مانگتے پھریں۔ فقط

منگلوری

تن آسانی

از ڈاکٹر محمد فیاض خاں صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

نہیں ہے اس تن آسانی سے ہندستاں خطرے میں ۔۔۔ مگر خود پڑگیا ہے مسلم نادان خطرے میں

ادھر آندھی ہے شدھی کی ادھر سنگھٹن کی آنتیں ہیں ۔۔۔ خدایا المدد ہے جان اور ایمان خطرے میں

رقیبوں کو ہے اطمینان شدھی اور سنگھٹن پر ۔۔۔ ہے مسلم پھوٹ اور تکفیر سے ہر آن خطرے میں

تجارت ان کے قبضے کی زراعت ان کے قابو کی ۔۔۔ معیشت کا نہیں ہے کوئی بھی سامان خطرے میں

ہے لینا اور دینا ایک لیکن سود سے دیگر ۔۔۔ مسلمانوں نے ڈالا مال اور ایمان خطرے میں

زمینداری پہ اپنی سود کا سیلاب امڈا ہے ۔۔۔ نظر آتے ہیں ساری قصر اور ایوان خطرے میں

عدالت ان کا گھر ہے۔ جیل خانہ ان کی بستی ہے ۔۔۔ انھیں کا مال خطرے میں انھیں کی جان خطرے میں

یہ کیا ہے کچھ نہیں ہے۔ سارا دولت کا کرشمہ ہے ۔۔۔ کمی سے ہیں اسی کی صاحب ایمان خطرے میں

کیا ہے سود دے کر ان کو ہم نے ہی قوی بازو ۔۔۔ ہوئی ہے اپنے ہاتھوں اپنی عز و شان خطرے میں

نرالی ہے زمانہ بھر سے ہندستاں کی ہمدردی ۔۔۔ وہ گئو سادہ پرستی ہے کہ ہے انسان خطرے میں

مسلمانوں کو یہ ہسپانیہ کا درس عبرت ہے ۔۔۔ کہ اب ہندوستاں میں بھی ہے تیری جان خطرے میں

لگر عبادت میں رہنا ہے لڑائی ٹڑ برابر کی

وگرنہ رہتے ہیں۔ فیاض تن آسان خطرے میں

اصلاح المسلمین

(از سید جمیل صاحب تحصیل ہمناباد - حیدرآباد دکن)

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ؕ

ترجمہ (اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت نہ بدلے)

آج ملت اسلامیہ کی حالت جیسی کچھ نازک اور قابل رحم ہے محتاج بیان نہیں۔ ہر وہ شخص جس کے دل میں اسلام سے ذرہ بھی الفت ہے موجودہ مسلمانوں کی حالت زار سے بے قرار ہے۔ لیکن بہت ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اس تنزل و ذلت کے اسباب کی طرف بے توجہی اور بے پروائی کا استعمال کیا ہے اس لئے ؎

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا
دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

کے مصداق وجوہات تنزل نذر ناظرین تمکین کئے جاتے ہیں -

(الف) اس تنزل کی شکایت کس سے کی جائے۔ خود ہم ہی اپنے افعال ناشایستہ و اطوار ناپسندیدہ کی وجہ سے گئے دن مصائب و شدائد زمانہ میں مبتلا ہیں -

جب کہ مسلمانوں میں پابندی احکام واجب الاحترام " أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ " قایم رہی ہیں تاریخ عالم بیانگ دہل اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ مسلمانوں کے مقابل ہر ایک قوم نے سر تسلیم خم کیا ہے اور جب سے کہ وہ امر بالمعروف سے غافل اور نہی عن المنکر سے شاغل ہیں ان کی ہر ایک چیز رو بہ زوال ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کے ہاتھوں سے حکومت و دولت، ثروت و تجارت غرض تمام وہ اشیا جن سے ایک قوم ترقی کے معراج پر جلوہ افروز ہو سکتی ہے چلی گئی۔ سچ ہے ؎

چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت
چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

اب ہمارے سامنے بلا لحاظ حاکم و محکوم ہر جگہ مسلمانوں کی حالت پست ہے -

(ب) قوم کی مالی و اقتصادی و تمدنی ترقی کے لئے نہ حکومت کی ضرورت ہے نہ بادشاہت کی بلکہ ترقی کا اصلی راز تجارت، زراعت، صنعت ہے۔ جس طرح انسان کی نشو و نما کے لئے ہوا، پانی، غذا کا ہونا ضروری ہے اسی طرح ترقی کے لئے تجارت زراعت صنعت لابدی ہیں۔ خود بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی ابتدائے سن شعور سے تجارت

تجارت میں دلچسپی لی ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے مال لے کر تجارت کی غرض سے ملک شام کی سیاحت فرمائی۔ اس میں آپ کی یہ مصلحت تھی کہ آئندہ آپ کی امت بھی اس شریف پیشہ پر عمل پیرا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ بموائے ارشاد واجب الانقیاد عَلَیْکُمْ بِالتِّجَارَۃِ فَاِنَّ فِیْھَا تِسْعَۃَ اَعْشَارِ الرِّزْقِ یعنی لازم پکڑو تم تجارت کو کیوں کہ اس میں رزق کا ۹/۱۰ حصہ ہے مسلمانوں نے اس سنت نبویہ کی پیروی بکثرت کی لیکن جب اس کاروبار میں تجارتی سود نے اپنا سکہ جمایا تو مسلمانوں نے اس خیال سے کہ مذہب اسلام میں سود ناجائز ہے اس نجیب پیشہ سے محترز ہونا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کا اقتدار معاملات تجارت سے رفتہ رفتہ کم ہونے لگا۔ زمینداروں کی حالت بھی جب سے کہ سود کا رواج ہو گیا ہے نہایت ابتر ہے۔

اگرچہ صنعت و حرفت بھی ازمنہ سابقہ میں بالعموم مسلمانوں کے ہاتھوں میں رہی ہے۔ لیکن زمانہ جوں جوں گزرتا ہے ویسا ہی ہر ایک شعبہ میں آثار ترقی رونما ہیں جن کی وجہ بڑے بڑے کارخانہ جات کے ذریعہ مال تیار ہوتا ہے جس کے لئے زرکثیر کی سخت ضرورت ہے اس لئے موجودہ مسلمان تاجروں اور صناعوں کی حالت بمقابلہ دیگر اقوام کے بدتر ہے نیز مسلمان تاجر و صناع سود دیتے ہیں مگر لیتے نہیں۔ اس لئے ان کی مالی حالت معرض خطر میں ہے اور دیگر اقوام کی مالی و اقتصادی حالت باوجود محکوم ہونے کے بمقابلہ مسلمانان بڑھی چڑھی ہوئی ہے۔

(ج) دولت ہماری زندگی کا ایک جزو ہے جس کے بغیر امور دینی و دنیوی کی تکمیل ایک حد تک غیر ممکن ہو جاتی ہے۔ آج کل مسلمانوں کو شاہین فلاکت نے اپنے خونخوار پنجہ میں جس طرح دبا رکھا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ افلاس کی وجہ سے مسلمانوں کی اخلاقی اور دماغی اور جسمانی نشو و نما خطرناک حالت میں ہے۔ قوتِ لایموت کی تلاش ہر ذی روح کے لئے ضروری ہے۔ جس کے لئے ہر ایک کچھ نہ کچھ فکر معاش کرتا ہے لیکن بیچارے مفلس مسلمان کیا خاک فکر معاش کریں جب کہ ؏

"بے زری کر رہی ہے رسوائی"

اس لئے مجبوراً وہ عادات ذمیمہ و افعال قبیحہ کے مرتکب ہوتے ہیں مثلاً سرقہ، ڈاکہ وغیرہ۔ مفلسی ہی وہ شے ہے جس کے باعث آج ہندوستان میں تحریک سنگھٹن و شدھی رونما ہے۔ بمصداق اس کے کہ "کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا"۔ مفلسی ہی وہ شے ہے جس کی وجہ سے ہر شخص امور دنیوی ہی نہیں بلکہ دین بھی خالصاً للہ انجام نہیں دے سکتا ؎

پراگندہ روزی پراگندہ دل   خداوند روزی بحق مشتغل

دیگر   شب چو عقد نماز بربندم   چہ خورد بامداد فرزندم

الغرض کیا تنظیم قوائے ملیہ۔ کیا قیام قومیت و تمدن و کیا اصلاح تنزل و اخلاق کیا ذاتی اغراض و مقاصد

ہر شعبہ میں اس کی ضرورت ہی۔ اگر یہ ہو تو سب کچھ ہی اور یہ نہ ہو تو سب کام ادھوری اور ناکمل رہ جاتے ہیں۔ کسی
نے حد اعتدال سے بڑھ کر کیا خوب کہا ہی ؎

اے زر تو خدائی ولیکن بخدا
ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

(د) تعلیم بھی انسان کی ترقی کا اعلیٰ ذریعہ ہی۔ ہمارے ملک میں تعلیم کی ابتدائی حالت میں دیکھا جائے
تو مسلمانوں کی تعداد کچھ اکثریت رکھتی ہی لیکن تعلیم کے اعلیٰ مدارج میں ان کی مسلمہ مفلسی کی وجہ سے معدودی چند
اشخاص نظر آئیں گے اس کی وجہ یہ ہی کہ فی زمانناً تعلیم اعلیٰ کے اصول سائنس وغیرہ پر مبنی ہیں جن کے لئے بیشمار روپیہ
کی ضرورت ہی۔ مسلمانوں کی مالی مشکلات کی وجہ سے ان کی درس گاہیں بام ترقی پر جلوہ افروز نہیں ہوتیں جب
تعلیم کی یہ حالت ہو تو ایسی درس گاہوں کے تعلیم یافتہ طلبا کی مالی حالت جیسی کچھ ابتر ہوگی وہ ناظرین کی دور اندیشی
طبیعت پر محمول کرتا ہوں۔

(ہ) وجوہات مندرجہ صدر کے علاوہ موجودہ مسلمانوں میں کفایت شعاری مفقود اور رسومات بدعتی خلاف
احکام خدا و رسول رائج ہیں۔ پہلے مسلمان ظالموں کی تباہی و بربادی کا باعث ہوتے تھے اب خود ہی ان رسومات
بدعت کی بدولت بنیوں کے ہاتھ سودی قرضہ سے برباد و تباہ ہو رہے ہیں۔ پہلے مسلمان فتح و نصرت کی مسرت میں
ممالک غیر پر فوج کشی کرتے تھے تو اب شادی میں دولھا خود معہ براتیوں کی فوج کے مال غنیمت میں توا
چھلنی۔ چھانج تک نہیں چھوڑتا۔ تھوڑی دیر کی واہ واہ - مال تباہ - عیاذاً باللہ

اخراجات شادی خلاف فرمانِ خداوندی۔ كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا کے زاید از ضرورت
کرتے ہیں۔ جس کے لئے روپیہ بطریق قرضہ سودی دیگر اقوام سے حاصل کرتے ہیں کیونکہ ہم قوم میں کوئی ایسا
ذی استطاعت نہیں کہ ان کی اعانت کرے۔ یہ روپیہ بوقت ادا بیزار وقت ادا کیا جاتا ہی بصورت
عدم ادائے بحکم حکومت بہ ضبطی جائداد مدیون دائن کے قرضہ کی تکمیل کی جاتی ہی جس کی وجہ سے اس کی حالت
عمر بھر اصلاح پذیر نہیں ہو سکتی۔ جو رسوم کہ ہندوؤں کی شادی میں ہوتے ہیں وہ ہم نے لے لئے۔ کچھ ان کی رسوم
اور کچھ ہمارے طریقے دونوں ملا کر کھچڑی بنالی ہی۔ جب ان سے کوئی ذی فہم ایسے بیجا اخراجات سے محترز رہنے
کے لئے کہے تو جواب میں کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا نے جو کام کئے ہیں وہی ہم کرتے ہیں۔ ذرا ان طریقہ سلف
پر کاربند رہنے والوں سے کوئی پوچھے کہ تمہارے باپ دادا کے زمانے میں یہ قحط و گرانی و طاعون و ہیضہ
وغیرہ کہاں تھے جن کو تم بھگت رہے ہو۔ کیا تمہارے باپ دادا نے ان مصیبتوں کو جھیلا تھا۔ اگر باپ دادا کا
طریقہ آباد اجداد کے رسوم اچھے ہیں تو جو مصائب کہ انھوں نے سُنے تک نہیں اور جو بیماریاں کہ انھوں نے

دیکھی تک نہیں حالاں کہ ہم انہیں کے طریقوں پر چل رہے ہیں وہ ہم پر کیوں نازل ہو رہی ہیں معلوم ہوا کہ نہ ہمارا طریقہ اچھا ہی نہ ہمارے باپ دادا کا طریقہ اچھا تھا فرض کرو کہ پردادا نے ایک پیالہ شہد سے بھرا۔ اس کو ڈھانک رکھا۔ حفاظت کی۔ مگر اس کے بعد دادا نے تھوڑا زہر اس میں ملا دیا۔ ان کے بعد باپ نے اور تھوڑا زہر ملا دیا اسی طرح بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ اس میں زہر ملاتے چلے جائیں تو کیا اب بھی شہد کا وہی ذائقہ باقی رہے گا وہی خاصیت رہی گی جو پردادا کے زمانہ میں تھی۔ دادا نے تھوڑا زہر ملایا تھا اگر وہ کھا لیا جاتا تو زہر کا بہت کم اثر ہوتا۔ آج اگر پڑپوتا اپنے زمانہ کا شہد چاٹ لے تو مر ہی جائے اس کی کیا وجہ ہی کیوں کہ دادا نے جو کام کیا تھا وہی پڑپوتے نے کیا۔ دادا کے زمانہ کا شہد مہلک نہ تھا اب وہ سم قاتل ہی۔ ہمارا بھی یہی حال ہی۔ ہمارے باپ دادا ہمارے شہد (اسلام) میں زہر (عمل خلافِ شریعت) ملاتے آئے ہیں۔ اس لئے ہم کو یہ نہ چاہیئے کہ ان کی پیروی کریں بلکہ اس شہد کو پاک و صاف کرتے رہیں۔ تاکہ ہم کو مفید ہو اور ہمارا مذہب ایسا صاف ہو جائے جیسا کہ ہمارے باپ دادا سے بہت دن پہلے ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابۂ کرام و خلفا راشدین کے زمانہ میں تھا۔

یہ بات تجربہ سے ثابت ہی کہ جب کبھی مہر کی تکرار ہوتی ہی تو مہر فاطمی سے استدلال کیا جاتا ہی۔ مگر دیگر امور میں فاطمی پیروی نہیں کی جاتی۔ کاش کہ مسلمان جس طرح مہر میں نظیراً فاطمی مہر کا ذکر فرماتے ہیں اسی طرح ہر ایک کام میں اطیعوا الرسول کی پیروی کرتے ہوئے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کے مطابق عمل کرتے۔ تو آج یہ فلاکت و نکبت کی نوبت ہرگز نہ آتی۔ غرض شریعت بیضا کے خلاف ہر ایک امر میں اسراف پر مسلمان کاربند ہو کر اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ کے مصداق بن رہے ہیں۔ اگرچہ پچاس سالہ مدت سے ان رسومات قبیحہ کے اصلاحی کوششوں کی صدا ہمارے ملک میں گونج رہی ہی۔ لیکن یہ صرف تحریر کی حد تک ہی رہی کسی نے اس کو عملی جامہ نہ پہنایا۔ اب بھی ہر مسلمان کا فرض ہی کہ ان بدعات سے پرہیز کریں تو عجب نہیں کہ ہم پھر اپنی حالت اصلی پر آ دیں۔

(و) امور بالا نگارکو بنظر غائر مدِّ نظر رکھیں تو یہ بات صاف عیاں ہی کہ مسلمانوں کے افلاس کا باعث زیادہ تر سود دینا اور خود پرہیز کرنا ہی۔ اگرچہ احکام خداوندی و فرمانِ رسالت پناہی عدم جواز سود کے متعلق صادر ہو چکے ہیں لیکن اس کے مفہوم میں ہم سے غلطی واقع ہوتی ہی۔ جس سود کا امتناع ہوا ہی وہ ربا ہی جس کی نوعیت تجارتی سود سے بالکل علیحدہ ہی۔ چوں کہ تجارتی معاملات میں مابین فریقین رضامندی سے سود لیا جاتا ہی جو ربا کی تعریف میں داخل نہیں ہی۔ اور نہ تجارتی سود کے لین دین سے فریقین میں کوئی تکلیف یا دقت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ تجارتی سود کا جواز اس آیہ کریمہ سے ثابت ہی کہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ

بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ ط ترجمہ۔اے مسلمانو! اپنے مالوں کو آپس میں باطل طریقہ کے ذریعہ مت کھاؤ مگر تجارت کی صورت کھانا جائز ہے جو باہمی رضامندی سے ہو۔علاوہ ازیں بزرگانِ دین کے فتاوے اس امر پر دال ہیں کہ ہندوستان دارالحرب ہے اور دارالحرب میں سود لینا جائز ہے ان واقعات کو عرض کرنے کے بعد میں ضرور یہ گذارش پیش ناظرین کروں گا کہ بمقتضائے موجودہ حالت پست مالی و اقتصادی مسلمانان تجارتی سود سے مستفید ہوں اور اپنا گراں مایہ سرمایہ دیگر اقوام کے ہاتھ مفت نہ چھوڑیں

(ذ) مسلمانوں کو افلاس سے نکالنے کا علاج

اُمور مبینہ بالا کے ملاحظہ سے یہ امر منکشف ہوئے بغیر نہ رہے گا کہ دولت کی کمی محض اُن کے اسراف اور زمانہ موجودہ کے اصولِ تجارت سے عدم واقفیت کا باعث ہے اب مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس آیۃ وعیدیہ [اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ؎

چوں دخلت نیست خرج آہستہ تر کن

پر عمل پیرا ہوں۔اب میں سرمایہ بڑھانے کے چند مفید مشوروں پر اپنی تحریر کو ختم کرتا ہوں۔وھو ہذا

(۱) یہ کہ رسومات شادی وغیرہ میں جو اسراف ہوتا ہے اس کو قطعاً ترک کریں۔

(۲) معاملات تجارت میں وہ لوگ جو اس وقت اس پر کاربند ہیں تجارتی سود لینے میں کوتاہی نہ کریں۔

(۳) اپنے بچوں کو جو پیسے ملیں اُن کو جمع کریں۔جب اُن کی تعداد ۱۲ ہو جائے تو ڈاک خانہ میں اُن کا کھاتہ کھول دیا جائے اور ۱۰ کی رقم جب مجتمع ہو جائے تو اس سے ایک کیش سرٹیفکٹ خریدیں جس پر پانچ سال منقضی ہونے کے بعد دس روپیہ ہو جاتے ہیں۔اس پر بچوں کو انعامات دئے جائیں اور اس سلسلہ کو منقطع نہ کریں۔

(۴) خود بھی اپنا حساب ڈاک خانہ میں کھولیں جس پر سالانہ منافع ملا کرتا ہے جس کے قواعد ہر ایک ڈاک خانہ سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔

(۵) کاریگروں اور زمینداروں وغربا کی مالی ترقی کی بہترین صورت یہ ہے کہ ان میں انجمن ہائے امداد باہمی قایم کرائی جائیں جس کے قواعد ہر ایک ضلع میں مل سکتے ہیں۔

(۶) ہر مقام پر مسلمان کاریگر چھوٹی چھوٹی رقم دیگر اقوام سے بشرح سود لے کر اُن کے زیر اثر رہتے ہیں۔ان کو متوسط الحال طبقہ کے مسلمان ایسی چھوٹی رقم اپنے یہاں سے ارزاں شرح سود پر دیں جو اُن سے بآسانی ممکن ہے۔اس طرح اُن کے کاروبار اور دوکانیں جاری کرائیں۔

(۷) اپنا روپیہ زیورات کی شکل میں مکانات میں نہ رکھیں بلکہ ان کو مسلمان کاریگروں کو معین منافع پر دے کر

یا مذکورۂ بالا طریقہ سے اس کو بڑھانے کی تدابیر اختیار کریں۔

(۸) اکثر مسلمان آج کل زیادہ تر تن آسان اور کاہلی کے خوگر ہو چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے پیشہ گدائی جس کی مذہب اسلام میں سخت ترین ممانعت ہی بکثرت رائج ہی ؎

پشت شمشیر سوال از دم بود خونریز تر
خاموشی را بد تر از ایرام میدانیم ما

ضرورت ہی کہ ایسے لوگ کسب کمال کریں اور کاسۂ گدائی کو ذریعہ معیشت نہ بنائیں ؎

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی
کس بے کمال ہیچ نیرزد عزیز من

اے مسلمانو! معلوم نہیں تم کس خواب غفلت میں ایسے مست و بے خبر سو رہے ہو۔ جاگو۔ ہُشیار ہو جاؤ۔ تمہاری ہی غفلت کا نتیجہ ہی کہ دشمن تمہاری بیخ کنی کے لئے شدھی و سنگھٹن کی فوج سے برسر پیکار ہی۔ اٹھو کمر ہمت مضبوط باندھو اور اتباع شریعت میں پیچھے نہ ہٹو۔ تمہارے ہاتھوں سے سب کچھ جا چکا ؎

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہی

کاتب

سید اسمٰعیل۔ تحصیل ہمنا باد۔ ریاست نظام خلد اللہ ملکہ و دولتہ

معذرت

فروری ۱۹۲۶ء کا سودمند خلاف معمول بہت دیر میں شایع ہوا جس سے ناظرین کو انتظار کی تکلیف برداشت کرنی پڑی اور اکثر خطوط اس تاخیر کی شکایت میں موصول ہوئے اور بعض میں خصوصیت کے ساتھ وجہ تاخیر دریافت کی گئی اس کی وجہ یہ تھی کہ باوجود کوشش اور تقاضوں کے دہلی سے ٹائٹل نہ آسکا ورنہ رسالہ اپنے وقت پر تیار ہو چکا تھا باوجود اس عذر کے اور باوصف اس ناگزیر مجبوری کے ناظرین کی خدمت میں یہ عرض ہی کہ جس قدر آپ کو انتظار سے تکلیف ہوئی اس سے زیادہ مجھے شرمندگی ہی۔

مینیجر

محض کفایت شعاری بربادی سے محفوظ نہیں کرتی

کیا شہروں میں اور کیا قصبات اور دیہات میں رئیس ہوں یا تاجر دوکان دار ہوں یا پیشہ ور۔ زمیندار ہوں یا کاشتکار۔ جو روپیہ سود پر نہیں چلاتے وہ اگر تباہ حال نہیں ہیں تو کم از کم اُن کی حالت نازک ضرور ہے دولت اور سرمایہ کم ہو زیادہ اس کی ایک لحاظ سے علم کی سی مثال ہے۔ یہ سب جانتے کہ علم یا تو بڑھتا ہے یا گھٹتا ہے ایک حالت پر نہیں رہتا۔ اسی طرح دولت کا حال ہے۔ دولت یا تو زیادہ ہوتی ہے یا کم ہوتی ہے ایک حالت پر نہیں رہتی۔ جو لوگ نہایت محتاط اور کفایت شعار بھی ہیں مگر بذریعہ تجارت یا سود اپنے سرمایہ کو نہیں بڑھاتے اُن کی حالت مثل اس نٹ کے ہوتی ہے جو رسی پر چلتا ہے۔ ذرا کسی طرف اس کا دھیان بٹا یا ذرا توازن بگڑا اور دھم سے سر کے بل زمین پر گرا۔ بڑے بڑے کفایت شعار جن کا خرچ بندھا ٹکا بھی ہوتا ہے اور کسی کے مقروض بھی نہیں ہوتے۔ مگر جب انھیں اَن موقعے خرچ کے آجاتے ہیں کہ جن کا خیال اور گمان بھی نہیں ہوتا مثلاً کوئی آفت ناگہانی آگئی اور کسی مقدمہ فوجداری کی لپیٹ میں آگئے۔ یا کوئی مکان گر گیا۔ یا کوئی شادی بھاری کرنی پڑی۔ یا کسی روزگار میں ٹوٹا ہوگیا۔ یا کسی مقدمہ دیوانی میں ڈگری خلاف ہوگئی تو بس پھر قرضداری کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور کچھ بنائے نہیں بنتی۔ لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ روپیہ کا کاروبار کرتے ہیں وہ ایسی مصیبتیں جھیل جاتے ہیں یا کم از کم ان کا فشار نہیں ہوجاتا۔

جن حضرات کو دیہات کا تجربہ ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ زمیندار اور کاشتکار جو روپیہ کا لین دین نہیں کرتے وہ پریشان ہیں۔ جو کاشتکار دادستد کرتے ہیں زمیندار کے بعد اُن ہی کا گاؤں میں اثر ہوتا ہے اور وہی خوش حال نظر آتے ہیں۔ اور اگر زمیندار گاؤں میں کسی ساہوکار کا مقروض ہوتا ہے تو ایک لحاظ سے اُس ساہوکار کی زمیندار سے زیادہ چلتی ہے جو کاشتکار دادستد نہیں کرتے ان کی حالت عام طور پر قابل رحم ہوتی ہے بیچارے دن رات کھیتوں میں بہت سخت محنت کرتے ہیں اور نہ صرف مرد بلکہ اُن کی عورتیں اور بچے تک دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھتے مگر باوجود اس سخت محنت اور جاں کاہی کے اکثر کو نہ پیٹ بھر کھانے کو ملتا ہے اور نہ تن ڈھانکنے کو گت کا کپڑا۔ بہت بڑی تعداد دیہات میں ایسے اشخاص کی ہوتی ہے جن کو سردی کے موسم میں کبھی لحاف۔ رزائی یا روئی دار کپڑا نصیب نہیں ہوتا۔ لہذا تو درکنار ضروریات زندگی تک سے ایک حد تک محروم رہتے ہیں۔ ویسے ہی خوش حال کاشتکار وہ ہوتے ہیں جو تھوڑے پس انداز سے دادستد شروع کر دیتے ہیں اور اس طرح ان کا سرمایہ بڑھتا رہتا ہے۔ دیہات میں دو اقسام کے آدمی پائے

جاتے ہیں۔ ایک وہ جو سود لیتے ہیں اور خوش زندگی بسر کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو مقروض ہیں اور سود دیتے ہیں۔ آخر الذکر کی بڑی ردی حالت ہے۔ جب فصل تیار ہوتی ہے تو کچھ زمیندار لے لیتا ہے اور باقی رہتا ہے وہ ساہوکار کے گھر پہونچ جاتا ہے۔ بیچارے کاشتکار پھر قرض پر بسر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اُن کی حالت شہر کے مزدوروں سے بدرجہا بدتر ہے۔ یہ اس گروہ کی حالت زار ہے جس کا شمار سب سے زیادہ ہے مگر زیادتی تعداد کا ان کو کوئی نفع نہیں ملتا۔ اعداد اور مردم شماری کا نفع تو وہی قوم حاصل کر سکتی ہے جو فارغ البال ہو اور مقروض نہ ہو۔ لہذا اگر کوئی جان بری کی صورت ہے تو سود کی بدولت۔ سود سے مراد سود در سود نہیں ہے جو منع ہے اور جس کی وجہ سے سود لینے والا سخت بیرحمی اور سفاکی کرتا ہے بلکہ وہ تجارتی سود جو ایسے لوگوں سے لیا جائے جو روپیہ کو کاروبار، صنعت وتجارت میں لگا کر اور زیادہ روپیہ پیدا کریں اور اس کا ایک حصہ روپیہ دینے والوں کو دیتے رہیں۔

قسیم بیگ چغتائی۔ علی گڑھ

اخبار سودھرم کے چار اور مشورے معہ نوٹس

نمبر ۱۔ "مسلمانوں کی مذہبی یا دیگر رسوم میں شرکت نہ کی جائے"۔

نوٹ۔ بلکہ قرضہ میں آئی ہوئی جائدادوں میں شریک ہونا بھی حرام سمجھا جائے۔

نمبر ۲۔ "مسلمان باجہ بجانے والوں کا مقاطعہ کیا جائے"۔

نوٹ۔ کیوں کہ اب یہ خدمت آریہ بھجن منڈلی اور آریہ منڈ انجام دے سکتے ہیں۔

نمبر ۱۰۔ "مسجد کی تعمیر یا کسی اور غرض سے زمین مفت نہ دی جائے اور نہ فروخت کی جائے"۔

نوٹ۔ اور نہ مسلمانوں سے کسی غرض کے لئے زمین لی جائے اس کا اوسط حساب لگانے سے معلوم ہوگا۔ مسلمان فرمارواؤں کی دی ہوئی معافیاں بھی واپس کر دیں۔

نمبر ۱۱۔ "مسلمان فقیروں کو کبھی کسی قسم کی خیرات نہ دی جائے کیوں کہ ایسے فقیر اسلام کی تبلیغ واشاعت کرتے ہیں"

نوٹ۔ ابھی تک تبلیغ اسلام کی ذمہ دار مسلمانوں کی تلوار کہی جاتی تھی خیر وہ الزام تو گیا۔

(باقی آیندہ)

سادگی اور صحت

(۶)

۲۰۔ مُنہ کی صفائی - اب تک جو کچھ عرض کیا گیا وہ جسم کی اندرونی صفائی کے متعلق تھا - اب بیرونی صفائی کے متعلق عرض کیا جائے گا - جس میں مُنہ کی صفائی بھی شامل ہی - جو غذا جسم میں داخل ہوتی ہی اُس کا دروازہ مُنہ ہے ہر شخص کی یہ کوشش ہوتی ہی کہ جو چیز جسم کے اندر غذا کی شکل میں داخل ہو وہ پاک، صاف اور خوشبو دار ہو اس لئے لوگ اپنے کھانے کو خوشبو دار چیزوں میں بھونتے اور پکاتے ہیں مگر کتنے لوگ ایسے ہیں کہ جو جسم کے دروازے یعنی مُنہ کو صاف رکھیں تاکہ اس کی غلاظتیں کھانے میں لپٹ کر جسم کے اندر داخل نہ ہونے پائیں جب کوئی شخص کسی بدبو دار مقام سے گزرتا ہی تو اپنی ناک بند کرلیتا ہی مگر چونکہ خود انسان کے مُنہ کی بدبو اس کی ناک تک نہیں پہنچتی اس لئے اُسے اس امر کا بالکل اندازہ نہیں ہوتا کہ اس کے جسم کے بہترین مقام میں کس قدر غلاظتیں بھری پڑی ہیں جو اس کی صحت کو ہر وقت برباد کرتی رہتی ہیں - بڑی دقت یہ ہی کہ مُنہ کی بدبو دوسرے لوگوں کو جو قریب ہوتے ہیں یا جن سے بات کی جاتی ہی سخت ناگوار ہوتی ہی مگر وہ لحاظ کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں سکتے اس لئے انسان کو بالعموم اپنے اس نقص کا پتہ بھی نہیں چلتا - پس جب تک کہ مُنہ کی صفائی کی طرف نہایت خاص طور پر توجہ نہ کی جائے اس میں کچھ نہ کچھ غلاظت اور بدبو ضرور رہتی ہی -

۲۱ - دانت یہ واضح رہی کہ بجز اس صورت کے کہ معدہ خراب ہو عام طور دانتوں کے صاف نہ رہنے سے مُنہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہی - دانت اگر صاف رہیں تو بہترین نعمت ہیں اگر وہ غلیظ ہوں تو صحت کے لئے بدترین چیز ہیں - یہی وجہ ہی کہ اُن کے وجود سے تنگ آکر اُکھڑوا دیا جاتا ہے - کچھ عرصہ تک دانتوں کا اکھڑوانا بہت اچھا سمجھا گیا مگر اب پھر اُن کا قائم رہنا مگر اسی کے ساتھ اُن کا خوب صاف رکھنا اچھا سمجھا جاتا ہے - مسوڑوں میں دوران خون ہوتا ہی اور اس سے دانت مضبوط رہتے ہیں - اور سب سے آخر نمبر پر دانتوں کا کسی منجن وغیرہ سے مانجھنا اور انھیں چمکانا ہی - ہندوستان میں ہزاروں قسم کے منجن استعمال ہوتے ہیں جو بالعموم کم داموں کے ہوتے ہیں - البتہ انگریزی منجنوں میں بہت دام صرف ہوتے ہیں - ذیل میں ایک انگریزی منجن کا نسخہ درج کیا جاتا ہی جو دانتوں کے ایک بہت بڑے ماہر کا مجرّب ہی - مگر نہایت سادہ اور ارزاں ہی - یہ آٹھ آنہ کا نسخہ اندازاً ایک سال تک کام دیگا

۲۲ - انگریزی منجن کا نسخہ

Precipitated chalk $2\frac{1}{2}$ oz
Carbonate of magnesia 1 oz
Orris root $\frac{1}{2}$ oz

دانتوں کی پہلی صفائی تو یہ ہے کہ کھانا کھانے کے بعد اُن کے درمیانی خلا میں جو غذا رہ گئی ہو اُسے نکال دیا جائے۔ اس کے لئے مختلف قسم کی خلالیں استعمال ہوتی ہیں مگر بہترین خلال وہ ہے جو خوب نرم ہو اور مسوڑوں کو نقصان نہ پہونچائے۔

دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ دانتوں کی جڑوں میں میل نہ جمنے پائے اور جس قدر جم جائے اُسے اکھڑوا کر صاف کرا دیا جائے یہ کام آج کل ڈنٹسٹ یعنی دانت صاف کرنے والے لوگ کرتے ہیں۔

تیسری ضروری چیز یہ ہے کہ مسوڑوں کو انگلی، مسواک یا برش سے دبایا جائے اور رگڑا جائے تاکہ وہ سخت رہیں۔ اس کے لئے اوپر کے مسوڑوں کو انگلی سے اوپر سے نیچے کو دبانا چاہئے اور نیچے کے مسوڑوں کو نیچے کی طرف سے اوپر کو دبانا چاہئے یہ مسوڑوں کی ایک قسم کی ورزش ہے جس سے باوجود ان احتیاطوں کے اگر مسوڑے میں درد ہو تو گرم پانی میں نمک ڈال کر غرغرہ کر لیا جائے یا ٹنکچر آیوڈین مسوڑوں کو لگائی جائے۔ مگر جب دانت کی جڑ خراب ہو جائے، اس میں سے پیپ نکلتی ہو، تو پھر دانت کا قایم رہنا صحت کے لئے سراسر مضر ہے کیوں کہ پیپ اور غلاظت معدہ میں پہونچ کر پھر خون کے ذریعہ سے تمام جسم میں پھیل کر طرح طرح کے امراض پیدا کرتی ہے اس لئے جلد سے جلد کسی ہوشیار دانت کے معالج سے رجوع کیا جائے۔

۲۳ - پایئریا دانت کی جڑ میں سے جب پیپ نکلتی ہے تو اس مرض کو پائریا کہتے ہیں جو اس زمانہ میں دانتوں کا بدترین مرض سمجھا جاتا ہے اور جسم میں طرح طرح کے امراض پیدا کرتا ہے۔ اس مرض کے علاج کے مدعی توصد ہا آدمی ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ اس کا دفعیہ شاذ و نادر ہوتا ہے۔ بعض ڈاکٹر پچکاری کے ذریعہ سے مسوڑوں میں دوائیں پہونچاتے ہیں بعض پینے کی دوا دیتے ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں شاید دو چار ماہر فن ایسے ہوں جو اس خبیث مرض کو ان طریقوں سے دفع کر سکتے ہوں۔ دانتوں کی معمولی صفائی یا علاج سے ہرگز یہ مرض نہیں جاتا۔ اب تک جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس مرض کو صرف وہی ماہر فن دور کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں جو ایک ایک دانت کی جڑ کی صفائی میں کم سے کم پندرہ بیس منٹ صرف کرتے ہیں۔ پس اگر اس قسم کے معالج دستیاب نہوں تو بہتر یہ ہے کہ پائریا کے دانت کو نکلوا دیا جائے۔

کشف الغطاء عن وجہ الربا

(یہ کتاب علامہ فہامہ مولوی سید ابو اسحٰق صاحب نے تصنیف فرمائی ہے جو تفسیر القرآن اور شروح اور کتب احادیث کے مولف ہیں اور مسلک کے اعتبار سے حنفی، چشتی، قادری، السہروردی ہیں - جناب مولوی صاحب موصوف نے اس رسالہ میں مختلف قسم کے ربا پر بحث کر کے تجارتی سود کے لین دین کے جواز کی صورتیں مع دلائل و براہین کے لکھی ہیں - یہ رسالہ بالخصوص علماء کرام کے ملاحظہ کے قابل ہے - اس لئے ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اس کو علماء کرام کی خدمت میں پیش کریں - ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین -

اما بعد فھذا الکتاب مختصر جامع لاحکام الربا مما اشتدت الحاجۃ الیہ فی الوری مترجم بکشف الغطاء عن وجہ الربا عہ الفتہ بعد الالتماس من الناصح الاسلام ھو المولوی السید طفیل احمد المنگلوری اجتباہ اللہ الصمد وقد کثر فیہ القیل والقال فی ھذہ الامصار ولم یات احد بما یناسب الحال ویسکن البال ویبلغ المقال وقد قال علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام من سئل عن علم فکتمہ الجم یوم القیمۃ بلجام من نار وھو حدیث صحیح اخرجہ جماعۃ

(میں اس کتاب کو، خدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں، جو نہایت مہربان بڑا رحم کرنے والا ہے

تعریف کا مستحق اللہ ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے تمام انبیاء و مرسلین کے سردار (یعنی محمد صلعم) اور ان کی اولاد اور ان کے ساتھیوں پر سب پر درود و سلام نازل ہو

بعد حمد و صلوٰۃ کے گذارش ہے کہ یہ مختصر کتاب جامع ہے سود کے ان احکام کی جن کی مخلوق کو (اس زمانہ میں) سخت حاجت ہے کشف الغطاء عن وجہ الربا اس کا نام ہے میں نے اس کو ایک خیر خواہ اسلام کی فرمایش پر تالیف کیا ہے اور وہ سید طفیل احمد صاحب منگلوری ہیں خدائے بے نیاز ان کو برگزیدہ فرمائیں حالانکہ اس باب میں ان شہروں میں کثرت سے قیل و قال ہوا اور کسی نے کوئی مضمون مناسب حال نہیں بیان کیا جس سے دل کو تسلی ہوتی اور گفتگو تمام ہوتی اور (جناب نبی کریم) علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس شخص سے علمی سوال کیا جائے پھر وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن وہ (عالم) دوزخ کی لگام دیا جاوے گا یہ حدیث

عہ اخترت المدح کونہ شاذ المالا یخفیٰ ۱۲ منہ

وارجوا من الله العظیم ان یجعله خالصًا
لوجه الکریم ونافعًا لطالبی الحق المبین
وهو المستعان وعلیه التکلان وهو مشتمل
علی مقدمة وفصول وتنبیه -

المقدمة

فی معنی الربوا لغةً وشرعًا وبیان
السر فی تحریمه فمعناه فی اللغة ما
ذکره صاحب مفردات الراغب الربا
الزیادة علی راس المال لکن خص فی
الشریعة بالزیادة علی وجه دون وجه اه
وقال صاحب الصراح ومنتخب اللغات
ومنه الربوا بالکسر والقصر وآن زیادتی گرفتن
ست در وام وبیع اه وقال العینی فی
رمز الحقائق وهو اسم من رباء الشیٔ
یربوا اذا زاد والمصدر ربوا ومنه
سمی المکان المرتفع ربوة لزیادة
ارتفاعه علی سائر الاماکن اه ومعناه
فی الشریعة ما ذکره العلامة الشیخ
المصطفیٰ الطائی فی شرحه کنز الدقائق
(وهو فضل مال بلا عوض
فی معاوضة مال بمال) غالبًا
لان بیع الدراهم بالدراهم
متساویه نسیئة ربا والفضل
لیس بمال اه

صحیح ہو (محدثین کی ایک جماعت نے اس کو روایت کیا ہو) اور میں
اللہ عظیم سے امید کرتا ہوں کہ وہ اس (کتاب) کو اپنی کریم ذات کے لئے خالص
فرمائے اور صریح حق کے طلب گاروں کے لئے نافع کردے اور اسی سے
مدد مانگی جاتی ہو اور اسی پر بھروسہ ہے یہ کتاب ایک مقدمہ اور چند فصلوں اور ایک
تنبیہ پر مشتمل ہے

مقدمہ

میں ربا یعنی سود کے لغوی اور شرعی معنی اور اس کے حرام ہونے
کے راز کا بیان ہو لغت میں اس کے معنی جن کو مفردات الراغب
کے مؤلف نے ذکر کیا ہو کہ ربا اصل مال پر زیادتی (کا نام) ہو مگر
شریعت میں ایک مخصوص زیادتی (کا نام) ہو اور صاحب صراح اور
صاحب منتخب اللغات نے کہا ہو کہ ربا زیر اور الف مقصورہ کے
ساتھ قرض اور بیع میں (اصل مال پر) زیادہ (مال) لینا ہو اور
عینی نے رمز الحقائق میں کہا ہو کہ ربا حاصل مصدر ہو ربا الشیٔ
یربو کا (یہ لفظ کہا جاتا ہو) جب کہ (کوئی چیز) بڑھے اور مصدر ربو
ہو اور اسی (وجہ) سے اونچی جگہ کا ربوہ نام رکھا گیا ہو کیوں کہ وہ
باقی جگہوں سے اونچی ہوتی ہو اور شریعت میں بیاج (یا سود) کے معنی
جن کو علامہ شیخ مصطفےٰ طائی نے اپنی شرح میں جو کنز الدقائق ہو ذکر کیا
ہو یہ ہیں کہ (سود وہ مالی زیادتی ہو جو بلا عوض ہو اور مال کی مال کے
ساتھ معاوضہ میں واقع ہو) ف یہ کنز کا قول ہو اور اخیر جملہ کا یہ
مطلب ہو کہ عقد معاوضہ مالیہ ہو اور آگے طائی ممدوح کا قول ہو کہ
یہ معاوضہ مال کا مال کے ساتھ اکثر طور پر ہو (یعنی ایک جانب کا
مال دوسری جانب کے مال سے زیادہ ہو) کیوں کہ (چاندی کے)
درہموں کی بیع (چاندی کے) درہموں کے ساتھ برابر سرابر
جب کہ بطور قرض ہو سود ہو حالاں کہ یہاں زیادتی مال نہیں ہے
(اھ یعنی جب درہم کو بعوض درہم کے فروخت کیا جائے مگر بطور

وقال العینی (بلا عوض) فی مقابلتہ اھ وروی الامام مالک رح فی موطئہ عن زید بن اسلم (وھو تابعی ثقۃ عالم کما فی التقریب) انہ قال کان الربا فی الجاھلیۃ ان یکون للرجل علی الرجل الحق الی اجل فاذا حل الحق قال اتقضی ام تربی فان قضی اخذ والا زادہ فی حقہ و اخر عنہ فی الاجل اھ وھذا مرسل صحیح و فی فتح الباری و روی الطبری من طریق عطاء و من طریق مجاھد نحوہ من طریق قتادۃ ان ربا اھل الجاھلیۃ بیع الرجل البیع الی اجل مسمی فاذا حل الاجل ولم یکن عند صاحبہ قضاء زاد و اخر عنہ اھ

اسانیدھا الیھم صحیحۃ و حسنۃ علی قاعدۃ الحافظ و فی لباب المنقول عن مجاھد قال کانوا یتبایعون الی الاجل فاذا حل الاجل زادوا علیھم و زادوا فی الاجل فنزلت یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا

قرض کہ ایک شخص اپنا درہم اس وقت دیدے اور دوسرا قرض کرے کہ میں پھر دیدوں گا تو یہ بھی (ایک قسم کا) سود ہی حلال کیا جو زیادتی ہو وہ مال نہیں ہو بلکہ مدت ہو پس اس طور کی قید لگانا ضروری ہوا اور عینی نے کہا ہو کہ بلا عوض کا یہ مطلب ہو کہ اس کے مقابلہ میں کچھ مال نہو۔ امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی موطا میں زید بن اسلم سے (جو ثقہ تابعی ہیں جیسا کہ تقریب میں ہی) روایت کی ہو کہ جاہلیت[سلمہ] میں سود کی یہ صورت تھی کہ کسی شخص کا دوسرے پر کوئی مالی حق ہوتا اور اس کو ادا کرنے کی مہلت ہوتی یعنی ادا کرنے کی کوئی مدت مقرر ہوتی پھر وہ مدت تمام ہو جاتی اور ادا کرنے کا وقت آجاتا تو صاحب حق کہتا کہ کہ تو ادا کرتا ہی یا سود مقرر کرتا ہی سو اگر وہ شخص جس پر مالی مطالبہ ہوتا مال ادا کر دیتا تو صاحب حق وہ مال لے لیتا ورنہ اپنا حق (یعنی مال) اس پر بڑھا دیتا یعنی مثلاً دس روپیہ اصل حق ہوتا تو دس کے گیارہ کر دیتا اور مدت موخر کر دیتا غرض قرض کے ذریعہ سے کچھ مدت کے عوض ایک خاص رقم سود میں لی جاتی تھی یہ حدیث مرسل صحیح ہی اور فتح الباری میں ہی کہ طبری نے عطاء (جو تابعی ثقہ ہی) اور مجاہد (ثقہ تابعی جلیل) سے اسی جیسا مضمون روایت کیا ہی اور قتادہ (ثقہ تابعی) سے روایت کی ہی کہ جاہلیت والوں کا سود (یعنی اسلام سے پہلے جو بے علمی کا زمانہ تھا اس کا سود) یہ تھا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے ہاتھ کچھ فروخت کرے اور قیمت وصول کرنے کی کوئی مدت مقرر کر دے (یعنی بطور قرض بیع واقع ہو) پھر جب قیمت ادا کرنے کا وقت آجاوے اور مشتری کے پاس قیمت موجود

سلمہ جاہلیت زمانہ قبل اسلام کہ عرب دران جہل میداشتند بخدا و رسول ۔ و در شرائع دین و مانند آن ۔ کذا فی منتہی الارب ۱۲

اضعافا مضاعفة اخرجه
الفریابی (وفی الدر المنثور
وعبد بن حمید وابن المنذر
وابن ابی حاتم) واخرج ایضا
عن عطاء (وفی الدر المنثور
اخرج ابن جریر وابن المنذر)
قال كانت ثقیف تداین بنی
المغیرة فی الجاهلیة فاذا جاء
الاجل قالوا نربیكم وتؤخرون
عنا فنزلت لا تاكلوا
الربوا اضعافا مضاعفة
اھ

واسنادھما مقبول الی مجاهد
وعطاء علی قاعدة لباب
النقول وهما امامان جلیلان
من تلامذة حبر الامة سیدنا
عبد الله ابن عباس رض وهذه
مراسیل یشد بعضها بعضا
فلا ریب فی الاحتجاج بما
ورد فیها وفی اعلام الموقعین
عن رب العالمین ما لفظه
وسئل الامام احمد عن الربا
الذی لا یشك فیه فقال هو
ان یكون له دین فیقول له اتقضی
ام تربی فان لم یقضه زاد فی

ہو تو بیچنے والا اس کو کچھ اور مہلت دیدے اور رقم بڑھا دے
(یعنی اصل رقم پر سود مقرر کردے) اور ان مراسیل عطاء
مجاہد۔ قتادہ کی سند یں ان حضرات تک فتح الباری کے
قاعدہ کے مطابق صحیح یا حسن ہیں اور لباب النقول میں
مجاہد سے منقول ہے کہ لوگ مدت مقررہ کے وعدہ پر خرید
و فروخت کیا کرتے تھے پھر جب وقت آجاتا اور قیمت ادا نہ
ہو سکتی تو رقم اور مدت دونوں بڑھا دی جاتی تھیں اس
پر یہ آیت اتری کہ " اے مسلمانو سود مت کھاؤ" یعنی مت لو
اس کو فریابی نے روایت کیا ہے اور در منثور میں ہے کہ نیز
عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے اس کو
روایت کیا ہے) اور عطاء سے روایت کیا ہے (اور در منثور میں ہے
کہ ابن جریر اور ابن المنذر نے بھی اس کو روایت کیا ہے)
کہ قبیلہ ثقیف جاہلیت میں قبیلہ بنی نضیر سے قرض کا معاملہ
کیا کرتے تھے۔ پھر جب میعاد آجاتی تو کہتے کہ ہم تم کو اصل
رقم سے بڑھا کر دیدیں گے۔ (جو کچھ زیادتی باہم معین ہوجاتی)
اور تم میعاد بڑھا دو۔ اس پر آیت مذکورہ اتری۔ ان دونوں
قولوں کی سند مجاہد اور عطا تک لباب النقول کے قاعدہ
پر مقبول ہے اور مجاہد و عطاء دونوں جلیل القدر امام ہیں اور
حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رض کے شاگرد ہیں اور یہ
مرسل حدیثیں ایک دوسرے کو قوی کرتی ہیں۔ پس جو مضمون
ان میں منقول ہے اس سے حجت لانے میں کوئی شبہ نہیں
اعلام الموقعین میں ہے کہ امام جلیل القدر زاہد محدث
مشہور احمد رح سے اس بیاج کی نسبت پوچھا گیا جس کے
بیاج ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ہے تو انھوں نے فرمایا
کہ وہ بیاج یہ ہے کہ کسی کا قرض دوسرے پر آتا ہو اور وہ

المال وزادہ فی الاجل وقد جعل اللہ سبحانہ الربا ضد الصدقۃ فالمرابی ضد المتصدق قال اللہ تعالیٰ یمحق اللہ الربا و یربی الصدقات و قال وما اتیتم من ربا[عہ] لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ و ما اتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون وقال یا یھا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون واتقوا النار التی اعدت للکٰفرین ثم ذکر الجنۃ التی اعدت للمتقین الذین ینفقون فی السراء والضراء و ھؤلاء ضد المرابین فنھی سبحانہ عن الربا الذی ھو ظلم للناس وامرھم بالصدقۃ

قرض دار سے کہے کہ تو قرض ادا کرتا ہے یا مال بڑھاتا ہی (یعنی مہلت لے کر اصل مال پر سود بڑھاتا ہی) پس اگر وہ ادا نہ کرے تو قرضدار مال بڑھا دے (یعنی سود قائم کر دے) اور قرض دینے والا مدت بڑھا دے" (امام احمدؒ کا قول تمام ہوا) اور اللہ سبحانہ نے ربا کو صدقہ کا مقابل اور اس کی ضد قرار دیا ہے۔ پس سود لینے والا صدقہ دینے والا کا مقابل ہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ بیاج کو مٹاتے ہیں (کبھی تو دنیا ہی میں سودی مال برباد ہو جاتا ہی ورنہ آخرت میں تو یقینی بربادی ہی کیوں کہ وہاں اس پر عذاب ہوگا) اور برخلاف اس کے صدقہ دینے میں گو فی الحال مال گھٹتا معلوم ہوتا ہی لیکن واقع میں نہیں گھٹتا بلکہ انجام کار (خداوند کریم) صدقات کو بڑھاتے ہیں" (دنیا میں اس طرح کہ مال میں ترقی ہوتی ہی اور مصائب دفع ہو جاتے ہیں اور آخرت میں اس طرح بڑھتا ہی کہ وہاں بہت سا ثواب ملے گا) اور (نیز اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں "اور جو کچھ تم (دنیا کی) غرض سے خرچ کرو گے مثلاً کوئی چیز اس غرض سے کسی کو دو گے کہ وہ لوگوں کے مال میں شامل ہو کر (یعنی ان کی ملک یا قبضہ میں) پہنچ کر (اور تمہارے پاس زیادہ ہو کر آ) جاوے تو یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا (اور برکت اس کی اٹھ جاتی ہی۔ مراد اس سے سود کھانا ہی جیسا کہ تفسیر موضح القرآن میں ہی) اور زکوۃ (وغیرہ) دو گے جس سے خدا کی رضامندی چاہتے ہو گے تو ایسے ہی لوگ ترقی کرنے والے ہیں" (کہ دین و دنیا میں ان کی مالی ترقی ہوگی جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہی اور (نیز اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں "اے مسلمانو! اصل مال سے کئی حصہ بڑھا کر بیاج مت کھاؤ (یعنی مت لو) اور خدا

عہ بان یعطی شیٔ ھبۃ او ھدیۃ لیطلب اکثر منہ فسمی باسم المطلوب من الزیادۃ فی المعاملۃ کذا فی الجلالین ۱۲ منہ

التی ھی احسان الیھم وفی
الصحیحین عن ابن عباس عن
اُسامة بن زید ان النبی صلعم قال
انما الربا فی النسیئة ومثل ھذا
یراد بہ حصر الکمال وان الربا الکامل
انما ھو فی النسیئة اھ والسر
فی تحریمہ ماذکرہ الحافظ السیوطی
فی الدر المنثور اخرج ابو نعیم
فی الحلیة عن جعفر بن محمد
(تابعی جلیل) انہ سئل لم
حرم اللہ الربا قال لئلا یتمانع
الناس المعروف اھ وفی حجة
البالغة وکذلک الربا وھو
القرض علی ان یؤدی الیہ
اکثر او افضل مما اخذ سحت
باطل فان عامة المقترضین بھذا
النوع ھم المفالیس المضطرون
وکثیرا ما لا یجدون الوفاء
عند الاجل فیصیر اضعافا
مضاعفة لا یمکن التخلص
منہ ابدا وھو مظنة لمناقشات
عظیمة وخصومات مستطیرة
واذا جری الرسم باستنماء المال
بھذا الوجہ افضی الی ترک

عہ یہ جلیل القدر تابعی ہیں ۱۲ منہ

سے ڈرو امید ہے کہ تم فلاح پاؤگے اور اس آگ سے ڈرو جو کہ (در اصل) کافروں
کے لئے تیار کی گئی ہے" (گو برے چندے مسلمان گنہگار بھی اس میں داخل
ہوں گے اور کافروں کے لئے تیار کئے جانے کے ذکر کرنے سے اس آگ یعنی دوزخ
کی سختی بیان کرنا نیز اس سے نفرت دلانا مقصود ہے) پھر اللہ تعالیٰ نے جنت
کا ذکر کیا ہے جو کہ پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے جو کہ فراخی اور تنگی (دونوں)
حالتوں میں خدا کے لئے خرچ کرتے ہیں اور یہ لوگ سودخواروں (کے مقابل
اور اُن) کی ضد ہیں پس اللہ سبحانہ نے بیاج سے منع کیا جو کہ لوگوں پر
ظلم ہے اور اُن کو خیرات کرنے کا حکم دیا جو کہ لوگوں پر احسان کرنا ہے اور
صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے اور وہ حضرت اسامہؓ بن زید
سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی صلعم نے فرمایا بیاج تو صرف قرض کی صورت
میں ہوتا ہے اور اس جیسی عبارت سے کمال کا منحصر ہونا مراد ہوتا ہے یعنی شرعاً
کامل سود صرف قرض میں پایا جاتا ہے اھ

سود کے حرام ہونے کا راز جس کو حافظ سیوطی نے درمنثور میں ذکر فرمایا
ہے یہ ہے کہ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت جعفرعہ بن محمد بن زین العابدین
بن حضرت امام حسین علی جدہم و علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام) سے روایت
کی ہے کہ اُن سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بیاج کس وجہ سے حرام کیا ہے
تو انھوں نے جواب دیا تاکہ لوگ باہم احسان نہ روکیں (یعنی باہم سلوک
کریں اور بلا کسی نفع کے حاجت مند کو قرض دیں) اھ اور حجۃ اللہ البالغہ
میں ہے کہ اسی طرح سود اور وہ (کسی کو) اس شرط پر قرض دینا ہے کہ وہ اس
(قرض دینے والے) کو لی ہوئی چیز سے اکثر یا افضل (یعنی زیادتی خواہ عدد
میں ہو یا قیمت میں ہو) ادا کرے حرام ہے باطل ہے کیونکہ اکثر اس طریق
سے قرض لینے والے صرف مفلس اور مضطر ہوتے ہیں اور اکثر وقت معین
پر نہیں ادا کر سکتے پس وہ قرض کئی حصہ بڑھ جاتا ہے جس سے کبھی رہائی نہیں
ہو سکتی اور سود میں صریح جھگڑوں اور بڑے مناقشوں کا موقع ہوتا ہے

الزراعات والصناعات التی ہی اصول المکاسب ولا شیء فی العقود اشد تدقیقاً و اعتناء بالقلیل وخصومة من الربا[۱] اھ

فصل فی تقسیم الربا الی النوعین

قال فی اعلام الموقعین الربا نوعان جلی وخفی فالجلی حرم لما فیہ من الضرر العظیم والخفی حرم لانہ ذریعة الی الجلی فتحریم الاول قصدا و تحریم الثانی وسیلة فاما الجلی فربا النسیئة وھو الذی کانوا یفعلونہ فی الجاھلیة مثل ان یؤخر دینہ ویزیدہ فی المال وکلما اخرہ زاد فی المال حتی تصیر المائة عندہ آلافا مولفة وفی الغالب لا یفعل ذلک الا معدم محتاج فاذا رای المستحق یؤخر مطالبة ویصبر علیہ بزیادة یبذلھا لہ تکلف بذلھا لیفتدی من اسر المطالبة والحبس ویدافع من وقت الی وقت فیشتد ضررہ وتعظم مصیبتہ و یعلوہ الدین حتی یستغرق جمیع موجودہ فیربو المال علی المحتاج من غیر نفع یحصل لہ ویزید مال المرابی من غیر نفع یحصل منہ لاخیہ فیاکل مال اخیہ بالباطل ویحصل اخوہ علی غایة الضرر

اور جب کہ اس طریق پر مال بڑھانے کی رسم پڑ جاوے تو کھیتی اور صنعتوں کے چھوڑنے کا ذریعہ بن جاتا ہے جو کہ کمائی کے اصول ہیں اور معاملات میں کوئی معاملہ ایسا نہیں ہے جس میں سود سے زیادہ جھگڑا اور تھوڑی سی چیز کا اہتمام اور ذرا ذرا سی بات کا خیال ہو اھ

فصل سود کی تقسیم دو قسموں میں کی گئی ہے چنانچہ اعلام الموقعین میں کہا ہے کہ سود دو قسم پر ہے جلی اور خفی جلی تو اس لئے حرام ہے کہ اس میں بڑا نقصان ہے اور خفی اس لئے حرام ہے کہ وہ جلی کا ذریعہ ہے پس اول (یعنی جلی) کی تحریم (اصلی اور) باعتبار مقصود ہونے کے ہے اور ثانی (یعنی خفی) کی تحریم باعتبار وسیلہ (اور تابع) ہونے کے ہے (کہ حرام کا ذریعہ بھی حرام ہوتا ہے) پھر جلی جو ہے تو وہ ربا نسیہ یعنی قرض کا سود ہے اور یہی ہے جسے جاہلیت میں عمل میں لاتے تھے جیسے کہ مال والا اپنا قرض موخر کرے (یعنی مدت بڑھا دے) تو قرض دار مال میں زیادتی کرے یہاں تک کہ سو سے اس کے پاس ہزاروں کا ذخیرہ ہو جائے اور اکثر یہ تنگدست محتاج کے اور کوئی ایسا نہیں کرتا ہے (یعنی سودی قرض نہیں لیتا ہے) پس جب قرضدار دیکھتا ہے کہ قرض خواہ مطالبہ موخر کرتا ہے اور اس پر صبر کرتا ہے بعوض اس زیادتی (مال) کے جو کہ قرضدار اس کو دیدے تو وہ قرض دار اس (مالی زیادتی یعنی سود) کو بتکلف برداشت کرتا ہے تاکہ مطالبہ کی قید اور حبس سے رہائی پاوے اور ایک وقت سے دوسرے وقت پر ٹالتا ہے پس اس کو سخت ضرر پہونچتا ہے اور اس کی مصیبت بڑھ جاتی ہے اور اس پر قرض غالب ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا تمام مال مستغرق ہو جاتا ہے غرض محتاج کے ذمہ بغیر کسی نفع کے جو اسے حاصل ہو مال بڑھتا ہے اور سود لینے والے کا مال بلا کسی منفعت کے جو اس سے قرض دار کو پہونچے بڑھتا ہے پس وہ اپنے بھائی کا مال ناجائز طریق سے کھا جاتا ہے اور اس کے بھائی کو نہایت نقصان پہونچتا ہے۔ سو ارحم الراحمین کی رحمت ہے اور اس کی حکمت ہے اور مخلوق پر اس کا احسان ہے کہ اس نے سود حرام فرما دیا

[۱] کذا فی الاصل فقال فیہ ۱۲ منہ

فمن رحمة ارحم الراحمين وحكمته
واحسانه الى خلقه ان حرم الربا
واما الخفى فربا الفضل وتحريمه من باب
سد الذرائع كما صُرِّح به فى حديث
ابى سعيد الخدرى رض عن النبى صلعم
لا تبيعوا الدرهم بالدرهمين فانى اخاف
عليكم الرماء (قلت ولا احضره من حديث
ابى سعيد وقد روى الامام احمد بسند مقبول
عن ابن عمر رض مرفوعا لا تبيعوا الدينار بالدينارين
ولا الدرهم بالدرهمين ولا الصاع بالصاعين
فانى اخاف عليكم الربا الحديث ورواه
الطبرانى فى الكبير بمعناه وفى الموطا
عن نافع عن عبد الله بن عمر ان عمر بن
الخطاب رض قال لا تبيعوا الذهب الا مثلا بمثل ولا
تشفوا بعضها على بعض ولا تبيعوا الورق
بالورق الا مثلا بمثل ولا تشفوا بعضها على
بعض ولا تبيعوا الورق بالذهب احدهما
غائب والآخر ناجز وان استنظرك الى ان يلج بيته
فلا تنظره انى اخاف عليكم الرماء والرماء هو الربا
وفى توالى التاسيس هذا حديث صحيح
اهـ) والرماء هو الربا فمنعهم من ربا
الفضل لما يخافه عليهم من ربا
النسيئة وذلك انهم اذا باعوا درهما
بدرهمين ولا يفعل هذا الا للتفاوت

اور خفی ربا جو ہی تو (وہ) ربا فضل ہی اور اس کی تحریم (حرام کے ہونے کی) سد ذرائع کے باب میں سے ہے جیسا کہ ابی سعید خدری رض کی حدیث میں جناب نبی صلعم سے اس کی تصریح واقع ہوئی ہو کہ ایک درہم کو دو درہم کے عوض فروخت نہ کرو۔ کیوں کہ مجھے (اس صورت میں) تم پر رما کا خوف ہی اور رما ربا کو کہتے ہیں (میں کہتا ہوں کہ حضرت ابو سعید رض کی روایت تو مجھے یاد نہیں ہاں امام احمد نے مقبول سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رض سے روایت کی ہی کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ایک اشرفی دو اشرفی کے عوض فروخت نہ کرو اور ایک درہم دو درہم کے عوض اور نہ ایک صاع (یعنی ایک صاع میں جو کہ ایک قسم کا پیمانہ ہوتا ہی جو چیز ناپی جاوے اس کو) دو صاع (شی مذکور) کے عوض بیچو کیونکہ مجھے (اس صورت میں) تم پر سود کا خوف ہی (یعنی گو یہ حقیقی سود نہیں ہی مگر سود کا ذریعہ ہی اس لئے کہ اس طریقہ سے تم رفتہ رفتہ اصلی سود تک آسانی سے پہونچ جاؤ گے) اور اس کو بالمعنی طبرانی نے بھی روایت کیا ہی اور موطا میں نافع سے روایت ہی وہ حضرت ابن عمر رض روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رض نے فرمایا کہ تم سونے کو سونے کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر سرابر اور بعض کو (سونے) کو بعض (دوسرے سونے) پر (بیع میں) نہ بڑھاؤ اور چاندی کو چاندی کے عوض نہ بیچو مگر برابر سرابر اور بعض (چاندی) کو بعض پر نہ بڑھاؤ اور چاندی کو سونے کے عوض نہ بیچو اس حال میں کہ ان میں سے ایک غائب ہو اور دوسرا حاضر (یعنی ایک جانب نقد ہو اور دوسری جانب اُدھار) اور اگر تجھے (اس معاملہ میں) مشتری اپنے گھر میں جانے کی مہلت لے (کہ میں گھر میں جاکر قیمت لے آؤں) تو اسے مہلت نہ دی مجھے بے شبہ تم پر رما کا خوف ہی اور رما ربا کو کہتے ہیں حافظ ابن حجر رح نے توالی التاسیس میں کہا ہو کہ یہ حدیث صحیح ہی) غرض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا فضل سے لوگوں کو اس وجہ سے روکا کہ آپ کو ان پر ربا نسیہ کا خوف ہوا (جیسا کہ تفصیل کے ساتھ ابھی بیان ہو چکا ہی کہ ربا فضل ربا نسیہ کا قریب ذریعہ ہی) اور اس کی

له الحقيقة ليست بمرادة اتفاقا ونحن نقدر كل ما يحل اى لا تبيعوا الشئ المقدر بالصاع بالشئ المقدر بالصاعين سواء كان طعاما او غيره كذا فى نور الانوار المصطفائى ص ۲۰۶ مولف عفى عنه

الذی بین النوعین اما فی الجودة واما فی السکة واما فی الثقل والخفة وغیر ذلک تذرعوا بالربح المعجل فیها الی الربح المؤخر وهو عین ربا النسیئة وهذه ذریعة قریبة جدا فمن حکمة الشارع ان سد علیهم هذه الذریعة ومنعهم من بیع درهم بدرهمین نقدا ونسیئة فهذه حکمة معقولة مطابقة للعقول وهی تسد علیهم باب المفسدة اهـ

وفیه ایضا واما ربا الفضل فابیح منه ما تدعو الیه الحاجة کالعرایا فانما حرم سدا للذریعة اخف مما حرم تحریم المقاصد اهـ

وفیه ایضا ولهذا العریة[1] شئ من ربا النسیئة اهـ

یہ صورت ہو کہ جب لوگ ایک درہم کو دو درہم کے عوض فروخت کریں (اور یہ بلا امتیاز) نہیں کیا جاتا ہو مگر اس فرق کی وجہ سے جو کہ دونوں نوع میں ہوتا ہو خواہ کھرے ہونے کے اعتبار سے (کہ ایک جانب کا سونا یا چاندی کھرا ہو اور دوسری جانب کا کھوٹا) اور خواہ سکہ کے اعتبار سے (کہ ایک طرف سکہ درہم و دینار کا ہو دوسری طرف خالص چاندی یا سونا) اور خواہ بھاری اور ہلکے ہونے میں (کہ ایک جانب کی چاندی مثلاً ہلکی ہو اور دوسری جانب کی بھاری) اور سوا اس کے (اور جو فرق دونوں نوع میں ہو کیوں کہ بلا فرق مثلاً تولہ بھر سونا تولہ بھر سونے کے عوض بیچنا حماقت ہو کون عاقل ایسا کر سکتا ہو) تو لوگ (رفتہ رفتہ اس طریقہ سے) فوری نفع کو جو اس معاملہ میں ہوگا موخر نفع کا ذریعہ بنا لیں گے اور وہ عین ربا نسیہ ہو اور یہ بہت قریب ذریعہ ہو۔ پس شارع کی حکمت ہو کہ لوگوں کو اس ذریعہ سے روک دیا (اور ربا فضل سے بھی منع فرما دیا جس طرح کہ ربا نسیہ سے منع فرمایا) اور ان کو ایک درہم بعوض دو درہم کے نقد اور ادھار بیچنے سے منع فرما دیا سو یہ حکمت سمجھ میں آتی ہو اور عقل کے مطابق ہو اور لوگوں پر فساد کا دروازہ بند کرتی ہو (کیوں کہ حرام کا ذریعہ حرام تک پہونچا دیتا ہو پس ذریعہ سے روکنا اس فساد کو روک دینا ہو) اور نیز اسی کتاب (اعلام الموقعین) میں ہو کہ "ربا فضل جو ہو تو اس کی وہ قسم جائز رکھی گئی ہو جس کی (لوگوں کو) حاجت پڑتی ہو جیسے کہ عرایا (جس کی شرح آگے آتی ہو غرض ربا نسیہ ناجائز ہو اور کسی حال میں اس کی اجازت نہیں دی گئی اور ربا فضل ضرورت میں جائز کیا گیا) کیوں کہ جو چیز (بطور حرام کا) ذریعہ روکنے کے حرام کی گئی ہو (وہ) اس چیز سے جو کہ اصلی طور پر حرام کی گئی ہو حرمت میں خفیف ہو (پس ضرورت میں اس کی اصلی حرمت نہ ہونے کی وجہ سے اس کو جائز کر دیا گیا جس طرح کہ کوئی باپ مثلاً اپنے بیٹے کو مدرسہ جانے کے کئی راستوں میں سے کسی خاص راستہ پر چلنے سے روک دے اس خوف سے کہ اس راستہ میں کبھی کبھی کسی موذی جانور کا گذر ہو جاتا ہو نہ کہ اس اعتبار سے کہ اس راستہ کی ذات میں کوئی خرابی ہو اور پھر سوائے اس راستہ کے باقی تمام راستوں میں پانی بھر جائے اور بجز اس خاص راستہ کے اور کوئی راستہ مدرسہ تک پہونچنے کا باقی نہ رہے تو ایسی حالت میں باپ اس راستہ سے مدرسہ پہنچنے کی

[1] والنهی عن المزابنة والرخصة فی العرایا قد وردا فی احادیث الصحیحین ۱۲ منہ

وفی حجۃ اللہ البالغۃ واعلم ان الربا علی وجھین حقیقی ومحمول علیہ اما الحقیقی فھو فی الدیون والثانی ربا الفضل وھو مسمی بربا تغلیظا وتشبیھا لہ بالربا الحقیقی وبہ یفھم معنی قولہ صلعم لا ربا الا فی النسیئۃ (ھذا لفظ البخاری ولفظ مسلم تقدم قریبًا) ثم کثر فی الشرع استعمال الربا فی ھذا المعنی حتی صار حقیقۃ شرعیۃ فیہ ایضا اھ ملخصا وفیہ ایضا واعلم ان مثل ھذا الحکم انما یراد بہ ان لا یجری الرسم بہ وان لا یعتاد الناس تکسب ذلک لا ان لا یفعل شئ منہ اصلا ولذلک قال علیہ السلام لبلال بع التمر ببیع آخر ثم اشتر بہ.

عہ اعلم انہ لا یکون فیہ الفضل کمن باع درھما بدرھم نسیئۃ وھو الربا وحکمہ حکم ربا الفضل یدل علیہ قول عمر وان استطرت الی فسیح ذلک بعلیلیا فافھم

اجازت دیگا کیونکہ اگر لڑکا مدرسہ نہ جاوے تو نہ پڑھنے کا ضرر یقینی ہے اور موذی جانور سے ضرر پہونچنا یقینی نہیں کیونکہ اس کا گذر اس راستہ میں گاہ بگاہ ہوجاتا ہے پس اس صورت میں بڑے ضرر کی رعایت کی گئی اور چھوٹے ضرر کی پروا نہیں کی گئی بخلاف اس راستہ کے جس میں کوئی تالاب یا کنواں وغیرہ ہو اور لڑکا اُدھر سے مدرسہ جاوے تو ضرور ہلاک ہوگا پس اس راستہ سے باپ لڑکے کو روکے گا چونکہ اس راستہ کی ذات میں خلل ہے اس لئے اس راستہ سے مدرسہ جانے کی باپ کسی حال میں اجازت نہ دیگا اور نہ پڑھنے کا نقصان گوارا کریگا۔ سو اسی طرح ربا فضل ضرورت کے وقت مباح کر دیا گیا تاکہ لوگوں کو تنگی نہ ہو اور ربا نسیہ جائز نہیں رکھا گیا اس لئے کہ وہ قوم کا تباہ کرنیوالا ہے اور اسی کتاب میں ہے کہ اسی وجہ سے ربا نسیہ میں سے کچھ بھی جائز نہیں رکھا گیا اھ اور حجۃ اللہ البالغہ میں ہے کہ جاننا چاہیئے کہ سود کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور محمول علیہ[عہ] (پھر) حقیقی جو ہے تو وہ قرض میں ہوتا ہے اور دوسرا (یعنی محمول علیہ) ربا فضل ہے اور بطور تغلیظ اور ربا حقیقی کے ساتھ تشبیہ کے ربا نام رکھا گیا ہے اور اسی سے جناب رسول اللہ صلعم کے اس قول کے کہ ”نہیں ہے سود مگر قرض میں“ معنی مفہوم ہوتے ہیں (یہ ترجمہ بخاری کے لفظوں کا ہے اور مسلم کے لفظوں کا ترجمہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے اور یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے) اور مطلب یہ ہے کہ ربا نقد میں پایا جاتا ہے مثلاً ایک دینار دو دینار کے عوض نقد فروخت کرے پھر باوجود اس کے آپ نے ربا کو قرض میں جو منحصر فرمایا تو اس وجہ سے کہ حقیقی ربا قرض میں ہی پایا جاتا ہے اور اصلی ربا یہی ہے پس مطلب یہ ہوا کہ اصلی اور کامل ربا قرض ہی میں ہوتا ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ ربا نقد کی صورت میں نہیں ہوتا۔ پھر شریعت میں ربا اس معنی میں (یعنی ربا فضل کے معنی میں) کثیر الاستعمال ہوگیا۔ یہاں تک کہ اس معنی میں بھی حقیقت شرعیہ ہوگیا“ (یعنی جیسے کہ ربا اول معنی میں یعنی ربا حقیقی کے معنی میں بطور حقیقی معنی کے شریعت میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح دوسرے معنی میں (یعنی ربا فضل کے معنی میں

عہ یعنی جو کہ حقیقی ربا پر محمول کیا گیا ہے ۱۲

قلت و فی صحیح مسلم عن ابی سعیدؓ یقول جاء بلال بتمر برنی فقال له رسول الله صلعم من این هذا فقال تمر کان عندنا ردی فبعت منه صاعین بصاع لمطعم النبی صلعم فقال رسول الله صلعم عند ذلک اوه عین الربا لا تفعل و لکن اذا اردت ان تشتری التمر فبعه ببیع آخر ثم اشتر به اه و رواه البخاری ایضا

فصل فی الاحادیث الدالة علی حرمة ربا الفضل و عن ابی الاشعث غزونا غزاة و علی الناس معاویة رض فغنمنا غنائم کثیرة فکان فیما غنمنا آنیة من فضة فامر معاویة رجلا ان یبیعها فی اعطیات الناس فتسارع الناس فی ذلک فبلغ عبادة بن الصامتؓ فقام فقال انی سمعت رسول الله صلعم ینهی عن بیع الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح الا سواء بسواء علینا بعین فمن زاد

(یعنی ربا الفضل کے معنی میں) بھی بطور معنی حقیقی کے بکثرت استعمال ہونے لگا) اور نیز اسی (کتاب) میں ہو کہ جاننا چاہئے کہ اس حکم کی مانند (احکام شرعیہ) سے مراد یہ ہوتی ہو کہ اس کی رسم جاری نہ ہوا اور لوگ اس کمائی کے عادی نہ ہو جاویں نہ یہ کہ اس کو بالکل ہی چھوڑ دیا جائے (بلکہ ضرورت کے موقع پر ایسے امور جائز ہو جاتے ہیں اور ابتدا ہی سو شریعت ان کی رعایت کی ہو ہر کوئی حیلہ یا ایجاد شریعت میں نہیں ہو اور نہ شریعت ان امور کو جائز رکھتی ہی) جناب رسول اللہ صلعم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ تم خرما کو دوسری بیع سے فروخت کرو پھر اس سو خریدو" اھ میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم میں حضرت سعید خدریؓ سو روایت ہو کہ حضرت بلالؓ عمدہ قسم کی کھجوریں لائے تو ان سو جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ کہاں سو لائے ہو انھوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس خراب کھجوریں تھیں پس میں نے ان میں سو دو صاع ایک صاع (عمدہ کھجوروں) کے عوض نبی صلعم کے کھانے کے لئے فروخت کردیں تو اس وقت نبی صلعم نے فرمایا اُہ عین سود ہو ایسا نہ کرو لیکن جب تم عمدہ کھجوریں خریدنا چاہو تو خراب کھجوریں دوسری بیع سے بیچ دو (یعنی غلہ وغیرہ کے عوض بیچ دو) پھر اس کے عوض اچھی کھجوریں خرید لو - اور اس حدیث کو بخاری نے بھی روایت کیا ہی (اور مطلب اس حدیث کو بطور مثال کے بیان کرنے کا یہ ہو کہ ربا الفضل کی صورت میں جناب رسول اللہ صلعم نے مقصود حاصل کرنے کی اجازت دے دی اور اگر کسی حالت میں بھی یہ عقد جائز نہ ہوتا تو اس قدر تبدیل جواز کے لئے کافی نہ ہوتی مگر اس مثال سے ربا مذکورہ کی مثال زیادہ واضح ہو جس کا بیان آگے آوے گا)

فصلؔ ان حدیثوں کے بیان میں جو ربا فضل کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں

ابو الاشعث سے روایت ہو کہ ہم نے ایک جہاد کیا اس حال میں کہ حضرت معاویہؓ لوگوں پر افسر تھے پس ہم کو بہت سی غنیمت ملی اور ہماری غنیمت میں چاندی کے برتن (بھی) تھے سو حضرت معاویہؓ نے ایک شخص کو لوگوں کو عطایا میں ان

اوازداد فقد اربي فرد الناس
ما اخذوا فبلغ ذلك معاوية
فقام خطيبا فقال الا ما بال
رجال يتحدثون عن رسول الله
صلعم احاديث قد كنا نشهده
ونصحبه فلم نسمعها منه فقام
عبادة فاعاد القصة فقال لنحدثن
بما سمعنا من رسول الله صلعم وان
كره معاوية او قال وان رغم ما ابالي
ان لا اصحبه في جنده ليلة سوداء
وفي رواية عنه مثلا بمثل سواء بسواء
يدا بيد فاذا اختلفت هذه
الاصناف فبيعوا كيف شئتم
اذا كان يدا بيد رواه
مسلم في الجوهر النقي قال
صاحب الاستذكار وليست
القصة معروفة لمعاوية
الا مع عبادة والطرق بذلك
متواترة اه وفي الباب عن
ابي سعيد وعثمان وعمر وابنه وابي
هريرة وزيد بن ثابت والبراء
بن عازب وعن ابي بكرة وفضالة
بن عبيد وجابر وكلها
في صحيح مسلم وبعضها في البخاري
ايضا وحديث زيد بن ارقم

برتنوں کو فروخت کرنے کا حکم دیا (یعنی لشکر کو جو کچھ مال غنیمت تقسیم ہوا اس
میں حصوں کے اعتبار سے برتن لگائے جاویں اور حصوں کی رقم کے عوض تجویز
کی بیع کر دی جاوے) اس پر لوگوں نے اس معاملہ میں جلدی کی پس حضرت
عبادہ بن الصامتؓ کو یہ واقعہ پہونچا تو وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں نے
جناب رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ آپ سونا سونے کے عوض اور چاندی چاندی
کے عوض اور گیہوں گیہوں کے عوض اور جو جو کے عوض اور کھجور کھجور کے
عوض اور نمک نمک کے عوض فروخت کرنے سے منع کرتے تھے مگر برابر
سرابر نقد بہ نقد اور جو کوئی زیادہ دیوے یا زیادہ لیوے تو وہ سود
دیوے (لیوے) گا۔ اس پر لوگوں نے جو کچھ لیا تھا لوٹا دیا پس حضرت معاویہؓ
کو یہ بات پہونچی سو وہ وعظ کہنے کھڑے ہوئے اور کہا کہ ان لوگوں
کا کیا حال ہے جو کہ رسول اللہ صلعم سے وہ حدیثیں روایت کرتے ہیں جن کو ہم نے
باوجود آپ کی خدمت میں حاضر ہونے اور آپ کے ساتھ رہنے کے آپ سے نہیں سنا
پس حضرت عُبادہ کھڑے ہوئے اور دوبارہ قصہ (مذکورہ) ذکر کیا اور
کہا کہ ہم نے جو کچھ رسول اللہ صلعم سے سنا ہے اُسے ضرور بیان کریں گے
اگرچہ معاویہؓ کو گراں ہو۔ میں اُن کے لشکر میں ایک شب بھی نہ رہنے کی
پروا نہیں کرتا اور اُن سے ایک روایت میں یہ مروی ہے کہ مثل بمثل برابر
سرابر ہاتھ بہ ہاتھ پھر جب یہ قسمیں مختلف ہوں (یعنی جنس بدل جاوے
مثلاً سونے کی بیع چاندی سے کی جاوے) تو جس طرح چاہو فروخت
کرو (کم۔ زیادہ۔ برابر) جب کہ ہاتھ بہ ہاتھ ہو اس کو مسلم نے روایت
کیا ہے (اور ایک معنی کے کئی لفظ لانا تاکید کے لئے ہیں) اور جوہر نقی میں
ہے کہ صاحب استذکار نے کہا ہے کہ حضرت معاویہؓ کا قصہ حضرت عبادہؓ
ہی کے ساتھ مشہور ہے اور اس کی سندیں متواتر ہیں اھ اور اس باب
میں (حدیثیں) ابو سعید۔ عثمان۔ عمر۔ ابن عمر۔ ابو ہریرہ۔ زید بن ثابت
براء بن عازب۔ ابو بکرہ۔ فضالہ بن عبید۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی
ہیں اور یہ سب صحیح مسلم میں ہیں اور بعض ان میں سے صحیح بخاری میں بھی ہیں۔

(باقی آئندہ)

شرح اجرت اشتہار بہ پابندی شرط مظہرہ اصول نمبر ۲

تعداد و مقدار	ایک ماہ	۳ ماہ	۶ ماہ	ایک سال	کیفیت
ایک صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
چہارم صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

نوٹ۔ چہارم صفحہ سے کم کی اجرت فی سطر چار آنہ مطبوعہ اشتہارات شائع کرنے کی اجرت فیصدی ۔ ۔

پیلی بھیت میں

پراونشل مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا نہایت ضروری اور اہم اجلاس ۲۳-۲۴-۲۵ اپریل سنہ ۱۹۲۶ء کو قرار پایا ہے اس کی اہمیت اور ضرورت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا تعلق عام ابتدائی تعلیم میں خاص مسلمانوں کے حقوق تعلیمی سے ہے جو سنہ ۱۹۱۳ء میں لارڈ ہیلٹن کی گورنمنٹ نے ابتدائی تعلیم میں ترقی حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو عطا فرمائے تھے۔ یا دوسرے لفظوں میں یہ کانفرنس ان حقوق کے متعلق ہے جو لارڈ ہیلٹن کے آسمان کرم سے اتر کر ڈسٹرکٹ بورڈ کے سے قانونی کی گتھیوں کھجوروں میں الجھ رہے۔

مسلمانان پیلی بھیت کو امید واثق ہے کہ عالی دماغ ماہرین فن تعلیم اور عالی حوصلہ مدبرین قوم ان جلسوں کو کامیاب بنانے میں اپنی تعلیمی ہمدردی کا قابل فخر ثبوت دیتے ہوئے ان جھلملاتی ہوئی امیدوں کو اپنی روشن خیالی سے جگمگا دیں گے اور خاتمہ میں ان کی یہ توجہ مسلمانان پیلی بھیت کو تعلیمی مجالس سے ہمیشہ کے لئے جوڑ کا دیگی - اسی سلسلہ میں کانفرنس کی تعلیمی نمائش بھی ہوگی اور انہیں تاریخوں میں آل انڈیا مسلم لیگ کے شاندار اور کارآمد اجلاس بھی اپنی کشش اور جاذبیت سے کانفرنس کی مدد کرینگے۔

المعلن

محمد ظہیر الدین خاں آنریری سکرٹری کمیٹی استقبالیہ پراونشل مسلم ایجوکیشنل کانفرنس صوبہ متحدہ مقام پیلی بھیت

یہ رعایت صرف آخر مارچ تک جاری رہیگی فوراً مندرجہ ذیل درخواست فارم پر کرکے بھیجدیں
ناول
حق بحقدار
قیمت للعہ حجم ۵۰۰ صفحہ
رسالہ انتخاب لاجواب لاہور ہفتہ وار
پسندیدہ دلچسپ مفید معلومات کا ہفتہ وار باتصویر ذخیرہ جو گذشتہ ۲۸ سال سے جاری ہے آجتک اس میں ہزارہا دلچسپ ناول
مسلسل فسانے۔ لطیفے۔ چٹکلے۔ عجائبات۔ تاریخی معلومات۔ ایجادات۔ نفیس طبی اختراعات عجیب و غریب سراغرسانی کے قصے۔ بلکہ
اسرار کی باتیں حکمت و معرفت کی دلچسپیاں شائع ہو چکی ہیں اس کے علاوہ تمام یورپ و امریکہ کے اخبارات کا خلاصہ شائع کیا جاتا ہے۔ کوئی الفاظ موجود
نہیں جو اس رسالہ کی کما حقہ تعریف ادا کر سکیں۔ سوائے اس کے کہ آپ خود چند روز تک اس کا مطالعہ فرمائیں۔ چونکہ ارادہ کیا گیا ہے کہ انتخاب لاجواب کی
اشاعت دس ہزار فی ہفتہ کر دی جائے اس لئے نئے خریداروں کی ترغیب و دلچسپی کے لئے ۵۸۰ صفحہ
کا ایک نہایت دلچسپ ناول جس کے لئے پبلک بیتاب تھی مفت نذر کیا جائیگا۔
مینجر انتخاب لاجواب لاہور
جناب عالی مینجر صاحب انتخاب لاجواب لاہور میرا نام بھی مستقل خریداروں میں شامل کرکے مبلغ
چھ روپے سالانہ قیمت کے وی پی کے ہمراہ ناول حق بحقدار مفت ارسال فرمائیں۔
نام۔
پورا پتہ۔
ضروری اطلاع۔ جو صاحبان آخر مارچ تک اس درخواست فارم پر نام و پتہ لکھکر بھیجدیں گے ان کی خدمت میں علاوہ سال تمام پرچہ ارسال کرنیکے ۵۸۰ صفحہ کا ناول مفت دیا جائیگا۔ نمونہ مفت منگائیں

قوم

ہفتہ وار

مسلمانوں کا واحد تاندار قومی اخبار ۔ جو ظاہری اور معنوی اعتبار سے
تعلیم یافتہ مسلمانوں کے قابل ملاحظہ ہو

اخبار قوم کے چند خاص عنوانات :-
اڈیٹوریل ۔ ایک نظر ۔ پچھلا ہفتہ ۔ نکات ۔ مضامین خاص ۔ افسانہ ۔ نسائیات ۔ بیرون ہند کے خطوط ۔ واقعات حاضرہ پر ممتاز حضرات کے خیالات ۔ کارٹون ۔ لطف سخن ۔ دلچسپ و مفید معلومات ۔ تفریحات ۔ لطائف و ظرائف انقلابات ۔ اسلامی دنیا ۔ اقتباسات ۔ ادبیات ۔

چند مشاہیر کی رائیں

مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب ۔ مضامین اور ان کی ترتیب کے لحاظ سے ممتاز پرچہ سمجھا جا سکتا ہے ۔

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی ۔ توقع سے زیادہ اچھا ثابت ہوا ۔
میرے خیال میں "قوم" کی خصوصیات دن بدن ترقی کریں گی ۔ اور تبلیغ و تحفظ اسلام کے مضامین کا ذخیرہ بھی اس اخبار میں بڑھنا شروع ہوگا ۔ اور مسلمان اس کی امداد کو اپنا فرض تصور کریں گے ۔

چند اخبارات کی رائیں

روزنامۂ ہمدرد ۔ قاری صاحب فن صحافت کے ایک کہنہ مشق ماہر ہیں اس لئے ان کے اخبار کا اگر ظاہر و باطن ہر لحاظ سے اچھا ہو جائے تو تعجب نہیں ۔ ہم اپنے معاصر کو دور ثانیہ شروع کرنے پر مبارک باد دیتے ہیں

روزنامہ تنظیم ۔ اس اخبار کا عام مذاق اس قدر سلجھا ہوا ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ میں یہ اخبار بہت جلد مقبولیت حاصل کرلیگا ۔ ایک متعدد اخبار کی ضرورت کو قاری صاحب نے پورا کر دیا ہے جس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں ۔

روزنامہ ہمدم لکھنؤ ۔ قاری صاحب ہماری توقعات کے بموجب پرچہ کو نہایت قابلیت اور محنت سے مرتب کر رہے ہیں ۔

روزنامہ لیڈر ۔ "قوم" مسلمانوں کا ایک زبردست اخبار ہے ۔

المشتہر ۔ منیجر اخبار قوم دہلی

معلومات تجارت
وہ کتاب جسکی اسوقت ہندوستان میں ہر شخص کو ضرورت ہو
ملک کو افلاس کی مصیبت سے نجات دینے والی۔ ترقی دولت کے
سربستہ راز آشکارا کرنے والی۔ بے روزگاروں کو روزگار کے راستے
بتانے والی۔ ناتجربہ کار تاجروں کو تجربہ کار بنانے والی۔ تجارتی کاروباری مشکلات کو حل کرنے والی۔ گھر بیٹھے یورپ و امریکہ کے اصول تجارت کی تعلیم دینے والی۔
جس کے ہزاروں بیش بہا اور قابل قدر مشوروں میں سے ممکن ہے کہ ایک اور صرف ایک ہی مشورہ آپ کی فلاکت زدہ زندگی کی کایا پلٹ دے اور جس کے قیمتی معلومات سے بھرے ڈیڑھ سو صفحوں میں سے کیا عجب ہے کہ ایک صفحہ بلکہ ایک سطر ہی آپکو غریب سے امیر بنا دے
فن تجارت پر آجتک اردو میں ایسی جامع و مفید کتاب شائع نہیں ہوئی
اسکی بدولت ہزارہا اشخاص کام سے لگ گئے اور صدہا آدمی دولت مند بن گئے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ تجارت کیا ہے۔ دنیا میں کب سے شروع ہوئی۔ دوسرے پیشوں پر اُسے کیا فوقیت حاصل ہے عقل و دماغ اور عادات و اطوار پر اسکا کیا اثر ہوتا ہے ایک تجارتی شخص کا کیریکٹر کیسا ہونا چاہیئے۔ تجارت کی تعلیم کیا کیونکر اور کہاں حاصل کیجائے۔ تجارت کی کتنی صورتیں ہیں جن سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ کس شخص کو کونسی تجارت اختیار کرنی چاہیئے۔ سرمایہ کیا شے ہے۔ سرمایہ کی تجارت کیلئے کس حد تک ضرورت ہے۔ سرمایہ نہو تو تجارت کس طرح کیجاسکتی ہے۔ مشترکہ سرمایہ سے تجارت کرنیکے طریقے۔ تھوڑے سرمایہ سے کون کون سی تجارتیں ہوسکتی ہیں۔ تجارت میں کامیابی کیونکر حاصل کیجاسکتی ہے۔ ہندوستان میں اسوقت کن کن اشیا کی تجارت ہوتی ہے۔ ممالک غیر خصوصاً یورپ امریکہ نے تجارت میں کیا کیا ترقی کی ہے علاوہ بریں صدہا تجارتی معلومات۔ تجارتی اصطلاحات۔ تجارت کے متعلق قانونی واقفیت۔ دنیا کے کامیاب تاجروں کے مختصر حالات و اقوال ریل۔ ڈاک تار وغیرہ کی معلومات۔ الغرض آغاز تجارت کے وقت ایک تاجر کو جسقدر معلومات درکار ہیں وہ حتی المقدور سب اس کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں آپ دو روپے اس کتاب میں خرچ نہیں کرینگے بلکہ ایسے نفع بخش کام میں لگائیں گے کہ اگر آپکی تقدیر نے یاوری کی تو کیا عجب ہے کہ آپ لاکھوں روپے اسکے ذریعہ سے پیدا کریں۔ قیمت فی جلد دو روپے (عہ)
المشتہر
منیجر تجلی بک ڈپو۔ فراشخانہ۔ دہلی

تجارت بذریعہ اشتہار

(معلومات تجارت کا دوسرا حصہ)

ہندوستان میں ایسے صدہا اشخاص موجود ہیں جنہوں نے اشتہار کے ذریعہ سے تجارت کرکے لاکھوں روپے کی دولت حاصل کی لیکن ہر شخص کو معلوم نہیں کہ اشتہار کے ذریعہ سے کیونکر تجارت کیجاتی ہے۔ اردو زبان میں ایسی کوئی کتاب موجود نہیں صرف ہم نے صدہا انگریزی کتابوں کے مطالعہ کے بعد یہ کتاب فن اشتہار طیار کی ہے جس سے آپکو اشتہارات کے ذریعہ سے تجارت کرنے کا راز معلوم ہو سکتا ہے۔ اس میں اشتہار کی اشاعت۔ مؤثر مضمون اور دلکش ڈیزائن کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ اسکے مطالعہ کے بعد آپ ہر تجارتی سامان کا اچھے سے اچھا اشتہار تیار کر سکتے ہیں۔ اور آپ کو تھوڑے خرچ میں زیادہ منافع حاصل کرنے کی تدابیر معلوم ہو سکتی ہیں

قیمت فی جلد ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

تجارت بصورت دوکانداری

(معلومات تجارت کا تیسرا حصہ)

لوگ دوکان لے کر بیٹھ جاتے ہیں لیکن انہیں دوکانداری کے متعلق مطلق واقفیت نہیں ہوتی۔ اس کتاب میں فن دوکانداری کی تعلیم دی گئی ہے۔ دوکان کیسی ہو کس موقع پر ہو چیزیں کیونکر آراستہ کیجائیں۔ مال کس طرح کفایت سے خریدا جائے گاہکوں کو کیونکر خوش رکھا جائے۔ بکری اور نفع بڑھانے کیلئے کن اصول پر عمل کیا جائے۔ دوکان کی شہرت و ہر دلعزیزی کیلئے کیا طریقے اختیار کئے جائیں۔ گاہکوں سے قرضہ کیونکر وصول کیا جائے۔ دوکان کا حساب کیونکر رکھا جائے۔ الغرض اسی قسم کی صدہا کار آمد باتیں دوکانداری کے متعلق اس کتاب میں درج کی گئی ہیں جن سے ہندوستانی عموماً ناواقف ہیں۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ چار آنے عہ

مراسلات تجارت

(معلومات تجارت کا چوتھا حصہ)

اس کتاب میں تجارتی خط و کتابت۔ بل بنانا حساب لکھنا وغیرہ امور کی تعلیم دی گئی ہے اسکے ذریعہ ممالک غیر کی ایجنسیاں حاصل کرنیکی ترکیب معلوم ہو سکتی ہے اور مؤثر انگریزی خط و کتابت۔ بیجک ہنڈی۔ چک وغیرہ لکھنے کا طریقہ آسکتا ہے نہایت مفید کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

المشتہر :- منیجر تجلی بک ڈپو۔ فراشخانہ دہلی

صدائے صُور

تازہ ترین تصنیف

از سیّد ظہور احمد ایڈیٹر رسالہ تجلی

دنیا میں ہلچل ڈال دینے والی کتاب

مسلمانوں کو ایکدم بیدار کردینے والی۔ انکے اعمال و عقائد کو درست کرکے سچا مسلمان بنانیوالی۔ انکی معاشرت کی تمام خرابیوں کو دور کرنیوالی۔ انکی کس مپرسی اور بے بسی کو طاقت و عظمت سے انکے افلاس کو تمول سے بدلنے والی

آپ اسے کیوں منگائیں

تاکہ آپ کے اندر مذہبی روح پیدا ہو جائے۔ تاکہ آپکو دنیا میں عزت۔ راحت اور آسودگی کے ساتھ زندگی بسر کرنا آجائے۔ تاکہ آپکی آمدنی میں چوگنا اضافہ ہو جائے۔ تاکہ آپکی اولاد درجنوں تک پہنچ جائے۔ تاکہ آپکی تندرستی پہلے سے ہزار درجہ بہتر ہو جائے۔ تاکہ آپکے بارد ہمیشہ سوریادہ گوارا ہو جائیں تاکہ آپکو ہمسایہ قوموں کا خطرہ باقی نہ رہے تاکہ آپ آیندہ نسلوں کی بہبودی کے لئے کافی دولت چھوڑ جائیں۔ تاکہ آپ کا شمار دنیا کی زندہ قوموں میں ہونے لگے : یہ غریب متوسط الحال اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معمولی لکھے پڑھے ہر درجہ اور ہر طبقہ کے مسلمانوں کیلئے یکساں مفید

قیمت ایک رُوپیہ

یہ ایک روپیہ خرچ کرکے آپ کو کتاب نہیں مل رہی ہے بلکہ آپ دونوں جہاں کی آسودگی خرید رہے ہیں۔ اگر یہ دعویٰ غلط ہو تو کتاب پڑھکر واپس کردیجئے اور اپنے دام منگا لیجئے

ملنے کا پتہ

منیجر تجلی بک ڈپو فراشخانہ دہلی

قواعد انجمن فلاح المسلمین

مسلمانوں کی مالی اصلاح کے لئے ضرورت ہے کہ ہر مقام پر مندرجہ بالا نام کی ایک انجمن قائم کی جائے ذیل میں بطور نمونہ کے چند قواعد درج کئے جاتے ہیں اُمید کہ اس نمونہ پر انجمنیں قائم کرکے مقامی ضروریات کے مطابق قواعد بنا لئے جائینگے اور جہاں کوئی انجمن پہلے سے موجود ہو وہ بھی مسلمانوں کی مالی بہبودی کے کام کو اپنے قواعد میں داخل کرینگی اور اپنی کارروائی سے اڈیٹر سود مند کو وقتاً فوقتاً مطلع کرتی رہیگی۔ جدید انجمنیں قائم ہونے کی خبریں رسالہ **سود مند** میں شایع کی جائیں گی۔

مجوزہ قواعد یہ ہیں:-

(۱) فلاح المسلمین کے مقاصد وہی ہوں گے جو صفحہ اول پر پہلی تین دفعات میں درج ہیں۔

(۲) ممبروں کے ذاتی فرائض حسب ذیل ہوں گے۔

(الف) اپنی آمدنی کا کم سے کم دسواں حصہ کسی بنیک یا ڈاکخانہ یا کسی محفوظ مقام میں جمع کرنا۔

(ب) اپنی زندگی کا بیمہ کرانا تاکہ پس ماندگان کسی کے دست نگر نہ ہوں اور ہر بچہ کا تعلیمی بیمہ کرانا تاکہ اس کی تعلیم بے کھٹکے ہر حالت میں جاری رہ سکے۔

(ج) اپنے بچوں کو ابتدا سے روپیہ بچانے اور بڑھانے کی تربیت دینا۔

(د) خود نہایت سادہ زندگی بسر کرنا اور شادی غمی کے مسرفانہ اخراجات سے بچنا۔

(۳) ممبروں کے ملی فرائض حسب ذیل ہوں گے۔

(الف) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر روپیہ کا کاروبار کریں اور مسلمان دکانداروں اور کاریگروں کو معین اور غیر معین منافع پر روپیہ دے کر انہیں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے آزاد کرائیں۔

(ب) مسلمانوں میں انجمن ہائے امداد باہمی اور مشترک سرمایہ کی کمپنیاں قائم کرانا

(ج) مسئلہ سود کے اصلی معنوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا اور اس مضمون کی کتابیں مسلمانوں میں پھیلانا اور ان کے مضامین ناخواندہ مسلمانوں کو پڑھکر سنانا۔

مسلمانوں کی مالی حالت کا آئینہ !

اسلامی انجمنوں اور مسلم ہمدردوں کی خدمت میں عرض ہو کہ وہ اپنے اپنے مقامات میں مسلمانوں کی مالی حالت کی نسبت تحقیق کریں اور اس سے ازراہ کرم ہمیں اطلاع دیتے رہیں تاکہ وہ حالات یا اُن کا خلاصہ مسلمانوں کی اطلاع کے لئے رسالہ سود مند میں شایع کیا جایا کرے۔ مالی حالت کی تفتیش میں حسب ذیل سوالات سے مدد ملیگی۔

(۱) آپ کے قصبہ یا شہر یا ضلع میں جہاں کا حال آپ کو لکھنا ہو دیگر اقوام کے مقابلہ مسلمانوں کی نسبتی تعداد کیا ہو۔

(۲) بمقابلہ گزشتہ بیس سالوں کے مسلمانوں کی زمینداریاں اور جائدادیں اب بڑھ رہی ہیں یا گھٹ رہی ہیں۔

(۳) صنعت و حرفت اور تجارت میں مسلمانوں کی نسبتی حالت انداز آکیا ہو۔ آیا کسی خاص قسم کی تجارت وصنعت مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔

(۴) مسلمان کاریگر، کاشتکار اور دوکاندار بالعموم کس قوم کے لوگوں سے قرض لے کر اپنا کاروبار کرتے ہیں۔

(۵) مسلمان پیشہ ور بالعموم کفایت شعار اور خوش چلن ہیں یا مسرف اور بدچلن۔

(۶) مسلمانوں کو قرضداری کے چکر سے نکالنے اور اُن کا کاروبار درست کرنے کے لئے آیا آپ کے یہاں انجمن ہائے امداد باہمی یا مشترک سرمایہ کی کمپنیاں ہیں یا نہیں۔

(۷) شادی اور غمی کی تقریبات میں آپ کے ہاں برباد کن مراسم کیا کیا ہیں اور اُن کے بند کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔

(۸) آپ کے ہاں مسلمانوں کی تعلیمی حالت کیسی ہو۔ کوئی قومی مدارس یا انجمنیں ہیں کہ نہیں۔

(۹) آپ کے نواح میں برادران وطن اپنے بچوں کے لئے کفایت شعاری کے کیا طریقے استعمال کرتے ہیں۔

(۱۰) آپ کے نزدیک مسلمانوں کی مالی حالت کی درستی کے لئے کیا طریقے ہوسکتے ہیں۔

(التماس) جو اصحاب یا انجمنیں یہ حالات جمع کرکے مہربانی سے ہمارے پاس بھیجیں وہ اُن کی نقل اپنے پاس بھی محفوظ رکھیں اور سال بہ سال اس کا مقابلہ مسلمانوں کی حالت سے کرتے رہیں۔

خاکسار

اڈیٹر سود مند

مقاصد

(۱) افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس وگداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو برباد کن اور حرام ہو مٹا دے۔

(۳) فضول اور برباد کن رسم ورواج کی اصلاح کرنا۔ اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

(۴) مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار وتجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(۵) مسلمانوں کی صحت جسمانی۔ ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا۔

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طبع ہوا ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء

قواعد خریداری سودمند

۱- سودمند کی سالانہ قیمت دو روپیہ ہو وہ بالعموم ہر مہینے کے پہلے ہفتے میں شایع ہوتا ہو۔ اس لئے پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۱۰ تاریخ تک آجانی چاہئے اس کے بعد فی نمبر ۴ر لئے جاوینگے۔

۲- رسالہ کی قیمت بذریعہ منی آڈر یا بصیغہ وی۔ پی ہر حال میں پیشگی لی جاویگی۔

۳- تین مہینہ سے کم کے لیے پتہ تبدیل نہ کیا جایگا اس کے لئے ڈاکخانہ میں انتظام کیا جائے۔

۴- نمونہ کا پرچہ بلا قیمت روانہ کیا جایگا لیکن خریداری پر مدت خریداری اسی نمبر سے شمار کی جائے گی۔

۵- خط وکتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا جاوے ورنہ تاخیر جواب کا عذر نامسموع ہوگا۔

۶- اطلاع خریداری کے ساتھ یہ ضرور لکھا جائے کہ پچھلے نمبر بھی بھیجے جاویں یا نہیں جن کی ابتدا جون سنہ ۲۵ء سے ہوتی ہو۔

۷- جو صاحب ایک سال کے لیے پانچ خریدار یا دو سو روپیہ کی اجرت کا اشتہار بہم پہونچاینگے وہ (بشرطیکہ سوداگر نہوں) ایک سال کے لئے بلا ادائے قیمت سودمند کے خریدار متصور ہونگے لیکن اشتہار فرضی دعووں کا حامل اور فحش نہ ہو۔

۸- ارسال وی پی کے لئے دیگر حضرات کے اسمائے گرامی بھیجنے سے قبل باقاعدہ استمزاج اور کافی اطمینان کر لینا ضروری ہو کیونکہ وی پی کا واپس ہونا مقاصد ہمدردی کی نوعیت کو بدل دیتا ہے

المشتہر

(۹) جو صاحب آدہ آنہ کے ٹکٹ کی جگہہ جوابی کارڈ بھیجدیتے ہیں وہ دفتر میں پہونچنے سے قبل یہ کہہ کر نہ معلوم کہاں رہ جاتا ہو کہ میں اس غرض کو ادا نہیں کر سکتا اس لئے ٹکٹ کی جگہہ جوابی کارڈ نہ بھیجا جائے

مطالعہ سودمند

کو مکمل بنانے کے لئے حسب ذیل رسائل دفتر سودمند سے ضرور منگوائیے۔

رسالہ جواز سود معہ فتاوی

جس میں مختلف طور پر سود کی حقیقت۔ ربا اور سود کا فرق اور تجارتی سود کے جواز کی صورتیں مع علمائے کرام کے فتووں کے پیش کی گئی ہیں اور کفایت شعاری اور روپیہ جمع کرنے کے طریقے سمجھائے گئے ہیں۔ ایک نسخہ آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہو ایک سے زیادہ جلدوں کی قیمت فی جلد ایک آنہ اور سو جلدوں کی قیمت پانچ روپیہ۔

مالی اصلاح

جس میں روپیہ بچانے اس کو جمع کرنے اور بڑھانے کے مختلف طریقے مفصل طور پر بتائے گئے ہیں قیمت رسالہ جواز سود کی قیمت کے مطابق ہے

سودمند مجلد

جلد نمبر ۱ کے سات نمبر جون سنہ ۲۵ء سے دسمبر سنہ ۲۵ء تک ایک ٹیک اور خوبصورت جلد میں جمع کرنے گئے ہیں جن کی قیمت میں ایک آنہ فی جلد کم رکھنے کے علاوہ جلد کی اجرت بھی چھوڑ کر صرف ان خریداروں سے ہوگا جو سنہ ۲۵ء تک خریدار ہوجائینگے صرف [illegible]

منیجر رسالہ سودمند

سودمند

جلد (۲)	یکم اپریل سنہ ۱۹۲۶ء	چندہ سالانہ (عہ)
نمبر (۴)		قیمت فی پرچہ (۳ر)

فہرست مضامین

مقاصد

۱- افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کر کے مسلمانوں کو افلاس اور گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں

۲- مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو بربادکن اور حرام ہے مٹاتے۔

۳- فضول اور بربادکن رسم ورواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

۴- مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات بہم پہنچانا اور مختلف کاروبار اور تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

۵- مسلمانوں کی صحت جسمانی ۔ ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شایع کرنا۔

شادی میں بربادی

(از محمد قمر الحسن صاحب قمر بدایونی)

یہاں تک بڑھی ہے نحوست ہماری — کہ ہے وجہ غم اب مسرت ہماری
اگر اپنے بچوں کی شادی کریں ہم — تو پھر آپ دیکھیں حماقت ہماری
ہو جس طرح ممکن یہ کوشش کریں گے — لٹے بے دریغ آج دولت ہماری
زر نقد اگر گھر میں کافی نہ ہو گا — تو قرضہ کرے گا کفالت ہماری
ادا ہو نہ ہو اس کی پروا نہ ہوگی — یہ چاہیں گے ہو خوب شہرت ہماری
جہاں ایک کا خرچ ہو سو اٹھائیں — نتیجے میں کچھ بھی ہو حالت ہماری
بلا سے اگر خاک اڑ جائے گھر میں — بلا سے بگڑ جائے قسمت ہماری
اگر پھونک کر گھر تماشہ نہ دیکھا — تو بیکار ہے پھر بضاعت ہماری
ریاست تو کیا ہے اگر ہاتھ آئے — تو نیلام ہو جائے جنت ہماری
مگر ایسی ہمت کا انجام کیا ہے — کہ جب رنگ لاتی ہے شامت ہماری
تو لالہ جو ہنس ہنس کے دیتے تھے قرضہ — وہ سنتے نہیں کوئی منت ہماری
ادھر اس کی نالش ادھر اس کی ڈگری — کرے کون ایسے میں عزت ہماری
رہیں کس جگہ اور کیا کھائیں پہنیں — گیا گھر بھی کیسی ریاست ہماری
خوشی ایک دن کی ہے غم عمر بھر کا — ہوئی زندگانی مصیبت ہماری

کیا اس لئے نظم اس کو قمر نے
کہ ہو درس عبرت یہ درگت ہماری

تاجر فائدہ اٹھائیں!

کیوں کہ اب سودمند کی اشاعت اس قابل ہوگئی ہے کہ اس میں اشتہار چھپوانے کا وہی نتیجہ ہوگا جو تاجر چاہتے ہیں۔ یعنی سودمند اب ہر مشہور قصبے سے لے کر ہر ضلع میں اور ہر صوبے میں حتّٰی کہ ہندوستان سے باہر بھی نہایت معقول تعداد میں جاتا ہے اور کاروباری طبقے والے خصوصیت سے اس کو منگواتے ہیں اور قابل اعتبار سمجھتے ہیں البتہ ایسے اشتہار سودمند میں شائع نہ ہوں گے جن میں اشیاء کی تعریف کا انحصار مبالغوں پر ہو یا جن میں فائدے سے اعتبار اور خوش معاملگی کی پرواہ نہ کی جائے۔

ضلع گوڑگانوہ کے مسلمانوں کی حالت

(یہ وہ تقریر ہے جو سید طفیل احمد صاحب نے صوبہ پنجاب کی مسلم تعلیمی کانفرنس کے جلسہ منعقدہ ۱۳ر جنوری ۱۹۲۶ء میں بمقام ریواڑی کی۔ تقریر کے وقت حاضرین کے سامنے ایک بڑا نقشہ آویزاں کیا گیا تھا جس میں مسلمان خواندہ اشخاص کی نسبتی حالت دکھائی گئی تھی)

جناب صدر اور معزز ناظرین!

کل کے جلسہ میں جناب مولوی سر رحیم بخش صاحب کے سی آئی ای صدر استقبالیہ نے اس ضلع کے تعلیمی اعداد و شمار آپ کو سنائے تھے آج اُن اعداد کو ایک نقشہ کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے جس سے آپ کو اپنے بھائیوں کی حالت کا صحیح اندازہ ہو گا۔ اس نقشہ سے آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ اس ضلع میں جملہ اقوام کے خواندہ اشخاص کی تعداد کل تین فی صدی ہے۔ اور ہندوؤں کو علیحدہ کر کے دیکھا جائے تو اُن کے خواندوں کی تعداد ۳ ½ فی صدی یعنی اوسط سے کسی قدر زیادہ ہے مگر یہ دیکھ کر آپ کو افسوس ہو گا کہ مسلمان خواندگان صرف ۱ ۶/۱ فی صدی یعنی ہندوؤں کے مقابلہ میں نصف سے بھی کم ہیں۔ خیر ہندوؤں سے مقابلہ کو جانے دیجئے اور خود اپنی حالت کو دیکھئے کہ ایک سو مسلمانوں میں سے صرف ڈیڑھ کے قریب خواندہ اور ۹۸ ½ ناخواندہ ہیں پس جس قوم میں ناخواندوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو، صاف ظاہر ہے کہ وہ کسی فن اور کسی پیشہ میں اپنی حیثیت قائم نہیں رکھ سکتی۔

اس ضلع میں مسلمانوں کی زیادہ تعداد کا شتکاری پیشہ ہے۔ مگر اب وقت آرہا ہے کہ کاشتکاری کا قیام بھی بغیر خواندہ ہونے کے نہ رہ سکے گا۔ آپ نے سنا ہوگا کہ زراعت کی ترقی کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے خاص طور پر کوشش ہو رہی ہے اور آئندہ ویسرائے کو جو فن زراعت کے ماہر ہیں مخصوص طریقہ پر زراعت کی طرف توجہ ہو گی مگر اس توجہ سے بھی زیادہ تر وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے جو تعلیم یافتہ یا کم سے کم خواندہ ہونگے پس مسلمانوں کی پہلی ضرورت یہ ہے کہ وہ پوری قوت اور کوشش سے اپنی قوم میں خواندوں کی تعداد بڑھائیں اس کے لئے حسب ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) سب سے اوّل ہر شخص اپنے بچہ کو مدرسہ یا مکتب میں بھیجے۔

(۲) اگر اپنا کوئی بچہ نہیں ہے تو کسی غریب بچہ کو خرچ دے کر اسے مکتب میں بھیجے۔

(۳) اگر خود لکھا پڑھا ہو تو اپنے بچوں کو مکتب میں بھیجنے کے علاوہ اپنے کسی جاہل نوکر یا پڑوسی کو دن رات میں چند لمحے سبق دے کر اُسے خواندہ بنائیے ۔

(۴) اگر خود ناخواندہ ہو تو کسی مکتب یا مدرسہ میں تھوڑا بہت چندہ دیکر اپنے جاہل بھائیوں کو خواندہ بنانے میں مدد دے ۔

یہ باتیں تو ایسی عرض کی گئی ہیں جو ہر شخص فرداً فرداً کر سکتا ہے ۔ اب رہے وہ اصحاب جو تعلیم یافتہ، ذی حیثیت اور سرکاری امداد حاصل کرنے کے طریقوں سے واقف ہیں ۔ وہ اپنے جاہل بھائیوں کی حالت پر رحم کھا کر ان کی تعلیمی سطح کو بلند کرنے کی کوشش کریں ۔ اس وقت جتنے فی صدی ہمارے ہاں جاہل ہیں بالعموم اتنے فی صدی یورپ کے ممالک میں خواندہ ہیں پس ہمارے سامنے اتنا عظیم الشان کام ہو کہ جب تک کہ ہم متفق ہو کر پوری توجہ اور کوشش سے اُسے شروع نہ کریں گے اُس کا انجام پانا مشکل ہو ۔

اقتصادی حالت

دوسرا مسئلہ اس ضلع کے مسلمانوں کی مالی حالت کا ہو ۔ میں بطور نمونہ کے میووں کی حالت آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جو تعداد میں خدا کے فضل سے زیادہ ہیں اور ان کی ایک قوم ہے ۔

سنہ ۱۹۱۱ء کے گزیٹر میں سنہ ۱۸۷۹ء کے متعلق رپورٹ سے کچھ اقتباسات کئے گئے ہیں جن کے تحت میں لکھا گیا ہو کہ جو حالات سنہ ۱۸۷۹ء میں تھے وہ بجنسہ اب بھی موجود ہیں اس لئے اس موقعہ پر ان کی بنا پر استدلال کرنا چنداں بے محل نہ ہوگا ۔

رپورٹ مذکور میں تحریر ہو کہ :-

(۱) سب سے زیادہ محنتی، کفایت شعار اور سمجھ دار قوم اہیروں کی ہو جو اراضی وہ کاشت کرتے ہیں ادنیٰ قسم کی ہو اُن کے دیہات میں مال گزاری کی مقدار بھی اور جگہہ سے زیادہ ہو ۔ تاہم مسلسل محنت سے انھوں نے اس گھٹیا اراضی سے اس قدر پیدا کیا اور اُسے اس قدر کفایت سے صرف کیا کہ ان کی اراضی قرضہ سے پاک صاف ہو ۔

(۲) اُن کے بعد جاٹوں کا نمبر ہے جن کے پاس اراضی زرخیز ہے اور مال گزاری کم ہے یہ لوگ اہیر والی سی کم مگر دیگر اقوام سے زیادہ کفایت شعار اور سمجھ دار ہیں اور اپنی زمین کو قرضہ اور کفالت سے پاک نہ رکھ سکے ۔

(۳) جاٹوں کے بعد راجپوت اور برہمن منتشر طور پر ہیں مگر زراعت پیشہ لوگوں میں اُن کی کوئی اہمیت نہیں ہو

(۴) البتہ سب سے آخر کے نمبر پر میو قوم ہو جس کے ۵۲ مواضعات ہیں جو نسبتاً سست اور حد درجہ کے مسرف اور فضول خرچ ہیں ۔ نہ انھیں بنجر زمین کا عذر ہو سکتا ہو اور نہ زیادہ مال گزاری کا تاہم ان کا خرچ اُن کی آمدنی کے

اس قدر قریب بہتا ہو۔ اور وہ اپنی اراضی کو ترقی دینے کی طرف سے اس قدر غافل ہیں اور فضول خرچی میں اس قدر مبتلا ہیں کہ اگر ایک فصل بھی خراب ہو جاتی ہے تو وہ فوراً قرضہ لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

دوسرے موقعہ پر آب پاشی کے سلسلہ میں لکھا ہو کہ

"اہیر گہرے کنوئیں لگاتے ہیں اور ان سے دن رات کام لیتے ہیں برخلاف اس کے میو ان مقامات میں بھی کنوئیں نہیں لگاتے جہاں پانی قریب ہوتا ہے"۔

ایک اور موقعہ پر لکھا ہو کہ

"ریواڑی کی ریتیلی زمین کفایت شعار اہیروں کو کافی پیداوار دے کر انھیں آرام سے رکھتی ہے مگر اس کے مقابلہ میں تحصیل فیروز پور کی زرخیز زمین مسرف میووں کی فضول خرچیوں کی وجہ سے کثیر رقم کے عوض میں رہن ہے"

پھر مال گزاری کے سلسلہ میں لکھا ہو کہ

"تحصیل ریواڑی کے اہیر زمیندار جن پر مال گذاری نہایت زیادہ بڑھائی گئی تھی بمقابلہ تحصیل فیروز پور کے میووں کے جن پر نہایت ہلکی مال گزاری قائم کی گئی تھی بہت کم مقروض ہیں"۔ پھر لکھا ہو کہ میووں کی حالت نہایت سرعت کے ساتھ مایوس کن ہو رہی ہے۔ وہ معمولی زمانہ میں شادی اور غمی کے اخراجات میں اور عیش پرستی کی چیزوں میں اس قدر زیادہ صرف کرتے ہیں کہ جب خشک سالی آجاتی ہے تو وہ مہاجن کے ہاتھوں میں پڑجانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور مہاجن جس شرح سود پر چاہتے ہیں انھیں قرض دیتے ہیں۔ رہن اراضی کے سلسلہ میں لکھا ہو کہ

"تحصیل فیروز پور میں جہاں زیادہ تر میو قوم رہتی ہے اور جو اسراف اور فضول خرچی کے لئے ضرب المثل ہے وہ سب سے زیادہ مقروض ہے۔ شرح سود کی نسبت لکھا ہو کہ" وہ بارہ فی صدی اور چوبیس فی صدی اور ۳۷ ½ فی صدی سالانہ ہے۔ خوش حال لوگوں کے لئے شرح سود سب سے کم ہے اور غرباء کے لئے جن میں نوح اور فیروز پور کے میو شامل ہیں شرح سود سب سے زیادہ ہے"۔

ان اقتباسات سے آپ کو میووں کی قابل رحم اور قابل افسوس حالت کا کچھ اندازہ ہوا ہوگا۔ زراعت پیشہ لوگوں کا افلاس دور کرنے کے یہی طریقے ہو سکتے ہیں۔ (۱) اُن کے لئے عمدہ زمین فراہم کی جاوے (۲) آب پاشی کے ذرائع بہم پہونچائے جاویں۔ (۳) اگر مال گذاری زیادہ ہو تو اسے گھٹایا جائے۔

مگر مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے کہ یہ تینوں باتیں میووں کو بمقابلہ دیگر اقوام کے کہیں زیادہ حاصل ہیں مسلمانوں کو اکثر یہ شکایت رہتی ہو کہ اُن کی تعداد کم ہے وہ دوسرے لوگوں سے دبے ہوئے ہیں اس لئے ترقی نہیں کر سکتے مگر صرف اس ضلع کی دو تحصیلوں میں اُن کی کثیر آبادی یک جائی ہے اور وہ [illegible] مواضعات میں آباد ہیں۔ اس رپورٹ میں پانچ قوموں کی تفصیل دی گئی ہے جو زراعت پیشہ ہیں یعنی آہیر، جاٹ، راجپوت۔ برہمن اور

میو۔ مگر یہ کس قدر شرمناک بات ہی کہ میووں کی حالت سب سے بدتر دکھائی گئی ہی پھر یہ کہ اُن کے پاس زمین زرخیز ہے۔ آب پاشی کے لئے پانی قریب ہی اور اُن پر مال گذاری کم ہی تاہم وہ اُن لوگوں کے مقابلہ میں بدحال، مقروض اور مفلس ہیں جن کی زمین ریتیلی، کنووں کا پانی گہرا اور مال گزاری زیادہ ہی۔

یہ سب کس چیز کا نتیجہ ہی۔ اس کا جواب بھی اسی رپورٹ میں دیا گیا ہی کہ وہ مسرف اور فضول خرچ ہیں اور شادی غمی میں زیادہ صرف کرتے ہیں اور محنت کم کرتے ہیں۔

مگر یہ مرض تو صرف میووں ہی میں نہیں بلکہ ہر طبقہ کے اور ہر جگہ کے رہنے والے مسلمانوں میں کم و بیش یکساں ہے شہروں میں چونکہ تکلفات کی چیزیں زیادہ بکتی ہیں اور انھیں دیکھ کر ہر شخص کا جی للچاتا ہی اور اس وجہ سے وہاں زیادہ فضول خرچی ہوتی ہی تو بعض اصحاب اس کا یہ علاج تجویز کرتے ہیں کہ دیہات کی سادہ زندگی اختیار کی جائے۔ مگر دیہات میں جاکر مسلمانوں کے اسراف اور بربادی کے یہ حالات معلوم ہوتے ہیں تو بے اختیار زبان سے نکلتا ہے ؎ ہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیداست

مانا کہ دیہات کے لوگوں کو لکھا پڑھا کر ہم مثل اپنے تعلیم یافتہ بنائیں گے جس سے وہ اپنی زراعت کے کام کو بہتر طریقہ سے کریں، انھیں صنعت و حرفت سکھا کر اچھے کاریگر بنائیں گے۔ انھیں تجارت کی تعلیم دلاکر تاجر بنائینگے، انھیں سرکاری عدالتوں کے کام بتاکر وکیل، بیرسٹر اور بڑے بڑے عہدہ دار بنائیں گے انھیں کونسلوں کے ممبر بنائیں گے جن کے ہاتھوں میں ملکی حکومت کی باگ ہوتی ہی۔ مگر اتنے مراتب اور منازل طے کرنے کے بعد بھی اگر ہر شعبہ زندگی میں ہم دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کے غلام بنے رہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر اس تمام کشمکش کا کیا نتیجہ ہی۔ بڑے بڑے شہروں میں جو تجارت کے مرکز ہیں ہم یہ سن کر خوش ہوا کرتے ہیں کہ وہاں مسلمان ملک التجار ہیں اور ہمارے دلوں میں یہ ولولہ پیدا ہوتا تھا کہ ہم بھی تجارت سیکھ کر بڑے بڑے تاجر بنیں۔ مگر آج ان شہروں میں جاکر دیکھئے کہ وہ کن لوگوں کا سرمایہ استعمال کرتے ہیں اور کس طرح وہ دوسروں کی غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یہی حالت کاریگروں کی ہی اور نہ صرف کاریگروں کی بلکہ ہر شعبہ زندگی میں ہر طبقہ کے مسلمانوں کی ہی۔ بڑی تمنا مسلمانوں کی یہ تھی کہ انھیں حکومت میں برابر کا حصہ ملے۔ مگر حکومت میں حصہ ملنے کے بعد جو کارگزاری صوبہ بنگال کے مسلمان ممبروں نے کی اس کا اندازہ مسٹر عبدالرحیم صاحب کے خطبہ صدارت سے جو مسلم لیگ کے جلسہ میں پڑھا گیا، آپ کو بخوبی ہو سکے گا۔

مسٹر عبدالرحیم صاحب نے موصوف اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ

"کمزور حلقہ انتخابات کے لوگ باوجودیکہ سب کے سب مسلمان ہیں تاہم زمینداروں، قانون دانوں اور ساہوکاروں حتی کہ مقامی عہدہ داروں کے جو زیادہ تر ہندو ہیں، زیر اثر ہیں"

اسی خطبہ میں جناب موصوف نے دوسرے موقعہ پر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ

"نیز بنگال اور پنجاب میں جہاں کہ مسلمانوں کی مردم شماری سب سے زیادہ ہے اور دیگر اقوام سے کسی قدر بڑھی ہوئی ہے ووٹ دہندگان پر مقامی اشخاص اور منتظم جماعتوں کا اثر پڑتا ہے۔ اس بارہ میں تمام ملک میں ہندوؤں کو بہترین مواقع حاصل ہیں کیونکہ وہ لوگ بوجہ ساہوکار اور بنکر، قانون پیشہ اور زمیندار ہونے کے اور نیز بہ اعتبار جملہ محکمہ جات میں عہدہ دار ہونے کے بڑا اقتدار رکھتے ہیں۔ ہماری سیاسی کمزوری بنگال میں بالکل عیاں ہے جہاں کی مردم شماری تمام ہندوستان کی ایک ثلث ہے اور اپنے صوبہ میں پچپن فی صدی ہے (باوجود اس زیادتی تعداد کے) نصف یا نصف سے زیادہ مسلمان ممبران کونسل، ہندو لیڈران کے اقتدار، مالی امداد اور ان کی تنظیم کی بدولت منتخب ہوئے ہیں اس کے متعلق چند تمثیلات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) بعض سیاسی اختلافات کی وجہ سے ایک زمانہ میں دو مسلمان منسٹر تھے مگر وہ ایک جماعت کے اختلاف سے جس میں بیس مسلمان رائے دہندے شامل تھے اپنے عہدوں سے نکالے گئے۔

(۲) بنگال میں جب ہندو مسلم میثاق کا مسئلہ اٹھا تو بہت سے مسلمان ممبر اس سیاسی جماعت میں شامل ہو گئے جو ہوشیار ہندوؤں کے زیر اثر تھی اور جسے وہ مالی امداد دیتے تھے۔ جب اس مسئلہ پر کونسل میں بحث پیش ہوتی تو ان مسلمان اصحاب کے ہندوؤں کو اپنے ووٹوں سے مدد دے کر اس قدر اہم مسئلہ کو جس کا اثر تمام ملک کے مسلمانوں پر پڑتا ہے غیر محدود زمانہ کے لئے ملتوی کرا دیا۔

(۳) پچھلے دنوں گورنمنٹ کی طرف سے ڈھاکہ یونیورسٹی کی سالانہ امداد کے لئے ایک مسودہ قانون پیش ہوا تھا۔ ڈھاکہ یونیورسٹی خاص کر مسلمانوں کے لئے نہایت مفید ہے اور اس کی حکمراں جماعت میں نصف کے قریب مسلمان ممبر ہیں۔ تاہم مسلمان سوراجی ممبروں نے متحد ہو کر اس مسودہ کے خلاف ووٹ دئے اور ایک صاحب نے تو یہ کیا کہ تقریر تو اس بل کے موافق کی تاکہ مسلمان ووٹ دہندگان خوش رہیں مگر ووٹ اس کے خلاف دیا۔

(۴) بنگال میں نوے فی صدی مردم شماری کاشتکاروں کی ہے جن میں مسلمان زیادہ ہیں ان کی اصلاح کے لئے قانون کا ایک مسودہ کونسل میں پیش ہوا۔ مگر جس سلیکٹ کمیٹی کے سپرد وہ مسئلہ ہوا اس کے ممبر بڑے بڑے زمیندار تھے جب یہ تجویز پیش ہوئی کہ اس کمیٹی میں کچھ ایسے ممبر بھی بڑھا دئے جاویں جو غریب کاشتکاروں کی نیابت کریں تو ان بیس مسلمان ممبروں نے بھی اس تجویز کی مخالفت کی۔

ان چار واقعات کے معلوم ہونے کے بعد جو سر عبدالرحیم صاحب نے بیان کئے۔ اس امر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کی تہ میں ان کی ضرورتمندی ہے جو اس بات کا نتیجہ ہے کہ وہ خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ کمائیں ان کے اخراجات ان کی آمدنی سے زیادہ رہتے ہیں۔ موجودہ حالت میں جب کہ مسلمان افراد قومی حقوق کو ذاتی منافع پر قربان

کر دوا لینے پر مجبور ہوتے ہیں تو ان کی حالت قابل رحم ہو نہ کہ قابل نفرت کیوں کہ وہ نہیں جانتے کہ کیا کریں سر عبدالرحیم صاحب اس قومی مرض کے دو علاج تجویز کرتے ہیں اول یہ کہ مسلمان سیاسی امور کی تعلیم و تربیت حاصل کریں مگر گزشتہ بارہ سال کے اخبارات اٹھا کر دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے دماغ میں بجز سیاست کے اور کوئی چیز آتی ہی نہیں۔ تاہم اُن کی حالت روز بروز بدتر ہو رہی ہے۔ دوسرا علاج یہ تجویز کیا ہے کہ کونسلوں میں مسلمان اپنی جماعت بنائیں۔ مگر جماعت بنانے کی قوت ہوتی تو وہ واقعات ہی کیوں پیش آتے جو سر عبدالرحیم صاحب نے بیان فرمائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادتی تعداد اور کونسلوں میں مسلمانوں کی کافی نیابت بھی قطعاً بے اثر ہے۔ جب کہ وہ اپنی ذاتی ضروریات کی وجہ سے دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں مثل کٹ پتلیوں کے ناچنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

بہرحال آپ اصحاب کی خدمت میں جن میں ہماری قوم کی قابل فخر ہستیاں موجود ہیں۔ نہایت ادب سے عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ جو علاج مسلمانوں کو بربادی سے بچانے کے لئے کئے جا رہے ہیں ان میں کچھ نہ کچھ نقص ضرور ہے اور ضرورت ہے کہ اس نقص کو معلوم کر کے اُسے رفع کر کے قوم کے سامنے اس کے مرض کا صحیح علاج پیش کیا جائے۔ میں اپنے زعم میں صحیح علاج پیش کرنے کے لئے تیار ہوں مگر جب تک کہ جناب صدر مجھے اس کی اجازت نہ دیں میں کچھ عرض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہوں۔

(مقرر کا وقت چوں کہ ختم ہو چکا تھا اس لئے وہ بیٹھ گئے۔ حاضرین میں سے اکثر نے اصرار کیا کہ مرض کا صحیح علاج بیان کیا جائے۔ مگر صاحب صدر کے سامنے کام زیادہ تھا اس لئے انھوں نے کسی قدر تامل کے ساتھ کچھ وقت اور دیا۔ مگر چوں کہ وقت کی تنگی میں بیان کا کچھ لطف نہ تھا اس لئے چند الفاظ کہنے کے بعد مقرر بیٹھ گئے۔ تاہم مقرر کے جو کچھ خیالات اس بارہ میں ہیں وہ اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں)

مسلمانوں کے قومی مرض کا صحیح علاج

جو ناظرین سود مند کے لئے کوئی نئی چیز نہیں ہے وہ یہ ہے :-

(۱) صیغہ انجمن ہائے امداد باہمی سے پورا نفع اٹھایا جائے اور کثیر تعداد میں انجمن قائم کرنے کی کوشش کی جائے اور جن صوبہ جات میں وہ کامیاب نہیں ہیں وہاں بذریعہ قانونی ترمیمات کرانے کے انھیں زیادہ کارآمد بنا کر مسلمانوں کو آمادہ کیا جائے کہ وہ اُن سے زیادہ سے زیادہ نفع اٹھائیں۔

(۲) تجارتی کاروبار میں سہولت پیدا کرنے کے لئے مسلمانوں میں بنک کا کاروبار جاری کیا جائے۔ موجودہ بنکوں میں اپنا سرمایہ پہنچا کر اپنا اثر پیدا کیا جائے اور خود اپنے بنک اور مہاجنی کی کوٹھیاں قائم کی جائیں۔

(۳) جن مقامات میں انجمن ہائے امداد باہمی یا بنکوں کے قائم ہونے کے مواقع نہ ہوں وہاں انفرادی طور پر مسلمان روپیہ کا کاروبار کریں اور خاص کر مسلمان دوکانداروں' کاریگروں اور کاشتکاروں کو معین منافعہ پر روپیہ دے کر انھیں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے آزاد کرائیں۔

(۴) مدارس' مساجد اور اوقات کے منتظموں کو آگاہ کیا جائے کہ وہ اپنا نقد روپیہ بنکوں میں جمع کرکے اُسے محفوظ کریں اور اس کے منافع کو صرف میں لادیں۔

(۵) اپنے گھروں میں اور درس گاہوں میں بچوں کو روپیہ جمع کرنے اور بڑھانے کے طریقے بتائے جائیں اور زیادہ روپیہ جمع کرنے پر انھیں انعامات دئے جائیں۔

(۶) مسلمانوں کو آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے پس ماندگان کو افلاس و گداگری سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنی زندگی کا بیمہ کرائیں اور اپنے بچوں کا تعلیمی بیمہ کرائیں۔

ایک مفید انجمن کا اجراء

مقام ہبلی واقعہ جنوبی ہند سے جناب حاجی عبدالوہاب صاحب نقشبندی تحریر فرماتے ہیں کہ اُن کے قصبہ میں ایک انجمن اصلاح الطالبین کے نام سے قائم ہے جس کے سرپرست حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین عمدۃ الکاملین عالی جناب حضور مولانا مولوی حاجی حافظ سید پیر و مرشد شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری مدظلہ العالی ہیں۔ اس انجمن کے قواعد حضرت شاہ صاحب موصوف نے منظور فرمائے ہیں جن کے مقاصد یہ ہیں۔

(الف) ارکان کو ہر قسم کے کاروبار و تجارت کا شوق دلانا۔

(ب) ان سے بداخلاقی اور عیب جوئی کا مرض دور کرنا۔

(ج) انھیں ترغیب دینا کہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے افلاس سے نجات دلائیں۔

اس انجمن کے ارکان کو جب قرضہ کی ضرورت ہوتی ہے تو خود اپنی انجمن کے پاس زیور رہن رکھ کر یا رقعہ لکھ کر قرض لیتے ہیں اور قسط وار معہ منافعہ کے ادا کرتے ہیں۔ اور مسجد کا روپیہ کوآپریٹو سوسائٹی یا سیونگ بنک میں رکھ کر اس کا سود چندۂ ارتداد میں صرف کرنے کی تجویز درپیش ہے۔

ایک پینی پس انداز کرنا گویا ایک پینی کمانا ہی

(ماخوذ از رسالہ انڈسٹری)

ایک امریکن مصنف نے اپنی کتاب موسومہ "وسائل حصول زر" میں تحریر کیا ہو کہ ایک پینی پس انداز کرنا گویا ایک پینی کمانا ہی۔ اس زمانہ میں افلاس کی بڑی وجہ یہ ہو کہ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کی قدر کرنا نہیں جانتے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم بڑی بڑی رقمیں نہیں بچا سکتے تو ہمارے پاس کچھ پس انداز نہیں ہو سکتا لیکن وہ اس کو نہیں مانتے ہیں کہ روزانہ چھوٹی چھوٹی رقمیں مل کر ایک دن ایک بڑی رقم ہو جائے گی۔

اگر آج کل کے ذکور وانات اپنی آمدنی سے کچھ پس انداز کرنا شروع کر دیں اور اس کو کسی سیونگ بینک میں جمع کر کے ہر ہفتہ یا ہر مہینہ اس میں کچھ اور اضافہ کر دیا کریں تو چند ہی سال میں نہایت مسرت آمیز طمانیت اور آزادی حاصل ہو جائے گی اس طور پر نہ صرف ان کی رقم میں اضافہ ہو جائے گا بلکہ اُن میں اپنی دولت کو بڑھانے کی خواہش اور قابلیت پیدا ہو جائے گی۔

کلرک تاجر۔ مزدور اور کاریگر کو اس کی بسم اللہ کر دینی چاہئے۔ والدین کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو پس انداز کرنا سکھاویں۔ اس کی ابتدا اس طرح پر ہو کہ فضول خرچی کی خواہش کو اپنے قابو میں کر کے اس کا سرچشمہ ہی بند کر دیا جائے ہر شخص دولت پا سکتا ہی لیکن یہ صرف پس انداز کرنے ہی کے وسیلہ سے مل سکتی ہی۔ اس مسئلہ کو ذہن نشین کرنے کی غرض سے روزانہ پس انداز کرنے کا نتیجہ ہم حسب ذیل نقشہ کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ پس اندازکی ہوئی حسب ذیل رقوم کو اگر معمولی شرح سود پر محفوظ کر دیا جائے تو سود در سود کے حساب سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہونگے

رقم	ایک سال میں	دس سال میں	تیس سال میں
۲ ۲/۳ سینٹ یومیہ	۱۰ ڈالر	۱۳۰ ڈالر	۲۹۰۰ ڈالر
۵ ۱/۲ " "	۲۰ "	۲۶۰ "	۵۸۰۰ "
۱۱ " "	۴۰ "	۵۲۰ "	۱۱۶۰۰ "
۲۷ ۱/۲ " "	۱۰۰ "	۱۳۰۰ "	۲۹۰۰۰ "
۵۵ " "	۲۰۰ "	۲۶۰۰ "	۵۸۰۰۰ "

(ایک ۱۰۰ سنٹ مساوی ایک ڈالر کے ہے جس کی قیمت [illegible] ہی)

بڑھاپے اور بیماری کے مصارف کے لئے کچھ نہ کچھ انتظام کرنا لازمی ہی اور مرقومہ بالا تدبیر پر عمل کرنے سے اس کی قابلیت پیدا ہو سکتی ہی۔

حصول دولت کا طریقہ

(ماخوذ از رسالہ انڈسٹری)

اس دنیا میں قدم رکھتے ہی ہر انسان کی ہمیشہ سے یہی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ بآسانی دولت کس طرح حاصل کر لی جائے۔ اس کے لئے کوئی عام شاہراہ نہیں ہے اس کا راستہ صرف یہی ہے کہ خود اعتمادی کو اپنا رہبر بنا کر محنت اور کفایت شعاری کے سنگلاخ راستوں کو طے کیا جائے۔ ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ایک ہی جست میں پرواز کر کے دولت مند ہونا چاہتے ہیں وہ ہمیشہ اسی تلاش اور فکر میں رہتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص مل جائے جو ہمارا ہاتھ پکڑ کر ہم کو اٹھا دے۔ ایسے شخص ہمیشہ اس جستجو میں رہ جاتے ہیں لیکن وہ شخص جو آہستہ آہستہ آگے کو قدم بڑھاتا ہے آخر کار منزل مقصود تک جا پہونچتا ہے۔

بعض آدمی جب اپنے کام میں کچھ نفع حاصل کر لیتے ہیں تو وہ اس کو کسی بڑی تجارت میں لگا دیتے ہیں جس کے متعلق ان کو کچھ بھی واقفیت نہیں ہوتی تاکہ بہت سا نفع ایک ساتھ حاصل کر لیں لیکن اس کا نتیجہ دیکھ کر ان میں عقل آجاتی ہے (یعنی ان کو اپنی غلطی معلوم ہو جاتی ہے) بعض لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ کامیابی کا انحصار روپیہ کی اس تعداد پر منحصر ہے جو ہم پیدا کرتے ہیں۔ روپیہ کمانا ضرور ایک علم ہے لیکن روپیہ کا قائم رکھنا دوسرا علم ہے۔ روپیہ پیدا کرنے کے لئے محنت کی خواہش پیدا ہوتی ہے لیکن نقصانات کی تلافی کے لئے اور زیادہ جفاکشی کرنے کی ضرورت ہے کیوں کہ نقصانات ہی کے باعث ناکامی ہوا کرتی ہے۔ بعض لوگ سٹہ کی خرید و فروخت ہی کو حصول دولت کا آسان طریقہ سمجھ کر اس کی جستجو میں رہتے ہیں بعض لوگ حصول دولت کے آسان راستہ کی کوشش میں اس سڑک کے صرف ایک راستہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے ہیں کیوں کہ وہ اس کے بعد کی دوسری سڑک پر جانا نہیں چاہتے۔ بعض لوگوں کو اپنے چھوٹے سے سرمایہ پر جب تھوڑا سا نفع مل جاتا ہے تو وہ اپنے اس مختصر سرمایہ کو کسی بڑے کاروبار میں لگانا چاہتے ہیں۔ وہ قدم بہ قدم بڑھنے سے نفرت کرتے ہیں اور ایک ساتھ پرواز کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن شارع عام کہاں ہے! منزل مقصود تک پہونچنے کے لئے متوقع پرواز محض بے سود ہوتی ہے۔ جب تم کسی کام کی ابتدا کرو تو اپنی ہی کوشش پر بھروسہ کرو اور اپنی ساری کوشش اسی کو انجام دینے میں صرف کر ڈالو۔ اپنے روپیہ کو اپنی ہی تجارت میں لگاؤ اور دوسرے لوگوں کی تجارت میں اپنا روپیہ لگانے کا خیال نہ کرو۔ نقصانات سے ہمیشہ خبردار رہو۔ تم کامیابی کی عمارت پر قبضہ کر سکتے ہو لیکن اس کو اپنے قابو میں رکھنا

بہت زبردست کامیابی ہو۔ حصول دولت کا آسان طریقہ کوئی کمیاب شے نہیں ہے مگر شاہراہ پر استقلال کے ساتھ گام زن ہونا یقینی کامیابی کی دلیل ہو۔ لیکن گاہے گاہے یہ راستہ پیچ دار اور گرد آلود ہوتا ہو اور ہمیشہ خوشنما نہیں ہوتا ہو مگر اس طور پر آپ راستہ سے نہیں بھٹک سکتے اور منزل مقصود سے دور چلے جانے کا اس میں کوئی خدشہ نہیں رہتا ہو۔ تم کو ایک کام چھوڑ کر دوسرے کو اختیار نہیں کرنا چاہئے بلکہ نہایت استقلال کے ساتھ رفتہ رفتہ ترقی کرنی چاہئے کیونکہ تجارت اور خصلت میں بتدریج ترقی کرنے سے قوت پیدا ہوتی ہو۔

یہ سب ضمنی نصیحتیں ہیں۔ بہرحال شاہراہ عام معلوم ہوسکتی ہو۔ اب اس کا پتہ اس کے درمیانی اسٹیشن بتا کر دے سکتے ہیں جو ایمان داری۔ قوت فیصلہ۔ مقصد کی وحدانیت۔ جفاکشی۔ کفایت شعاری اور عام سمجھ ہیں۔ آخری اسٹیشن کا نام کامیابی ہے۔ دن میں آپ اس کا طلائی قبہ دیکھ سکتے ہیں اور رات کے وقت اس کی چکر دار بڑی روشنی نظر آسکتی ہو۔ آگے بڑھنے والے کبھی پیچھے کو قدم نہیں ڈالتے ہیں۔ درمیانی منازل کو بالترتیب طے کرنے سے آپ منزل مقصود پر جا پہنچیں گے۔

لیکن درمیانی منازل کا راستہ بتانے اور متقدمین کے نقش پا آپ کو دکھانے کے لئے جو منزل مقصود تک آپ کو پہنچا دے آپ کو ایک رہبر کی ضرورت ہو۔

یہ خیال محض ایک ابلہ فریبی اور دھوکہ بازی ہو کہ دولت اتفاقیہ طور پر ہاتھ آجاتی ہو نہیں بلکہ دولت ہمیشہ جفاکشی اور دانشمندی سے بنائی جاتی ہو جس طرح کہ اہرام مصری بنانے والوں نے نہایت استقلال کے ساتھ اس وقت تک تعمیر کے سلسلہ کو جاری رکھا جب تک کہ سب سے بلند چوٹی پر آخری پتھر نہ پہنچ گیا۔ اسی طرح عام طور پر دولت بنائی جاتی ہو۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہو کہ محض اپنی خوش قسمتی سے کوئی شخص چشم زدن میں دولت مند ہو جاتا ہو لیکن زیادہ تر ایسی ہی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ حصول مقصد کے لئے اول عزم بالجزم ہوتا ہے اور پھر اس مقصد کے لئے ضروری تدابیر پر عمل کیا جاتا ہو۔ یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ محنت سے پیدا کی ہوئی دولت آہستہ آہستہ بڑھتی ہو اور قیاسی بیع و شرا ہو زمانہ گزشتہ کی طرح آئندہ بھی ریگستان کے سراب کی مانند محض خیالی ثابت ہوں گی۔

اس کے یہ معنی ہیں کہ دولت پیدا کرنے اور اس کو بڑھانے کے لئے آپ حسب ذیل طریقوں سے اپنی تربیت کریں۔ آپ کو چاہئے کہ موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر کام لیں۔ اس کام کو انجام دینے کے لئے اس کے متعلق ضروری معلومات آپ حاصل کریں۔ مختلف چیزوں کے بازاری نرخ اور خریداروں کی حالت کی آپ کو مکمل معلومات حاصل کر لینی چاہئے۔ اگر آپ دستکار ہونا چاہتے ہیں تو جو چیز آپ جانتے ہیں اس کی جملہ اصطلاحات اور اس کی نکاسی کے مقامات کی آپ کو پوری معلومات حاصل کرنی چاہئے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ سستے سے سستے

داموں میں کس طرح فلاں فلاں چیزیں تیار ہو سکتی ہیں - اور ایسا کرنے کے لئے ان امور کے جاننے کی ضرورت ہو جو آپ سے پیشتر اس فن کے ماہرین جانتے تھے -

اگر آپ ملازمت کرتے ہیں تو اپنی زندگی کا اعلیٰ نصب العین آپ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے اور ان لوگوں کے ساتھ اس قسم کا طرز عمل اختیار کرنا اور برتاؤ کرنا چاہئے جو آپ کے مقصد کے حصول میں آپ کی اعانت کر سکے۔

بعض نوجوان کسی اتفاق یا ضرورت سے ایسے کاموں میں لگ جاتے ہیں جو اُن کے میلان طبع کی بالکل خلاف ہوتے ہیں لیکن بسر اوقات کے لئے ان کاموں سے ان کو آمدنی ہو جاتی ہے اور اکثر ان میں اس قدر اخلاقی جرأت نہیں ہوتی کہ ایسے کاموں سے وہ اپنا قطع تعلق کر لیں اور اپنے میلان طبع کے مطابق وہ اس کم آمدنی کے ذریعہ کو اختیار کر لیں - یہ حالت نہایت خطرناک ہوتی ہے کیونکہ تاوقتیکہ کسی شخص کو اس کی مرضی کے موافق کام نہ ملے وہ بہترین طریقہ پر اس کو انجام نہیں دے سکتا - وہ واقعات سے مجبور ہوتا ہے لیکن موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ترقی کے ہر ممکن ذریعہ سے اس کو کام لینا چاہئے -

ہزاروں آدمی اپنے نہایت قوی ذہنی قوائے سے کام لینے کے بجائے اپنے نہایت کمزور ذہنی قوائے سے کام لیتے ہیں - غالباً ان کو یہی تعلیم دی گئی ہے کہ جس کام کو اختیار کرو تم اُسی میں لگے رہو اور اسی سے پورے طور پر متمتع حاصل کرو - فی الحقیقت ان کو ایسا کرنا چاہئے لیکن غیر مساعدانہ حالت میں بھی ان کو اپنی ذہنی قوت کو ترقی دینے کی کوشش کرتی چاہئے - اپنے میلان طبع کے موافق کام کو اختیار کرنے کے لئے کوئی ادنیٰ سا موقع بھی ضائع نہ کرنا چاہئے -

بہت سے نوجوان اس بات کو محسوس نہیں کر سکتے کہ ان کا میلان طبع کس طرف ہے وہ نہیں بتا سکتے کہ وہ کیا کر سکتے ہیں لیکن جب وہ ترقی کرتے ہیں تو اُن کے بہترین اوصاف ظاہر ہو جاتے ہیں - ان کا حقیقی میلان طبع قوی ہو جاتا ہے اور اُن کے غالب قوائے ذہنی خود راستہ نکال کر سامنے آجاتے ہیں -

اپنے اسلاف کی مثالوں سے سبق لے کر آپ کو اپنے تئیں تیار کرنا چاہئے آپ کو چاہئے کہ اپنے علم کو اپنے اسلاف کے تجربات سے ملا کر طاقت ور بنائیں اور موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے تئیں ہمیشہ تیار رکھیں -

---

ریویو

مرقع - یہ ماہوار رسالہ جناب وصل بلگرامی کی ادارت میں لکھنؤ سے شایع ہوتا ہی - وصل صاحب کی ذاتی قابلیت اور ادبی دنیا کے مشہور اہل قلم سے مخصوص تعارف اسی کا مقتضی تھا کہ وہ ایک ایسے ہی رسالے کے مدیر ہوں جیسا کہ مرقع ہے جس میں بہترین شعرا کا کلام اور منتخب نثر نگاروں کے قابل قدر مضامین شایع ہوتے ہیں - علاوہ ٹائٹل اور اشتہارات کے ۸۰ صفحے پر شایع ہوتا ہی - لکھائی چھپائی تقطیع معقول اور مقبول ہی دل چاہتا ہی کہ آئندہ سے کاغذ بھی مذکورہ بالا خصوصیات کے مطابق ہو - ٹائٹل سادہ مگر خوشنما ہی - نمونہ ۸ ریہ ملتا ہی - رسالہ دیکھنے کے قابل ہی اور ترقی کا مستحق ہے -

ڈاکٹر ایس کے برمن کلکتہ کے یہاں سے

حسب ذیل اشیا بغرض تجربہ وریو ہمارے پاس پہونچی ہیں -

نمبرا - **منہرا** - یہ ایک مفرح اور خوش رنگ خوشبو ہی جس کے رنگ سے سفید شیشی پکھراج کی معلوم ہوتی ہی یہ اسنیس دل خوش کن اور دماغ افروز خوشبو دینے کے ساتھ ہی دیرپا بھی ہی اور غالبا اسی بنا پر قیمت عہ فی شیشی علاوہ محصول ڈاک ہی جو بظاہر زیادہ معلوم ہوتی ہی مگر خوبیوں کے مقابلے میں ایک شوقین مزاج پر شاید بار نہ ہو -

نمبر۲ - **کیسراج تیل** - اس کی خوشبو میں کوئی خاص بات نہیں ہی لیکن دماغ پر تازگی کا اثر فوری ہوتا ہے - اور یہ اس بات کی دلیل ہی کہ بالوں کو اور نگاہ کو بھی ضرور فائدہ پہونچاتا ہوگا - جس کا صحیح اندازہ کافی تعداد کے استعمال سے کافی مدت میں ہوسکتا ہی - قیمت فی شیشی ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

---

نمبر۳ - **ہیلیک** - یہ ایک مرہم ہے جس کی نسبت موجد کا دعوی ہی کہ ہر قسم کے زخم اور جلدی امراض کے لئے بیحد مفید ہی اور ساتھ ہی گٹھیا وغیرہ کے درد کو بھی دور کردیتا ہی - درد کے متعلق ہم نے تجربہ کیا تو بہت مفید پایا اور اس قدر جلد جذب ہوتا ہی گویا مسامات اس کے منتظر اور مشتاق تھے اور اس سے پتہ چلتا ہی کہ جس طرح جلد جذب ہوتا ہی اسی طرح جلد اثر بھی کرے گا - اس کے علاوہ ایک خصوصیت یہ ہی کہ تمام مرہموں کی طرح اس میں بدبو نہیں آتی بلکہ خوشبو اچھی معلوم ہوتی ہی اور نازک مزاج سا نازک مزاج بے تکلف ہر وقت استعمال کرسکتا ہی قیمت علاوہ محصول ڈاک فی ڈبیہ دس آنہ - ڈبیہ کو برا پالش کی ڈبیہ سے کسی قدر چھوٹی ہے -

نمبر ۲

کفایت شعاری کے عملی طریقے

(از مسٹر احید الدین - ایف - آر - ایس - اے (لندن) مینجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ)

ہندوستان میں آئے دن انڈوں کی بڑی قدر ہوتی جاتی ہے بلکہ اکثر لوگ اسی کی تجارت پر بسر کرتے ہیں مگر پھر بھی عوام کی توجہ اس طرف اب تک نہیں ہو۔ مرغیوں اور انڈوں کی نگہداشت کے متعلق یورپ والوں نے ایک مکمل علم بنا لیا ہے۔ وہ لوگ اس سے کافی فائدہ اٹھا رہے ہیں لندن میں بہت سی دوکانیں ہیں جو صرف مرغی انڈوں کے متعلق ہر قسم کا سامان مثلاً ان کے علاج کی دوائیں۔ اُن کے متعلق کتابیں اور اخبارات اور دوسری ضروری چیزیں جو مرغیوں کے رکھ رکھاؤ میں استعمال ہوتی ہیں فروخت کرتے ہیں۔ لندن کے دیہات میں لوگ اپنی تھوڑی بہت کھیتی کرنے کے علاوہ مرغیوں کو پال کر ہی روپیہ پیدا کرتے ہیں وہاں کے اسی فیصدی کھیتوں میں مرغیوں کے رہنے کے دڑبے بنے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ مرغیوں کے بچے اور انڈے جمع کر کے لندن اور دوسری جگہ بھیجتے رہتے ہیں۔ سرد ملک ہونے کی وجہ سے وہاں انڈے ہفتوں خراب نہیں ہوتے مگر ہندوستان میں یہ بات نہیں یہاں جاڑوں میں تو چار چھ روز انڈے اچھے رہتے ہیں مگر گرمیوں میں تیسرے روز خراب ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ گرمیوں میں سرد پہاڑی حصوں کو چھوڑ کر دوسری جگہ انڈوں کا استعمال بھی لوگ کم کر دیتے ہیں اور اسی وجہ سے گرمیوں میں انڈوں کی قیمت ارزاں ہو جاتی ہو۔ اب اگر انڈوں کو عرصے تک خراب ہونے سے روکا جا سکے تو جاڑوں کے لئے انڈوں کا اسٹاک جمع کر کے رکھا جا سکتا ہو اور لوگ گاؤں میں انڈے جمع کر کے دوسرے شہروں میں بکری کے لئے بھیج سکتے ہیں۔ یوں تو انڈوں کو عرصے تک محفوظ رکھنے کے بہت سے طریقے ہیں مگر میں یہاں ایک بہت آسان طریقہ لکھتا ہوں۔ ممکن ہو کہ بعض لوگ اس سے کچھ فائدہ اٹھا سکیں۔

انڈوں کو عرصہ تک خراب ہونے سے محفوظ رکھنا

گوند ببول عمدہ دو اونس۔ پانی ایک پائنٹ۔ گوند کو پانی میں بھگو دو جب بالکل گل جائے تو اب گوند کے پانی میں تازہ انڈوں کو ڈبو ڈبو کر سایہ میں خشک کر لو اور ان خشک شدہ انڈوں کو ایک بکس جس میں باریک پسے ہوئے کوئلے کی تہ بچھی ہو احتیاط سے رکھتے جاؤ اور ہر انڈے کی تہ پر اس باریک پسے ہوئے کوئلے کی تہ لگاتے جاؤ اسی طرح تمام انڈوں کو اس بکس میں پیک کر دو اب یہ انڈے مہینوں خراب نہ ہوں گے۔

انڈوں کی پہچان دو اونس معمولی نمک کو ایک پائنٹ پانی میں گھولو۔ اور اس میں انڈے کو ڈال کر دیکھو اگر انڈا اس روز کا دیا ہوا ہے تو وہ فوراً پانی کی تہ میں بیٹھ جائے گا اور اگر دو روز کا رکھا ہوا ہے تو تلی سے کچھ اوپر رہے گا۔ اگر بہت دنوں کا رکھا ہوا خراب ہے تو وہ پانی کی سطح پر تیرتا رہیگا۔

مزنگ ضلع لاہور میں مفید کام

میں ماہ فروری کے آخر میں پنجاب کے کواپریٹو جلسہ کی شرکت کی غرض سے لاہور گیا تھا۔ وہاں کے دوران قیام میں جناب محمد اسمٰعیل خاں صاحب نظامی دو روز تک میری تلاش میں سرگرداں رہے اور بالآخر مجھ سے مل کر مجھے اپنے قصبہ مزنگ میں لے گئے اور مجھے حسب ذیل اصحاب سے ملایا۔

(۱) سید مبارک علی شاہ صاحب گیلانی مولوی فاضل رئیس وجاگیردار (۲) خان شیر علی خاں صاحب سفید پوش (۳) میر محمد عثمان صاحب انجنیر (۴) مولوی دین محمد صاحب (۵) شیخ کریم بخش صاحب (۶) سید امیر شاہ صاحب (۷) ماسٹر حیات محمد صاحب (۸) میاں فضل الدین صاحب جاگیردار (۹) بابو محمد شفیع صاحب آنریری سکرٹری انجمن امداد قرضہ (۱۰) میاں محمد الدین صاحب (۱۱) مولوی مرزا عزیز صاحب سکرٹری انجمن فرزندان اسلام (۱۲) مرزا برکت علی صاحب (۱۳) چودھری نصیر الدین صاحب۔

قریباً دو گھنٹہ تک تبادلۂ خیالات ہوتا رہا اور معلوم ہوا کہ مزنگ میں متعدد انجمنیں نہایت مفید کام کر رہی ہیں جن میں سے ارائیوں کی انجمن چودہ سال سے نہایت کامیابی سے چل رہی ہے اور اسی کا سرمایہ اس وقت پچیس ہزار کے قریب ہے۔ انھوں نے مراسم قبیحہ بند کرنے کے لئے قواعد جسٹری کرلئے ہیں۔ پار سال انجمن کے ایک ممبر نے جو خان بہادر ہیں غمی کی تقریب میں فضول خرچی کی جس کی وجہ سے ان پر ایک سو روپیہ تاوان لگاکر وصول کیا گیا۔

دوسری انجمن کے سکرٹری محمد اسمٰعیل خاں صاحب نظامی اور پریسیڈنٹ چودھری فتح شیر خاں صاحب رئیس ہیں اس انجمن کے تحت میں انجمن اصلاح المسلمین قائم ہے جس کی طرف سے مزنگ میں بقالی کی دوکانیں ایک بزازی کی اور متعدد بساط خانہ کی اور میوہ فروشی کی دوکانیں کھلوادی گئی ہیں۔ اس انجمن کے ممبر اس امر کے پابند ہیں کہ ختنہ وغیرہ کے موقعوں پر مجرا نہ کرائیں۔ دس سال سے اوپر کے بچوں کو تعلیم دلوائیں چنانچہ اس کی خلاف ورزی پر ایک ذی حیثیت ممبر پر پچاس روپیہ جرمانہ کیا گیا۔ احباب مزنگ اسی قسم کے کاموں کی تبلیغ کے لئے ایک رسالہ اسوۂ حسنہ جاری کر رہے ہیں جس کا اعلان سود مند کے آخر میں دیا گیا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ یہ اصحاب مسلمانوں میں کاروباری روح پیدا کرنے اور ان کی دین و دنیا درست کرنے میں کامیاب ہوں۔

طفیل احمد

زید بن ارقم فی البخاری وحدیث
ابی الدرداءؓ فی الموطا بسند صحیح
وحدیث علی فی سنن ابن ماجه
والمستدرک وقال الحاکم والذهبی
صحیح غریب فهذه احادیث
کثیرة قویة وما ورد فیها ثابت بالتواتر
المعنوی عن النبی صلعم لا شک
فیه وقال الحافظ ابن حجر
فی التلخیص الحبیر والاحادیث
کلها صریحة فی ان الربا یجری
فی الفضل والنسیه وفی الید اھ۔

فصل ۔ فی معنی العرایا واحادیثه
واما بیان العرایا مما ذکرتها
من اعلام الموقعین ففی احادیث
فقد روی الشیخان عن جابرؓ
قال نهی النبی صلعم عن بیع
الثمر بفتح المثلثة ای الرطب
کذا فی فتح الباری حتی یطیب
ولا یباع شیٔ منه الا بالدینار
والدرهم الا العرایا اھ و رویا
ایضا عن ابی هریرة ان النبی صلعم
رخص فی بیع العرایا فی خمسة اوسق
او دون خمسة اوسق اھ ورویا من
حدیث سهیل بن ابی حثمة وتفرد مسلم
بحدیث رافع بن خدیج ورویا من حدیث

اور حضرت زید بن ارقمؓ کی حدیث صحیح بخاری میں ہی اور حضرت
ابو الدرداء کی حدیث صحیح سند کے ساتھ موطا میں ہی اور حضرت علیؓ کی حدیث
ابن ماجہ اور مستدرک میں ہی اور حاکم و ذہبی نے اس کو صحیح غریب کہا ہی پس
یہ حدیثیں بہ کثرت اور قوی ہیں اور جو کچھ ان میں وارد ہوا ہی وہ تواتر
معنوی کے ساتھ نبی صلعم سے ثابت ہو چکے اس میں کچھ شبہ نہیں۔ حافظ ابن حجر نے
تلخیص حبیر میں کہا ہی کہ ساری حدیثیں اس باب میں صریح ہیں کہ سود زیادتی
و قرض اور نقد میں جاری ہوتا ہی اھ یعنی اگر ایک روپیہ کے عوض مثلاً دو
روپیہ بیچے جاویں خواہ نقد یا اُدھار تو سود ہو جائے یہ تو زیادتی کی مثال
ہی اور مثلاً ایک روپیہ ایک ہی روپیہ کے عوض فروخت کیا جائے مگر دست
بدست نہ ہو تو بھی سود ہو جائے گا یہ مثال ہی قرض کی اور ایک روپیہ
کے عوض مثلاً دو روپیہ نقد لئے جاویں تو یہ بھی سود ہی اور یہ نقد کی مثال ہی۔

فصل ۔ عرایا کے معنی اور اس کی حدیثوں کے بیان میں۔ عرایا جن
کا ذکر اعلام الموقعین سے منقول ہو چکا ہی اس کے متعلق کئی حدیثیں ہیں
شیخین (یعنی بخاری و مسلم) نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہی کہ جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تر خرما کی بیع سے یہاں تک
کہ پکنا شروع ہو جاویں اور فرمایا) کہ اس میں کچھ بھی نہ بیچا جاوے
مگر دینار اور درہم کے عوض (نہ کہ خشک خرما کے عوض) بجز عرایا
کے (کہ ان کو دینار و درہم یعنی سونا چاندی کے علاوہ خشک خرما
کے عوض بیچنا بھی جایز ہی جیسا کہ صریح طور پر آتا ہی) اور نیز شیخین نے
فروخت کرنے کی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ نبی صلعم نے عرایا
پانچ وسق یا پانچ وسق سے کم میں اجازت دی ہی (راوی کو شک ہی
کہ پانچ میں اجازت دی یا اس سے کم میں پس پانچ سے کم میں اجازت ثابت
ہوگی اور مشکوک مقدار کا اعتبار نہ کیا جاوے گا) اور نیز شیخین نے
سہیلؓ بن ابی حثمہ کی حدیث (اس باب میں) اور مسلم نے رافعؓ بن
خدیج کی حدیث اور بخاری و مسلم نے زیدؓ بن ثابت کی حدیث بروایت

زید بن ثابت و فی المصفّی للعلامۃ الشیخ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغۃ معنی عریہ نزد شافعی وجمہور اهل حدیث آنست که بفروشند رطب را بر سر درختان بقدر خرص او از خرما خشك در کم از پنج وسق و در عریه رخصت حاصل شده است بسبب حاجت اهل مدینه بخوردن رطب و فروختن باغهای خود بدست دیگران بزر و نقره اه و فصله الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وصاحب البدایۃ المجتهد وصاحب نیل الاوطار وعن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلعم نهی عن المزابنۃ والمحاقلۃ والمزابنۃ اشتراء الثمر بالتمر فی رؤس النخل رواہ الشیخان وزاد الاسمعیلی فی مستخرجه علی البخاری (لفظ) کیلا (فی آخر الحدیث) وفی فتح الباری وانما وقع النهی عن الرطب

کی ہے اور مصفّی مولفہ حضرت شاہ ولی اللہ مولف حجۃ اللہ البالغہ میں ہے کہ (عرایا) عَرِیَّہ (کی جمع ہے جس) کے معنی امام شافعی اور جمہور اہل حدیث کے نزدیک یہ ہیں کہ تر خرما کو جب کہ وہ درخت پر ہوں خشک خرما کے عوض برابر سرابر اندازہ کرکے فروخت کر لے اور یہ جواز پانچ وسق سے کم مقدار کے ساتھ مقید ہے (یعنی پانچ وسق سے کم میں یہ بیع جائز ہے۔ سو جب اتنی مقدار ہوگی۔ بیع جائز نہ ہوگی اور اس سے کم مقدار میں بھی جائز ہوگی اور زیادہ میں نہیں اور وسق ساٹھ صاع کا پیمانہ ہوتا ہے اور ایک صاع چار مُد کا پیمانہ ہوتا ہے اور ایک مُد کی مقدار معتدل جسم آدمی کی جب کہ وہ ہاتھ کھلا ہوا رکھے دو مٹھی بھر ہوتی ہے جیسا کہ منتخب اللغات میں ہے) چونکہ اہل مدینہ کو اس بیع کی ضرورت پیش آتی تھی کیوں کہ وہ تر خرما کھایا کرتے تھے اور اپنے باغوں کو سونا چاندی کے عوض دوسروں کے ہاتھ فروخت کر دیا کرتے تھے اس لئے عریہ بیچنے کی رخصت و اجازت دے دی گئی اھ (اور اندازہ کرکے فروخت کرنے کا یہ مطلب ہے کہ قیاس سے یہ معلوم کیا جاوے کہ تر خرما اس وقت کس قدر ہیں پس اسی قدر خشک خرما فی الحال ناپ کر تر خرما کی عوض دیدئے جاویں اور پانچ وسق سے کم کی قید اس لئے ہے کہ ان لوگوں کی ضرورت اس مقدار سے زیادہ نہ تھی سو جناب رسول اللہ صلعم نے ضرورت کا لحاظ فرما کر اس بیع کو جائز رکھا حالاں کہ اس میں ربا الفضل متحقق ہے جیسا کہ عنقریب آتا ہے اور جہاں اس مقدار سے زیادہ ضرورت پیش آوے وہاں یہ عقد اس زیادہ مقدار میں بھی جائز ہوگا۔ کیوں کہ مقصود ضرورت کا پورا کرنا ہے اور عرایا کی تفصیل حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اور صاحب بدایۃ المجتہد نے اور صاحب نیل الاوطار نے بیان کی ہے) اور حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مزابنۃ اور محاقلۃ سے منع فرمایا ہے اور مزابنۃ درخت پر تر خرما

بالتمر لکونه متفاضلا من
جنسه اھ
فصل فی محصل ما ذکرا علم
ان خلاصة ما ذکرنا ان الربا
الجلی او الحقیقی وهو الربا
فی الدیون لا یجوز بحال فانه
قد حرم تحریم المقاصد
وهو الذی یتبادر الی
الاذهان عند الاطلاق و
هو المراد فی القرآن
ویعرفه کل من یعامله
من اهل اقطار دهو المعروف بینها
عند اهل الحساب والربا الخفی
او المحمول علی الحقیقی قد
حرم سد اللذریعة فجوزه
الشارع عند الضرورت فهذا
کله هو الربا الذی
حرمه الشارع و اما
الربا المعروف الآن
بربا التجارة ولم یکن فی
خیر القرون ویعبر عنه
بالهندیه بتجارتی بیاج و
بالانجلیزة (انترست) فهو
ربا صورة ولفظا لا حقیقة
ومعنی وهو مثل ربا الجاهلیة

بعوض خشک خرما کے ناپ کر بیچنے کو کہتے ہیں اس کو صحیحین اور مستخرج
اسمٰعیلی میں روایت کیا ہی اور فتح الباری میں ہی کہ سوا اس کے نہیں کہ
تر خرما کو (بطریق مذکور) خشک خرما کے عوض بیچنے سے نہی اس لئے
واقع ہوئی کہ ایک جنس میں زیادتی ہوتی ہی (یعنی تر خشک ہوکر
کم ہوجائینگے پس خرما کی بیع میں جب کہ خرما کے عوض ہو برابری نہ
ہوئی جو کہ ضروری ہی پس ربوا الفضل متحقق ہوگا۔

فصل جو کچھ کہ اب تک ذکر کیا گیا ہی اس کے خلاصہ بیان میں جاننا چاہئے کہ
خلاصہ مضمون مذکور کا یہ ہی کہ ربا جلی یا حقیقی اور وہ سود ہے جو
قرض کے معاملہ میں لیا جاتا ہے کسی حالت میں جائز نہیں ہی کیونکہ
وہ اصلی طور پر حرام کیا گیا ہی اور یہی ہی جو بلا کسی قید لگائے بولتے وقت ذہن
میں جلدی سے آجاتا ہی اور قرآن مجید میں بھی یہی مراد ہی اور اس
کو ہر وہ شخص اطراف دنیا میں رہنے والوں میں ہو جو کہ اس کا معاملہ کرتا ہی
پہچانتا ہے اور یہی حساب داں لوگوں میں مشہور ہی اور ربا خفی
یا محمول بر ربا حقیقی (اس کی شرح گذر چکی ہی) ذریعہ (حرام کا)
بند کرنے کے لئے حرام کیا گیا ہی (پس یہ ربا تابع اور غیر اصلی ہی)
پس اس کو ضرورت کے وقت صاحب شرع نے جائز رکھا ہی سو یہ
سب وہ سود ہی جس کو شارع (یعنی رسول اللہ صلعم) نے حرام کیا ہی
اور وہ سود جو اس زمانہ میں ربا تجارت کے نام سے مشہور ہی اور
خیر القرون (یعنی جناب نبی صلعم۔ صحابہؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ
کے زمانوں) میں نہ تھا اور ہندی میں اُسے تجارتی بیاج اور انگریزی
میں (انٹرسٹ) کہتی ہیں تو اس کو سود صورت اور لفظ کے اعتبار سے
کہا جاتا ہی نہ کہ حقیقت اور معنی کے اعتبار سے اور یہ صورت میں جاہلیت
کے سود کی مثل ہی (جس کا بیان گزر چکا ہی) اور حقیقت میں اس کے
خلاف ہی اور اس میں سود حرام ہونے کا راز قطعی نہیں پایا جاتا
اور عقود (و معاملات) میں مقصود (اور ارادے) معتبر ہیں

فی الصورة وغیره فی الحقیقة
ولا یوجد فیه شیٔ مما ذکر من
سر تحریم الربا والقصود
فی العقود معتبرة فان العبرة فیها
للمعانی دون الالفاظ والحقائق
دون الصور فهذا الربا نوع
من التجارة المباحة فی الحقیقة
دون الصورة فلذلك سمی ربا
التجارة اعتبارا بکلیهما من
الصورة والحقیقة ومیز من
ربا النسیه عند اهل الاقطار
وهو ایضاً فاش عندهم ولم
یقم احدهما مقام الآخر واما
ربا الفضل فقلیل فی الناس
فهذا هو القسم الثالث من
الربا وهو الحادث بعد خیر القرون
المشابهة فی الجملة بالمضاربة وغیرها
من العقود والدلیل علیٰ ما ذکرته
ان الربا المحرم فی الشریعة یهلك
به المعطی ویتمول به الآخذ و
یعطیه الفقراء ویأخذه الاغنیاء
وهذا الربا یعطیه الاغنیاء کثیرا والفقراء
قلیلا ویأخذه الفقراء کثیرا والاغنیاء
قلیلا فینتفع به الفریقان انتفاعا کثیرا
والمعطی اکثر انتفاعا من الآخذ

کہ ان میں معانی اور حقائق کا اعتبار ہوتا ہی نہ کہ الفاظ اور صورتوں
کا پس یہ سود (یعنی تجارتی سود) حقیقت میں نہ کہ صورت میں
جائز تجارت کی ایک نوع ہی اور اسی لئے صورت اور حقیقت دونوں
کا اعتبار کرکے اس کا تجارتی سود نام رکھا گیا ہی اور یہ ربا ربا نسیہ
اطراف دنیا میں رہنے والوں کے نزدیک جدا ہی اور ربا نسیہ بھی لوگوں
میں پھیلا ہوا ہی اور ربا نسیہ اور تجارتی سود میں کوئی ایک دوسرے
کا قائم مقام نہیں ہی (بلکہ دونوں جدا ہیں) اور ربا فضل لوگوں
میں (بہت کم ہی سو یہ تجارتی سود) ربا کی تیسری قسم ہی اور یہ
خیر القرون کے بعد جاری ہوا ہی جو کہ کسی قدر (عقد) مضاربت وغیرہ
کے مشابہ ہی جو کچھ کہ میں نے یہاں ذکر کیا ہی اس کی دلیل یہ ہے
کہ سود جو کہ شریعت میں حرام کیا گیا ہی اس سے (اس کا) دینے والا
ہلاک ہوتا ہی اور اس کا لینے والا متمول بن جاتا ہی اور اس کو
تنگدست ادا کرتے ہیں اور مالدار لیتے ہیں یہ سود (یعنی تجارتی بیاج) بکثرت
مالدار دیتے ہیں اور تنگدست بقلت دیتے ہیں اور اسے تنگدست بکثرت لیتے
ہیں اور مالدار بقلت لیتے ہیں اور دونوں فریق (لینے دینے والوں) کو
اس سے بہت نفع ہوتا ہی۔ گو دینے والا لینے والے سے زیادہ نفع
اٹھاتا ہی پس حرام سود اور تجارتی سود میں بڑا فرق ہی اور نہ اس
(تجارتی سود) کا مقابلہ صدقہ کے ساتھ صحیح ہو سکتا ہی۔ بخلاف حرام سود
کے (کہ قرآن مجید میں اس کا مقابلہ صدقہ سے کیا گیا ہی) جیسا کہ گذر
چکا ہی اور نہ یہ اصول معاش زراعت۔ تجارت وغیرہ کو کچھ ضرر دیتا ہی
بلکہ ان کی اصل و فرع کو بڑھاتا ہی اور بے شبہ یہ دنیا میں پھیل گیا ہی اور
اعلیٰ و ادنیٰ اس میں مشغول ہیں جیسا کہ ماہرین پر ظاہر ہی اور ناواقفوں
سے اعراض مناسب ہی اور جو شخص اپنے زمانہ والوں کے حال سے آگاہ نہ ہو
وہ جاہل (اور ناواقف) ہی جیسا کہ علائی نے ذکر کیا ہی۔ پس ان کا
فتوی معتبر نہیں جیسا کہ دمشقی نے بتلایا ہی اور اس (تجارتی سود) کو حلال

فبين الربا المحرم ربا التجارة بون
بعيد ولا تصح مقابلته بالصدقة
بخلاف الربا المحرم كما تقدم ولا يضر
اصول المعاش شيئا بل يزيدها اصلاحا
وفرعا وقد شاع في الدنيا واستعمل
به الاعلى والادنى كما لا يخفى على الماهر
وينبغي الاعراض عن الجاهلين ومن
لم يعرف حال اهل زمانه فهو جاهل
كما ذكره العلائي ففتواه غير معتبر
كما افاده الدمشقي ولا ريب في
حله ولم يدل دليل على حرمته وروى
الطبراني في الاوسط بسند رجاله رجال
الصحيح عن عبد الله بن عمرؓ انه سمع
النبي صلعم يقول ان محرم الحلال كمحل
الحرام كذا في المجمع الزوائد وفي
المستدرك (ج ۲ ص ۳۷۵) عن ابي
الدرداء رفع الحديث قال ما
احل الله في كتابه فهو حلال وما
حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو
عافية فاقبلوا من الله العافية فان
الله لم يكن نسيا ثم تلا هذه الآية وما
كان ربك نسيا قال الحاكم ثم الذهبي
صحيح الاسناد وفي فتح الباري اخرجه
البزار وقال سنده صالح اھ وقد خاب
من حرم هذا الربا واوقع المسلمين

ہونے میں کوئی شک نہیں اور کسی دلیل نے اس کی حرمت نہیں
بتلائی ۔ طبرانی نے اوسط میں ایسی سند سے جس کے راوی صحیح بخاری
کے راوی ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے
نبی صلعم کو فرماتے سنا کہ حلال کا حرام کرنیوالا (گناہ کے اعتبار سے)
حرام کے حلال کرنے والے کی مانند ہے (مجمع الزوائد) اور مستدرک
(ج ۲ ص ۳۷۵) میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو کچھ
خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں (یعنی قرآن میں اور حدیث بھی اسی حکم میں ہے
کیوں کہ وہ بھی وحی ہے) حلال کیا ہے وہ حلال ہے اور جو کچھ
حرام کیا وہ حرام ہے اور جس امر سے خدا نے سکوت کیا وہ
(بندوں کے لئے) عافیت ہے (اور مباح ہے) پس
خدا کی (دی ہوئی) عافیت قبول (اور یہ خیال کرو
نہ کرو کہ یہ سکوت غفلت سے ہوا ہے) کیوں کہ اللہ تعالیٰ بھولنے والے
نہیں ہیں (ان سے غفلت نہیں ہو سکتی) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت
کی وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا یعنی تمہارا پروردگار بھولنے والا
نہیں ہے ۔ حاکم نے اور ذہبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور
فتح الباری میں ہے کہ اس کو بزار نے (بھی) روایت کیا ہے اور کہا ہے
کہ اس کی سند صالح (اور قابل احتجاج) ہے اھ اور بیشک خطا وار
ہے وہ شخص جس نے اس (تجارتی) سود کو حرام کہا اور مسلمانوں کو
تباہی میں ڈالا پس خدا ہی سے فریاد ہے اور بیشک خدا نے اس صحیح دین
کو آسان رکھا ہے اور دشوار نہیں کیا اور یہ دین معاش ومعاد (یعنی
دین و دنیا) کی فلاح کا کفیل ہے اور ان دونوں میں جو فلاح کے طریقے
ہیں ان کا خیر العباد (یعنی نبی صلعم) کی زبان مبارک پر بیان کرنے والا ہے
اور انسان کو دنیا اور آخرت کے معاملہ میں اس نے مہمل نہیں چھوڑا اور جاننا
چاہئے کہ تجارتی سود کی اس تحقیق کی حاجت حکومت اسلامیہ میں ہے اور جہاں
غیر مسلم حکومت ہو (گو وہاں مسلمان رعایا بکثرت ہوں) وہاں اس کی ضرورت

بالردی قالی اللہ المشتکی وقد جعل اللہ تعالی ھذا الدین القویم یسرا ولم یجعلہ عسرا وھو کفیل للمعاش والمعاد مبین طرق الفلاح فیھما علی لسان خیر العباد ولم یترک الانسان سدی فی امر الدنیا والآخرۃ واعلم ان ھذا التحقیق فی باب ربا التجارۃ یحتاج الیہ فی دار الاسلام واما دار الحرب فلا تحتاج الیہ فانہا یجوز فیہا الربا مطلقا کما سنذکرہ قریبا وینبغی ان تعلم ان المضاربۃ المذکورۃ قریبا ھی فی اللغۃ انبازی کردن دوکس در مال وتن وتجارت فودن از مال غیر یقال ضارب لہ ای تجر فی مالہ واین فعل را قراض نامند اھ کذا فی منتھی الارب وفیہ ایضا وصورتہ ان یدفع الیہ مالا لیتجر فیہ والربح بینہما علی ما یشترطان والوضیعۃ علی المال اھ وفی الصراح مضاربۃ انبازی کردن دو کس بمال وتن اھ وفی التلخیص الحبیر قال ابن حزم فی مراتب الاجماع کل ابواب الفقہ فلہا اصل من الکتاب والسنۃ حاشی القراض فما وجدنا لہ اصلا فیہما البتۃ ولکنہ اجماع صحیح مجرد والذی تقطع بہ انہ کان فی عصرہ صلعم فعلمہ واقرہ ولولا ذلک لما جاز اھ قلت فما ذکروا

نہیں کیوں کہ وہاں سود مطلقاً روا ہی جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے اور مناسب ہی کہ معلوم کیا جاوے کہ مضاربت جس کا قریب ہی ذکر ہوا ہے لغت میں دو شخصوں کا مال وجان میں شرکت کرنا اور دوسرے کے مال سے تجارت کرنا ہی اور کہا جاتا ہی ضارب لہ یعنی اس کے مال سے تجارت کی اور اس فعل کا اقراض نام رکھتے ہیں یہ مضمون مُنتَہَی الاَرَب میں ہی اور اسی میں ہی کہ اس کی صورت یہ ہی کہ کسی شخص کو مال دے تاکہ وہ اس سے تجارت کرے اور نفع دونوں کے درمیان (تقسیم) ہو (جاوے) جس طرح بھی شرط کر لیا جاوے اور (تجارتی) نقصان مال پر ہو (یعنی نقصان ہو تو اسے مال والا بھگتے) اور صراح میں ہی کہ مضاربت دو آدمیوں کا مال وتن سے شرکت کرنا اھ اور تلخیص حبیر میں ہی کہ ابن حزمؒ نے اجماع کے مراتب میں کہا ہی کہ فقہ کے تمام ابواب کی قرآن وحدیث سے اصل نکلتی ہی بجز مضاربت کے پس ہم نے اس کی اصل کتاب وسنت میں یقیناً نہیں پائی ولیکن اس کی صحت وجواز پر صحیح خالص اجماع (یعنی علماء کا اتفاق) ہی اور وہ امر جس کا ہمیں یقین ہی یہ ہی کہ عقد مضاربت رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں تھا اور آپ کو اس کا علم ہوا اور آپنے اس کو برقرار رکھا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ عقد مضاربت جائز نہ ہوتا اھ میں کہتا ہوں ۔ پس علما نے جو کچھ مضاربت کی (صحت وجواز کی) شرطیں ذکر کی ہیں ان میں مخالفت (کرنے) کی مجال ہی کیوں کہ یہ شرطیں ان کے احکام میں سے نہیں ہیں جن کی مخالفت شرع میں جائز نہیں ہی اور ہم کو یہ معلوم ہوا ہی کہ بعض علماء زمانہ نے تجارتی سود کو مضاربت قرار دیا ہی اگرچہ یہ کسی قدر تکلف ہی (یعنی اس کو مضاربت قرار دینا تکلف ہی) اور علماء کی بہت جماعتیں معاملات میں اس سے زیادہ تکلف کی مرتکب ہوئی ہیں اور میں تکلف نہیں کرتا (اس لئے اس کو عین مضاربت نہیں کہتا)

فصل بعض شبہات کے جواب میں جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالی نے ربا حرام

من شروطها ففيها مجال للمخالفة فانها
ليست من احكام من لا يجوز في الشرع خلافه
وقد بلغنا ان بعض علماء العصر جعل ربا
التجارة مضاربة وان كان ذلك
تكلفا في الجملة وقد ارتكبت جماعات من
العلماء اشد من هذا التكلف في العقود
وما انا من المتكلفين۔

فصل في ازالة بعض الشبهات علم انه
قد حرم الله تعالى الربا ويعبر عنه بالفارسية
بسود فقال واحل الله البيع وحرم الربا فمن
جاءه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف
وامره الى الله وقال تعالى وذروا ما بقي من
الربا ان كنتم مؤمنين فان لم تفعلوا فاذنوا
بحرب من الله ورسوله الاية وقد ورد الترهيب
منه متواتر عن النبي صلعم ففيه عشرة احاديث
صحاح وستة ضعاف واوردها الحافظ
المنذري في ترغيبه وقد حرم الله الربوا
اضعافا مضاعفة ويعبر عنه بالفارسية
دوچنداں توبر تو کما فی فتح الرحمن
للعلامة ولی الله رحمه الله ودر تفسیر حسینی
گفته گفته اند اضعاف دراهم ست
مضاعفه در اجل چه در جاهلیت یکے
مال خود را بربوا می داد تا وقت معین آنکه
در اجل و ربوا می افزود تا باندک مدتے
همه مال مدیون مستغرق می شد اهـ وقوله
اضعافا قید واقعی لا احترازی کما یظنه

کیا ہے اور اس کو فارسی میں سود کہتے ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔
"حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع حلال کی ہے اور سود حرام کیا ہے پھر جسے
اپنے پروردگار کی نصیحت پہونچی اور وہ (اس سود سے) باز آگیا تو جو کچھ
(اس حکم آنے سے) پہلے (لیا) ہوچکا ہے وہ اسی کا رہا اور (باطنی)
معاملہ اس کا (کہ وہ دل سے باز آیا ہے یا منافقانہ طور پر باز آیا ہے)
خدا کے حوالہ رہا اور نیز حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "سود کا بقایا چھوڑ دو
اگر تم ایمان والے ہو (یہ شرط ترغیب کے لئے ہے) پھر اگر تم (ایسا)
نہ کروگے تو خدا اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو"
(یعنی تم پر جہاد ہوگا) اور سود سے خوف دلانا متواتر طور پر نبی صلعم سے وارد
ہوا ہے چنانچہ اس (باب) میں دس صحیح حدیثیں ہیں اور چھ ضعیف ہیں اور ان
کو حافظ منذری نے اپنی (کتاب) ترغیب میں داخل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ
نے سود (اصل سے) کئی حصے زائد (بھی) حرام کیا ہے اور فارسی میں
اسے دوچنداں توبر تو کہتے ہیں جیسا کہ (تفسیر) فتح الرحمن (مؤلفہ
شاہ ولی اللہ قدس سرہ) میں ہے اور ترجمہ تفسیر حسینی میں کہا ہے کہ علما نے فرمایا
ہے کہ اضعاف (جو قرآن میں ہے) دراہم کے (باب) میں ہے اور مضاعفہ
(جو قرآن میں ہے) مدت کے باب میں ہے (یعنی مدت بڑھا کر کئی حصے
سود نہ لو) کیونکہ جاہلیت میں آدمی اپنے مال کو وقت معین تک بیاج پر دیتا
تھا اور مدت اور بیاج بڑھا دیتا تھا یہاں تک کہ تھوڑی مدت میں قرضدار
کا تمام مال مستغرق ہوجاتا تھا اھ اور حق تعالیٰ کا قول اضعافا واقعی
قید ہے نہ کہ احترازی جیسا کہ جاہلوں کا گمان ہے کیوں کہ مال کی کبھی یہ مقدار
ہوجاتی ہے اور اس طرح بیان کرنے کا راز زمخشری نے یہ ذکر کیا ہے کہ سود
سے سرزنش کے ساتھ منع فرمایا اس طریق سے کہ جس پر وہ لوگ تھوڑی سی کمی کا گناہ
لیا کرتے تھے ان میں سے کسی شخص کا قرض ادا جب وقت کو پہونچ جاتا اور اس کا
ادا کرنا لازم ہوجاتا (یعنی جب کہ مدت تمام ہوچکتی) تو مدت میں زیادتی کردیا اس
تھوڑی سی چیز کے عوض قرض دار کا مال مستغرق ہوجاتا ہے (دیکھو) قید ہونا ذکرہ

للجهال فان مال الربوا قد يبلغ ذلك المقدار والسر فی هذا التعبیر ما ذکر الزمخشری نهی عن الربوا مع توبیخ بما کانوا علیه من تضعیفه کان الرجل منهم اذا بلغ الدین محله زاد فی الاجل فاستغرق بالشیٔ الطفیف مال المدیون اه فالربوا حرام مطلقا ویرخص فی ربوا الفضل عند الضرورة واما ما قال ابن نجیم فی الاشباه والنظائر وفی القنیة والبغیة یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح انتهی وفی الحموی وذلك نحو ان یقترض عشرة دنانیر مثلا ویجعل لربها شیئا معلوما فی کل یوم ربحا اه فمعناه عندی ان من اضطر ولا یجد ما یحیی به نفسه من حلال او حرام من المیتة والمال الحاصل بسؤال الناس عنه یجوز له المعاملة بالربوا لیستبقی نفسه ولا بد من التاویل فان الحدیث المروی فی صحیح مسلم عن جابر قال لعن رسول الله صلعم اکل الربا وموکله وکاتبه وشاهدیه فقال هم سواء یحرم ذلك ولا یعطی الربوا فی الغالب الا المحتاج وملاك القواعد و القوانین هو العرف الغالب والعادة المستمرة ولا یقال ان الحرام سواء فانه مستغن عن الرد علی قائله ولو لم یاول قول الاشباه لکان رایا باطلا مخالفا للنص فلم یقبل فاحفظ

یہ مطلب ہو کہ سود کا کئی گنا ہونا ان لوگوں کی عادت کی بنا پر ہو نہ یہ مطلب کہ سود جو کئی گنا نہ ہو تو جائز ہو اگر یہ مراد ہوتی تو قید احترازی ہوتی اور پہلی آیت میں مطلقاً سود سے منع کیا گیا ہی) اور ابن نجیم نے (کتاب) اشباہ والنظائر میں جو لکھا ہو کہ (کتاب) قنیہ اور بغیہ میں ہو کہ محتاج کو نفع پر قرض لینا جائز ہے اھ اور حموی (اشباہ کے حاشیہ) میں ہو کہ جیسے کوئی شخص قرض لے مثلاً دس دینار اور دینار والے کا روزانہ کچھ نفع مقرر کر دے اھ تو اس کے معنی میرے نزدیک یہ ہیں کہ جو شخص مضطر ہو اور حلال یا حرام مردار اور بھیک کے مال سے اپنے آپکو زندہ نہ رکھ سکے تو اسکو سودی معاملہ کرنا روا ہے تاکہ اپنی جان بچالے اور (اس قول کی) تاویل سے چارہ نہیں کیونکہ حدیث جو صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے سود کھانے والے (یعنی لینے والے) اور سود کھلانے والے (یعنی دینے والے) اور اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں (یعنی سود دینا) حرام ثابت کرتی ہے اور اکثر تو محتاج ہی سود دیا کرتا ہے (پس جب ہر محتاج کو سود دینا جائز ہوگا خواہ مضطر ہو یا نہ ہو تو سود کی حرمت کے کیا معنی ہونگے) اور مدار قواعد وقوانین کا عرف غالب اور عادت جاریہ ہوا کرتی ہے (شاذ ونادر کا اعتبار نہیں ہوتا) اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ محارم (سب) برابر ہیں (پس گداگری جیسے مضطر کو جائز ہے اسی طرح سود دینا بھی جائز ہے پس سود دینے کے جواز کی یہ قید کہ بھیک کا مال بھی نہ ملے اور ضرورۃً بھی نہ ملے صحیح نہیں کیونکہ یہ کہنا کہ حرام ہونے میں سب برابر ہیں) کہنے والے کے رد کا محتاج نہیں (اس لئے کہ ادنیٰ عاقل سب محرمات کے گناہ کے درجے میں برابر ہونا جانتا ہے) اور اگر (کتاب) اشباہ (مذکور) کے قول کی تاویل (مذکور) نہ کی جائے (اور ظاہر معنی مراد لے جاویں) تو یہ رائے باطل نص کی مخالف ہوگی پس مقبول نہ ہوگی تم (خوب) سمجھ لو اور تحقیق کرو۔

فصل ۶ غیر مسلم حکومت میں سود کا حکم۔ جاننا چاہیے کہ غیر مسلم حکومت (جس ملک میں ہو وہ ملک) اس باب سے کچھ احکام ہیں کہ سلف مخصوص ہو اور

فصلٌ فی حکم الربوا فی دار الحرب اعلم ان دار الحرب مخصوص باحکام من هذا الباب وهی جواز الربوا فیها مطلقا الجلی والخفی کانت بین المسلمین او بین المسلم والحربی بضرورة وبغیر ضرورة فالآن نذکر ما یدل علی هذا المطلوب وبالله التوفیق قال العلامة علاء الدین شیخ جمال الدین الزیلعی مؤلف نصب الرایه) فی الجوهر النقی فی الرد علی البیهقی (ج ۲ ص ۲۰۳ باب بیع الدرهم بالدرهمین فی ارض الحرب) قال الطحاوی قد لما وضع النبی صلعم رباه (ای عباسؓ) علی ان الربا بین المسلمین والمشرکین فی دار الحرب[عـه] جائز علی ما یقوله ابو حنیفه والثوری والنخعی (هو ابراهیم النخعی التابعی) قبلهما لان قوله علیه السلام وربا الجاهلیة موضوع دلیل علی انه کان قائما الی ان ذهبت الجاهلیة بفتح مکة ور لا یرد علی ذلك وضع الربا فی حجة الوداع بان ذلك یدل علی ان الربا کان باقیا الی ذلك الزمن لان الربوا انما حرم فی السابعة ولما قدر المسلمون بالفتح علی اجراء الاحکام الاسلامیة فی مکة فلا وجه لبقاء ذلك ویقال فی وجه تخصیص البیان فی حجة الوداع انه صلعم ذکر ذلك تاکیدا) ووضع ربا العباس

[عـه] وهی التی استولی علیها الکفار بحیث یقدرون علی المنع من اجراء احکام الاسلام فیها ولم یمنعوا منه المسلمین لمصلحة فافهم فانه تفسیر جید ۱۲ منه

وہ سود کا وہاں مطلقاً جائز ہونا ہے جلی اور خفی خواہ باہم مسلمانوں میں لین دین ہو یا مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان ہو ضرورت کی وجہ سے ہو یا بلا ضرورت ہو پس اب ہم اس دعوے اور مطلوب کی دلیل ذکر کرتے ہیں توفیق بخدا

علامہ علاء الدین (جو کہ جمال الدین زیلعی نصب الرایہ کے مؤلف کے استاد ہیں) جوہر نقی میں فرماتے ہیں کہ طحاویؒ نے کہا ہے کہ جناب نبی صلعم کا حضرت عباسؓ کا سود (جو کہ لوگوں کے ذمہ تھا اس کا) وضع فرمانا (یعنی چھوڑ دینا اور ساقط کر دینا) یہ بتلاتا ہے کہ سود مسلمانوں اور مشرکوں (یعنی کافروں) کے درمیان غیر مسلم حکومت (کے ملک) میں جائز ہے اور یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ۔ امام سفیان ثوری۔ امام ابراہیم نخعی کا (غیر مسلم حکومت کا یہ مطلب ہے کہ کسی ملک میں حکومت غیر مسلم لوگوں کی ہو اس طریق پر کہ وہ اہل حکومت اس ملک میں اسلامی احکام روکنے پر قادر ہوں اگرچہ کسی مصلحت سے نہ روکیں اور کل یا بعض احکام اسلامیہ جاری ہونے دیں۔ پس خوب سمجھ لو کیونکہ یہ تفسیر غیر مسلم حکومت کی نفیس ہے اور جس ملک میں غیر مسلم حکومت کا اس درجہ تسلط اور استیلا ہو اور مسلمان وہاں احکام اسلامیہ جاری کرنے کی پوری قدرت نہ رکھتے ہوں اس ملک کو علماء دار الحرب کہتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلعم کا یہ فرمانا کہ جاہلیت کا سود (ساقط کر دیا گیا اور) اتار دیا گیا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ سود) باقی تھا یہاں تک کہ جاہلیت فتح مکہ کے ذریعے جاتی رہی اس پر سود اتارنا (یعنی چھوڑانا) حجۃ الوداع میں بطور اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اس طرح پر کہ حجۃ الوداع میں جناب رسول اللہ صلعم کا جاہلیت کا سود اتارنا یہ بتلاتا ہے کہ سود اس وقت تک باقی تھا کیونکہ سود جب ۷ھ میں حرام ہوا اور مسلمان مکہ فتح کر لینے سے مکہ میں اسلامی احکام جاری کرنے پر قادر ہوئے تو سود باقی رہنے کی کوئی وجہ نہیں اور حجۃ الوداع میں یہ حکم بیان ہونے کی یہ خصوصیت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اس کو بطور تاکید کے ذکر کر دیا) اور حضرت عباسؓ کا سود (جو لوگوں کے ذمہ تھا) اتارنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت

دلیل علی انہ کان قائما الی ذلک الوقت لانہ لا یضع الا ما کان قائما (قال الفقیہ ابو الولید بن رشد المالکی) وھذا استدلال صحیح لانہ لو لم یکن الربا بین المسلمین والمشرکین حلالا فی دار الحرب لکان ربا العباس موضوعا یوم اسلم وما قبض منہ بعد ذلک مردودا لقولہ تعالی وان تبتم فلکم رؤس اموالکم الآیۃ اھ ما فی الجوھر النقی وما ذکر بین الخطوط المدورۃ فانہ من مؤلف ھذا الکتاب قال مؤلفہ المؤلف وھذا یحتاج الی ان ربا العباس کان بعد اسلامہ وتحریم الربوا فالدلیل علی الاول ما فی تھذیب التھذیب قال ابن عبد البر کان العباس رئیسا فی الجاھلیۃ والیہ العمارۃ والسقایۃ واسلم قبل فتح خیبر اھ (قلت وھذا الفتح کان قبل فتح مکۃ) و علی الثانی ما فی الجوھر النقی وفی الصحیح (ای صحیح مسلم عن فضالۃ بن عبید فی باب الربا) انہ علیہ السلام اتی وھو بخیبر بقلادۃ الحدیث وفی آخرہ قال علیہ السلام الذھب بالذھب وزنا بوزن فثبت ان الربا کان محرما وان العباس بمکۃ یعامل بالربا الی الفتح اھ وکان الفتح فی السنۃ الثامنۃ ولم یھاجر العباس قبلہ کما فی فتح الباری ووضع الربا (علی طریق التاکید) کان فی السنۃ العاشرۃ فی

تک سود قائم (وجاری) تھا کیونکہ رسول اللہ صلعم اسی سود کو اتار سکتے تھے جو کہ ذمہ ہو چکا ہو۔ فقیہ ابو الولید بن رشد (مالکی) نے کہا ہے کہ یہ استدلال صحیح ہے اس لئے کہ اگر سود مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان غیر مسلم حکومت میں روا نہ ہوتا تو حضرت عباسؓ کا سود ان کے مسلمان ہو جانے کے دن اتار دیا جاتا (کیونکہ اسلام لاتے ہی احکام اسلامیہ کا برتاؤ واجب ہو جاتا ہے) اور اگر اس کے بعد (یعنی مسلمان ہونے کے بعد) اس سود میں سے جس قدر پر قبضہ ہو گیا تھا وہ لوٹا دیا جاتا۔ بسبب اللہ تعالیٰ کے (اس) فرمودہ کے کہ اگر تم توبہ کرو گے تو تم کو تمہارے اصل مال (بلا سود) مل جاوینگے" جوہر نقی کی عبارت تمام ہوئی اور مدور خطوط کے درمیان جو عبارت ہے وہ اس کتاب کے مؤلف کی ہے۔ مولف کہتا ہے کہ یہ تقریر اس امر کی محتاج ہے کہ حضرت عباسؓ کا سود لینا ان کے اسلام لانے کے بعد تھا اور (نیز) سود حرام ہونے کے بعد تھا کیونکہ بغیر ان دو امر کے ثابت ہوئے مطلوب ثابت نہیں ہو سکتا پس امر اول کی دلیل تہذیب التہذیب میں ہے کہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت عباسؓ جاہلیت میں رئیس و سردار تھے اور انہی کے متعلق (مسجد حرام کا) آباد رکھنا اور (حاجیوں) کو پانی پلانا تھا اور قبل فتح خیبر ایمان لائے اھ (میں کہتا ہوں کہ فتح خیبر فتح مکہ سے پہلے واقع ہوئی تھی) اور امر ثانی کی دلیل جوہر نقی میں ہے کہ صحیح (مسلم) میں ہے کہ رسول اللہ صلعم کے پاس ایک گلوبند لایا گیا حالانکہ آپ خیبر میں تھے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ سونا سونے کے عوض وزن بوزن (برابر سرابر) بیچو پس ثابت ہوا کہ سود حرام تھا اور حضرت عباسؓ مکہ (معظمہ) میں فتح (مکہ) تک سودی معاملہ کرتے تھے اھ اور فتح (مکہ) ۸ھ میں واقع ہوئی اور حضرت عباسؓ نے اس سے پہلے (مدینہ منورہ کو) ہجرت نہیں فرمائی جیسا کہ فتح الباری میں ہے اور سود اتارنا (بطور تاکید) ۱۰ھ میں حجۃ الوداع میں تھا اس کو مسلم نے حضرت جابر کی طویل حدیث میں جو حجۃ الوداع کے بیان میں ہے روایت کیا ہے اور اس میں ہے کہ جاہلیت کا سود اتار دیا گیا یعنی اب جس کے ذمہ آتا ہو نہ دیوے اور لینے والا نہ لیوے) اور پہلا سود جو میں اتارتا ہوں عباسؓ

حجۃ الوداع اخرجه مسلم فی حدیث
حجۃ الوداع الطویل عن جابر وفیه و
ربا الجاهلیة موضوعة واول ربا اضع
ربانا ربا عباس بن عبد المطلب فانه موضوع
کله اھ وفی فتح الباری قال ابن القیم فی
الهدی ان حجة الوداع کانت سنة عشر اتفاقا
اھ وغزوة خیبر کانت فی السابعة کما فی
زاد المعاد وفی الدر المختار لا ربا بین حربی و مسلم
مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثم خلافا
لابی یوسف والشافعی واحمد ومالک رحمہم اللہ وحکم
من اسلم فی دار الحرب ولم یهاجر کحربی فللمسلم
الربا معه خلافا لهما (ای لابی یوسف ومحمد)
وفی رد المحتار اسلما ثم ولم یهاجرا لا یتحقق
الربا بینهما ایضا کما فی النهر اھ قال المؤلف
ان اطلاق قوله صلعم ربا الجاهلیة موضوعة
یدل علی انه لا ربوا فی دار الحرب مطلقا سواء
کان بین المستامین او غیرهما فهو المعتمد و سر
جوازه فی دار الحرب بین المسلمین ثم لا یقدرون علی
ان یعاملوا بالمعاملات الشرعیة فلا بد لهم
من اعطاء الربوا والاضماق علیهم الامر ان قنعوا
بالاعطاء واجتنبوا الاخذ کان الغبن علیهم فاحشا ومعهم
وکانوا فی حرج عظیم فاقتضت الرحمة الازلیة والحکمة

عہ فی فتح القدیر ترک الاستفصال فی وقائع
الاحوال ینزل منزلة عموم الخطاب اھ
وجوزه فی الجوهر النقی ونیل الاوطار وبدایۃ
المجاهد وارشاد الفحول ۱۲ منه

بن عبد المطلب کا سود ہے سو وہ سب اتار دیا گیا اھ اور فتح الباری میں ہے
کہ ابن القیم نے ہدی میں کہا ہے کہ حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ میں ہوا تھا اور اس پر
سب کا اتفاق ہے اھ اور غزوۂ خیبر سنہ ۷ھ میں واقع ہوا تھا جیسا کہ زاد المعاد
میں ہے اور در مختار میں ہے کہ جو غیر مسلم غیر حکومت اسلامیہ میں رہتا ہو اسکے اور اس مسلمان کے درمیان
جو غیر مسلم حکومت میں امن لیکر چلا جائے سود حرام نہیں ہے اگرچہ فاسد معاملہ سے ہو یا قمار سے ہو جبکہ
خود غیر مسلم حکومت میں دیا جاوے اور یہ حکم کہ امام ابو یوسف امام شافعی امام احمد امام مالک
مخالف ہیں۔ جو وہ شخص کہ غیر مسلم حکومت میں مسلمان ہوا اور (دار الاسلام کی طرف)
ہجرت نہیں کی اس کا حکم اس غیر مسلم جیسا ہے جو غیر مسلم حکومت میں رہتا ہو پس مسلمان
کو اس کے ساتھ سودی معاملہ کرنا جائز ہے مگر امام ابو یوسف اور امام محمد اس سے
مخالف ہیں (اور وہ یہ معاملہ جائز نہیں رکھتے) اور رد المحتار میں ہے کہ غیر مسلم حکومت
میں دو شخص مسلمان ہوئے اور انھوں نے (دار الاسلام کی طرف) ہجرت نہ کی
تو ان دونوں کے درمیان بھی سود ثابت نہ ہوگا یعنی ان دونوں کو باہم سودی
معاملہ کرنا اپنے ملک میں جائز ہے) جیسا کہ نہر الفائق میں ہے اھ مولف کہتا ہے
کہ جناب رسول اللہ صلعم کا یہ فرمانا کہ جاہلیت کا سود اتار دیا گیا بغیر کسی قید کے
اطلاقی طور پر دلالت کرتا ہے کہ جہاں غیر مسلم حکومت ہو وہاں سود مطلقاً
جائز ہے خواہ ان دو شخصوں کے درمیان ہو جو کہ غیر مسلم حکومت سے امن حاصل
کرکے وہاں داخل ہوں یا ان دو شخصوں کے سوا اور لوگوں کے درمیان ہو
(پس اسی پر اعتماد واجب ہے) اور غیر مسلم حکومت میں سود کے جائز ہونے کا
راز یہ ہے کہ وہاں مسلمان معاملات شرعیہ کرنے پر قادر نہیں ہوتے پس ان کو
سود دینے سے چارہ نہیں ورنہ ان کو تنگی پیش آوے (اور تمدنی معاملات
سے عاجز ہو جاویں) اور اگر سود دینے پر قناعت کریں اور لینے سے پرہیز کریں تو
صریح خسارہ اٹھاویں اور سخت تنگی میں پڑ جاویں پس رحمت ازلیہ اور حکمت الہیہ نے
اس جامع اور کامل شرع میں (غیر مسلم حکومت میں) سود کا مطلقاً مباح ہونا چاہا
پس سمجھو اور انصاف کرو۔

فصل - یہاں پر غیر مسلم حکومت میں سود جائز ہونے پر جو اعتراض کیا گیا

ان يباح ذلك مطلقا في هذه الشريعة الحقة الكاملة فافهم وانصف۔

فصل في الجواب عما اورد على ما ذكر من جواز الربوا في دار الحرب فقال بعض الناس ان مكة قبل الفتح كانت دار الحرب فلو كان الربوا حلالا لم يمنع الاسلام من استيفاء ما وجب بهذا السبب الحلال كذمي باع خمرا ثم اسلم يجوز له قبض الثمن واللازم منتف فكذا الملزوم ومن ههنا لا نقر الذميين على الربوا بخلاف بيع الخمر والخنزير كما في الهداية لحرمة الاول في الاديان كلها بخلاف الثاني فانهم يستحلونه وانا امرنا بتركهم وما يدينون فكما انه ممنوع في حق الذميين ممنوع في حق الحربيين ايضا لان الديانات لا تتفاوت انما لا نمنع الحربيين لعدم الولاية فاذا كانا ممنوعا في حربيين انفسهم فمع المسلمين اولى كما لا يخفى اه وهذا يصلح للجواب مع كونه ضعيفا في نفسه واما ما سوى ذلك من القيل والقال في هذا الباب المذكور في كتاب القائل المذكور وفي تفسيره فلا طائل تحته وكله ضعيف جدا فلا نشتغل بالجواب عنه ولعل القائل لم يقف على ما ذكر في هذا الكتاب والا لم يجترء على ذلك الاطناب فاعلم ان قوله كذمي الخ لم يدل عليه القرآن ولا الحديث ولا القياس الصحيح ولا الاجماع فلنا ان نمنعه ولا نجوز قبض هذا الثمن الخبيث والدليل على عدم الجواز تعذا المسلم لا يقبض

ہے اس کا جواب ذکر کیا جاتا ہے بعضے لوگوں نے کہا ہے کہ مکہ فتح ہونے سے پہلے غیر مسلم حکومت کا ماتحت تھا پس اگر سود (وہاں) حلال ہوتا تو اسلام جو کچھ (سود) کہ اس جائز سبب (یعنی سودی معاملہ) کے ذریعہ سے واجب ہو چکا تھا (لیکن وصول نہ ہوا تھا) اس کے وصول کرنے سے نہ روکتا (حالانکہ چڑھا ہوا سود وصول کرنے سے ممانعت کی گئی) مثل اس غیر مسلم کے جو حکومت اسلامیہ میں اس کا ماتحت ہو کر رہتا ہو (جسے ذمی کہتے ہیں) اور اس نے شراب فروخت کی ہو پھر مسلمان ہو گیا ہو تو اس کو شراب کی قیمت وصول کرنا (اب بھی) روا ہے اور لازم منتفی ہے (یعنی اسلام نے سود منع کرنے سے روکا) پس ملزوم بھی منتفی ہوگا (یعنی سود جائز نہیں) اور اسی وجہ سے ہم ذمی لوگوں کو سودی معاملات کرنے پر برقرار نہیں رکھتے۔ بخلاف شراب اور خنزیر کی بیع کے (کہ ان کی ہم ان کو اجازت دیتے ہیں) جیسا کہ ہدایہ میں ہے بسبب سود حرام ہونے کے تمام مذاہب میں بخلاف ثانی (یعنی شراب اور خنزیر کے) کہ وہ لوگ اس کو حلال سمجھتے ہیں اور ہم ان لوگوں کو ان کے دینی امور پر چھوڑ دینے کے مامور ہیں (پس ان کو دینی امور میں مزاحمت کا ہم کو حق نہیں) سو جیسے کہ سود ذمی لوگوں کے حق میں ممنوع ہے غیر مسلم حکومت میں غیر مسلم رہنے والوں کے حق میں بھی ممنوع ہے کیونکہ دیانات میں کچھ فرق نہیں (یعنی دینی امور میں ذمی اور غیر ذمی غیر مسلم برابر ہیں) اور ہم غیر ذمی غیر مسلموں کو بوجہ ان پر تسلط نہ ہونے کے منع نہیں کر سکتے اور ذمیوں کو بوجہ ان کے ماتحت ہونے کے روکتے ہیں پس جبکہ سود غیر ذمی غیر مسلموں کے درمیان ممنوع ہوا اور ان کے اور مسلمانوں کے درمیان بطریق اولی ممنوع ہوگا جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اور یہ اعتراض کی تقریر ہے اور یہ اعتراض باوجود اس کے فی نفسہ ضعیف ہونے کے جواب دینے کے لائق ہے اور اس کے سوا اور جو کچھ اس باب میں قیل و قال قائل مذکور (یعنی معترض) کی کتاب میں (جو کہ غیر مسلم حکومت میں سود ناجائز ہونے کے باب میں لکھی ہے) اور ان کی اردو تفسیر میں مذکور ہے تو وہ بیکار ہے اور وہ سب بہت ضعیف ہے پس ہم اس کو جواب دینے میں مشغول نہیں ہوتے اور شاید کہ معترض صاحب اس مضمون پر مطلع نہیں ہوئے۔ جو کہ (ہماری) اس کتاب میں مذکور ہے ورنہ اس تطویل پر جرأت نہ کرتے (جو کہ ان کی تفسیر اور رسالہ میں ہے)

الثمن حين كونه مالاً حلالاً لانه التزم
بالاسلام ان لا يرتكب شيئاً مما منع منه فيه
وهذا القبض منه فان سببه حرام واما ما
اكتسبه الكفار في كفرهم مما لا يجوز في الاسلام
وقبضوه اقرهم الشرع عليه بعد ان اسلموا
ولم يحرمه فهو تخفيف من ارحم الراحمين لا انه
كان جائزاً لهم فما فعلوا في ذلك الوقت عفي عنه
وما بقي منه شيء لم يعف عنه بعد الاسلام وكيف
يقال يكون ذلك السبب حلالاً لهم وحراماً
للمسلمين مع انهم احباء الله وهم اعداء الله
ولا نجد شيئاً منه دل عليه دليل شرعي قوي
والكفار مخاطبون بالفروع والاصول جميعاً كما
يدل عليه الكتاب والسنة واختاره المحققون
اما قوله لم يمنع الاسلام الخ فالجواب عنه
ان الاسلام قد منع منه سداً للذريعة ولا ريب
في ان سببه كان حلالاً على ما قدمناه من
الدليل الصحيح القوي فان النهي عن الربوا كان
شديداً على الناس طبعاً فان الناس قد الفوه
في الدنيا كثيراً فناسب ان يشدد في المنع وهذا
كما نهى النبي صلعم عن ظروف الخمر حين حرمت
ثم رخص بعد ذلك وقد رواه الشيخان ولم
يكن ذلك في الربوا فان الساقط لا يعود على
انه يؤدي الى الاستهزاء بالشرع وهو منزه
عنه وهذا ظاهر جداً ولا اقل من الاحتمال
وهو يبطل الاستدلال والاعتضاد واما قوله

پس معلوم کرنا چاہیے کہ ان کا یہ قول کہ مثل اس غیر مسلم کے الخ نہ قرآن و
حدیث سے ثابت ہے اور نہ صحیح قیاس اور اجماع سے ثابت ہے پس ہم کو روا ہے
کہ ہم اس کو تسلیم کریں اور اس خبیث قیمت کا (جو کہ شراب اور خنزیر کا عوض
ہے) وصول کرنا جائز نہ رکھیں اور عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ یہ نو مسلم قیمت پر
اس کی مال حلال ہونے کے وقت قبضہ نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ اس نے اسلام لاکر
اپنے ذمہ کر لیا ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے کہ اسلام میں روکا گیا ہے اور
یہ قبضہ ناجائز اموروں میں سے ہے اس لئے کہ اس کا سبب حرام ہے اور جو کچھ کہ غیر مسلم
لوگ اپنے غیر مسلم ہونے کی حالت میں کما چکے ہوں اور وہ اسلام میں جائز نہیں ہے
اور اس پر قبضہ کر لیا ہو اور شرع نے ان کو ان کے مسلمان ہو جانے کے بعد اس پر
برقرار رکھا ہے اور اس مال کو حرام نہیں کیا تو یہ ارحم الراحمین کی طرف سے
تخفیف (و آسانی ہے) نہ یہ کہ کمائی ان کو جائز تھی پس جو کچھ انھوں نے
اس زمانہ میں کیا (یعنی مسلمان نہ ہونے کے زمانہ میں) اس سے در گذر کیا گیا اور جو کچھ
کہ اس میں سے بعد مسلمان ہو جانے کے باقی رہا اس سے در گذر نہیں کیا گیا اور اس
سبب کا حلال ہونا (جس کو معترض نے حلال کیا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے) غیر مسلموں
کو اور حرام ہونا مسلمانوں کو کس طرح کہا جا سکتا ہے باوجود اس کے کہ مسلمان خدا کے
دوست ہیں اور وہ لوگ خدا کے دشمن ہیں اور ہم کو کچھ بھی اس (باب میں) سے نہ ملیگا
جس پر شرعی قوی دلیل دلالت کرتی ہو اور غیر مسلم فروع اور اصول سب کے مخاطب
(اور مکلف) ہیں جیسا کہ اس پر قرآن و حدیث دلالت کرتے ہیں اور محققین نے
اس کو اختیار کیا ہے اور معترض کا یہ کہنا جو ہے کہ اسلام جو کچھ کہ الخ تو اس کا جواب یہ ہے
کہ اسلام نے حرام) کا ذریعہ مسدود کرنے کے لئے اس سود کو روکا ہے اور کوئی شبہ نہیں
کہ اس (سود کے حاصل کرنے) کا سبب حلال تھا اور ہم اس کی صحیح قوی دلیل پہلے
بیان کر چکے ہیں۔ لوگوں کو سود سے روکا جانا طبعاً گراں تھا کیوں کہ لوگ دنیا میں
بکثرت سود سے (مانوس و) مالوف ہیں پس مناسب ہوا کہ ممانعت میں سختی کی جاوے
یہ روکنا نبی صلعم کے شراب حرام ہونے کے وقت اس کے برتنوں کے استعمال
سے روکنے کی مثل ہے پھر بعد میں (جب کہ لوگوں پر اطمینان ہو گیا) آپنے ان برتنوں

لا نقر الخ فالجواب عنه ان قوله بحرمة
الاول غیر مسلم فان بعضهم یستحلونه ایضا
ولو سلم لم یؤثر فی حکم الشرع الحق الناسخ
لما سواه من الملل السماویة فما ظنك بالملل المخترعة
الباطلة من اصلها واما قوله انا امرنا الخ فجوابه
ان مدار الترك علی ما یصالح بیننا وبینهم
کما لا یخفی علی من اتقن الکتاب والسنة و
سیرة السلف وکل صلح احل حراما او حرم حلالا
فهو باطل واما ما رواه ابو داؤد من طریق
السدی عن ابن عباس قال صالح رسول الله
صلعم اهل نجران علی الفی حلة النصف فی صفر
والنصف فی رجب یؤدونها الی المسلمین وعاریة
ثلاثین وثلثین فرسا وثلثین بعیرا وثلثین
من کل صنف من اصناف السلاح یغزون بها
والمسلمون ضامنون لها حتی یردوها علیهم ان کان
بالیمن کید ذات غدر علی ان لا تهدم لهم بیعة ولا یخرج
لهم قس ولا یفتنوا عن دینهم ما لم یحدثوا حدثا او یاکلوا
الربا قال السدی فقد اکلوا الربا اھ وسکت عنه ابو داؤد
فهو صالح للاحتجاج عنده وتکلم فیه المنذری
حیث قال وفی سماع السدی من عبد الله بن
عباس نظر وانما قیل انه رآه اھ وقال القاضی
الشوکانی هذا المال الذی وقعت علیه
المصالحة هو فی الحقیقة جزیة ولکن ما کان ماخوذا
علی هذه الصفة یختص بذوی الشوکة فیؤخذ
ذلك المقدار من اموالهم ولا یضرب به الامام

کے استعمال کی اجازت دیدی تھی اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور
سود میں یہ ممکن نہ تھا (کہ اول چڑھا ہوا سود وصول کرنے سے روک دیا جاتا
پھر اس کو وصول کرنے کی اجازت دیدی جاتی (اس لئے کہ ساقط واپس
نہیں ہوا کرتا (جب چڑھا ہوا سود ساقط کر دیا گیا اور قرضداروں کو اس
سے بری کر دیا گیا تو پھر اُن سے نہیں لیا جا سکتا) علاوہ بریں یہ فعل شریعت
کے ساتھ استہزار کی طرف مفضی ہے اور شریعت اس سے منزہ ہے اور یہ بیت
ظاہر ہے اور احتمال سے کم (درجہ) نہیں (یعنی میں نے چڑھا ہوا سود وصول نہ
کرنے کی جو وجہ ذکر کی ہے وہ محتمل ضرور ہے) اور احتمال استدلال کو اور تقویت کو
باطل کرتا ہے پس معترض کی نہ دلیل صحیح ہو سکتی ہے نہ ان کے دعوے کی تائید ہو سکتی ہے اور ان کا
یہ کہنا جو ہے کہ برقرار الخ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا قول سبب سے کے حرام ہونے کے الخ مسلم نہیں کیونکہ ایسے
بعضے غیر مسلم اس کو حلال بھی کہتے ہیں اور اگر تسلیم بھی کر لیا جاوے تو شرع کے حکم میں موثر
نہیں ہو سکتا جو کہ حق ہے اور ناسخ ہے تمام مذاہب آسمانی کا پس تمہارا مذاہب مخترعہ
کی نسبت جو کہ اصل سے باطل ہیں کیا خیال ہے (یعنی جب توریت و انجیل وغیرہما کو
احکام شریعت محمدیہ نے منسوخ کر دیا تو جو مذاہب کہ آسمانی نہیں ہیں محض من گھڑت ہیں
ان میں کسی چیز کا حرام یا حلال ہونا شرعی احکام کیا ڈال سکتا ہے) اور معترض کا یہ
کہنا اور ہم ان لوگوں الخ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ذمیوں کو جن امور پر برقرار رکھتے
ہیں ان کا مدار مصالحت پر ہے کہ جو امور مصالحت کے وقت باہم دونوں فریق میں قرار پا جاویں
ان کی رعایت کی جاوے گی جیسا کہ اس شخص پر پوشیدہ نہیں ہے جس نے کتاب سنت و سیرت سلف کا
پختہ طور پر علم کیا ہے اور ہر صلح کہ حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام کرے تو وہ باطل ہے اور ابوداؤد
نے سُدی کی سند سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس سے جو روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ
صلعم نے نجران کے (جو کہ یمن کا شہر ہے) رہنے والوں سے دو ہزار جوڑے حلے کی (جوڑے دو
دو چادریں یعنی تہبند و چادر ہیں) نصف ماہ صفر میں اور نصف رجب میں مسلمانوں کو پہنچا
اور نیز اس پر کہ تیس زرہ اور تیس گھوڑے اور تیس اونٹ اور تیس تیس ہر قسم کے ہتھیار مستعار
دیں تاکہ مسلمان ان ہتھیاروں سے جہاد کریں اور مسلمان ان اشیاء کے ضامن ہیں یہاں تک
کہ ان کو ان لوگوں کو واپس کر دیں اگر یمن میں غدر کی لڑائی ہو یعنی اگر یمن والے مسلمانوں

علیٰ رؤسہم اھ ویؤیدہ ما رواہ ابن ابی
شیبۃ باب فی مصنفہ فی ذکر اہل نجران حدثنا
عفان ثنا عبد الواحد بن زیاد ثنا مجالد بن
سعید عن الشعبی قال کتب رسول اللہ صلعم
الی اہل نجران وھم نصاریٰ ان من بایع منکم
بالربا فلا ذمۃ لہ اھ اسنادہ مقارب مرسل
وقد تایدّ بالذی قبلہ فلا دلیل فیہ علی
قول ذلک القائل لحرمۃ الاول الخ فقد قال
الامام ابو عبید فی کتاب الاموال وانما غلظ
علیہم اکل الربا دون غیرہ من المعاصی مع
انہم یمکنون مما ھو اعظم منہ کالشرک
شرب الخمر واکل الخنزیر وغیر ذلک لان فی منعہم
منہ کف المسلمین عن اکل الربوا ولا المسلمون
لکانوا فی الربا کسائر ما ھم فیہ من المعاصی واللہ
اعلم انتہی کلامہ ثم اعلم ان بلاد الھند ونحوھا
لاریب فی کونہا دار الحرب عند المحققین وقد افتی
بہ العلامۃ المحدث الدہلوی مولٰنا عبد العزیز
والعلامۃ المولوی مولٰنا رشید احمد الجنجوھی
رضی اللہ تعالیٰ عنہما وارضاہما۔
(تنبیہ) اعلم ان الامر لما تحقق فلا معنی
للاحتیاط والورع فی ترک الربا وانما الورع
حیث اشتبہ الامر ولم یتمیز الحلال من الحرام
ومثل ھذا الورع ینبغی ان یسمی توہما وھو مذموم
شرعا فلا ینبغی ان یترک المال الحاصل بالربا
المباح اتباعا للتوہم فانہ کفران النعمۃ ونعم
المال الصالح للرجل الصالح ولا سیما فی ھذا

سے عذر کریں تو مسلمانوں کو ان سے جہاد کرنے کے لئے نجران والوں پر ہتھیار دینا لازم
ہو مگر لڑائی کی قید صرف ہتھیاروں کے لئے ہے) اس شرط پر کہ ان کی عبادت گاہ نہ گرائی
جاوے اور نہ ان کا عالم نکالا جائے اور نہ وہ اپنے دین سے ہٹائے جاویں جب تک کہ کوئی
نئی بات خلاف معاہدہ کریں یا سود کھاویں سدی نے کہا کہ ان لوگوں نے سود کھایا اھ اس حدیث سے ابو داؤد
نے سکوت کیا ہے پس وہ ان کے نزدیک احتجاج کے لائق ہے اور منذری نے اس میں کلام کیا ہے
کہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے سدی کے سننے میں اعتراض ہے (یعنی محدثین کے نزدیک
سدی نے حضرت عباس سے کوئی حدیث نہیں سنی) اور سوا اس کے نہیں کہ کہا گیا ہے
کہ سدی نے حضرت ممدوح کو دیکھا ہے اھ پس اس بنا پر اس کی سند منقطع ہے قاضی شوکانی
نے کہا ہے کہ یہ مال جس پر مصالحت ہوئی حقیقت میں جزیہ ہے (جو کہ ایک قسم کا محصول ہے اور سلطنت اسلامیہ
میں غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے) لیکن جو مال اس طریق سے لیا جاتا ہے وہ ذی شوکت ذمیوں کے ساتھ
مخصوص ہے پس ان کے مال میں سے یہ مقدار لی جاتی ہے اور بادشاہ اس کو ان کے آدمیوں پر مقرر نہیں کرتا
اھ اور اس حدیث کی تائید ابن ابی شیبہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ شعبی تابعی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلعم نے نجران والوں کو لکھا اور وہ نصاریٰ تھے کہ تم میں سے جو کوئی سودی بیع کریگا تو اس کا
(عقد) ذمہ (باقی نہ رہیگا) اھ اور اس کی سند مقارب یعنی حسن سند کے قریب اور مرسل ہے اور اس کی
تائید پہلی حدیث سے ہوتی ہے (جو بعض ایک دوسرے کو قوت دیتی ہے) تو اس حدیث میں معترض کے اس قول کی
کہ سبب ذکر حرام ہونے الخ کی دلیل نہیں ہے کیوں کہ امام ابو عبید نے کتاب الاموال میں کہا ہے کہ رسول اللہ
صلعم نے ان لوگوں پر صرف سودخواری کے باب میں سختی فرمائی (کہ سودخواری پر ان کا عہد
ذمہ باقی نہ رہنے کا حکم دیا) نہ کہ اس کے سوا اور گناہوں پر باوجود اس کے کہ وہ قدرت رکھتے
ہیں اس امر کی کہ سودخواری سے بڑھ کر ہے جیسے کہ شرک اور شراب خوری اور خنزیر کھانا اور اس کے
(اور ایسے ہی دیگر امور) اس وجہ سے کہ ان ذمیوں کو سود سے روکنے میں مسلمانوں کا سودخواری سے روکنا
مقصود ہے اور اگر مسلمان نہ ہوتے تو ذمی لوگ سود کے باب میں مثل باقی گناہوں کے ہوتے اھ
موصوف کا کلام تمام ہوا پھر جاننا چاہئے کہ ہندی شہر (یعنی تمام ہندوستان) اور انکی مثل (جو دیگر مقامات ہیں
ان کے ماتحت غیر مسلم حکومت ہونے میں اسی طریق پر جیسا کہ علت ربا کی شرط ہے یعنی ایسا غلبہ غیر مسلم کا
کہ وہ احکام اسلامیہ کے روکنے پر پوری قادر ہو) محققین کے نزدیک کوئی شبہ نہیں ہے اور یہی
فتویٰ ہے حضرت مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی اور مولانا حافظ شاہ رشید احمد گنگوہی قدس سرہما
(تنبیہ) جاننا چاہئے کہ حکم جب تحقیق ہو چکا تو سود چھوڑنے میں احتیاط اور پرہیزگاری کا کوئی معنی نہیں

قواعد انجمن فلاح المسلمین

مسلمانوں کی مالی اصلاح کے لئے ضرورت ہے کہ ہر مقام پر مندرجہ بالا نام کی ایک انجمن قائم کی جاسے ذیل میں بطور نمونہ کے چند قواعد درج کئے جاتے ہیں اُمید کہ اس نمونہ پر انجمنیں قائم کرکے مقامی ضروریات کے مطابق قواعد بنالئے جائینگے اور جہاں کوئی انجمن پہلے سے موجود ہو وہ بھی مسلمانوں کی مالی بہبودی کے کام کو اپنے قواعد میں داخل کریگی اور اپنی کارروائی سے اڈیٹر سود مند کو وقتاً فوقتاً مطلع کرتی رہیگی - جدید انجمنیں قائم ہونیکی خبریں رسالہ **سود مند** میں شایع کی جائیں گی -

مجوزہ قواعد یہ ہیں :-

(۱) فلاح المسلمین کے مقاصد وہی ہوں گے جو صفحہ اول پر پہلی تین دفعات میں درج ہیں -

(۲) ممبروں کے ذاتی فرائض حسب ذیل ہوں گے -

(الف) اپنی آمدنی کا کم سے کم دسواں حصہ کسی بنک یا ڈاکخانہ یا کسی محفوظ مقام میں جمع کرنا -

(ب) اپنی زندگی کا بیمہ کرانا تاکہ پس ماندگان کسی کے دست نگر نہ ہوں اور ہر بچہ کا تعلیمی بیمہ کرانا تاکہ اس کی تعلیم بے کھٹکے ہر حالت میں جاری رہ سکے -

(ج) اپنے بچوں کو ابتدا سے روپیہ بچانے اور بڑھانے کی تربیت دینا -

(د) خود نہایت سادہ زندگی بسر کرنا اور شادی غمی کے مسرفانہ اخراجات سے بچنا -

(۳) ممبروں کے ملی فرائض حسب ذیل ہوں گے -

(الف) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر روپیہ کا کاروبار کریں اور مسلمان دکانداروں اور کاریگروں کو معین اور غیر معین منافع پر روپیہ دے کر انہیں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے آزاد کرائیں -

(ب) مسلمانوں میں انجمن ہائے امداد باہمی اور مشترک سرمایہ کی کمپنیاں قائم کرنا

(ج) مسئلہ سود کے اصلی معنوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا اور اس مضمون کی کتابیں مسلمانوں میں اور ان کے مضامین مع فوائد مسلمانوں کو پڑھ کر سنانا -

مسلمانوں کی مالی حالت کا آئینہ!

اسلامی انجمنوں اور مسلم ہمدردوں کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنے اپنے مقامات میں مسلمانوں کی مالی حالت کی نسبت تحقیق کریں اور اس سے ازراہ کرم ہمیں اطلاع دیتے رہیں تاکہ وہ حالات یا اُن کا خلاصہ مسلمانوں کی اطلاع کے لئے رسالہ سودمند میں شایع کیا جایا کرے۔ مالی حالت کی تفتیش میں حسب ذیل سوالات سے مدد ملیگی۔

(۱) آپ کے قصبہ یا شہر یا ضلع میں جہاں کا حال آپ کو لکھنا ہے دیگر اقوام کے مقابلہ مسلمانوں کی نسبتی تعداد کیا ہے۔

(۲) بمقابلہ گزشتہ بیس سالوں کے مسلمانوں کی زمینداریاں اور جائدادیں اب بڑھ رہی ہیں یا گھٹ رہی ہیں۔

(۳) صنعت و حرفت اور تجارت میں مسلمانوں کی نسبتی حالت اندازاً کیا ہے۔ آیا کسی خاص قسم کی تجارت و صنعت مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔

(۴) مسلمان کاریگر، کاشتکار اور دوکاندار بالعموم کس قوم کے لوگوں سے قرض لے کر اپنا کاروبار کرتے ہیں۔

(۵) مسلمان پیشہ ور بالعموم کفایت شعار اور خوش چلن ہیں یا مسرف اور بدچلن۔

(۶) مسلمانوں کو قرضداری کے چکر سے نکالنے اور اُن کا کاروبار درست کرنے کے لئے آیا آپ کے یہاں انجمن ہائے امداد باہمی یا مشترک سرمایہ کی کمپنیاں ہیں یا نہیں۔

(۷) شادی اور غمی کی تقریبات میں آپ کے ہاں برباد کن مراسم کیا کیا ہیں اور اُن کے بند کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔

(۸) آپ کے ہاں مسلمانوں کی تعلیمی حالت کیسی ہے۔ کوئی قومی مدارس یا انجمنیں ہیں کہ نہیں۔

(۹) آپ کے نواح میں برادران وطن اپنی بچت کے لئے کفایت شعاری کے کیا طریقے استعمال کرتے ہیں۔

(۱۰) آپ کے نزدیک مسلمانوں کی مالی حالت کی درستی کے لئے کیا طریقے ہوسکتے ہیں۔

(التماس) جو اصحاب یا انجمنیں یہ حالات جمع کرکے مہربانی سے ہماری پاس بھیجیں وہ اُن کی نقل اپنے پاس بھی محفوظ رکھیں اور سال بہ سال اس کا مقابلہ مسلمانوں کی حالت سے کرتے رہیں۔

خاکسار

اڈیٹر سودمند

مقاصد

(۱) افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو برباد کن اور حرام ہے مٹا دے

(۳) فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا۔ اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

(۴) مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار اور تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(۵) مسلمانوں کی صحت جسمانی۔ ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا۔

باہتمام محمد مقتدیٰ خان شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طبع ہوا ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء

قواعد خریداری سود مند

۱ - سود مند کی سالانہ قیمت دو روپیہ ہے وہ بالعموم ہر مہینے کے پہلے ہفتہ میں شایع ہوتا ہے۔ اس لئے پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۱۰ تاریخ تک آجانی چاہیئے اُس کے بعد فی نمبر ۳ روپئے جائیں گے -

۲ - رسالہ کی قیمت بذریعہ منی آڈر یا بصیغہ وی پی منیجر سود مند بدایوں کے پاس بھیجدی جائے -

۳ - تین مہینہ سے کم کے لئے پتہ تبدیل نہ کیا جائیگا اس کے لئے ڈاک خانہ میں انتظام کیا جائے -

۴ - نمونہ کا پرچہ بلا قیمت روانہ کیا جائے گا لیکن خریداری پر مدت خریداری اسی نمبر سے شمار کی جائے گی۔

۵ - خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا جائے ورنہ تاخیر جواب کا عذر نا مسموع ہوگا -

۶ - اطلاع خریداری کے ساتھ یہ ضرور لکھا جائے کہ پچھلے نمبر بھی بھیجے جائیں یا نہیں جن کی ابتدا جون ۲۵ء سے ہوتی ہے -

۷ - جو صاحب ایک سال کے لئے پانچ خریدار یا دس روپیہ کی اجرت کا اشتہار بہم پہونچائینگے وہ (بشرطیکہ سوداگر نہوں) ایک سال کے لئے بلا ادائے قیمت سود مند کے خریدار تصور ہوں گے لیکن اشتہار فرضی دعووں کا حامل اور فحش نہ ہو

۸ - ارسال وی پی کے لئے دیگر حضرات کے اسمائے گرامی بھیجنے سے قبل باقاعدہ استمزاج و کافی اطمینان کرلینا ضروری ہے کیونکہ بغیر استمزاج کے اکثر وی پی واپس آ جاتے ہیں

۹ - جو صاحب آدہ آنہ کے ٹکٹ کی جگہہ جوابی کارڈ بھیجدیتے ہیں وہ اکثر دفتر میں نہیں پہونچتا - اس لئے ٹکٹ کی جگہہ جوابی کارڈ بھیجا جائے -

مطالعہ سود مند

کو مکمل بنانے کے لئے حسب ذیل رسائل دفتر سود مند سے ضرور منگوائیے -

رسالہ جواز سود معہ فتاویٰ

جس میں مختلف طور پر سود کی حقیقت ربا اور سود کا فرق اور تجارتی سود کے جواز کی صورتیں معہ علماء کرام کے فتووں کے پیش کی گئی ہیں اور کفایت شعاری اور روپیہ جمع کرنے کے طریقے سمجھائے گئے ہیں۔ ایک نسخہ آدہ آنہ کا ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے۔ ایک سو زیادہ جلدوں کی قیمت فی جلد ایک آنہ اور سو جلدوں کی قیمت پانچ روپیہ

رسالہ مالی اصلاح

جس میں روپیہ بچانے اسکو جمع کرنے اور بڑہانے کے متعلق طریقے مفصل طور پر بتائے گئے ہیں قیمت رسالہ جواز سود کی قیمت کے مطابق ہے

المشــــــــــــــــــــــــــــــــــتہر

منیجر رسالہ سود مند بدایوں

سود مند

جلد (۲) — نمبر (۵)

یکم مئی سنہ ۱۹۲۶ء

چندہ سالانہ (عما) — قیمت فی پرچہ (۳ر)

فہرست مضامین

مقاصد

۱ - افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس اور گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

۲ - مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور بینکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام طور پر سود کم ہو کر ملک سے ربا کو جو برباد کن اور حرام ہے مٹائے۔

۳ - فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

۴ - مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات مہیا کرنا اور مختلف کاروبار اور تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

۵ - مسلمانوں کی صحت جسمانی، ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا۔

ہم تو اُس بات کے قایل ہیں جو از خود ہو جائے

(از محمد قمر الحسن صاحب قمر بدایونی)

کوئی کہتا ہے کہ سوراج ملے راج ملے   تخت پھر قبضۂ قدرت میں ہو پھر تاج ملے
کوئی کہتا ہے تموّل کی وہ معراج ملے   قوم بھر میں کوئی ڈھونڈھے سے نہ محتاج ملے
کوئی کہتا ہے کہ ہو صنعت و حرفت میں کمال
کوئی کہتا ہے کہ حاصل ہو تجارت میں کمال

کوئی کہتا ہے کہ فیشن میں ترقی ہو جائے   کوئی کہتا ہے کہ ہر چیز بدیشی ہو جائے
کوئی کہتا ہے کہ ہر شودھر کی شدھی ہو جائے   کوئی تعلیم کو کہتا ہے کہ جبری ہو جائے
کوئی کہتا ہے کہ مسجد کو شوالا کر لیں
کوئی کہتا ہے کسی طرح کلیسا کر لیں

کوئی کہتا ہے کہ تعلیم ہو اپنے بس میں   کوئی کہتا ہے کہ تنظیم ہو اب آپس میں
کوئی کہتا ہے بدل جائیں پرانی رسمیں   ہیں کہیں عہد کہیں قول کہیں ہیں قسمیں
کوئی کہتا ہے کہ مذہب نہ رہے قوم رہے
کوئی کہتا ہے ہمیں کوئی رعایا نہ کہے

کوئی کہتا ہے کہ ہو ایک ہی مذہب سب کا   کوئی کہتا ہے کہ ہر کام ہو میرے ڈھب کا
کوئی مشتاق طلب کا ہے کوئی مطلب کا   ہے خطابوں کو لیے شوق اُسی منصب کا
کوئی کہتا ہے کہ تحقیق ہو سیاروں کی
کہیں پرواز کی دھن ہے کہیں طیاروں کی

ہم یہ کہتے ہیں کہ بیکار ہے کوشش کا خیال   فکر کر دیتی ہے انسان کا جینا جنجال
محنتیں کون کرے کون ہو دانستہ نڈھال   آدمی وہ ہے جو ہر غم سے رہے فارغ بال
خور بے سود ہے تدبیر کی حاجت کیا ہے
ہاتھ پایا تو ہلانے کی ضرورت کیا ہے

کیا ہو یا کیا نہ ہو بے فائدہ یہ رونا ہے   کام کی بات فقط عیش ہے یا سوتا ہے

بس میں انسان کے پانا ہے نہ کچھ کھونا ہے — بے کئے آپ ہی ہو جائے گا جو ہونا ہے

ہاتھ کچھ لگے ہمارے کہ ہمارا کھو جائے

ہم تو اس بات کے قائل ہیں جو از خود ہو جائے

ہم رقم اس کو سمجھتے ہیں جو یوں ہاتھ آئے — جس جگہ گھر میں خزانہ ہو زمیں پھٹ جائے

سلطنت بھی ہمیں اس طرح خدا دلوائے — یعنی گھر بیٹھے ہوئے تاج فرشتہ لائے

فرض ہم کو جو بتائے وہ ادا خود کر دے

کام وہ چاہتے ہیں جس کو خدا خود کر دے

کرنے دھرنے سے ہو جو کام خدا اس سے بچائے — جس میں کوشش کی ضرورت ہو وہ دن پیش نہ آئے

وہی رستہ بھی چلے خود جو ہمیں راہ بتائے — جو کہے ہاتھ ہلانے کو وہی ہاتھ ہلائے

مسئلہ کوئی بھی حل ہم سے نہیں ہو سکتا

علم بھی ہو تو عمل ہم سے نہیں ہو سکتا

وہ گئے دن کہ ہمیں ہم تھے زمانہ بھر میں — دھن تھی سودائے ترقی کی ہماری سر میں

فکر بہبود سے اب کون رہے چکر میں — دل میں ارمان ہوں کیا دل ہی نہیں ہے بر میں

اب تو دنیا میں فقط نام کے انسان ہیں ہم

جن سے کچھ ہو نہیں سکتا وہ مسلمان ہیں ہم

روپیہ جمع کرنے والی مشین

نیو یارک (امریکہ) کے ایک کارخانہ دار نے اپنے ملازمین کا روپیہ جمع کرنے کی آسانی و سہولت کے لئے ایک مشین ایجاد کی ہے۔ جو شخص روپیہ جمع کرانا چاہتا ہے وہ روپیہ کی رقم کو ایک تھیلی یا لفافہ میں ڈال کر اس مشین میں ڈال دیتا ہے۔ مشین اس رقم کو لے کر رسید دے دیتی ہے۔ روپیہ جمع کرنے والا رسید لے کر بنک میں جاتا ہے اور اس کو بنک کی کتاب مل جاتی ہے۔ اگر عام طور پر اس مشین کا رواج ہو گیا تو روپیہ جمع کرنے والے بہت سے جھنجھٹوں سے بچ جائیں گے۔ وقت کی بچت ہو گی اور اس کے ساتھ ہی بنک کے کارکنوں کی خوشامد کرنے کی ذلت بھی نہ اٹھانی پڑے گی۔

غریبوں کو خوش خبری

(ذیل میں چند کروڑ پتی لوگوں کے ابتدائی حالات درج کیے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ یہ لوگ ابتدا میں غریب تھے۔ اور کفایت شعاری اور محنت سے اس درجہ پر پہونچے)

مسٹر جان۔ڈی راک فلر مسٹر جان ڈی راک فلر دنیا کا سب سے زیادہ دولت مند شخص ہے۔ ۲۰ سال پیشتر اس کا ذریعہ معاش کاشتکاری تھا وہ امریکہ کے دیہات میں خود ہل چلاتا تھا۔ اس کا باپ بھی کسان تھا۔ ۱۶ سال کی عمر میں مسٹر راک فلر نے ہل چھوڑ کر قلم سے کام لینا شروع کیا۔ اس نے تجارت شروع کی، اور ایک ہی سودے میں اس کو ماصہ ۵ کا نفع مل گیا۔

مسٹر کارینگی ۱۸۴۸ء میں مشہور کروڑ پتی مسٹر کارنیگی ۲ روپیہ مزدوری پاتا تھا اور اس قلیل اجرت پر وہ صبح سے شام تک کام کیا کرتا تھا۔

مسٹر چارلس اے سیل مسٹر سیل کی عمر اب ۴۰ سال کی ہے اور آج کل اس کی سالانہ آمدنی ۴۰ لاکھ روپیہ ہے یہ خوش نصیب شخص اپنے بچپن میں گاڑی بان تھا۔

مسٹر ڈبلو ایس۔ اسٹرٹین مسٹر اسٹرٹین شاہ طلا کے نام سے موسوم ہے بچپن میں وہ ایک بڑھئی کے یہاں نوکر تھا۔ اس کے بعد اس نے کلرکی اختیار کی اور پھر چھوٹی چھوٹی چیزوں کی تجارت کی اور بالآخر اس نے ایک سونے کی کان کا جو اسی نے دریافت کی تھی۔ ٹھیکہ لیا جس سے اس کی آمدنی تین لاکھ روپیہ ماہوار کی ہوگئی اور اب تو اس کی آمدنی اس سے کہیں زیادہ ہے۔

مسٹر جارز۔ جے ہل مسٹر جارز ہل ایک غریب بیوہ کا لڑکا ہے۔ اول وہ کلرک تھا پھر لکڑیاں ڈھونے کی مزدوری کرنے لگا اور اپنے سر پر لکڑیاں لاد کر جہاز تک پہونچایا کرتا تھا اب وہ کروڑ پتی ہے۔

مسٹر سی۔ بی رونس مسٹر رونس جو اب کروڑ پتی ہے بچپن میں ایک گودام میں قلی کا کام کرتا تھا اور اس کو تین روپیہ دو آنہ فی ہفتہ یعنی بارہ روپیہ آٹھ آنہ ماہوار اس کا معاوضہ تھا

مسٹر جیمس ڈایل مسٹر جیمس ڈایل پورٹ لینڈ کی سونے کی کان کا مالک ہے جس کی یکمشت قیمت پندرہ کروڑ روپیہ مل رہی ہے مگر وہ اس کے فروخت کرنے پر راضی نہیں ہے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کے پاس کس قدر وافر دولت ہے۔ اس شخص نے ابتدا میں ایک عطار کی دکان پر کلرکی کی ہے

اس کے بعد اس نے سونے کی کان کے لئے تقدیر آزمائی کی اور کامیاب ہوگیا۔

سر جیمس لپٹن لپٹن کا نام ساری دنیا میں مشہور ہے۔ نوعمری میں وہ گلاسگو کے ایک اسٹیشنری فروش کے یہاں ملازم ہوا تھا پھر وہ امریکہ چلا گیا اور کئی سال محنت شاقہ کرکے اس نے پندرہ سو روپیہ بچالیا اور پھر وہ اپنے وطن کو واپس آگیا۔ آج کل وہ دنیا بھر میں سب سے بڑا دوکاندار ہے اور اس کے پاس کروڑہا روپیہ موجود ہے۔ شہنشاہ معظم نے سر کا خطاب دے کر اس کی عزت افزائی فرمائی ہے۔ یہ شخص ساری دنیا میں اپنی چائے کی تجارت کے باعث مشہور ہے۔

جزائر برطانیہ میں چھوٹے سرمایہ دار اور

اس سے ایک سبق

مسٹر رنسی مین نے اپنے خطبۂ صدارت میں بیان کیا کہ برطانیہ میں اس وقت ایک کروڑ ساٹھ لاکھ سرمایہ دار ہیں جن کا سرمایہ دو ارب پونڈ یا تیس ارب روپیہ ہے۔

عوام الناس اور متوسط الحال لوگوں کا یہ سرمایہ ڈاک خانہ کے سیونگ بنک میں۔ قومی کفایت شعاری کے سرٹیفکیٹوں میں۔ گورنمنٹ کی جائدادمیں۔ بیمہ کی کمپنیوں اور مختلف قسم کی انجمنوں میں لگا ہوا ہے۔ کسی ملک کی مضبوطی اس امر پر منحصر نہیں ہے کہ اس میں بڑے بڑے سرمایہ دار ہوں بلکہ تمام تر دارومدار اس پر ہے کہ ادنی طبقہ کے لوگ روپیہ والے ہیں جیسا کہ یورپین ممالک میں ہے۔

پس ناظرین سودمند کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنا مشن یہ قرار دیں کہ ہر ادنی سے ادنی شخص کو اس امر پر متوجہ کریں کہ وہ چار آنہ سہی لیکن جس قدر جلد ممکن ہو پس انداز کرکے ڈاک خانوں۔ کیش سرٹیفکٹوں۔ بیمہ کمپنیوں اور ملک کے نفع آور کاموں میں لگا کر سرمایہ داری کی طرف قدم اٹھائیں اور اس طرح اپنے ملک کو افلاس۔ قحط اور بیماری سے محفوظ کریں۔

مسلمانوں کی مالی اصلاح

روپیہ کو پس انداز کرنے اور اس کو بڑھانے کے طریقے سکھانے والی کتاب آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیج کر مفت منگائیے۔ ایک سے زیادہ کی قیمت فی کتاب ایک آنہ فی سینکڑہ پانچ روپیہ۔ ملنے کا پتہ **مینیجر سودمند علیگڑھ**

مفلسی

(از زمان صاحب مولوی سید احمد مولف فرہنگ آصفیہ)

(یہ مضمون بوجہ موثر ہونے کے ایک ریڈر سے نقل کیا گیا۔ اڈیٹر)

الٰہی تو سب کچھ دے مگر مفلسی نہ دے۔ بیماری ہوگی اُسے بھگت لیں گے بے علمی ہوگی اُسے سمجھ لیں گے، کمزوری بھی اٹھا سکتے ہیں، تلواریں بھی کھا سکتے ہیں پر ایک تنگ دستی نہیں اٹھا سکتے۔ یہ کل موئی جس گھر میں جاتی ہے سو سو روپ لاتی ہے۔ بھوکا یہ سلائے، پیاسا یہ پھڑکائے۔ معصوم بچوں پر یہ ترس نہ کھائے بڑھے آپاہجوں پر رحم اسے نہ آئے۔ جی کو یہ جلائے۔ جان کو یہ گھلائے۔ جیتے جی یہ مارے۔ زبردستی ہری یہ بلوائے۔ بھلے چنگے کو بیمار یہ ڈالے۔ شاہ کو چور یہ بنائے۔ حکمت میں لقمان ہو اور گرہ میں کچھ نہ ہو تو کوئی منہ نہیں لگاتا مرتبہ میں ولی ہو اور کچھ فیض نہ پہونچائے تو کوئی اس کے پاس نہیں پھٹکتا۔ الٰہی افلاس کس بلا کا جادو ہے کہ جہاں اذان دینے میں ادھر دھیان جا پڑا اور موذن غوطے کھانے لگا، قرآن پڑھنے میں ادھر خیال گیا اور متشابہ نے اپنا رنگ جمایا۔ نہ تو نماز ہی میں دل لگتا ہے اور نہ خدا ہی یاد آتا ہے پیٹ میں پڑے تو سب کچھ سوجھتا ہے مفلسی میں اگر ہنرمند کے پاس دام نہ ہوں تو اوزار کہاں سے خریدے، کس سے قرض ادھار لائے، مفلس اگر بے غرضانہ سلام بھی کرے گا تو اس کے سلام کو سلام روستائی سمجھا جائیگا اور جو کسی بات کی سچی تعریف بھی کرے گا تو اُسے خوشامدی جانیں گے۔ اگر کوئی کتاب بنائے گا تو وہ مقبول عام نہ ہوگی۔ اگر مفلس کسی تقریب میں جائے گا اور وہاں شیرینی بٹتی ہوگی تو سب کو اگر چار ڈلیاں ملیں گی تو اسے دو ہی ملیں گی وہ بھی ناک بھوں چڑھا کر۔ بے حیا یہ کہلوائے۔ بے شرم یہ بنوائے۔ جس کا کوئی مرجاتا ہے اس کے یہاں نہایت درجہ تین دن تک ماتم رہتا ہے۔ مگر مفلس کا گھر سدا ماتم کدہ اور ماہ محرم بنا رہتا ہے۔ دولت مند سے کوئی قصور ہوجائے تو سب چھپا ڈالیں مفلس سے خطا ہوجائے تو بانس پر چڑھا دیں مفلس کا مردہ بھی خراب اور اس کی زندگی بھی خراب بھلا جب جیتے جی کوئی پوچھتا نہیں تو پھر مردہ کو کب پوچھے گا اس کا جنازہ بھی اٹھائیں تو اس لحاظ سے کہ کہیں ہمارا محلہ نہ سڑ جائے یا بیماری نہ پھیلے یا کسی کو بھوت بن کر نہ چمٹے جی جاہا تو ستر ماشری کچھ کفن بھی دیا ورنہ یوں ہی دبا دیا۔ دنیا میں بھی مٹی خراب اور آخرت میں بھی عذاب ہے پیٹ بھرتا تو عبادت کرتا ثواب کماتا وہاں کے عذاب سے بچتا۔ اب کیا کرے جیسی پڑی ویسی بھرے ہائے ہائے مفلس! اگر بیوی ہے تو گہنے پاتے کو ترستی ہے چوڑی مہندی کو پھڑکتی ہے سہاگن ہے مگر بیوہ سے زیادہ۔ بیوی تو بیوی میاں کے کپڑے دیکھو گے تو بنئے

کے توشہ خانہ میں نظر آئیں گے۔ روپی سود کے بدلے پڑا ہوگا کوئی مول میں دھرا ہوگا اگر گھر کا مکان ہو تو مفلسی اس کی کڑیاں کھوا رہی ہے کواڑ اکھڑوا رہی ہے یا زنجیر سے چنے خریدے جاتے ہیں قلابے دوسرے دن کے لئے بکے چلتے ہیں اور اگر چھپر ہے تو بانس کباڑے کی دوکان پر پہونچے پھونس جلانے کے کام آیا یا بھٹیارے کے ہاتھ بیچا گیا جب کاٹ کباڑ ہو چکا تو اینٹوں کی نوبت آئی جو پہلے مکان کہلاتا تھا اب کھنڈر کہلانے لگا۔ چوڑے میں کھڑے رہ گئے رات کو اوس کھائی تو دن کو دھوپ نے گرمائی دکھائی مینہ برسا تو بندر کی طرح بھیگا کئے یا جاڑا پڑا تو اکڑ سے گئے آندھی آئی تو خاک میں اٹے اولے پڑے تو سر پیٹے مفلسی کیا آئی قیامت آگئی۔

اور خدا نے جو برخوار بھی دیا تو وہ مثل مشہور ہے کہ مفلسی میں آٹا گیلا اور مستی میں برخورداری اور ایسی میں اس کو بیاہ رچانے کی بھی دل میں آگئی تو اس کمبخت کی اور بھی چڑھ بنی۔ طرح طرح کی رسوائی دکھائی۔ کیسا باجا کیسا گاجا کیسی روشنی۔ کیسے براتی کیسا جوڑا۔ ماں باپ براتی تو مال سمدھن ہے برات چڑھی تو اس دھوم سے اور بیاہ کرنے چلے تو اس خواری سے کہ شہد سے تھپڑی بیٹ رہے ہیں۔ بھات سوم کا گڈا بنا رہے ہیں گھر میں آئے تو چولھے آگ نہ گھڑے پانی غرض اس مفلسی کے سبب بیٹی یوں پروان چڑھی بیاہ یوں بیاہا گیا آدمی کیسا ہی عقل مند ہو مگر مفلسی اس کو بیوقوف بنائے بغیر نہیں چھوڑتی۔

بیچارے مفلس کے ناخون دیکھو تو کدالیں سی نکل رہی ہیں۔ مونچھوں پر نظر ڈالو تو منہ میں جا رہی ہیں یا ریچھ کے سے بال بڑھ رہے ہیں ساری قیدیوں کی سی شکل بن گئی ہے لوگ اس سے بھاگتے ہیں وہ لوگوں سے شرماتا ہے ٹوٹی جوتی تو پھٹا انگرکھا ہے ٹوپی کا چندوہ ہے تو گرداندار اور گردہ ہے تو چندوہ غائب۔ دولت مندی کے زمانہ میں تو شریفوں کے شریف تھے اب سو کمینوں سے ایک کمینے ہیں تعظیم و تکریم تو درکنار اب کوئی آنکھ بھی نہیں ملاتا جو لوگ پہلے مسند پر بٹھاتے تھے اب جوتیوں پر نہیں بیٹھنے دیتے۔ اگر مسجد میں خدا کا گھر سمجھ کر جا نکلے تو وہاں سے بھی نکالے گئے کسی نے کہا کہ جوتیاں چرانے آیا ہے، کوئی بولا بوریے سمیٹنے آیا ہے کسی نے کہا کہ یہی تو بدھنیاں لے گیا تھا کسی نے فرمایا سقایہ بھی یہی خراب کر جاتا ہے کائیں کائیں کر کے سب ملانے چمٹ گئے اور بیچارہ کو دھکے دے کر نکال دیا۔

انگلستان کی سلطنت جو اس زمانہ کی سلطنتوں پر فوقیت رکھتی ہے اس کا یہی سبب ہے کہ وہ دولت مندی میں کسی کو اپنے برابر نہیں ہونے دیتی اور نہ کسی کا حق تلف کرتی، لین دین کی بڑی کھری ہے۔ انگلستان کا نوٹ ہر جگہ بہ فائدہ سے بکتا ہے اور دیگر سلطنتوں کا نوٹ بٹہ سے بھی کوئی نہیں خریدتا۔ یہ ساری باتیں اہل انگلینڈ کی کفایت شعاری، سوداگری اور آزادی کا ثمرہ ہیں۔

کاش ہمارے بھائی بھی مفلسی کا ساتھ چھوڑ دیں محنت سی ایمانداری سی، حرفت سی، صنعت سی، مزدوری سی اجرت سی چار پیسے کمائیں۔ دو اٹھائیں اور دو ایسے وقت کے لئے بچائیں۔ **اصل قناعت کفایت شعاری اور سب سی بڑی دولت پس اندازی ہے۔** اپنی قوم میں، غیر قوموں میں حاکم میں محکوم میں دنیا میں دین میں چار پیسے کی عزت ہے۔ ہاں جو عزت اور حرمت کو دو لونڈیاں سمجھ کر آزاد کرے وہ چاہے جس طرح بسر کرے۔ فقط

مسلمانان ریاست جموں کی دردناک تباہیاں

اور

اس کا علاج

(ذیل میں ہم اخبار الامان دہلی مورخہ ۳ر اپریل ۱۹۲۶ء سے ایک مضمون نقل کرتے ہیں جس سے کشمیر کے مسلمانوں کی تباہی کا اندازہ ہوگا۔ سالہا سال سے اخبارات میں کشمیر کے مسلمانوں کی تباہی کے مضامین نکل رہے ہیں جن میں حکام ریاست کو متوجہ کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں مگر ہم چاہتے ہیں کہ حکام کو توجہ دلانے کے ساتھ خود مسلمان بھی اپنے لئے کچھ کریں مضمون نقل کرنے کے بعد ہم ان تدابیر کو پیش کریں گے جو ہمارے نزدیک مسلمانوں کو اختیار کرنی چاہئیں الامان کا مضمون یہ ہے۔ ایڈیٹر)

مسلمانان ریاست جموں وکشمیر جن کی تعداد ستائیس لاکھ کے قریب ہے اور ریاست جموں وکشمیر کی ساری آبادی کے اندر ان کا تناسب گویا ۹۵ فی صدی سے اوپر ہے اُن کی اندرونی حالت آئے دن اس قدر خراب خستہ حال ہو رہی ہے کہ اگر ان کی طرف خاص توجہ نہ کی گئی تو ماہرین ارتقا کا یقینی اندازہ ہے کہ بہت تھوڑے عرصہ میں متقی اور سلیم الطبع اسلامی کرۂ عظیم بہت جلد جلد یا تو تباہ و غارت ہو کر اجڑ جائے گا اور یا کسی دوسری قومیت میں جذب ہو کر ۲½ کروڑ مسلمانان ہندوستان کے جسم اسلامی کا ایک حصہ کم ہو کر ان میں قابل افسوس کمی واقع کریگا۔

ایسے روشن اور باقاعدہ زمانہ میں ان کی حالت کیوں خراب ہے۔ ان کے **یہ کیوں فنا ہوتے جا رہے ہیں** جسم میں وہ کون مہلک مرض سرایت کر گیا ہے جس کی بدولت مسلمانان ریاست جموں کی جماعت تباہ ہو رہی ہے اس کے بواعث اور اسباب پر بحث کے لئے تو ایک دفتر فراخ کی ضرورت ہے تاہم آج ہم ان کی ان موٹی موٹی بیماریوں کے اسباب بیان کر کے مدبران اسلام کی توجہ ان اسباب و علل کی دوری کی طرف متوجہ کرتا ہوں جن کی بدولت یہ لوگ قریب المرگ ہیں۔

ریاست جموں وکشمیر سرحدی حدود کو چھوڑ کر دو صوبجات پر منقسم ہے صوبہ جموں اور صوبہ کشمیر۔ میں اس وقت صوبہ جموں کے مسلمانوں کی حالت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ صوبہ جموں کے اندر مسلمانوں کا پیشہ خالص زمینداری ہے یہاں کی اراضیات بوجہ کوہستانی ہونے کے زرعی طاقتوں سے خالی ہیں۔ ذرا امساک باراں ہونے پر فصلیں سوکھ جاتی ہیں۔

اور بارش کی معمولی کثرت سے بھی فصل تباہ ہوجاتی ہی - مزید برآں جنگلی جانوروں کا اجارہ بھی فصلوں کو ہونے نہیں دیتا یہی وجہ ہی کہ کوہستان جموں کے اندر آئے دن قحط بہت جلد جلد نمودار ہوتا ہی - ان موسمی آفات کے علاوہ حکومت کی طرف سے بھی بعض احکام خصوصیت سے زمینداروں کے لئے وضع کئے گئے ہیں - بیگار یعنی جبریہ کام لینا بھی زمینداروں کے لئے ہی مخصوص ہی - کوئی غیر زمیندار بیگار میں نہیں پکڑا جاتا اس پر طرہ یہ کہ اعلیٰ زمیندار یعنی مالک اور جاگیردار عملاً بیگار نہیں دیتے - گویا کاشتکار لوگ ہی خالص طور پر بیگار میں ڈھونڈے جاتے ہیں - عرض کیا گیا ہے کہ یہاں کا زمیندارہ مسلمان کرتے ہیں گویا بیگار مسلمان ہی دیتے ہیں - جس کی وجہ سے یہ لوگ حکومت کے کارندوں اعلیٰ مالکوں اور جاگیرداروں کی غلامی میں ہمیشہ دبے رہتے ہیں - ان وجوہ سے بھی انہیں کسی قسم کی ترقی کا موقع نہیں ملتا ان بواعث کے سوائے جن امراض نے مسلمانان جموں کو تباہ کر رکھا ہی - وہ یہاں کا :-

بے قاعدہ ساہوکارہ اور سود ہی

سوائے مسلمانوں کے جن کا پیشہ زمینداری ہی جو دوسری جماعت کے لوگ ہیں وہ یا تو ملازم پیشہ ہیں یا سود خوار اور یہ دونوں زمینداروں کو انواع اقسام کے بہانوں اور فریب سے چوس رہے ہیں - کوئی زمیندار قلمرو بھر میں ایسا نہیں ہی جسے سودی قرضہ نہ دینا ہو ایک پانچ روپیہ ادا کرنے والا زمیندار دو دو ہزار تک کا مقروض ہی یہ لازمی نہیں کہ دو ہزار روپیہ اس نے ساہوکار سے لیا ہو بلکہ ایک بہت تھوڑی سی رقم کی ابتدا سے اس قدر کثیر رقم محض بے انداز سود سے ہوجاتی ہے صرف صرافی سود کا یہاں یہ حال ہی کہ ۷۵ فی صدی سالانہ سود دینا پڑتا ہے اس کے علاوہ سود در سود - ریکھ - ڈیوڑھ - دون - سوا - بہاؤ - تمسک گردانی - سٹہ یہ مشہور سود ہیں ریکھ ایک ایسا ظالمانہ سود ہی جس کے ذریعہ دو روپیہ اصل کا دو صد بن جاتا ہی - اسی طرح تمسک گردانی کا سود ہی یعنی ہر ششماہی گزرنے پر ساہوکار مقروض سے جدید تمسک لیتا ہی اور اس میں جو بھی چاہے سود لگا کر شامل اصل کر لیتا ہے اور آیندہ ششماہی پر پھر وہ سابقہ تمسک والی رقم اصل سمجھی جاتی ہی اور اس پر ان درجنوں سودوں میں سے جو بھی رقم کے بڑھانے کے لئے زیادہ مفید ہوگا کر تمسک جدید لیا جاتا ہے جس وجہ سے دو سال کے اندر اندر دس روپیہ اصل کا دو ہزار بن جانا ممکنات میں سے ہی -

بہاؤ کا سود ظالمانہ ہی امسال فصل خریف ذرا کم تھی بہاؤ مقرر کرنا بھی ساہوکاروں کے ہاتھ میں ہی فصل کے وقت ساہوکاروں نے یہاں دھوکڑی (دھوکڑی کا وزن ڈھائی سیر انگریزی ہے) یعنی ۱۵ سیر فی روپیہ نرخ لگایا اور جس قدر غلہ زمینداروں کے پاس تھا وہ سودی قرضہ جات میں ۱۵ سیر کے حساب سے کھینچ لیا اور جب اُن کے قبضہ میں تمام غلہ جات کا ذخیرہ ہوگیا تو اب یہ لوگ ڈھلتے ڈھلتے ۵ سیر نرخ پر چلے آتے ہیں جس موضع کا میں باشندہ ہوں یہاں یہ حال ہی کہ کل بازار میں ۵ سیر فی روپیہ غلہ بھی ساہوکاروں نے بند کر دیا اس لئے

کہ غلہ قرض میں دیا جائے کیوں کہ جب غلہ نہ ملے گا تو آخر وہ لوگ جو قرضہ میں پھنسنا نہیں چاہتے مجبوراً غلہ قرضہ میں لیں گے یہ بھی ایک خطرناک چال ہے اس کو ریاست جموں کے باشندے ہی سمجھ سکتے ہیں کہ بنئے لوگوں نے مسلمانوں کا ناک کیوں بند کر دیا۔ اس ساری تفصیل کا ماحصل یہ ہے کہ زمیندار و کاشتکار مسلمان ہیں ملک میں بجز زمینداری کے اور کوئی کاروبار نہیں ۲ ماہ کے اندر کوئی زمیندار دیگر محنت سے چھ پیسہ یعنی ایک روپیہ ماہوار بھی نہیں پیدا کر سکتا بمقروضیت کے سیلاب میں گھرے ہوئے ہیں اوپر سے قحط و وبا اور بعض مظالم نے اس سو میں بڑھ کر مصیبت ڈال رکھی ہے ان سودوں کو عدالت دیوانی کے اندر جائز قرار دیا گیا ہے۔ جج دھڑا دھڑ ڈگریاں کرتے ہیں بیچارے مقروض مسلمانوں کا بچا کھچا اثاثہ دھڑا دھڑ گاؤں میں نیلام ہو رہا ہے مسلمان قید کرائے جا رہے ہیں۔ ان دنوں مسلمانوں کی ایسی نازک حالت ہے کہ اپنی جائدادیں چھنوا کر پنجاب کے شہروں میں پھٹے پرانے کپڑوں میں برہنہ تن نہایت ذلیل حالت میں تنگ ملک ہو کر پھر رہے ہیں۔ گجرات۔ جہلم۔ سیالکوٹ۔ لاہور۔ امرتسر اور آپ کی دہلی تک سارے شہر ان تباہ حال مسلمانوں سے پٹے پڑے ہیں۔ فاقہ کشی نے اس حد تک نوبت پہونچا دی ہے کہ عصمت فروشی تک جاری ہے۔ ہزاروں صنف لطیف (عورتیں) پہاڑوں سے دھڑا دھڑ پنجاب جا کر بک رہی ہیں۔

حکومت کا دور قدیم

جو مظالم اور استبدادیت کا تاریک زمانہ تھا ابھی ابھی ختم ہوتا ہے۔ دورِ جدید اور مہاراجہ ہری سنگھ بہادر کی طرف ملک کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں۔ ابھی ابھی ان کی تلک کی رسم جموں میں منائی گئی ہے اس تقریب سے غریب رعایا کو بہت کچھ توقعات تھے لیکن ان کی ادائگی رسم کے وقت اس مفلس اور تہی دست فرقہ کے لئے جو ہر ششماہی کے آغاز میں شاہی خزانہ کو مالیات سے بھر دیتے ہیں کوئی بھی قابل قدر مراعات کا اعلان نہیں ہوا۔ رعایا کا خیال تھا کہ مہاراجہ جدید۔ روشن ضمیر ہیں انسداد سود در سود کا کوئی قانون جاری کریں گے۔ عہد جہانگیر سے شاہی مساجد جو حکومت کے قبضہ میں ہیں ان کو واگذار کر کے مسلمانوں کو دیں گے جدید مہاراجہ بہادر کے نواب پالن دوست ہیں اس رفاقت نیز مسلمانوں کی حالت زار کی بنا پر اس موقع پر توقع تھی کہ مہاراجہ بہادر حکومت کے اندر اور کچھ نہیں تو مسلمانوں کو نصف بنصف ملازمتیں دینے کا اعلان کریں گے۔ لیکن اس موقعہ پر تو سوائے اس کے کہ ۲۳-۲۴ لاکھ روپیہ جشن میں صرف کیا گیا اور اس کثیر رقم میں سے بہت سا حصہ گوہر جان۔ ماسٹر موہن و پیارے اڑائے گئے۔ رعایا اور پھر مفلس قلاش رعایا کے سود بہبود کے لئے کچھ بھی نہیں کیا گیا۔

ہم ارکین کشمیری کانفرنس کے دلسوز مدبرین کو بھی متوجہ کرتے ہیں کہ وہ سری مہاراجہ بہادر سر ہری سنگھ جی کی حضور میں ایک وفد لے جا کر ان سے عرض کریں کہ مسلمانوں پر جو حضور کے زمیندار ہیں مقروضیت کی بدولت سخت وبال نازل ہے زمینداران ریاست جموں کے لئے ایک تو انسداد سود در سود کا کوئی قانون بنا دیں دوم دیہاتی زمینداروں کی تعلیم خاص کا بندوبست فرما دیں۔ سوم ملک کے اندر محنت گاہیں قائم کریں، تاکہ زمینداروں کی بیکاری بھی دور ہو

مہاراجہ جدید روشن خیال ہیں اور نیک دل ہیں امید ہے کہ وہ خیال فرمائیں گے۔

(ایک سوختہ دل ریاستی)

ہماری مجوزہ تدابیر

مضمون مذکور میں جو امور سری مہاراجہ بہادر سر ہری سنگھ جی کی حضور میں پیش کرنے کے لئے تجویز کئے گئے ہیں ان میں ایک اس امر کے اضافہ کی ضرورت ہے کہ ریاست کی طرف سے انجمن ہائے امداد باہمی کھولی جائیں۔ پنجاب کی نظیر ہمارے سامنے موجود ہے جہاں ان انجمنوں کے ذریعہ سے مقروض زمینداروں کی حالت بہت کچھ سنبھلتی جاتی ہے۔ دوسری تدبیر یہ ہے کہ جب ریاست کی طرف سے کواپریٹو سوسائٹیز کا انتظام ہو تو کوشش کر کے مسلمانان کشمیر کو آمادہ کیا جائے کہ وہ ان میں شریک ہوں ان سے زیادہ سے زیادہ مستفید اور متمتع ہوں اور جب تک کواپریشن کا انتظام ریاست کی طرف سے نہ ہو تب تک کوشش کی جائے کہ خود مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنا روپیہ وہاں کے مسلمان دوکانداروں، کاریگروں اور کاشتکاروں کو معین اور غیر معین منافعہ پر دے کر ان کے کاروبار کو ترقی دیں اور اس طرح انھیں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے آزادی دلائیں۔ شرح سود بھی صرف اسی وقت گھٹے گی جب کہ مسلمان اپنا زیادہ سرمایہ روپیہ کے کاروبار میں لگائیں گے۔

مسلمانوں کو اب اپنے دماغ سے اس خیال کو نکال دینا چاہیئے کہ ان کی وجہ سے کوئی ایسے قوانین پاس ہوں گے جن کی مدد سے وہ سود خواری کے چنگل سے نکل جائیں گے۔ سود خواروں کے چنگل سے نکلنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ مسلمان خود روپیہ کا کاروبار کریں اور جو کچھ وہ پیدا کرتے ہیں وہ دوسروں کو منافعہ پر دے کر اس روپیہ کو بڑھاویں۔ چند سال پہلے تک ہم نمائشوں میں دیکھا کرتے تھے کہ کشمیر کی صنعت کی دکانوں پر مسلمان بہ حیثیت مالک کے بیٹھتے تھے۔ اب سامان تو دوکانوں میں وہی نظر آتا ہے مگر اسے فروخت کرنے والے دیگر اقوام کے لوگ نظر آتے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کام تیار کرنے والے اگرچہ مسلمان کاریگر ہیں مگر اس سے اصلی نفع اٹھانے والے سرمایہ دار ہیں۔ پس جو کام ریاست کے کرنے کے ہیں ان کے لئے رئیسوں سے استدعا کی جائے اور جو کام اپنے کرنے کے ہیں انھیں ہم خود شروع کریں اور پھر کامیابی یقینی ہے۔ ہم خود دیکھتے ہیں کہ پارسی اس ملک میں محض چند لاکھ کی تعداد میں ہیں اور غریب الوطن ہیں مگر وہ چونکہ معاش کے صحیح طریقے استعمال کرتے ہیں اس لئے انھیں کسی حاکم کے پاس وفود لے جانے کی ضرورت نہیں ہوتی پس مسلمانوں کو بھی اب اپنی توجہ کا ایک حصہ اس طرف صرف کرنا چاہیئے۔

طفیل احمد

کفایت شعاری

(از تقی محمد خاں صاحب خلیل - سپرنٹنڈنٹ پولیس ریاست دتیا)

آج رسالہ سود مند کا پرچہ اتفاقاً میری نظر سے گذرا مجھے اس کو پڑھ کر کمال مسرت ہوئی کیوں کہ وہ اسم بامسمیٰ اور اپنے کار آمد اصولوں پر قائم ہے - ملک اور قوم کو ایسے ہی اخبار اور رسالوں کی ضرورت ہے جو مثل آئینہ کے انسانوں کو اس کی اصلی صورت دکھلا سکیں اور کار آمد باتوں کی طرف متوجہ کرتے رہیں - بلاشبہ یہ ایک سبق آموز رسالہ ہے جو مسلمانوں کو کفایت شعاری کی تعلیم دیتا ہے ہر ایک کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے مجھے امید ہے کہ اس کی کوشش انشاءاللہ بارآور ہوگی -

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا میں آسودگی ترقی کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ متوکل، تہی دست قوم بحالت مجموعی محرومیٔ قسمت کی شکایت میں مصروف ہے لیکن اس کے دفعیہ کی کوئی تدبیر نہیں پڑتی - یہ غلط ہے کہ اسباب فلاکت کا ان کو احساس نہیں ہے کیوں کہ دن رات کسی کو بنتے اور کسی کو بگڑتے ہوئے اپنی آنکھوں سے روزانہ دیکھ رہے ہیں لیکن سچ ہے کہ عمل کی گھاٹی کسی قدر سخت ہے اور میدان عمل میں وہی قدم آگے بڑھا سکتا ہے جس کو اپنی خواہشات بیجا پر پورا قابو حاصل ہو -

مجھے اس مختصر مضمون میں در اصل ان اصولی واقعات پر بحث کرنا مقصود نہیں ہے جن سے ہر کس و ناکس واقف ہے اور جس سے تباہی اور بربادی رونما ہوا کرتی ہے - یہ وہی تمام قسم کی بازیاں ہیں جن کی بدولت خاندان اور متمول گھرانے تباہ اور برباد ہو چکے ہیں - کفایت شعاری کے فوائد اور فضول خرچیوں کے نقصانات سے کون ایسا ہے جو واقف نہیں ہے لیکن "دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں" اس میں تھوڑا سا جبر جو اپنے اوپر جبر کرنا پڑتا ہے یہی وہ سخت گھاٹی ہے جس سے گزرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے -

اسلام نے سب کچھ تعلیم دی ہے - عقل بھی ہماری رہبری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتی لیکن آخر کار کوئی تو کمزوری ہم میں ایسی ہے کہ جس کے باعث آن واحد میں ہم بیجا خواہشات کا شکار ہو جاتے ہیں اپنی اور اپنی اولادوں کی زندگیاں تباہ و برباد کر دیتے ہیں بقول شخصے ؎

"دل کو سب باتوں کی ناصح ہے خبر
سمجھے سمجھائے کو ہم سمجھائیں کیا"

ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا کہ میں مفلس اور نادار ہوں اور میرا لڑکا گزند کھانے کا عادی ہے

کہاں سے لاؤں آپ نے فرمایا کہ ہفتہ بھر بعد آنا جب وہ ہفتہ بھر بعد حاضر ہوا تو آپ نے بچہ کو نصیحت فرمائی - اس شخص نے دریافت کیا کہ حضور نے اُس روز نصیحت کیوں نہ فرمائی تھی آپ نے فرمایا کہ میں خود گڑ کھایا کرتا تھا اُس وقت میری نصیحت کا کیا اثر ہوتا - اب میں نے خود گڑ کھانا چھوڑ دیا ہے تاکہ میری نصیحت کا دوسروں پر اثر ہو - چنانچہ اس کا اثر ہوا اور اُس لڑکے نے گڑ کھانا چھوڑ دیا -

میرے ایک دوست نے اپنے لڑکے کو سگرٹ وحقہ پینے کے نقصانات مالی وجسمانی بتلا کر اُسے باز رکھنا چاہا لیکن بدقسمتی سے وہ خود ہی اس کے عادی تھے اس لئے وہ زرّیں نصیحت لڑکے پر کارگر نہ ہوئی -

ایک اور صاحب نے اپنے صاحبزادے کو فضول خرچی اور فیشن کے تباہکن اثرات بہت کچھ سمجھائے لیکن اس نے یہی جواب دیا کہ میں اس طرز معاشرت کے اختیار کرنے پر مجبور ہوں جس کی مجھے بچپن سے عادت ڈالی گئی ہے اور وہ میری طبیعت ثانیہ ہوچکی ہے -

ایک مُسرف قوم کی تباہی کے اس سے زیادہ کیا افسوس ناک اثرات ہوسکتے ہیں کہ جس کے بعض افراد شادی بیاہ کی نامعقول اور خلاف شرع رسوم کے سلسلے میں باجے اور گانے کی آوازوں کے اثر سے ایسے ازخود رفتہ ہو جاویں کہ انجام کا مطلق خیال نہ ہو اور نام ونمود پر فنا ہو جاویں - کاش ان کو کوئی یہ سمجھا سکے کہ جس زمانے اور جن آباواجداد کی تم آج تقلید کر رہے ہو نہ اب وہ زمانہ رہا اور نہ اس وقت کی سی ارزانی رہی - سرکاری رپورٹیں بتلائیں گی کہ ہمارے آباواجداد ہمارے واسطے کیا کچھ چھوڑ گئے تھے اور آج ہمارے پاس کیا ہے جس پر ہم قابض ہیں اور یہ خود ہماری ہی فضول خرچیاں نفسانیت کے ادنیٰ کرشمے تھے جن کی بدولت ہم کیا سے کیا ہوگئے -

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں جن کو اس طرف خیال پیدا ہوا اور اس خیال کو عملی جامہ پہنا کر اپنی متواتر کوششوں سے دکھلا دیا کہ محض ایک انسداد آتش بازی کے سلسلے میں جو صرف ایک "گھر پھونک تماشا تھا" غریب مسلمانوں کو کس قدر فائدہ پہونچا یا اور ان کا کتنا روپیہ آگ میں جلانے سے بچا لیا اور اب شادی اور غمی کی فضول رسوم اور بیجا اسراف سے بچانے کی کوشش فرما رہے ہیں - یہی وہ ضروری امور ہیں جن کی آج مسلمانوں کو ضرورت ہے لیکن مجھے کسی قدر افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ سوائے چند اخبارات اور رسالوں کے جو مشکل سے انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں جیسی قلمی امداد اس نیک کام میں ایک دل ہوکر کرنی چاہیے تھی نہیں کی گئی - بہرحال یہی کیا کم ہے کہ ہمیں اپنی اصلاح کی طرف توجہ ہے کیونکہ خیال ہی سے ہر کام کی ابتدا ہوتی ہے - ہمیں ابھی اپنے گھر کی چہار دیواری سے نکل کر بہت کچھ کرنا باقی ہے سب سے مقدم ہمیں اپنی سوسائٹی کے طرز عمل کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے - ہمیں شادی اور غمی کی رسوم میں اصلاح کی ضرورت ہے

ہمیں بہت سی مخرب اخلاق صحبتوں اور عادتوں کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ ہمیں تجارتی اصول سے واقف ہونا بھی ازبس ضروری ہے۔ ہم ایثار اور کسرنفسی سے کوسوں دور ہیں احکام مذہبی سے بہت ہی کم واقف۔ الغرض ہمیں اپنی اصلاح کے لئے جو کچھ کرنا ہے اگر آج اس کی ابتدائی جاوے تو اس کی تکمیل کے لئے ایک زمانہ درکار ہے۔

ایک شخص پارسی قوم کے ایک مرتبہ میرے ہم سفر تھے دوران گفتگو میں مجھ سے انھوں نے سوال کیا کہ "تمھاری کیا آمدنی ہے" میں نے اُن کے سوال کا جواب دیدیا۔ لیکن اس جواب سے وہ مطمئن نہ ہوئے اور پھر دوبارہ وہی سوال کیا۔ میں نے وہی آمدنی جو پہلی مرتبہ بتلائی تھی دوبارہ وہی بتلادی لیکن ساتھ ہی اس دوبارہ سوال کی وجہ دریافت کی وہ کہنے لگے کہ اکثر آپ کنٹری کے لوگ میرے سوال کا غلط جواب دیتے ہیں اور واقعی آمدنی بتلاتے ہیں حالاں کہ آمدنی ہم لوگ اس رقم کو کہتے ہیں جو اپنے ماہواری اخراجات کے بعد کوئی شخص پس انداز کیا کرتا ہے۔ اس کے بعد پھر اس نے وہی سوال کیا لیکن اس مرتبہ جواب دینے میں مجھے کسی قدر تامل ہوا اور یہ کہنا پڑا کہ اس حساب سے میری آمدنی صرف چند روپئے ماہوار ہوگی لیکن اصلیت یہ ہے کہ اپنے ہم سفر محسن کی اس گفتگو سے میں بہت متاثر ہوا اور اس کے بعد ہر ماہ کچھ پس انداز کرنا شروع کردیا۔

اصلیت یہ ہے کہ جس طرح پر قطروں سے دریا اور سمندر بن جاتا ہے اسی طرح پر پیسوں سے جو بظاہر تانبے کے بے حقیقت ٹکڑے بادی النظر میں دکھلائی دیتے ہیں اور ایک کی جگہ بے دردی سے دو خرچ کردئے جاتے ہیں انھیں سے روپے اور اشرفیاں جمع کی جاسکتی ہیں۔ ہم پان کھاکر محض لطف کی خاطر تھوک دیتے ہیں ہم سگرٹ اور حقّہ پی کر پھونک دیتے ہیں اگر انھیں دو چیزوں کا جو در اصل ہماری ضروریات زندگی میں داخل نہیں ہیں اور جن کے بغیر بھی ہم زندہ رہ سکتے ہیں حساب لگایا جاوے تو ہندوستان کے اس وسیع ملک میں سال بھر میں ایک دن کی آتش بازی سے کم خرچ نہ ہوگا بہرحال یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا میرا مقصد یہ ہے کہ اگر ایک گھر کے چند افراد میں سے ایک بھی بدقسمتی سے فضول خرچ واقع ہوا ہے تو جو نقصان عظیم اس سے پہونچتا ہے اس کا صحیح اندازہ کرنا دشوار ہوجاتا ہے۔ مستورات کو اس کا بہت ہی کم احساس ہے کہ روپیہ کن دشواریوں سے حاصل ہوتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کو صرف خرچ کرنا آتا ہے۔ پیدا کرنا نہیں آتا اور مجھے تو اس میں بھی شک ہے کہ خرچ کرنے کا بھی واقعی طریقہ ان کو معلوم ہے یا نہیں۔ یہ ایک علم ہے کہ جو پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے یہ ایک تعلیم ہے جو ابتدا ہی سے دینی چاہئے تاکہ ابتدا ہی سے وہ اپنے فائدہ اور نقصان کو سمجھ سکیں ورنہ ؎

کچھ روک ابتدا کی کسی سے نہ ہوسکی
ترکیب سوچتے ہیں مگر اب خبر کے بعد

مجھ سے میرے ایک دوست نے ایک کروڑپتی شخص کا واقعہ بیان کیا کہ جس کے مکان میں کثرت

سے موم بتیاں جلاکرتی تھیں اور وہ جلی ہوئی موم بتیوں کو پھر پگھلاکر موم بتیاں خود بنالیا کرتا تھا۔ ایک روز جب کہ وہ اپنے مشغلہ میں مصروف تھا کچھ لوگ ایک یتیم خانہ کے واسطے چندہ لینے کے لئے اس کے پاس گئے لیکن خسّت کی یہ حالت دیکھ کر ان کی ہمت مانگنے کی نہ ہوئی اور واپس آنا چاہا۔ کڑورپتی نے وجہ دریافت کی پہلے تو ان کو تامل ہوا لیکن اصرار کرنے پر انھوں نے اپنا خیال ظاہر کر دیا۔ کڑورپتی ہنسا اور دو سو پونڈ سالانہ مستقل طور پر یتیم خانہ کے لئے مقرر کر کے کہنے لگا کہ اگر میں کفایت شعاری کے ان چھوٹے چھوٹے اصولوں کو نظر انداز کر دیا کرتا تو شاید میں آپ کے اس کار خیر میں امداد کرنے سے قاصر رہتا۔

الغرض کفایت شعاری کا راز یہی ہے کہ اگر آپ نے اپنا ایک پیسہ روزانہ فضول خرچی سے بچا لیا تو سال بھر میں آپ کے پاس ۵ء۵ روپیے جمع ہو سکتے ہیں۔

میری رائے میں مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے اپنے محلّے۔ گاؤں اور قصبات میں حلوائی۔ بنئے تماکو فروشوں۔ جوتہ بنانے والوں نیز ایسی چیزوں کی جن کی ضروریات زندگی میں ہر شخص کو روزانہ ضرورت پیش آیا کرتی ہے کثرت سے دوکانیں کھلوادیں جس میں سرمایہ کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہوتی لیکن شرط یہی ہے کہ ان مقامات کے مسلمانوں کو یہ طے کر لینا چاہئے کہ حتی الوسع وہ تمام ضروریات زندگی کی اشیاء انھیں دوکانوں سے خرید کیا کریں گے تاکہ ان غریب مسلمانوں کو اپنے کاروبار میں مایوسی نہ ہونے پاوے اور ان دوکان داروں کا بھی یہ فرض ہے کہ نہایت ایمان داری سے اپنے اپنے کاموں کی ابتدا کریں اور اس اصول پر قایم رہیں۔ مناسب نفع لیں۔ اچھی چیزیں اپنی دوکانوں پر رکھیں۔ خواہ ایک ہوشیار شخص خریدنے آئے یا بیوقوف عورت خریدے یا ایک کم عمر بچہ سب کو ایمانداری سے عمدہ چیزیں دیں کیوں کہ دوکان دار کے لئے اچھی شہرت کامیابی کی دلیل ہے۔

تجارت کا بڑا اصول یہ بھی ہے کہ دوکان کی آمدنی کا روپیہ حتی الوسع اسی کی ترقی اور فروغ میں صرف کیا جاوے جب تک کہ دوکان کا کام قابل اطمینان حالت میں نہ ہو جائے اپنے ذاتی اخراجات میں معقول تخفیف کر دی جاوے اور اس بارے میں اپنے پڑوسی ہندو بنئے سے سبق حاصل کیا جاوے جو اپنی ذات پر صرف اسی قدر خرچ کرتا ہے جس سے اس کی زندگی قائم رہے۔ خاص تجارتی ضرورتوں کے لئے روپیہ بھی اپنے پاس رکھنا ضروری ہے تاکہ قرض کے مہلک مرض سے محفوظ رہ سکے۔ تجارت میں حکومت کی شان نہ ہونی چاہئے گاہکوں اور عوام سے بجد اخلاق کا برتاؤ کیا جاوے اور جو بہترین اصول قایم کئے ہوں ان پر قائم رہنا چاہئے۔

کپڑے کی صنعت

کپڑے کی صنعت کے لئے ہندوستان ہمیشہ سے مشہور رہا ہے - اور مضبوطی کے اعتبار سے دنیا کا کوئی ملک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا - چنانچہ مصر کی قبروں سے جو صدہا برس کی محفوظ لاشیں نکلتی ہیں ان میں سے بعض کے کفن کا کپڑا اب تک محفوظ ملتا ہے - ہندوستان کے کپڑے کی صنعت کو زیادہ تر غیر ملکوں کے مشین کے کارخانوں اور ہندوستان کے سرمایہ کی کمی نے برباد کیا - باوجود اس کے اب تک یہاں کے کپڑے کی تجارت زندہ ہے اگرچہ سسک رہی ہے - چند سال سے سودیشی کپڑے کی طرف اہل ہند کو عام رغبت تھی جس سے یہ خیال ہوتا تھا کہ ہندوستان میں صنعت پارچہ ترقی کر رہی ہے مگر صوبہ متحدہ کی صنعتی رپورٹ سے جو حال میں شائع ہوئی ہے یہ معلوم ہو کر حیرت ہوتی ہے کہ باوجود اس شور و غوغا کے جو کپڑے کے لئے ہو رہا ہے اس کی صنعت بجائے بڑھنے کے گھٹ گئی ہے جیسا کہ حسب ذیل اعداد سے جو صوبہ متحدہ کے متعلق ہیں واضح ہوگا۔

سنہ	بُننے والوں کی تعداد
سنہ ۱۹۰۱ء میں	۹,۴۷,۸۷۳
سنہ ۱۹۲۴ء	۷,۳۱,۸۱۳
	۲,۱۶,۰۶۰

گویا ۲۲ سال میں کپڑا بننے والوں کی تعداد بقدر ایک چہارم کے گھٹ گئی ہے - رپورٹ مذکور میں اس کمی کے دو وجوہ دئے گئے ہیں -

(۱) تیار مال کی نکاسی کا انتظام نہ ہونا -

(۲) جولاہوں کی قرضداری -

مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں وجوہ ایک ہی تحت میں آجاتے ہیں یعنی یہ کہ قرضداری کی وجہ سے جولاہے اپنا مال اونا پونا مہاجنوں کے ہاتھ فروخت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور ذاتی ضرورتوں کی وجہ سے اُسے ایک دو دن بھی روک کر نہیں رکھ سکتے -

اس کا علاج صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ جولاہوں کی مالی حالت درست کی جائے اور مالی حالت درست کرنے کی پہلی تدبیر تو یہ ہے کہ ان میں انجمن ہائے امداد باہمی قائم کرکے انھیں قرضہ ملنے کا مناسب انتظام کیا جائے - صوبہ متحدہ میں محکمہ کواپریشن کامیاب نہیں ہے اُسے کامیاب بنانے کے لئے ایک کمیٹی از نام "اوکڈن کمیٹی"

کام کررہی ہے - امید ہے کہ اس کا نتیجہ اچھا ہوگا - خان بہادر چودھری واحد حسین صاحب ڈائرکٹر صنعتیہ اندسٹری کا تجویز
اس امر کی کوشش کر رہے ہیں کہ کاریگروں کے لئے وسیع پیمانہ پر ایک دوکان لکھنؤ میں قائم کریں جس
میں ہر قسم کا مال جو مختلف اضلاع سے موصول ہو فروخت ہوا کرے اور کاریگروں کو مال کی قیمت کا بڑا
حصہ اول ادا کردیا جایا کرے - نیز یہ کہ جگہ جگہ کاریگروں کے بنک کھولے جائیں - یہ کام تو گورنمنٹ کے
ہیں جن سے ہمیں مستفید ہونے کی کوشش کرنی چاہئے - مگر جن مقامات میں یہ انتظامات نہ ہوسکیں وہاں
ضرورت ہو کہ ہر مسلمان بقدر اپنی حیثیت کے اپنا روپیہ کاریگروں کو معین اور غیر معین منافعہ پر دے کر
انھیں سرمایہ داروں کی غلامی سے آزادی دلائے - ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق شادی اور غمی
کی رسموں میں روپیہ خرچ کرتا ہے - پُر تکلف لباس اور کھانوں میں دام لگاتا ہے - عورتوں کے لئے زیور
خریدتا ہو جس کی وجہ سے عزت آبرو اور زندگی خطرہ میں رہتی ہے اور ہر وقت چوروں اور ڈاکوؤں
کا خوف لگا رہتا ہے - پس روپیہ کا بہترین مصرف یہی ہو کہ بنکوں کی وساطت سے یا بلا واسطہ روپیہ نفع آور
کاموں میں لگ کر بڑھتا رہے اور دوسروں کی حالت کو بہتر کرتا رہے -

طفیل احمد

سودمند کی نسبت معاصرین کی رائیں

سودمند - میں ہر مہینے ایسی مفید باتیں لکھی جاتی ہیں کہ کسی اخبار یا رسالہ میں اس قدر اچھی باتیں یکجا نظر نہیں
آئیں گی (مسلم راجپوت امرتسر)

سودمند - کا ہر نمبر مفید معلومات کا خزینہ ہوتا ہو (مدینہ بجنور)

سودمند - لکھائی چھپائی میں بے مثل ہو اور اس اعتبار سے بھی بیمثل ہو کہ کسب زر کے لئے اس کی اشاعت
نہیں کی گئی بلکہ مسلمانوں کی مالی حالت درست کرنے کی طرف اس کی توجہ ہو (التحقیق گورکھپور)

سودمند - کو مسلمانوں کا سچا بہی خواہ ماننا ہی پڑتا ہو (التحقیق گورکھپور)

سودمند - نہایت ہی اعلیٰ نصب العین اپنے پیش نظر رکھے ہوئے ہو وہ درحقیقت اصلی معنوں میں سودمند ثابت
ہوگا (المراعی لاہور)

سودمند - کا ایڈیٹر ہمارے خیال میں ایک سچا ہمدرد قوم ہو (انوار الاعظم لاہور)

سودمند - مسلمانوں کی اقتصادی اور تمدنی ترقی کے لئے فی الواقع چراغ راہ ہیں (کشمیر امرتسر)

سودمند - جن مقاصد کو اپنے دامنوں میں لے کر نکلا ہو وہ نہایت ہی وسیع اور اہم ہیں اس قسم کے رسالوں کی ملک
کو بیحد ضرورت ہو (سیاح آگرہ)

زراعتی ترقی کے آثار

ہندوستان ایک زراعتی ملک ہے۔ کم سے کم پچاسی فی صدی آبادی زمینداری زراعت اور کھیتوں میں کام کرنے میں مصروف ہے۔ پہلے زمانہ میں ہندوستان میں صنعت بھی خوب تھی۔ مگر یورپ کی صنعت نے ہندوستان کی صنعت کو پھیکا کردیا اور اب تمام بازاروں میں غیر ممالک ہی کا مال نظر آتا ہے۔ اس مال کی چمک دمک اور ارزانی یعنی سستے پن کو دیکھ کر سب ہندوستانی اس کی طرف جھک پڑے۔ بعض لوگوں نے تو اس کی خرید و فروخت شروع کی اور یہ لوگ تاجر ہیں اور بعض لوگوں نے ولایتی مشین منگا کر جدید طریقے کے کارخانے قائم کئے ہیں اور ان میں مال تیار کرتے ہیں۔ معاش کے یہ جدید طریقے زیادہ تر شہروں اور بڑے شہروں میں ہیں اس لئے باہمت لوگ زیادہ تر شہروں میں جاکر جمع ہوگئے ہیں اور وہیں اپنی روزی کماتے ہیں اور تنگ مکانوں میں بالعموم ذلیل ترین زندگی بسر کرتے ہیں۔ پہلے زمانہ میں شرفا زیادہ تر قصبات میں رہتے تھے مگر اب قصبات میں ذرائع معاش کم ہوگئے اس لئے قصبات اجڑ کر بھی شہر بن رہے ہیں۔ لکھے پڑھے لوگوں کا طبقہ جو تعلیم یافتہ کہلاتا ہے وہ تمام تر ملازمت کرتا ہے یا ملازمت کی تلاش میں شہروں میں خاک چھانتا پھرتا ہے اور اب روز بروز زیادہ پریشان ہوتا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو جب ملازمت نہیں ملتی تو دوکانداری یا صنعت کی طرف توجہ کرتے ہیں مگر ان چیزوں کا انحصار زیادہ تر سرمایہ پر ہے اور سرمایہ ملے تو شرح سود زیادہ دینی پڑتی ہے اور ہر وقت یورپین صنعت کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے بالعموم ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑتا ہے۔ ان حالات میں اب اہل ہند کے لئے صرف ایک راستہ باقی رہتا ہے اور وہ زراعت ہے۔ زراعت کی ترقی کے لئے گورنمنٹ نے ایک محکمہ قائم کیا ہے اور زراعتی تعلیم کے لئے متعدد کالج قائم کئے ہیں۔ مگر ان کالجوں کے پڑھے ہوئے لوگ بھی زیادہ تر ملازمت کی تلاش میں رہتے ہیں اور زراعت کا پیشہ اختیار نہیں کرتے۔ محکمہ زراعت نے جدید آلات کشاورزی ملک میں جاری کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ان کے استعمال کے لئے بالعموم زیادہ تنومند اور قیمتی بیلوں کی اور زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اور جدید آلات کے استعمال کے لئے زیادہ عقل درکار ہے جو بغیر خواندہ ہوئے نہیں پیدا ہوسکتی۔ اور چونکہ ملک میں سرمایہ کی قلت ہے اور خواندہ لوگوں کی تعداد بھی صرف تین اور چار فی صدی کے درمیان ہے اس لئے زراعت کی ترقی میں بھی بہت مشکلات ہیں۔ ان مشکلات کو دیکھ کر گورنمنٹ نے حال میں ایک زراعتی مشن مقرر کیا ہے جو کم سے کم سال بھر تک مختلف مقامات پر جاکر زراعت کے متعلق تحقیقات کرے گا اور شہادتیں لے گا۔ اور غالباً اس کا کام آیندہ اکتوبر سے شروع ہوگا۔ ہمیں پورا یقین ہے

کہ اہل ہند کی ترقی اسی زراعت کے ذریعہ سے ہوگی۔ پس ضرورت ہو کہ ناظرین سودمند میں سے جن اصحاب کو اس فن سے کچھ دلچسپی ہو وہ زراعتی ترقی کے وسایل سوچیں اور جنھیں موقع ہو وہ اس کمیشن کے سامنے شہادت دینے کے لئے ابھی سے تیاری کریں۔ اور اپنے خیالات کا اظہار سودمند کے ذریعہ سے کرتے رہیں۔ تاکہ تبادلۂ خیالات سے کسی مفید نتیجہ پر پہونچ سکیں۔

طفیل احمد

جعلی نوٹ پہچاننے کا طریقہ

(ماخوذ از ذوالقرنین بدایوں)

دس روپیہ اور پانچ روپیہ کے رنگین نوٹ جو حال میں جاری ہوئے ہیں اُن کے جعلی ہونے کا اندیشہ کم ہے البتہ پرانی قسم کے نوٹ اور بالخصوص سوؔ روپیہ والے نوٹ اب زیادہ تر بننے لگے ہیں انھیں پہچاننے کا طریقہ حسب ذیل ہو۔

سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہو کہ نوٹ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر روشنی کی طرف سیدھا کرکے دیکھیں اگر اس میں سفید سفید لکیریں اور گورنمنٹ آف انڈیا کے الفاظ لکھے ہوئے ہوں تو اس کے جعلی ہونے کا احتمال نہیں ہو اس کے علاوہ وزیر مالیات کے دستخط۔ نمبر رنگ وغیرہ میں بھی کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہو۔ لہذا اسے بغور دیکھنا چاہئے اور اگر کوئی نوٹ اپنے پاس موجود ہو تو اُسے بھی سامنے رکھ کر موازنہ کرلینا بہتر ہوگا ایک یہی شناخت ہو کہ دستخطوں کے نیچے کو آبی حروف میں نمبر پڑے ہوتے ہیں۔ اگر وہ نمبر ہوں تو نوٹ اصلی ہو۔ ورنہ جعلی۔ نوٹ ہمیشہ نمبروار ہوا کرتے ہیں اور ایک نوٹ کا نمبر دوسرے نوٹ سے کم زیادہ ہوتا ہو۔ اگر ایک ہی نمبر کے دو نوٹ کہیں دستیاب ہوجائیں تو یقیناً اُن میں ایک جعلی ہوگا۔ جعل ساز نوٹوں کے سایز وغیرہ کا تو پورا چربہ اتار لیتے ہیں لیکن سفید آبی رنگ نہیں پیدا کرسکتے پس خاص شناخت یہی ہے۔

رسالہ جواز سود معہ فتاویٰ

امداد باہمی کانفرنس پنجاب

میں

ایک نہایت مفید تقریر

(۲۶، ۲۷، ۲۸ فروری سنہ ۱۹۲۶ء کو لاہور میں پنجاب کی کواپریٹو کانفرنس تھی جس میں تمام صوبہ کی انجمنوں کے نمایندے ہزاروں کی تعداد میں آئے تھے۔ اس کانفرنس میں زراعت کی ترقی اور امداد باہمی کی انجمنوں کے متعلق بہترین لکچر ہوئے۔ ہم خود اس کانفرنس میں شرکت کے لئے لاہور گئے تھے۔ ۲۷ تاریخ کو مسٹر اسٹر کلینڈ قایم مقام رجسٹرار انجمن ہائے امداد باہمی کا لکچر بعنوان "کواپریشن کے سبق" زبان اردو میں ہوا۔ جس کو تمام حاضرین نے ہمہ تن گوش ہو کر سنا۔ ملک کی ترقی کی بہت سی باتیں اس مضمون میں ہیں اس لئے بہت غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔)

حضرات! میں اپنے مضمون کو مفصلہ ذیل طریق میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ پنجاب میں امداد باہمی کو ترقی دینے کے لئے میرے خیال میں پانچ خوبیوں یا صفتوں کا ہونا ضروری ہے۔ دوران تقریر میں واضح کروں گا کہ باقی ممالک میں کیا ل یہ تحریک جاری ہے۔ ان اوصاف سے کس طریق پر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتاؤں گا کہ بعینہٖ اسی طریق پر ان کو پنجاب میں عمل میں لانے کی کس حد تک ضرورت ہے۔

کہا جاتا ہے کہ پنجاب ایک غریب ملک ہے۔ یہ غریب ہے لیکن جو سامان دولت حقیقت میں قدرت نے اسے دے رکھے ہیں ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ دولت مند ہے اس کا صحیح معنوں میں دولت مند بنا دینا خود ہمارا فرض ہے غور فرمایئے کہ پنجاب میں گندم کی پیداوار فی ایکڑ ۹ من ہے اس کے بالمقابل انگلستان میں ۲۴ من اور ڈنمارک میں ۳۲ من ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ڈنمارک کی زمین نہایت ادنیٰ درجہ کی ریتلی اور ناقص ہے ڈنمارک میں اب تک ایسے وسیع و عریض رقبے موجود ہیں جو اب تک بنجر و غیر آباد تھے اور جنہیں اب بڑی محنت و مشقت سے زیر کاشت لایا جا رہا ہے اور جو بنجر شکنی کے دوسرے تیسرے سال بعد بھی بہت تھوڑی پیداوار دینے کے قابل ہوئے ہیں۔

علیٰ ہٰذالقیاس انگلستان کی زمین بھی اپنی پہلی اور اصلی حالت میں زرخیز نہ تھی۔ انگریزوں نے کئی صدیوں کی مشقت کے بعد اسے خود زرخیز بنایا ہے اور یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ جزیرۂ انگلستان کی جو سطح کی بارہ بارہ انچ زمین ہے وہ مصنوعی طور پر بنائی گئی ہے۔ غرض اس قسم کی زمینیں ہیں جن سے انگلستان ۲۴ من فی ایکڑ اور ڈنمارک ۳۲ من فی ایکڑ گندم پیدا کرتا ہے۔ اب مویشیوں کو لیجیے مجھے یہ سن کر تعجب ہوگا اگر کوئی بتلائے کہ

ہندوستان میں ہر گائے کے دودھ کی روزانہ مقدار اوسطاً ایک سیر ہے۔ مجھے شک ہے کہ ایک سیر یومیہ سے بھی کم ہے بشرطیکہ تمام نکمی گاؤں کو بھی شمار کیا جائے اور اس عرصہ کا بھی خیال رکھا جائے جس میں اچھی بری سب گائیں دودھ نہیں دیتیں۔ ڈنمارک میں ان تمام شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے آج سے ۴۵ سال قبل گائے کے دودھ کی روزانہ اوسط ۴½ سیر یومیہ تھی۔ گزشتہ پینتالیس سال کی کوششوں سے یہ اوسط نو سیر فی جانور فی یوم ہو گئی ہے۔ انگلستان اور ڈنمارک میں بے شمار ایسی گائیں ہیں جو ۹ سیر سے بدرجہا زیادہ دودھ دیتی ہیں ۱۹۲۴ء میں بنگلور کے بورڈ آف ایگریکلچر (زراعتی بورڈ) کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے ایک ماہر زراعت نے بیان کیا تھا کہ محض نکمے بیل اور نکمی گائے کے رکھنے سے ہندوستان کو سالانہ ایک سو ستر کروڑ (۱۷۰) کا نقصان ہوتا ہے۔ غور فرمائیے کہ یہ ۱۷۰ کروڑ کا نقصان ہر سال ہندوستان کو ہو رہا ہے اگر ان نکمے گاؤں اور بیلوں کے بجائے اچھے بیل اور اچھی گائیں رکھی جائیں تو ملک کو ۱۷۰ کروڑ کی بچت ہر سال ہو۔ یعنی دوسرے الفاظ میں تمام برٹش انڈیا کی زمین کے لگان سے چار گنا رقم کا فائدہ ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس سالانہ نقصان پر اپنے دل میں غور کریں اور اس سے بچنے پر کمر ہمت باندھیں۔

اب میں ان اوصاف میں سے جو میں نے اوپر بیان کئے ہیں۔ پہلے وصف کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرتا ہوں اور وہ وصف ہے "ہمت" میں آپ کے ذہن نشین یہ امر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جن ممالک کا میں نے ذکر کیا ہے۔ ان میں کوئی ایسی خاص خوبی نہیں جس کی وجہ سے وہ ترقی کر رہے ہیں۔ اور جو ہندوستان میں نہ پائی جاتی ہو۔ بشرطیکہ ہندوستان ہمت کرے اور اپنی ہمت کو جاری رکھے۔ یہ انقلاب ایک دن میں نہیں آسکتا ڈنمارک میں ۴½ کی بجائے فی گائے ۹ سیر روزانہ دودھ پیدا کرنے کے لئے ۴۵ سال صرف ہوئے اور ہمیں ہرگز شکستہ دل نہ ہونا چاہئے۔ اگر ہندوستان کو ایک سیر سے ۹ سیر دودھ روزانہ پیدا کرنے کے لئے اس کے زیادہ عرصہ درکار ہو۔ ہاں ہمت کے بغیر کوئی بات بن نہ آئے گی۔ اور میری رائے میں سب سے بڑا فائدہ جو اس عظیم الشان کانفرنس کا جو اس صوبہ کے تمام اضلاع کی نمایندہ ہے ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ آپ میں سے ہر فرد بشر تحریک امداد باہمی کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ جائے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کے سنٹرل بنکوں کے نمایندے پنجاب کوآپریٹیو یونین اور پراونشل کوآپریٹو بنک کے اغراض و مقاصد کے لئے وقتاً فوقتاً لاہور میں جمع ہوئے ہیں۔ آج کے دن آپ بذات خود صوبہ کے دارالسلطنت میں موجود ہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کے بھائی دور دراز کے اضلاع سے ایک غرض مشترک کی توسیع و ترقی کے لئے آپ کے ایک قسم کے بڑے لشکر یا فوج میں آپ کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ ان میں کئی ایسے ہوں گے جن کی زبان بھی آپ بمشکل سمجھتے ہوں گے۔ محض یہی ایک امر ہماری ہمتوں کو استوار کرنے کے لئے کافی ہے۔ ہماری سوسائٹیوں کی تعداد تیرہ ہزار سے

ساڑھے تین لاکھ ہمارے ممبر ہیں - اور ہمارا سرمایہ جو اس وقت کاروبار میں لگ چکا ہے - چار کروڑ سے زاید ہے
یہ اعداد و شمار بہت بڑے معلوم دیتے ہیں - مگر یہ ان کے مقابلہ میں ہیچ ہیں جو آج سے چند سال بعد ہم دیکھیں گے
جلسوں میں شرکت سے ہم ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کی ہمت افزائی کر سکتے ہیں - ہمیں
ڈنمارک کے ملک کو دیکھنا چاہیے سو سال کا ذکر ہوگا کہ اس ملک نے جنگ کے باعث بے حد و حساب تکلیفیں اٹھائیں
زراعت خراب ہو گئی - لوگوں کی طبیعتیں افسردہ ہو گئیں - تیس سال تک حالت ناگفتہ بہ رہی مگر بالآخر ایک مٹھی بھر
آدمیوں نے تمام ملک میں زندگی کی روح پھونک دی لوگوں میں نئی ہمت آ گئی - وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو گئے
کہ اگر ہم اتفاق و اتحاد سے کام لیں، اگر ہم علم حاصل کریں، اگر ہم جد و جہد کو ہاتھ سے نہ دیں تو ہم خود بخود راحت و
ثروت کی منزل اعلیٰ تک ترقی کر جائیں گے - آج اسی سال ان کو اپنی ہمتوں کو صرف کرتے ہو گئے ہیں اور کوئی وجہ نہیں
کہ پنجاب کے لوگ کچھ کر نہ دکھائیں جو ڈنمارک کے لوگوں نے کر دکھایا ہے -

اب میں انگلستان کی مثال لیتا ہوں - اسی سال کا عرصہ ہوا - اٹھائیس جولاہوں نے بڑی مشکل کے ساتھ
فی کس پندرہ روپیہ کی چندہ سے چار سو روپیہ جمع کیا اور راچڈل سسٹم کی پہلی کواپریٹو دکان کی بنیاد رکھی - اس حقیر سی رقم
سے انگلش کواپریٹو اسٹور کی داغ بیل ڈالی گئی - یہ اگر انگلستان میں ممکن تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ پنجاب میں ناممکن ہو

دوسرا وصف ضروری - پہلا وصف "ہمت" تھا - دوسرا کفایت شعاری ہے - آپ بار بار کفایت شعاری
کا وعظ سنتے سنتے شاید تھک گئے ہوں گے - وعظ بے حد آسان ہے مگر عمل بے حد مشکل ہے مگر یہ محض کفایت شعاری ہی کی وجہ
ہے جو ہر روز ہر ماہ ہر سال پیش نظر رکھ کر ہر زمیندار ہر دکاندار ہر کلارک اور ہر وکیل اتنا روپیہ بچا سکتا ہے جس سے
ہندوستان دولت مند اقبال مند بن سکتا ہے کہ کل جو سرمایہ ہندوستان میں صرف ہوتا ہے وہ بیشتر بیرونی ممالک
سے آتا ہے اور لاکھوں روپیہ سود ان ممالک کو دیئے جاتے ہیں اگر ہندوستانی خود کفایت شعاری سے کام لیں تو
سود کا تمام روپیہ گھر کا گھر میں رہے - تمام کا تمام دار و مدار کفایت شعاری پر ہے - یہ نہ سمجھو کہ بہت سا روپیہ بچانے کے
لئے بہت سے سال درکار ہوں گے - مشہور جرمن کواپریٹو کو بیس سال سب سے پہلی کامیاب سوسائٹی کو قائم کرنے میں
لگ گئے تھے - انگلستان نے فرینڈلی سوسائٹیاں (مجالس احباب) قائم کرنے میں سو سال سے زاید کا عرصہ لیا تھا - اگر
انگلستان روپیہ بچانے کی یہ مجالس قائم نہ کرتا تو آج اتنا مالدار نہ ہوتا - آج ہمارے پنجاب میں بارہ ہزار کریڈٹ
سوسائٹیاں اور چار ہزار کفایت شعاری کی سوسائٹیاں قائم ہیں مگر یورپ کی سوسائٹیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں
جو زیادہ تر خود اپنے بچائے ہوئے روپیہ پر چل رہی ہیں - اس ملک کو روز افزوں کفایت شعاری کی بے حد ضرورت ہے
ملک کے ہر فرد کو روپیہ بچانا چاہیے اور ہر روز بچانا چاہیے یہ نہ سمجھو کہ انگلستان یا یورپ کے دیگر ممالک کے
سب لوگ مالدار ہیں - وہاں سینکڑوں لوگ مفلس ہیں - مگر وہاں ہر کس و ناکس اس فکر میں رہتا ہے کہ ہر روز کچھ نہ کچھ

بچائے اور اپنے سرمایہ میں اضافہ کرے۔

کفایت شعاری اس کا نام نہیں کہ آپ محض روپیہ بچائیں اور سینکڑوں اشیا ہیں جن میں آپ کفایت شعاری سے کام لے سکتے ہیں۔ میں نے ذکر کیا تھا کہ انگلستان کی بارہ بارہ انچہ اوپر کی زمین مصنوعی ہی یہ کاہے سے بنی ہے کھاد کو بچانے سے۔ اچھی زراعت سے' آدمیوں کی محنت کرنے اور پسینہ بہانے سے' یہ بھی کفایت شعاری ہے زرخیز زمین کی شکل میں جو بچتیں ہم پیدا کریں وہ بھی ویسی ہی ہیں جیسی نقد روپیہ کی بچتیں۔

تیسری ضروری خوبی - تیسرا وصف آمادگی حصول علم ہی میں جب اپنے یورپ کے سفر میں وہاں کے امداد باہمی کے طریقوں کا مطالعہ کر رہا تھا تو میں نے ہر جگہہ زراعتی کالج اور کھاد اور اوزاروں اور بیجوں کی خرید و فروخت کے لیے کواپریٹو سوسائٹیاں دیکھیں۔ پھر وہ زراعت کے ماہرین دیکھے جو مشورہ دینے کی غرض سے ہر وقت سفر کرتے رہتے ہیں اور جب میں نے ان کالجوں کے افسروں سے یہ سوال کیا کہ تحصیل علم کے بعد آپ کے طالب علم کیا کرتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ اپنی زمینوں پر واپس جاکر خود زراعت کرتے ہیں۔ کبھی سرکاری ملازمت کے متلاشی نہیں ہوتے گھر جاکر اپنی زمین آپ بوتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہی کہ کبھی کالج میں تعلیم پانے گئے ہی نہیں تھے۔ وہ کالجوں سے جو علم حاصل کرتے ہیں۔ اسے درست اور صحیح سمجھتے ہیں اور پھر اپنی زمینوں پر خود تجربہ کرتے ہیں۔

زراعتی ڈگریاں لے کر سرکاری ملازمت نہ ڈھونڈو بلکہ زمین کاشت کرو

اسی طرح میں نے جنوبی اٹلی میں جو بہت غریب ملک ہی اور جہاں کے لوگ دن میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے ہیں - ایک زراعتی اسسٹنٹ سے پوچھا کہ آیا یہاں کے کسان مشورہ سننے کے لئے تیار ہیں تو اس نے جواب دیا کہ وہ میری مدد کے اس قدر خواہاں ہیں کہ جو کچھ وہ چاہتے ہیں اُن کے لئے مہیا نہیں کر سکتا۔ جنوبی اٹلی کے کسان ان پڑھ اور غریب ہیں لیکن اس شخص نے معلوم کیا کہ وہ نئے خیالات حاصل کرنے اور خود اپنی زمین پر زراعتی سائنس کو عمل میں لانے کے لئے تیار اور مستعد رہتے ہیں اس کے برعکس پنجاب کا یہ حال ہی کہ جو شخص یہاں کے زراعتی کالج کی ڈگری لے کر نکلتا ہی وہ اپنی زمین کو کاشت کرنے کے لئے گھر نہیں جاتا بلکہ سرکاری ملازمت تلاش کرتا ہی اگر پنجاب حقیقی ترقی کرنا چاہتا ہے تو اس کو دوسرے سبق سیکھنے کا وصف حاصل کرنا چاہیئے۔

مجھے سفر میں بھی جہاں میں نے چند کواپریٹو سوسائٹیوں کا معائنہ کیا۔ یہی حال نظر آیا۔ میں نے اُن کی کارکنوں سے پوچھا کہ یہ سوسائٹیاں کیا کام کرتی ہیں انھوں نے جواب دیا کہ وہ کسی حد تک روپیے قرض دینے کا کام کرتی ہیں لیکن ان کا بڑا کام کھاد اور اعلیٰ درجہ کی بیج خرید کرنا ہی۔ مصر میں کوئی باقاعدہ کواپریٹو محکمہ نہیں ہی۔ وہاں

کے لوگوں نے مجھے بتایا کہ جب اُن کو چند آلات کی ضرورت ہو یا انھیں زراعتی معاملات پر مشورہ لینا ہو تو وہ مصر کی سب سے بڑی زراعتی مجلس کو جو سلطانیہ سوسائٹی کے نام سے موسوم ہے لکھ دیتے ہیں اور جو مدد طلب کی جائے وہاں سے حاصل کر لیتے ہیں۔

مصر اور پنجاب کے کسانوں کا مقابلہ

پنجاب میں کتنی سوسائٹیاں یا کتنے زمیندار ہیں جو اپنے ارادہ سے کسی زراعتی عہدہ دار یا زراعتی مجلس کو اپنے روزمرہ کی کاشت کی کام کے متعلق مدد لینے کے لئے لکھتے ہیں۔ اب مصر کے کسان بھی پنجابیوں کی طرح ہیں لیکن ان دونوں میں یہ بڑا فرق ہے کہ مصر کے زمیندار نئی بات سیکھنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں اور اُن کے دل ہر نئے خیال کے لئے کھلے ہیں۔ ڈنمارک اور سویڈن میں بھی میں نے دیکھا کہ وہاں کے کسان لوگ مواشی کی افزائش نسل کا کام کو اپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اور وٹرنری ماہروں کو مشورہ کے لئے اکثر بلا بھیجتے ہیں۔ ہندوستان میں یہ حالت نہیں ہے۔ یہاں وٹرنری سرجن خود گاؤں میں جاکر زمیندار کو مشورہ دیتا ہے جس کو وہ پس وپیش کے ساتھ سنتا ہے لیکن ڈنمارک اور سویڈن میں لوگ مواشی کے ڈاکٹروں کو خود بلاتے ہیں اور اس قدر فرمایش کرتے ہیں کہ اس کو کام سے فرصت نہیں ملتی۔ وہ نئی بات سیکھنے اور اس پر یقین کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن پنجاب میں اس قسم کے ایک اصول کو مان لیا گیا ہے کہ سرکاری ملازم محض اس لئے مشورہ دیتے ہیں کہ اُن کو ایسا کرنے کے لئے تنخواہ دی جاتی ہے اور شاذونادر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنے طور پر اس کی مدد چاہیں اور سمجھیں کہ اُن کا مشورہ قیمتی اور درست ہے یہ نہایت ضروری ہے کہ اب اپنے دلوں کو نئی معلومات حاصل کرنے کے لئے کھولیں اور نئے علم پر یقین رکھنے کی عادت ڈالیں۔

پنجاب میں ایک سو کو اپریٹو سوسائٹیاں ہیں جن سے یہ کام لیا جاتا ہے کہ بہتر قسم کی کاشت ہو۔ زراعتی اشیاء مہیا کی جائیں۔ کمیشن کی دوکانیں چلائی جائیں۔ مویشیوں کی نسل بڑھے اور دودھ کا حساب کتاب رکھا جائے۔ لیکن عوام سوسائٹیوں کے ساتھ کام کرنے کے لئے اس قدر تیار نہیں ہیں جتنا کہ ہونا ضروری ہے اور ہم اس قسم کی سوسائٹیوں کا سلسلہ سارے پنجاب میں پھیلانے کے قابل نہیں ہو سکیں گے جب تک کہ معمولی کاشتکار اپنے دل کو نہیں کھولتا اور یہ محسوس نہیں کرتا کہ یہ سوسائٹیاں نفع آور چیزیں ہیں اور اس لئے ذاتی طور پر اس کے لئے واقعی قیمتی ہیں۔

چوتھا وصف ضروری۔ میں نے ہمت۔ کفایت شعاری اور جدید علوم کے حصول کا ذکر کیا ہے اب میں چوتھی خوبی کا ذکر کرتا ہوں اور وہ تعلیم ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ پیداوار کی تقسیم کے لئے بڑی بڑی سوسائٹیوں کے ممبر سارے ملک میں پھیل جائیں۔ جیسا کہ ڈنمارک اور جرمنی میں ہے یا ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی طرح ایک وسیع براعظم پر چھا جائیں۔ جب کہ ممبر ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں اور اس کے باوجود باہم متحد ہیں۔ یہ محض اس لئے ممکن ہے کہ وہ لوگ تعلیم یافتہ ہیں اور جو لوگ عام اجلاس میں شریک نہیں ہو سکتے اُن کے پاس حساب کتاب اور روئداد جلسہ

کی چھپی ہوئی کیفیت بھیجی جاتی ہے۔ ان کو کتابوں۔ اخباروں اور پمفلٹوں کے ذریعہ ہدایت دی جاتی ہے۔ اور وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ان کے لئے ایک ایسی کوآپریٹو سوسائٹی کا ممبر رہنا کیوں ضروری ہے۔ جو ان سے دور دراز فاصلہ پر ہے اور جس کے بہت سے ممبران کے لئے اجنبی ہیں۔ وہ یہ سارا کام اس لئے کر سکتے ہیں کہ وہ تعلیم یافتہ ہیں اور ہم پنجاب کی پیداوار کی فروخت کو ضبط و انتظام میں لانے کے کبھی قابل نہیں ہو سکتے۔ جب تک ہم اس قسم کی فروخت کرنے والی سوسائٹیاں نہ بنائیں گے۔ جو ایک وسیع رقبہ پر محیط ہوں۔ اور جن کے بہت ہی زیادہ ممبر ہوں۔ ہماری کمیشن کی دوکانیں کچھ کام کر سکتی ہیں۔ لیکن اس حد تک نہیں کر سکتیں۔ جس حد تک کہ ڈنمارک یا امریکہ میں کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہمارے ممبران پڑھ ہیں اور ان کو اسی حالت میں بات سمجھائی جا سکتی ہے جب وہ سب ایک جلسہ میں اکٹھے ہوں۔ یا سوسائٹی کا کارکن ان سے ذاتی طور پر ملے۔ پنجاب میں ہماری تحریکیں تعلیم کی کمی کے باعث رکی ہوئی ہیں۔

گورنمنٹ کی تعلیمی کوششوں کو بدگمانی سے نہ دیکھو

اس خرابی کو دور کرنے کے لئے گورنمنٹ بڑی بھاری کوشش کر رہی ہے لیکن زمیندار بسا اوقات گورنمنٹ کی کوششوں کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ تعلیم اس وقت نہایت تیزی سے پھیلے گی جب زمیندار اس بات کو سمجھ لیگا کہ تعلیم واقعی نفع آور ہے۔ کیونکہ تعلیم یافتہ آدمی اپنی پیداوار کو ان پڑھ آدمی کے مقابلہ میں بہتر طور پر فروخت کر سکتا ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ کے لڑکے اسکول میں جاکر پڑھیں اور اس کے بعد پٹواری یا تھوڑی سی تنخواہ پر کلرک ہو جائیں۔ بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد سمجھدار کاشتکار اعلیٰ شہری اور اچھے ہندوستانی محب وطن بنیں۔ لیکن ایک آدمی ایک گاؤں میں رہ کر اور اپنی زمین میں ہل چلا کر بھی ایک ایسا اچھا شہری بن سکتا ہے جیسا کہ خود شہر کا رہنے والا۔

جب آپ اس آخری وصف کا نام سنیں گے جس پر میں بحث کروں گا تو آپ کو مجھ سے ناراض نہیں ہونا چاہئے میں یہ نہیں کہتا کہ وہ خوبیاں جو میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں ہندوستان میں نہیں پائی جاتیں بلکہ میں یہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ اور ملکوں میں کونسی خوبیاں موجود ہیں۔ تاکہ آپ بھی یورپین ملکوں کی طرح ان خوبیوں کو نشوونما دیں۔ پانچواں وصف جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں دیانتداری ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ پنجابی دیانتدار نہیں۔ اس صوبہ میں بیشمار لوگ دیانتدار ہیں۔ لیکن دیانتداری ایک ایسا وصف ہے کہ یہ جس قدر بھی ہو کم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کی ترجمانی وسیع معنوں میں کریں۔ دیانتداری کا یہی مطلب نہیں ہے کہ مفید کاموں کے لئے روپیہ ادھار لیا جائے اور اسے مقررہ تاریخ کے اندر وقت پر واپس کر دیا جائے۔ بلکہ اس کا یہ بھی ہے کہ فضول خرچی مقدمہ بازی اور چھوٹے چھوٹے جھگڑوں سے پرہیز کیا جائے۔

قرض کے روپیہ کو غیر نفع بخش کام پر نہ لگاؤ

ہمارے دیہات میں بہت سی باہمی قرضہ کی انجمنیں ہیں اور ان کی کامیابی کا انحصار ان خوبیوں پر ہے جو میں نے بیان کی ہیں۔ اگر ہماری انجمنوں کا مقابلہ بلجیم اور جرمنی کی انجمنوں سے کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہم قرضہ کا استعمال اتنی عقلمندی سے نہیں کرتے۔ اور ان کی ادائگی میں پابندی وقت

کا اتنا خیال نہیں رکھتے جس قدر کہ ان ملکوں میں ہے۔ یورپ میں باہمی قرضہ کی انجمنیں کسی ایسے شخص کو ممبر نہیں بنائیں گی جس پر ان کو اعتبار نہ ہو اور اگر وہ شخص ممبر بننے کے بعد فضول خرچ یا مقدمہ باز یا جھگڑالو یا پابند وقت ثابت نہ ہو تو اس کو فوراً نکال دینگے۔ پنجاب میں خاص کر جہاں یہاں کی انجمنیں زیادہ تر مذہبی پیشواؤں کی زیر نگرانی ہیں ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہی حال پنجاب میں ہر جگہ ہے اور ہم پورے طور پر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جب تک ہم باہمی معاملات میں ایک دوسرے کو دیانت دار بنانے کی تعلیم نہیں دیتے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ کل کے ایک لیکچر کے بعد بحث کے دوران میں یہ کہا گیا تھا کہ ایک زمیندار کا حق ہے کہ وہ شادیوں اور اپنی رسوم پر کھلے دل سے روپیہ صرف کرے کیونکہ شادی کے بہت کم مواقع اس کے حصے میں آتے ہیں۔ میں اس دلیل سے بالکل متفق ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اہم شرط یہ لگاتا ہوں کہ زمیندار اس روپیہ کو آزادانہ خرچ کر سکتا ہے جو اس نے بچایا ہوا ہو۔ غیر منافع بخش اغراض کے لئے ادھار لے کر روپیہ کو خرچ کرنا دیانت داری نہیں ہے۔ سب سے پہلے روپیہ بچانا چاہئے اور پھر اس بچت میں سے اپنی خوشی کے لئے جتنا روپیہ چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔

لڑکی کی شادی کے لئے ایک روپیہ ماہوار بچانے والا شخص

جن اسکولوں کا میں نے معائنہ کیا تو ان کے لڑکوں کو میں نے بارہا ایک سادہ سا سوال حل کرنے کے لئے دیا ہے آپ بھی اسے حل کریں۔ دو شخص تھے جن کی تنخواہ پچاس پچاس روپیہ ماہوار تھی ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اس قدر غریب ہوں کہ اپنی تنخواہ میں سے کچھ نہیں بچا سکتا۔ لیکن دوسرے شخص نے اسے اس نصیحت کی۔ جب اس کو یہاں لڑکی پیدا ہوئی تھی کہ اس کی شادی کے لئے ایک روپیہ ماہوار علیحدہ رکھ لیا کرو۔ اس کے دوست نے کہا کہ میرے گھر میں بھی آج ہی ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے اور میں نے اس کی شادی کے اخراجات کے لئے ایک روپیہ ماہوار بچانے کا قطعی فیصلہ کر لیا ہے جب یہ لڑکیاں بالغ ہوئیں تو ان کی ایک ہی دن شادی ہوئی جس شخص نے ایک روپیہ بچانے کا عہد کیا تھا اس نے دیکھا کہ سود در سود کے حساب سے اس کے پاس اتنا روپیہ جمع ہو گیا ہے کہ وہ بلا قرض شادی کے اخراجات پورے کر سکتا ہے لیکن دوسرے شخص کو تین سو روپیہ بطور قرض لینا پڑا اور اس کے لئے سال میں چھتیس روپیہ ماہوار دینے پڑے۔ اس طرح جس شخص نے یہ کہا تھا کہ وہ ایک روپیہ بھی نہیں بچا سکتا اس کو بطور سود کے ساڑھے چھ سو روپیہ ماہوار ادا کرنے پڑے اور علاوہ ازیں اسی بھاری قرضہ لینا پڑا جس شخص نے ایک روپیہ ماہوار بچا لیا تھا اس نے کوئی قرضہ نہ لیا۔ ان دونوں میں سے کون سا شخص دیانت دار ہے۔

جھگڑے نپٹانے کے لئے ثالثی مجالس کا فائدہ اٹھاؤ

حال میں پنجاب میں ہم نے دو قسم کی مجالس دیانتداری کی ترقی کیلئے قائم کی ہیں۔ پہلی قسم میں وہ ثالثی کی مجالس ہیں۔ جو چند سال پہلے جاری کی گئی تھیں لیکن قانونی دشواری کے باعث ان کو بند کر دیا گیا تھا گورنمنٹ نے اب نئے ضوابط منظور کر لئے ہیں اور جہاں کہیں ضرورت پڑے ان مجالس کو دوبارہ جاری کیا جا سکتا ہے ان کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ باضابطہ نالشوں کی بجائے ان چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کو جن سے مقدمہ بازی ہوتی ہے فیصلہ کر دیا کریں۔ باضابطہ نالشیں تو عدالتوں کے لئے مخصوص ہونگی لیکن ان مجالس کی انتہائی کوشش یہ ہوگی کہ وہ لوگوں کو ایک چھوٹے سے جھگڑے کو ایک بڑے مقدمہ کی صورت میں نہ بننے دیں۔ دوسری قسم بہتر زندگی بنانے کی مجالس کے نام سے موسوم ہے ان سے یہ مقصود ہے کہ وہ مردوں اور ان کی بیویوں کو بھی چال چلن کے خاص ضوابط پر متفق ہونے کی ترغیب دیں گے جو ایک عام اجلاس میں طے کئے جائیں گے چند سال سے لاہور کے قریب راعیاں کی کوآپریٹو انجمنوں نے اس قسم کے ضوابط بنائے ہیں لیکن ہم اب خاص مجالس قائم کرنا چاہتے ہیں اور ان مجالس کی بڑی غرض یہ ہوگی کہ وہ دیانتداری کا حق ا

سودمند کے دوسرے سال کا پروگرام

سودمند کا بارھواں پرچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے جس کے بعد اس کی زندگی کا دوسرا سال شروع ہوگا۔ پہلے سال میں ناظرین نے جو اس کی قدر افزائی فرمائی ہے اس کا اندازہ ان چند خطوط سے ہوا ہوگا جو اس کے مختلف نمبروں میں وقتاً فوقتاً شائع کئے گئے ہیں۔ یہ خطوط منجملہ صدہا خطوط کے ہیں۔ حال میں جو خط راجہ اکبر علی خاں صاحب متوطن موضع پدھری ضلع جہلم سے موصول ہوا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"آپ کا مجلد رسالہ سودمند وصول پایا اور زیر مطالعہ رکھا ہوا ہے۔ ہر روز ایک سیر خون تازہ جوش سے پیدا ہوتا ہے۔ آفرین صد آفرین اس قدر خیال اور مغز ہے اب بھی اگر زمینداران کے خفتہ نصیب نہ جاگیں گے تو نصیب ہے مبارک اور ہزاروں شاباش مصنف صاحب کو۔ میری زبان تعریف نہیں کرسکتی۔ خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے۔ اور ضرور خداوند ذوالجلال اجر عظیم دے گا"

اس قدر حوصلہ افزا خطوط کا اقتضا تو یہ تھا کہ ہم سودمند کے موجودہ طرز کو کافی سمجھتے مگر جو کام ہمارے پیش نظر ہے وہ چونکہ نہایت اہم اور عظیم الشان ہے اس لئے ہر وقت یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ کس طرح مسلمانوں کی قوم کو افلاس و ناداری کے گرداب سے جلد سے جلد نکالا جائے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اسے ایک یا چند لوگ انجام نہیں دے سکتے جب تک ہر مقام اور ہر پیشہ کے تجربہ کار اصحاب اپنے اپنے تجربات اور خیالات سے اپنے بھائیوں کو فائدہ پہونچانے پر کمربستہ نہ ہو جائیں۔ اور سودمند کی وساطت سے باہمی تبادلہ خیالات نہ کرتے رہیں۔ بعض اصحاب کو ممکن ہے کہ یہ خیال ہو کہ مضامین لکھنے کے لئے عمدہ زبان اور انشا پردازی کی ضرورت ہے مگر سودمند تو محض ایک اقتصادی پرچہ ہے جس کے لئے صرف تجربہ اور ایک دردمند دل کی ضرورت ہے اس لئے ناظرین سودمند کی خدمت میں عرض ہے کہ جو تدابیر اپنی قوم و ملک کی مالی حالت کی درستی کے لئے مفید سمجھتے ہوں وہ بلا تکلف ہمیں لکھتے رہیں اور حتی الامکان حسب ذیل عنوانات کو پیش نظر رکھ کر مضامین مرتب فرمائیں۔ ہم حتی الامکان ان ہی عنوانات کو قائم رکھیں گے۔

(۱) **زمینداری اور زراعت** | ہندوستان میں پچاسی فی صدی مردم شماری زمینداروں اور کاشتکاروں کی

ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ زراعت کے کام کو ترقی دینے کی ضرورت ہے جو اصحاب اس عنوان پر لکھنا چاہیں وہ اپنے ضلع کے سرکاری کتب خانہ میں جو کلکٹری میں ہوتا ہے گزیٹیر اور پچھلے تمام بندوبستوں کی رپورٹیں ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ سال بسال مسلمان زمینداروں کی حالت میں کس درجہ تبدیلی ہو رہی ہے۔ اور اگر ان کی حالت رو بہ تنزل ہے تو اسے روکنے کی تدابیر پیش کی جائیں اور اپنے ضلع والوں کو اس طرف متوجہ کیا جائے۔ اسی طرح زراعت پیشہ کی حالت کی تفتیش کر کے انھیں قرضداری سے رہائی دلائی جائے۔ زراعتی ترقی کے لئے گورنمنٹ نے حال میں ایک کمیشن مقرر کیا ہے اور جدید ریسرچ کو خاص طور سے اس پیشہ کی طرف توجہ ہے۔ جس کی وجہ سے اس کو ترقی ہونے والی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ زراعتی ترقی کی تمام جزئیات کی تشریح کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں البتہ موٹی موٹی باتیں اس میں درج ہو سکتی ہیں تاکہ مسلمانوں کو عام طور پر اس مفید اور شریف پیشہ سے مناسبت ہو۔ جن اصحاب کو اس فن کے متعلق عمدہ کتابیں اور رسالے معلوم ہوں اور جو جدید آلات تجربہ میں مفید ثابت ہوئے ہوں اُن کے حالات سے اطلاع دیں۔ ہماری معلومات اس بارہ میں جو کچھ ہوں گی وہ بھی ہدیہ ناظرین کریں گے۔

(۲) صنعت وحرفت اس میں کاریگروں کے مقامی حالات، صنعت کے متعلق بہتر لوگوں کے خیالات کاریگروں کو سرمایہ داروں کے چنگل سے نکالنے کے طریقے۔ مفید رسالوں اور کتابوں کے نام درج کئے جائیں گے۔ صوبہ متحدہ کے صیغہ انڈسٹری نے ہر ضلع کی صنعت و حرفت کے حالات جمع کئے ہیں جو ڈائرکٹر صاحب صیغہ انڈسٹری کانپور سے بقیمت مل سکتے ہیں جن اصحاب کو اپنے ضلع کی مقامی صنعت کے حالات معلوم کرنے ہوں وہ اس رسالہ کو منگا کر ملاحظہ فرمائیں اور ان سے اپنے کاریگر بھائیوں کی ہدایت و رہنمائی فرمائیں۔

(۳) تجارت اس میں تاجروں کے مقامی حالات، اُن کی بہتری کی تدابیر کاروبار کے متعلق مفید مشورے تجارت کی کتابوں اور رسالوں کے نام درج ہوں گے۔

(۴) کواپریشن عوام الناس کی بہتری کے لئے انجمن ہائے امداد باہمی نے اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ مفید کام کیا ہے۔ اور مندرجہ بالا تینوں مدات یعنی زراعت، صنعت اور تجارت اب اسی مد کے تحت میں اکثر کامیاب ہو رہی ہیں۔ اس عنوان میں کواپریشن کی کامیابی کے حالات اور طریقے درج ہوں گے۔

(۵) کفایت شعاری اور روپیہ کا کاروبار اس عنوان کے تحت میں روپیہ جمع کرنے کے طریقے اور عملی کفایت شعاری کے نسخے درج کئے جائیں گے اور روپیہ کے کاروبار کے متعلق کتابوں اور رسالوں کے نام لکھے جائیں گے۔

(۶) اشاعت تعلیم | تمام مندرجہ بالا عنوانات کی ترقی کا انحصار اس پر ہے کہ مسلمان خواندوں کی تعداد بڑھائی جائے اس وقت ملک میں باہم مرتین چار فی صدی خواندہ لوگ ہیں۔ دیگر اقوام میں بچوں سے لے کر بڑی عمر تک لوگوں کو پڑھانے کی تدابیر نہایت سرگرمی سے اختیار کی جا رہی ہیں ضرورت ہے کہ مسلمان بھی اس طرف خاص توجہ کریں۔ اپنے بچوں عزیزوں ہمسایوں کو خواندہ بنانے کی کوشش کریں اور اپنی کوششوں کے نتائج اور طریقوں سے ناظرین سودمند کو مستفید کریں۔

(۷) اصلاح رسوم | اس عنوان میں بیجا اور مسرفانہ رسم سے روکنے کی کوشش کی جائے گی۔

(۸) افسانہ | مسلمانوں کی حالت کے متعلق صحیح واقعات یا اُن کے حسب حال کوئی فرضی قصہ یا افسانہ جو چند صفحات سے زیادہ نہ ہو۔

(۹) سادگی اور صحت | تندرستی بڑھانے اُسے قائم رکھنے اور سادہ زندگی بسر کرنے کے طریقے۔

(۱۰) رہنمائے زندگی | عام اخلاقی امور جن پر عمل کرنے سے سکون قلب اور طمانیت دلی حاصل ہو۔ ورزندگی کی مشکلات پر غالب آنے کی قابلیت پیدا ہو۔

(۱۱) خطوط کے خلاصے | جن سے مسلمانوں کے محسوسات اور جذبات ایک دوسرے کو معلوم ہوں اور مختلف مقامات میں جو اصحاب عملی کام کر رہے ہیں وہ ایک دوسرے کے تجربوں سے فائدہ اٹھائیں۔

(۱۲) نظم اور متفرقات | جس میں ہر قسم کے مفید مضامین ہوں اور نظم میں کارآمد باتیں بتائی جائیں۔

امید ہے کہ ناظرین ان عنوانات کو پیش نظر رکھ کر کچھ نہ کچھ لکھیں گے اُن کے علاوہ اور کوئی عنوان ان کی نزدیک ضروری ہو تو اس سے اطلاع دیں گے۔ یہ ضرور نہیں کہ ہر رسالہ میں یہ سب کے سب عنوانات رکھے جائیں گے کیوں کہ رسالہ مختصر ہے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہوگا ان کی پابندی کی جائے گی۔ امید کہ ہمارے ہمدرد اور معزز ناظرین مضامین سے ہماری امداد فرمائیں گے۔

(ایڈیٹر)

سادگی اور صحت

نمبر ۲

(گزشتہ سے پیوستہ)

جلد کی ضرورت انسان کو مثل دیگر جان دار مخلوق کے جلد اس لئے دی گئی ہو کہ اس کے ذریعہ جسم کو سردی اور گرمی سے محفوظ رکھے۔ تمدن کے نقصانات میں سے انسان کو ایک نقصان یہ پہونچا ہو کہ کپڑے کے استعمال نے اس کی جلد کو بیکار کر دیا۔ جلد میں بہت باریک مسامات ہیں جن میں سے جسم کا اندرونی فضلہ اور پسینہ خارج ہوتا رہتا ہے اور باہر سے ہوا نفوذ کرتی رہتی ہے جب بیرونی ہوا میں سردی ہوتی ہو تو یہ مسامات سکڑ کر بند ہو جاتے ہیں اور سردی کو جسم کے اندر داخل ہونے سے روکتے ہیں اور جب گرمی ہوتی ہے تو یہ مسامات مثل کواڑوں کے کھل جاتے ہیں۔ مگر جسم پر مسلسل کپڑا رہنے سے جلد کو اس بات کی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ سردی روکنے کے لئے اپنے مسامات یا کواڑوں کو بند کرے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہو کہ بیکار رہنے سے رفتہ رفتہ جلد کمزور ہو جاتی ہو اور اس کے مسامات سردی کے وقت ٹھیک کام نہیں دیتے۔ اور اگر سردی کے وقت کپڑا کافی نہ ہو تو زکام، نمونیا اور طرح طرح کے عوارض پیدا ہو جاتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ انسان نے کپڑا اس لئے ایجاد کیا کہ اس کے ذریعہ جسم کو سردی گرمی سے محفوظ رکھے۔ حالاں کہ واقعہ یہ ہو کہ انسان نے کپڑے کو محض آرائش کے لئے رائج کیا تھا جو رفتہ رفتہ ضروریات زندگی میں داخل ہو گیا۔ اس دعوے کا ثبوت اُن وحشیوں سے ملتا ہو جو جنگلوں میں مدام ننگے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو جب کہیں سے کپڑا یا پوستین مل جاتا ہو تو وہ سردی کے وقت اُسے استعمال نہیں کرتے بلکہ جب کوئی جشن یا خوشی کا موقع ہو تب اُسے اوڑھتے یا پہنتے ہیں۔ رفتہ رفتہ جلد کو اس کی عادت ہو جاتی ہو اس کے مسامات یا کھڑکیاں معطل رہتے رہتے بیکار ہو جاتی ہیں۔ اُس وقت انسان مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ ہر وقت اپنے بدن پر کپڑا رکھے۔

دوسرا نقصان جسم کو چھپانے سے یہ پہونچتا ہو کہ چونکہ جسم کپڑے کے اندر نظر نہیں آتا اس لئے اس کا عیب وصواب کچھ نہیں معلوم ہوتا اور بجائے اس کے کہ انسان اپنے جسم کو خوبصورت بنانے کے لئے ورزش اور اس کی صفائی کرے وہ خوشنما کپڑے بنوانے اور انھیں صاف رکھنے میں مصروف رہتا ہو اور اسی کو اپنی خوبصورتی سمجھتا ہو۔ چنانچہ ایسے لوگ بہ کثرت موجود ہیں جو بغیر نہائے ہوئے کپڑے مل کر انھیں دھلنے کے لئے

بھیج دیتے ہیں جس کے معنی صاف طور پر یہ ہوتے ہیں کہ اپنے جسم اور اپنی جلد کے مقابلے میں انہیں اپنے کپڑے زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ مگر یہ سب اس بات کا نتیجہ ہے کہ بالعموم لوگوں کو اپنی جلد کی اہمیت نہیں معلوم ہوتی

جلد کا فعل

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، جلد کے باریک مسامات میں سے پسینہ کے ساتھ جسم کا فضلہ یا میل خارج ہوتا رہتا ہے جس سے خون صاف رہتا ہے۔ اس کے علاوہ باہر کی آکسیجن ہوا جو زندگی بخش ہے۔ نہ صرف ناک اور منھ سے جسم میں داخل ہوتی ہے بلکہ جلد کے مسامات میں نفوذ کر کے جسم کے اندرونی حصہ میں پہونچ جاتی ہے اور خون کو صاف کرتی رہتی ہے۔ اس کا تجربہ اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ تمام جسم پر اگر مٹی کا موٹا لیپ کر دیا جائے۔ اور صرف منھ اور ناک کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو انسان کا دم گھٹنے لگتا ہے حتیٰ کہ اگر سر کو چھوڑ کر کل جسم زمین میں دبا دیا جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ جلد کو بند رکھنے سے انسانی صحت کو کس قدر نقصان پہونچتا ہے۔

جسم کی صفائی

جسم کے بیرونی حصہ کے متعلق سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ چوبیس گھنٹے میں ایک بار کل جسم کو دھویا جائے۔ چنانچہ انگریزوں کے اسپتالوں میں خواہ کیسا ہی مرض کیوں نہ ہو۔ علی الصباح ہر مریض کے کل کپڑے اتار کر پلنگ پر پڑے ہوئے اس کے بدن کا ایک ایک حصہ کو اسپنج سے دھو دھو کر خشک کیا جاتا ہے۔ جب ایک طرف کا جسم اس طرح صاف ہو جاتا ہے تو اس کی کروٹ بدل کر دوسری طرف دھو دھو کر اسی طرح سکھایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ہر ہر عضو میل و غلاظت سے پاک و صاف ہو جاتا ہے اور کل مسامات خوب صاف ہو کر اپنا فعل عمدگی سے جاری رکھ سکتے ہیں۔ اب وہ اصحاب جو خدا کے فضل سے تندرست ہیں خود دیکھ سکتے ہیں کہ ایسے مریضوں کے مقابلہ میں جو خود کروٹ نہیں بدل سکتے اُن کے لئے روزانہ نہا لینا کس قدر سہل ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کی درس گاہوں میں غسل کے متعلق کوئی خاص اہتمام نہیں ہوتا۔ ایک طرف تو ورزشوں کا انتظام کر کے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ بچوں کو خوب پسینہ آئے مگر پسینہ کے ساتھ جو میل نکل کر مسامات کے منہ بند کر دیتا ہے اور خون کے ساتھ مل کر پھر اس میں شامل ہو جاتا ہے اُسے دور کرنے کا کوئی انتظام نہیں کیا جاتا اور نہ شروع سے گھروں میں بچوں کو یہ تربیت دیجاتی ہے کہ وہ اپنے بدن کو روزانہ صاف رکھیں

غسل

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جسم کو کیسے پانی سے دھویا جائے۔ گرم پانی سے یا ٹھنڈے سے اس کے متعلق مختلف لوگوں کی مختلف رائے ہے۔ مگر کثرت رائے اسی پر ہے کہ جتنی حرارت جسم کی ہوتی ہے اسی قدر حرارت اس پانی کی ہو جس سے غسل کیا جاتا ہے۔ نہ کم نہ زیادہ اور چوں کہ کنوئیں سے نکلا ہوا تازہ پانی تقریباً جسم کی حرارت کے مساوی گرم ہوتا ہے اس لئے تازہ پانی سے نہانا بہترین سمجھا گیا ہے۔

بعض لوگ گرم پانی سے نہانا مفید سمجھتے ہیں۔ مگر یہ لوگ بالعموم خوش حال ہوتے ہیں یا خوش حال لوگوں

کے سے عادات رکھتے ہیں۔ گرم پانی سے نہانے میں یہ دقت ہے کہ اس کا انتظام آسانی سے نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ گرم پانی سے نہانے والے لوگ بالعموم دیر میں نہاتے ہیں اور جو بہت پابند ہیں وہ ہفتہ میں ایک بار نہاتے ہیں۔ گرم پانی سے نہانے والوں کو مکان کے اندر جہاں ہوا نہ آتی ہو نہانا ضروری ہے اور نہانے کے کچھ دیر بعد تک مکان کے اندر ٹھہرنا چاہئے۔ ورنہ اندیشہ ہوتا ہے کہ جسم کے مسامات کو جو گرمی سے پھیل جاتے ہیں۔ سرد ہوا سے نقصان نہ پہونچ جائے۔ چنانچہ یورپ میں جو حمام اعلیٰ درجہ کے ہیں ان میں یہ اہتمام ہے کہ گرم پانی سے نہانے کے ختم پر ایسا انتظام کیا جاتا ہے کہ پانی کی حرارت رفتہ رفتہ گھٹتی جائے حتیٰ کہ آخر میں پانی ٹھنڈا معلوم ہونے لگے۔ اس سرد پانی سے جسم کے مسامات بند ہو جاتے ہیں اور پھر باہر سرد ہوا میں نکلنے میں اندیشہ باقی نہیں رہتا۔

اب سب سے آخر میں سرد پانی کا نمبر آتا ہے۔ سرد پانی سے نہانا اگرچہ گرمیوں کے علاوہ ہر موسم میں ناگوار اور بظاہر تکلیف دہ ہے مگر فی الواقع جسم کے لئے وہ نہایت قوت بخش ہے۔ جس وقت جسم پر سرد پانی پڑتا ہے تو جلد کے مسامات سردی روکنے کے لئے بند ہو جاتے ہیں اور اس طرح دفعتاً مسامات کی کھڑکیاں بند ہونے سے جلد میں ایک حرکت اور حرکت سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔ جلد کی طرف خون کا دوران ہوتا ہے جو نہایت خوش گوار اور صحت کے لئے مفید ہوتا ہے۔ جن لوگوں کا نظام عصبی کمزور ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ طرح طرح کے عوارض میں مبتلا رہتے ہیں۔ ان کے لئے ڈاکٹر اکثر یہ تجویز کرتے ہیں کہ ان کے سر اور ریڑھ (کمر) کی ہڈی پر ٹھنڈا پانی دھار سے یا مشک سے یا فوارہ سے ڈالا جائے۔ سنا جاتا ہے کہ اس سے جسم میں ایک قسم کی برقی رو پیدا ہوتی ہے جو صحت کے لئے نہایت مفید ہے۔ پس اوسط درجہ کی صحت کے لوگوں کے اور بالخصوص ان لوگوں کے لئے جو دماغی کام کرتے ہیں یہ مناسب ہے کہ علی الصباح وہ سب سے اول ایک دو لوٹے ٹھنڈے پانی کے سر اور کمر پر دھار سے ڈالیں اور اس کے بعد جسم کو معمولی طور پر دھوئیں۔ آج کل صابون سے بدن دھونے کا رواج ہے مگر جس کثرت سے صابون کا استعمال کیا جاتا ہے اس قدر ضرورت نہیں۔ کیوں کہ مصنوعی چیزوں میں جہاں بہت سی خوبیاں ہیں وہاں کچھ نہ کچھ مضرتیں بھی ہیں۔ اس لئے صابون سے بدن ضرور صاف کیا جائے مگر بہت افراط سے صابون کا استعمال کرنا غیر ضروری ہے۔

نہانے سے قبل بغلوں اور جنگاسوں وغیرہ سے میل خوب صاف کرنا چاہئے۔ نہانے کے بعد بدن پونچھا جاتا ہے۔ بعض لوگ اس امر پر زور دیتے ہیں کہ جسم کو تولیا سے اس قدر رگڑا جائے کہ جلد سرخ ہو جائے۔ انگریزی میں مُلر (Muller) کی ایک کتاب جسمانی ورزشوں کے متعلق ہے جس میں نہانے کے بعد کے لئے جسم کی مالش کی ورزشیں دی گئی ہیں۔ وہ نہایت عمدہ ورزشیں ہیں لیکن اگر

کسی شخص کو مالش کی ورزشیں کرنے کی فرصت نہ ہو تو سب سے زیادہ سہل یہ ہے کہ بدن خشک کرنے کے بعد جسم کے تمام حصوں کو صرف ہاتھوں سے خوب رگڑا جائے حتیٰ کہ جسم میں گرمی محسوس ہو۔ اس طریقہ سے جسم پر سے میل بھی اترتا ہے۔ اگر میل زیادہ مقدار میں اترے تو اس کے بعد دو لوٹے پانی ڈال کر بدن پھر صاف کیا جا سکتا ہے۔ نہانے کے بعد ایک اور امر کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ پاؤں کی انگلیوں اور تلووں کو رگڑ کر خوب اچھی طرح میل سے صاف کیا جائے۔ لوگ پاؤں صاف کرنے کی طرف بالعموم توجہ نہیں کرتے اور پاؤں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں کہ گویا ان کے بدن کے اجزا نہیں ہیں۔ حالاں کہ صحت کا انحصار جس طرح اور اعضا جسم کی صفائی پر ہے اسی طرح پاؤں کی صفائی پر بھی ہے۔ بالخصوص جب کہ پاؤں بالعموم زیادہ میلے ہو جاتے ہیں۔

البتہ سرد پانی سے نہانے میں چوں کہ جسم کا میل اچھی طرح صاف نہیں ہوتا اس لئے جو لوگ معمولاً سرد پانی سے نہاتے ہیں وہ ہفتہ میں ایک بار گرم پانی سے نہالیں تو بہتر ہے کیوں کہ گرم پانی سے میل اچھی طرح دور ہوتا ہے۔

طفیل احمد

خشکی کا بھنور

دنیا ایک سمندر ہے جس میں اہل دنیا تیر رہے ہیں۔ جس وقت تک کوئی شخص ہاتھ پاؤں مار رہا ہے زندہ ہے اور جہاں تھک کر دم لیا اور بس گیا۔ تم نے سنا ہوگا کہ سمندروں میں ایک اور چیز نہایت ہی خطرناک ہوتی ہے جس سے بڑے بڑے تیراک استادوں کے دل لرزتے اور جگر کانپتے ہیں وہ کیا چیز ہے؟ یہ وہی چیز ہے جس کو عرف عام میں بھنور بولتے ہیں۔ یہ وہ بلائے بے درماں ہے جس کا مقابلہ کوئی قوت نہیں کر سکتی۔ فن جہاز رانی نے گو دنیا میں بہت کچھ ترقی کر لی ہے۔ بہت سے ایسے آلات ایجاد ہو گئے ہیں جن سے طوفانوں۔ جوار بھاٹوں اور دیگر آفات ارضی و سماوی کا مقابلہ کیا جاتا ہے اور بسا اوقات جانبری کی صورت بھی نکل آتی ہے۔ لیکن اے عزیزو! باوجود سائنس کی اس قدر بلند آہنگیوں اور دیگر علمی و صنعتی موشگافیوں کے "بھنور" کا اس وقت تک کوئی کاٹ نہیں نکلا۔ جب جہاز کسی بھنور میں پھنس جاتا ہے تو بس خدا ہی اس کا حافظ ہوتا ہے۔

علیٰ ہذا دنیاوی مصائب کے تلاطم خیز طوفان میں بھی ایک بھنور ہوتا ہے اور کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ بھنور کیا ہے؟ اے عزیزو وہ بھنور یہی سود در سود کا چکر ہے جس میں یاران وطن نے مسلمانوں کو مبتلا کر رکھا ہے۔ ایک بہت بڑی

تعداد مسلمانوں کی تو اس بھنور میں پڑ چکی ہے اور جو تھوڑے بہت لوگ ابھی تک بچے ہوئے ہیں وہ بھی رفتہ رفتہ اسی بھنور میں پڑتے جاتے ہیں جس سے نکلنا اُن کے امکان سے باہر ہوتا جاتا ہے۔

پس اے بھائی مسلمانو! اگر تم اپنی حیات ملی اور بقائے قومی چاہتے ہو تو خدارا اس مہلک بھنور سے خود بھی بچو اور اپنے اُن بھائیوں کو بھی جو اس میں پھنس چکے ہیں نکالنے کی فکر کرو۔ کیوں کہ بھنور کا یہ ایک عجیب خاصہ ہے کہ وہ اپنے گردوپیش کی جملہ اشیاء کو کھینچ کھینچ تحت الثریٰ تک پہونچا دیتا ہے اور پھر اُن کو ابھرنے نہیں دیتا فقط

خاکسار محمد غنی از حسن پور

فتویٰ

(منقول از اہلحدیث امرتسر)

سوال نمبر۱۔ اگر مسلمان سوداگر نے ایک ہندو مہاجن سے دو ہزار روپیہ کا مال قرض لیا اور اس مہاجن کا قاعدہ ہے کہ ڈیڑھ ماہ میں کل روپیہ وصول کرلیتا ہے۔ اگر سب روپیہ دیا نہ سکے تو باقی روپیوں کا سود فی سینکڑہ ۱۲ر ماہوار لیتا ہے۔ اب سوداگر مذکور نے ڈیڑھ ماہ صرف سولہ سو روپیہ کا مال بیچ کر مہاجن مذکور کو دیا۔ باقی چار سو روپیہ یو کے اندر چکتی کرنے سے سخت مجبور ہے (کیوں کہ نقد روپیہ اس کے پاس بالکل موجود نہیں ہے) اور چار سو کا سود بھی ایک ماہ میں صرف تین روپیہ ہوں گے جو اس کی تجارت کو بظاہر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے وقت میں یہ روپیہ کیسا ہے۔ (سائل نامعلوم الاسم)

جواب نمبر۱۔ ہمارے ہاں اہل تجارت کی اصلاح میں اس عرصہ کو مدت کہتے ہیں۔ تجارت پیشہ لوگوں کے دستور میں روپیہ چکانے کی مدتیں مختلف ہیں۔ کسی کی مہینہ۔ کسی کی چالیس یوم۔ کسی کی کم۔ کسی کی بیش۔ مشتری اس مدت تک روپیہ چکا دے تو خیر ورنہ جتنی مدت بڑھے گی اس کا سود مشتری کے ذمہ ہوگا اس قسم کے سود کی بابت سوداگر کرنے کے وقت کوئی خاص معاہدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اہل تجارت کا عرف عام ہی معتبر ہوتا ہے۔ اس لئے بعض علماء عصر اس قسم کے سود کو تجارت میں داخل جان کر حرمت کا حکم نہیں لگاتے۔ دوسرے علماء اس کو بھی ناجائز کہتے ہیں۔

سوال نمبر۲۔ اگر مذکورہ بالا صورت میں اس لئے کہ روپیہ ڈیوڑھ دے سکے اور اندازاً سود کا حساب کے بغیر بقیہ روپیہ دینے کے وقت اگر جیسے یا دس روپیہ قرض کے روپیوں سے زیادہ دیدے تو جائز ہوگا یا نہیں۔
(سائل مذکور)

جواب نمبر۲۔ بحکم حدیث جابر رضی اللہ عنہ از خود قرض سے زیادہ دینا جائز ہے۔

شرح اجرت اشتہار بہ پابندی شرط مظہرہ اصول نمبر ۲

تعداد مقدار	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال	کیفیت
ایک صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
چہارم صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

نوٹ - چہارم صفحہ سے کم کی اجرت فی سطر ۲ آنہ - مطبوعات اشتہارات بطور ضمیمہ شائع کرنے کی اجرت فی صدی ۸ر

کانفرنس گزٹ کی پرانی جلدیں

کانفرنس گزٹ مضامین کے لحاظ سے ایک ممتاز پرچہ تھا اس میں عموماً تعلیم و تربیت اطفال، اصلاح تمدن، صحت جسمانی وغیرہ کے متعلق مفید علمی مضامین چھپتے رہے۔ یہ مضامین جب پڑھو۔ تازہ اور مفید ہیں دفتر کانفرنس میں کچھ مکمل جلدیں سنہ ۱۹۱۹-۲۰ء و سنہ ۱۹۲۰-۲۱ء و سنہ ۱۹۲۴-۲۵ء کے پرچوں کی فروخت کے واسطے موجود ہیں۔ تعداد صفحات ہر جلد کی تقریباً چھ سو صفحہ اور قیمت معہ محصول ڈاک مبلغ تین روپیہ ہے۔

دیگر سالہائے ماضیہ کے بھی کچھ پرچے موجود ہیں جو فی پرچہ ۲ر قیمت سے دفتر کانفرنس سے مل سکتے ہیں

المشتہر۔ ولایت حسین سپرنٹنڈنٹ دفتر آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ

بالکل مفت
وہ لوگ جو لیتھو چھپائی - بلاک بنانے اور فوٹوگرافی کا کام کرتے ہیں اپنے اپنے فن کے متعلق ہر قسم کی نئی معلومات مسٹر احمد الدین
ایف آر ایس ایس بدایوں یو پی سے جو ابھی ولایت سے عملی کام سیکھ کر اور سند حاصل کر کے واپس آئے ہیں مفت
دریافت کرسکتے ہیں - جواب کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیے -
افق بہار سے آفتاب صحافت کا طلوع
الوطن ہفتہ وار
مارچ ۱۹۲۶ء کے وسط ماہ مارچ سے نئی شان - نئے جلوہ - نئی اسلوب کیساتھ
عالم وجود میں آرہا ہے - "الوطن" کی ادارت ضیاء الملک منظور الحق صدیقی
سابق اڈیٹر مختلف جرائد ہند کے ہاتھ میں ہوگی - اس لئے یہ سیاسی جریدہ قوت
تحریر و بیان خوبی بحث و استدلال اور کثرت مواد و معلومات کا بیش بہا گنجینہ ہو
اور عربی ترکی مصری اور ولایتی ڈاک کے تراجم باالتزام شائع ہوتے ہیں -
"الوطن" ہندوستان اور بیرونی ممالک کی سیاست پر آزادی کے ساتھ
روشنی ڈالے گا - اور ہندوستان کی صحافت میں ایک زلزلہ خیز جل مچا دیگا
شرح قیمت سالانہ ہے ہوگی جو حضرات پیشگی چندہ ارسال فرمائینگے
انہیں تاریخ اسلام کی ایک جلد مفت پیش کی جائے گی - پہلا پرچہ دس ہزار
شایع ہو رہا ہے - مشتہرین کے لئے نادر موقع ہے -
المعلن
مینیجر الوطن اسٹیم پریس مراد پور پٹنہ

خریداران سودمند کی خدمت میں

التماس

جو اصحاب یکم جون ۱۹۲۵ء سے سودمند کے خریدار ہیں ان کا چندہ اس نمبر کے پہونچنے پر ختم ہو جائیگا اس لئے عرض ہے کہ از راہ کرم ایک سال کا چندہ مبلغ دو روپیہ بذریعہ منی آرڈر منیجر سودمند بدایوں کے پاس بھیج کر ممنون فرمائیں۔

خدانخواستہ اگر پرچہ کی خریداری منظور نہ ہو تو مہربانی کر کے یکم جون ۱۹۲۶ء تک منیجر سودمند بدایوں کو اطلاع دے دیں۔

اگر کوئی تحریر ہمارے پاس نہ پہونچے گی تو یہ سمجھ کر کہ خریداری منظور ہے جون ۱۹۲۶ء کا پرچہ بذریعہ وی پی حاضر خدمت ہوگا۔ امید ہے کہ اسے وصول فرما کر ہمیں شکرگزاری کا موقع دیں گے۔

جن اصحاب کی خدمت میں سودمند پانچ خریدار دینے کے معاوضہ میں پہونچ رہا ہے۔ از راہ کرم وہ جدید سال کے لئے چندے وصول کر کے بھیج دیں۔

اس وقت سودمند کے جتنے خریدار ہیں اُن سے ڈھائی گونہ پرچہ چھپ رہا ہے۔ اس لئے آمدنی سے ڈھائی گونہ خرچ ہے جو اصحاب اس کام کو قوم کے لئے مفید سمجھتے ہیں۔ امید کہ وہ جدید خریدار دے کر اس کار خیر میں امداد فرمائیں گے۔

منیجر سودمند - بدایوں

جو مہینے میں ایک بار بدایوں سے شایع ہوتا ہے

چندہ سالانہ عہ	جون سنہ ۱۹۲۶ء	جلد ۲
قیمت فی پرچہ ۳		نمبر ۶

مقاصد

(۱) افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کر کے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو برباد کن اور حرام ہے مٹا دے۔

(۳) فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا

(۴) مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار اور تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(۵) مسلمانوں کی صحت جسمانی و ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شایع کرنا۔

محمد احید الدین ایف۔ آر۔ ایس۔ اے لیکچرار گریجویٹ یافتہ لندن پرنٹر و پبلشر

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

قواعد خریداری سود مند

۱۔ سود مند کی سالانہ قیمت دو روپیہ ہو وہ بالعموم ہر مہینے کے پہلے ہفتہ میں شایع ہوتا ہو اس لیے پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۱۰ تاریخ تک آجانی چاہیے اس کے بعد فی نمبر ۳ر۔ ممالک غیر کے خریداروں سے ۳ سالانہ۔

۲۔ رسالہ کی درخواست خریداری اور قیمت بذریعہ منی آرڈر بالعموم وی پی منیجر سود مند بدایوں کے پاس بھیجی جائے اور دیگر امور متعلقہ اور اشتہار وغیرہ کی بابت منیجر سود مند بدایوں سے مراسلت کی جائے۔

۳۔ مضامین سود مند میں شایع ہونے کے لیے اور تبادلے کے اخبارات و رسائل آنریری ایڈیٹر کے نام ولایت منزل علیگڈہ کے پتے سے بھیجے جائیں۔

۴۔ تین مہینے سے کم کے لیے پتہ تبدیل کیا جائیگا اس کے لیے ڈاکخانہ میں انتظام کیا جائے۔

۵۔ نمونہ کا پرچہ بلا قیمت ایک آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جائیگا لیکن خریداری بہ مدت خریداری اسی نمبر سے شمار کی جائے گی۔

۶۔ خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا جائے

۷۔ اطلاع خریداری کے ساتھ یہ بھی لکھا جائے کہ پچھلے نمبر بھی بھیجے جائیں یا نہیں جن کی ابتدا جون ۱۹۲۶ء سے ہوتی ہے۔

۸۔ جو صاحب ایک سال کے لیے پانچ خریدار یا دس کی اُجرت کا اشتہار بہم پہنچائیں گے وہ ایک سال کے لیے بلا ادائے قیمت سود مند کے خریدار متصور ہونگے لیکن اشتہار خضع عود کا حال اور فحش نہ ہو۔

۹۔ معاونین سے التماس ہو کہ نئے خریداروں کے نام رسالے کا وی پی روانہ کرنے کی ہدایت صرف اس حالت میں بھیجیں جبکہ اُن سے کافی اطمینان کر لیا جائے بغیر استمزاج کے جو وی پی بھیجے جاتے ہیں وہ اکثر واپس آتے ہیں۔

مطالعہ سود مند

کو مکمل بنانے کے لیے حسب ذیل رسائل دفتر سود مند سے ضرور منگوائیے۔

رسالہ جواز سود معہ فتاویٰ

جس میں مختلف طور پر سود کی حقیقت ربا اور سود کا فرق اور تجارتی سود کے جواز کی صورتیں معہ علمائے کرام کے فتووں کے پیش کی گئی ہیں اور کفایت شعاری اور روپیہ جمع کرنے کے طریقے سمجھائے گئے ہیں۔ ایک نسخہ ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہو اور سو جلدوں کی قیمت پانچ روپیہ۔

رسالہ مالی اصلاح

جس میں روپیہ بچانے اس کو جمع کرنے اور بڑھانے کے متعلق طریقے مفصل طور پر بتائے گئے ہیں۔ قیمت رسالہ جواز سود کی قیمت کے مطابق ہو۔

۲

کنجوس عزت کے قابل ہے

(از مولوی سید محمد عبد الودود صاحب ودود بریلوی)

ہے وہی عزت کے قابل آج جو کنجوس ہے
اور مبارک ہے وہ جس کو سب کہیں منحوس ہے

لوگ جس کی آج کل صورت نہ دیکھیں صبحدم
بس سمجھ لو ہے وہ شخصیت نہایت محترم

ایسے آخر ہیں کی کرنی چاہیئے ہر اک کو قدر
ایسے لوگوں کو بنانا چاہیے جلسوں کا صدر

قوم میں ناپید اور مفقود ہیں اب نام ہیں
قدر کرنا اُس کی - مل جائے اگر کوئی - کہیں

جو مصارف میں کفایت کو کرے اپنا شعار
بڑھ نہیں سکتا کبھی اس شخص پر قرضہ کا بار

عام لوگوں کی نظر میں ہو اگر مبغوض ہو
اس سے بہتر ہے کہ وہ مفلس ہو یا مقروض ہو

لوگ کہتے ہیں اگرچہ اس کو ممسک اور بخیل
پر نہیں کرتا ہے وہ اوروں سے قرضہ کی اپیل

ظاہری اچھے نہیں ہیں گو کہ بیچارے کے ٹھاٹ
اور اسکو ہے مرغن خوش مزہ کھانوں کی چاٹ

لیکن اُس کے پاس کچھ "اندوختہ" موجود ہے
فارغ البالی و عشرت اس کی نامحدود ہے

اس کے ہم چشموں میں اس کی ساکھ ہے اور اعتبار
دوستوں کا یا مہاجن کا نہیں وہ قرضدار

اس پہ سختی اور مصیبت کی گھڑی آتی ہے جب
ہے وہ مستغنی کہ پھیلائے کہیں دستِ طلب

گو کہ کرتا ہے نہایت سادگی سے وہ بسر
پر نہیں ہے اس کو قرقی اور تعلیقہ کا ڈر

ہم نے مانا شہر میں اس کی نہیں کچھ بھی نمود
پھر بھی وہ دیتا نہیں ہے سود اور بالائے سود

اس لیے خواہش اور حاجت اپنی ہر اک بند کی
فکر اس کو اب نہیں آذوقۂ فرزند کی

سود لے لیتا ہے یہ "منحوس" پر دیتا نہیں
اس سے بہتر ہے کہ جو دیتا ہے اور لیتا نہیں

لے رہے ہیں جو مسلماں بنک نا مسلم سے سود
مستحقِ عظمت و توقیر ہے اُن کا وجود

۳

کوآپریشن کیا چیز ہے؟

یہ امر مسلّم ہے کہ دنیا کا کوئی پیشہ روپیہ کے بغیر نہیں چلتا۔ زمیندار و کاشتکار، دوکاندار اور کاریگر سب کو ہر وقت روپیہ کی ضرورت رہتی ہے کاشتکار کو اس لیے کہ بیل، آلات زراعت، اور بیج وغیرہ فراہم کرے اگر یہ سب چیزیں ایک بار مل بھی جائیں مگر وقت پر بارش نہ ہو اور کھیتی ماری جائے تو دوسری فصل تک کھانے کے لیے نقد اور بونے کے لیے بیج کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح دوکاندار اور کاریگر کو اپنی اپنی ضرورت کے سامان فراہم کرنے کے لیے روپیہ کی ضرورت رہتی ہے۔ ان جماعتوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے ہر ملک میں سرمایہ داروں کی ایک جماعت ہوتی ہے جو گراں شرح سود پر انھیں روپیہ دیتی ہے اور اپنے روپیہ کے زور سے جس قسم کا ناچ چاہے ان بے بس اور بیکس لوگوں کو نچاتی ہے۔ ابتک نہ صرف ہندوستان میں بلکہ کم و بیش تمام دنیا میں سرمایہ داروں کا زور ہے مگر کچھ عرصے سے ان کے چنگل سے نکلنے کی ایک تدبیر نکل آئی ہے جس کا تجربہ کامیابی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ تدبیر انجمنہائے امداد باہمی قایم کرنے کی ہے جس کی ابتدا ساٹھ سال سے زیادہ ہوا سب سے اول ملک جرمنی میں ایک شخص مسمی ریفائزن نے کی تھی۔ ان انجمنوں کے ذریعہ سے یورپ کے بہت سے ملکوں میں غریب کاشتکاروں اور کاریگروں کی حالت میں بہت ترقی ہو گئی اور اب بیس پچیس سال سے ہندوستان کے مختلف صوبوں میں کوآپریشن کے تجربہ میں خوب کامیابی ہو رہی ہے۔

(۱) کوآپریشن کا قانون ہندوستان میں سب سے اول سنہ ۱۹۰۴ء میں پاس ہوا۔ اس کے بعد سنہ ۱۹۱۲ء میں اس میں چند اہم ترمیمات ہوئیں اور وہی سنہ ۱۹۱۲ء والا قانون ابتک ہندوستان میں نافذ ہے۔ اس قانون کی رو سے اس امر کی ضرورت ہے کہ جو لوگ انجمن امداد قرضہ قایم کرنا چاہیں اُن کی تعداد کم سے کم دس ہو۔ انجمن کے ہر ممبر کے لیے ضروری ہے کہ وہ کم سے کم ایک حصہ لے مگر کوئی شخص بیس حصوں سے زیادہ نہیں لے سکتا تاکہ ایک شخص زیادہ حصے لیکر سوسائٹی پر قابض نہ ہو جائے پھر یہ کہ ایک حصہ کی قیمت صرف بیس روپیہ رکھی گئی ہے۔ جو دس سال کی بیس ششماہیوں میں ایک ایک روپیہ کرکے وصول کی جاتی ہے۔ گویا ایک حصہ کی بابت چھ مہینے میں صرف ایک روپیہ دینا پڑتا ہے جو ادنیٰ سے ادنیٰ مزدور آسانی سے دے سکتا ہے مگر اس قدر خفیف رقم سے اس قدر قوت ان غرباء میں پیدا ہو جاتی ہے کہ بالعموم دس سال کے عرصہ میں یہ لوگ مہاجن کے چنگل سے بالکل نکل جاتے ہیں۔

(د) ممبروں کو جو روپیہ قرضہ دیا جائے اُس کا سود یا منافعہ ان طریقوں سے انجمن کی آمدنی دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی جاتی ہے گاؤں والوں کی ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں اور اُنھیں مہاجن کے پاس نہیں جانا پڑتا۔

(۴) انجمنہائے امداد باہمی میں بالعموم غیر محدود ذمہ داری ہوتی ہے یعنی سب کے سب اور ہر ایک ممبر انجمن کا انفراداً اور مجموعاً ذمہ دار ہوتے ہیں اس غیر محدود ذمہ داری کی وجہ سے انجمن کو سنٹرل سوسائٹی سے کم سود پر قرضہ ملتا ہے اور ممبروں کو جب قرضہ دیا جاتا ہے تو دو ممبر اس کے ضامن ہوتے ہیں اور کل انجمن کی بھی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس طریقہ میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ ممبروں کو قرض دیتے وقت یہ اطمینان کرلیا جاتا ہے کہ جو روپیہ وہ لیتے ہیں وہ صرف نفع آور کاموں میں لگایا جاتا ہے اور اسراف اور عیش پرستی اور برباد کن رسموں میں نہیں اُڑا دیا جاتا۔ مہاجنوں سے روپیہ لیکر آنے میں اُنھیں بالکل آزادی ہوتی ہے کہ جس طرح چاہیں اپنے روپیہ کو اڑائیں مگر انجمنہائے امداد باہمی سے جو روپیہ لیا جاتا ہے اُس کی نگرانی ممبران انجمن پوری طرح کرتے ہیں نتیجہ یہ کہ تمام گاؤں رفتہ رفتہ فضول خرچیوں سے بچنے اور کفایت شعاری اختیار کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔

(۵) ان انجمنوں کا قاعدہ یہ ہے کہ دس سال تک اُن کا منافعہ تقسیم نہیں ہوتا بلکہ جمع ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دس بارہ سال میں انجمن کا کل قرضہ جو ڈسٹرکٹ بینک سے لیا گیا ہوتا ادا ہو جاتا ہے اس زمانہ میں ممبران کو بھی چونکہ کم شرح سود پر قرضہ ملتا ہے اور وہ مندرجہ بالا طریقوں کی وجہ سے کفایت شعاری اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں تو وہ بھی مہاجنوں کے گرانبار قرضہ سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اور اُن کی حالت درست ہو جاتی ہے۔

(۶) سوسائٹی قایم ہونے کے دس سال بعد جو منافعہ ہوتا ہے اُسے حسب ذیل طریقوں پر تقسیم کیا جاتا ہے

(الف) ایک چہارم سرمایہ محفوظ کے طور پر رکھا جاتا ہے

(ب) باقیماندہ تین چہارم میں سے دسواں حصہ خیراتی کاموں میں صرف کیا جاتا ہے۔ جیسے بچوں کی تعلیم، یتیموں کی پرورش وغیرہ۔

(ج) اور جو ممبر اپنے خریدے ہوئے حصوں کی قسطیں پوری ادا کر چکتے ہیں اُن کے حصوں پر انھیں منافعہ یا سود دیا جاتا ہے جو دس فی صدی سے زیادہ نہیں ہوتا۔

(۷) انجمنہائے امداد باہمی کی کامیابی میں بڑا حصہ ان مراعات کا ہے جو گورنمنٹ نے اُن کے لیے

کی ہیں مثلاً

(الف) یہ انجمنیں انکم ٹیکس کی ادائگی سے معاف ہیں۔

(ب) جو ممبر قرضہ کی دستاویزیں یا رقعے انجمن کے نام لکھیں وہ اسٹامپ سے معاف ہیں۔

(ج) فیس رجسٹری معاف ہو۔

(د) کمپنی ایکٹ کی شرائط اُن پر عائد نہیں ہوتیں۔

(ہ) ان انجمنوں سے روپیہ لیکر جو فصل یا سامان تیار کیا جائے اُن سے روپیہ وصول کرنے کا حق فایق ان انجمنوں کو ہوتا ہو۔

(و) انجمنوں کے حصّوں کا روپیہ عدالت سے قرق نہیں ہو سکتا۔

(ز) حسابات کی جانچ گورنمنٹ کی طرف سے ہوتی ہو۔

(ح) ممبروں کے ذمّہ جو مختلف قسم کے مطالبہ جات ہوتے ہیں وہ اگر خوشی سے نہ دیں تو بغیر مقدمہ بازی اور خرچ کی زیر باری کے عدالت کے ذریعہ سے بسہولت وصول ہو جاتے ہیں۔

(طفیل احمد)

زراعت کی برتری

اس زمانہ میں زراعت کا پیشہ سب سے زیادہ ضروری ہونے کے ساتھ سب سے زیادہ ذلیل ہے۔ ضروری اس لیے کہ اُس کی پیداوار پر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے۔ اور ذلیل اس لیے کہ جو لوگ غلّہ اور ترکاریاں پیدا کرتے ہیں وہ دیہات میں نیم برہنہ رہ کر سخت ترین زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہندوستان کے جدید دور میں رقبہ کاشت بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ شہروں کی وجہ سے پیداوار میں اضافہ ہوا ہے، ریلوں کی وجہ سے دیگر مقامات اور دیگر ممالک کو غلّہ جانے سے کاشتکاروں کو زیادہ روپیہ ملنے لگا ہے تاہم اُن کا تمدن تمام دوسرے پیشہ وروں سے کمتر اور اُن کا افلاس سب سے زیادہ ہے۔

اہل یورپ نے چونکہ صنعت وحرفت سے دُنیا میں ترقی کی ہے اس لیے اہل ہند کے خیالات بھی صنعت وحرفت کی طرف رجوع ہوئے اور اُنھوں نے یورپین طریقے پر صنعتی کام اور کارخانے جاری کیے۔ یہ کارخانے شہروں میں ہوتے ہیں جہاں ہر قسم کی سہولتیں فراہم ہوتی ہیں مگر ان کارخانوں میں اول تو دیگر ممالک کی مشینیں گراں قیمت پر خرید کر استعمال کی جاتی ہیں۔ اور شہروں کی زندگی چونکہ گراں ہے اس لیے دیہات کے مقابلہ میں کاریگروں کو مزدوری بھی زیادہ دینی پڑتی ہے۔ اور مقابلہ اُن قوموں سے ہوتا ہے جنھیں صدہا برس جدید مشینیں استعمال کرتے اور انھیں ایجاد کرتے ہو گئے۔ نتیجہ یہ کہ بالعموم دیگر ممالک کے مال کے مقابلہ میں اہل ہند کو مات کھانی پڑتی ہے۔

ایک دقت یہ ہے کہ شہروں میں جہاں کارخانے ہوتے ہیں دم بدم دُنیا بھر کی منڈیوں سے نرخ کے متعلق خبریں آتی ہیں جن کی وجہ سے اشیا کی قیمت روزانہ بلکہ بعض اوقات صبح شام بدلتی رہتی ہے اور اس سے نفع نقصان کے نتائج غیر یقینی ہو گئے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کارخانوں اور مصنوعات کی تجارت کی وجہ سے انسانوں کا رُخ زیادہ تر شہروں کی طرف ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہاں کی آبادی گنجان ہوتی جاتی ہے اور تنگ و تاریک مکانات میں غربا غلیظ ترین زندگی بسر کرتے ہیں۔

شہروں کی یہ سب تکالیف اہل ہند اس لیے برداشت کر رہے ہیں کہ اُن کے سامنے اہل یورپ کی صنعتی ترقی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ صرف یہی مالی اور تمدنی ترقی کا وسیلہ ہے مگر اس

بارہ میں اہلِ ہند ایک بڑے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ دھوکہ یہ ہے کہ وہ "صنعت و حرفت" کو محض "معدنیات" کی صنعت پر محدود سمجھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک صنعت و حرفت صرف یہ ہے کہ معدنیات کو ڈھالکر اُن سے استعمالی چیزیں تیار کی جائیں۔ حالانکہ انھیں ذرائع سے جب غلّہ اور ترکاریوں کی کاشت میں مدد لی جاتی ہے تو پیداوار سہ چند اور چار چند بڑھ جاتی ہے۔ ہماری اس غلط فہمی کی وجہ صرف یہ ہے کہ یورپ میں معدنیات کی کثرت ہے جس پر اُن کی تمامتر قوت صرف ہوتی ہے اور جس کی وجہ سے وہاں کی مصنوعات کو برتری حاصل ہے۔ تاہم جس قدر بھی اراضی یورپ میں قابلِ کاشت ہے اُس کی پیداوار بڑھانے میں وہاں کے باشندوں نے جو کامیابی حاصل کی ہے اُس کی ہوا بھی اہلِ ہند کو نہیں لگی ہے۔ جو اصحاب اہلِ یورپ کی زراعتی ترقی کے حالات سے واقف ہوں اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ ہندوستانیوں کے سامنے وہ طریقے پیش کریں جن سے اس زمانہ میں غلّہ کی پیداوار میں ترقی ہو سکتی ہے۔ اور جس کے لیے ہمارے ملک میں ترقی کا وسیع میدان ہے۔

ہمارے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں زراعتی ترقی کے لیے ایک شاہی کمشن مقرر ہوا ہے۔ اس کے متعلق بعض بہی خواہانِ ملک کا یہ خیال ہے کہ اُس کے تقرر میں بھی گورنمنٹ کی کچھ مصلحت ہے۔ اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ جب گورنمنٹ نے انگریزی تعلیم اس ملک میں رائج کی تو ظاہر ہے کہ اُس کی مصلحت ایک یہ تھی کہ اُنھیں دفتروں میں کام کرنے کے لیے کلرک ملیں۔ یہ تو مثلاً گورنمنٹ کی مصلحت تھی مگر انگریزی پڑھکر کلرک بننے کے ساتھ بڑے بڑے سیاسی رہنما بھی تو بن گئے جو اب ملک کے لیے سوراج کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ حال میں رسالہ **ماڈرن ریویو** کلکتہ میں ایک مضمون شایع ہوا ہے جس میں تحریر ہے کہ پہلے زمانہ میں عمدہ روئی کی کاشت صرف امریکہ میں ہوتی تھی۔ گورنمنٹ نے امریکہ سے مستغنی ہونے کے لیے ہندوستان میں وسیع پیمانہ پر عمدہ روئی کی کاشت کا انتظام کیا تاکہ انگلستان کے لیے بجائے امریکہ کے ہندوستان سے عمدہ روئی لی جائے۔ اس میں اگر گورنمنٹ کی خود غرضی تھی تو اُس سے اہلِ ہند نے بھی تو نفع اُٹھایا کہ اس ملک میں بہترین روئی کی کاشت ہونے لگی اور اُس کے بدلے میں کروڑوں روپیہ آنے لگا۔ اور جب خود اس ملک میں کپڑے کی مشینیں لگ جائینگی تو ہمارا ملک روئی کی پیداوار کے بارہ میں دیگر ممالک سے مستغنی ہوگا۔ پس اگر زراعتی ترقی سے غیر ملکی گورنمنٹ کا نفع ہے اور اُسی کے ساتھ ہمارا بھی کچھ نفع ہے تو ہمیں برائے شکوک اپنی ناک نہ کاٹنا چاہیئے بلکہ جس قدر سامانِ ترقی موجود ہیں اُن سے زیادہ سے زیادہ نفع اُٹھانا چاہیے۔

صاف ظاہر ہے کہ اس ملک میں رقبہ کاشت بہت زیادہ ہے بارش کا سالانہ اوسط انگلستان اور یورپ کے بہت سے ممالک سے زیادہ ہے۔ صرف نقص یہ ہے کہ ایک موسم برسات میں زیادہ سے زیادہ پانی برس کر بہہ جاتا ہے اگر اُسے روک کر محفوظ رکھنے کا انتظام کیا جائے تو پانی کی بہت افراط ہو سکتی ہے۔ ہندوستان کی زمین کاشت کیلئے موزوں ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ بعض مقامات پر کی اراضی دُنیا میں اول درجہ کی ہے۔

پھر یہ کہ معتدل موسم ہونے کی وجہ سے کپڑے اور دوسرے سامانوں کی ضرورت یہاں نسبتاً کم ہے اور اس لیے شرح مزدوری ارزاں ہے۔ ان حالات میں جبکہ ہندوستان کے بیاسی فی صدی انسان پہلے سے زراعت کا پیشہ کرتے ہیں تو کیا ہمارے لیے قرین مصلحت ہے کہ ہم اس پیشہ کو بیکار سمجھکر سب کے سب نوکریوں اور معدنیات کی صنعت کی طرف دوڑ پڑیں اور دیہات کو اُجاڑ کر شہروں کی گنجان گلیوں کی گندہ ہوا میں زندگی بسر کریں اور وہاں اپنی آبادی کا بیشتر حصہ تپ دق طاعون اور ہیضہ کی نظر کرتے رہیں۔

طفیل احمد

زراعتی کمیشن کا تقرر

ہندوستان میں زراعتی ترقی کے لئے جو کمیشن مقرر ہوا ہے اُس کے صدر مارکوئس آف لنلتھگو ہیں جو انگلستان میں پنتیس ہزار ایکڑ آراضی کے مالک ہیں۔ اب بھی وہ اسکاٹلینڈ میں ایک زراعتی انسٹیٹیوشن کے صدر ہیں۔ کمیٹی کے ممبروں میں مسٹر کیلورٹ کا نام سب سے نمایاں ہے جو دس سال سے پنجاب کی انجمنہائے امداد باہمی کے رجسٹرار رہے ہیں اور جنھوں نے کاشتکاروں کو قرضہ کے بارگراں سے نجات دلانے میں بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کمیشن کے ایک ممبر مسلم یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر الہٰ کریم حیدر صاحب لودی ہیں جو تین سال سے لیجس لیٹو اسمبلی کے ممبر ہیں۔ آپ یونیورسٹی میں اقتصادیات کے پروفیسر ہیں اور اپنے فن کے ماہر ہیں۔ اس کمیشن میں صرف پروفیسر صاحب موصوف مسلمان ممبر ہیں۔

ان کے علاوہ جو ممبر ہیں اُن میں سے ایک پروفیسر گنگولی ہیں جو انگلستان کے اخبارات میں صنعت و زراعت پر مضامین لکھتے رہے ہیں۔ مسٹر بی ایس کامت بمبئی کے زراعتی بورڈ کے ممبر اور لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر ہیں۔ سر جیمس میکینا کا تعلق بھی زراعت سے رہا ہے۔ اور گورنمنٹ کے زراعتی مشیر اور پوسا کے زراعتی کالج کے ڈائرکٹر اور روئی اور شکر کی کمیٹیوں کے ممبر رہے ہیں۔ سر ہنری لارنس بمبئی کے صیغہ زراعت کے ڈائرکٹر تھے۔ سر ٹامس مڈلٹن کیمبرج اور بڑودہ کالج میں زراعت کے پروفیسر رہ چکے ہیں اور سر گنگا رام پنجاب کے مشہور مختر انجنیر ہیں جنھیں ملک کے عام نفع کے کاموں سے دلچسپی ہے۔

زراعتی کمیشن کے کام

(۱) زراعتی اور دیہاتی آبادی کی ترقی کے لیے تجاویز پیش کرنا (۲) زراعت، علاج مویشیان، زراعتی تجربات اور عام تعلیم کے متعلق مشورے دینا (۳) زراعت کے متعلق شمار و اعداد جمع کرنا۔ (۴) دودھ دینے والے اور کاشت کرنے والے مویشیوں کی نسل کی ترقی کی تدابیر بتانا۔ (۵) زراعتی پیداوار کی نکاسی کا انتظام کرنا۔
(۶) زراعت پیشہ لوگوں کے لیے سرمایہ فراہم کرنا۔

ہندوستان میں صنعتی ترقی

ہندوستان ہمیشہ سے صنعت و حرفت میں ممتاز رہا ہے۔ بالخصوص اس کے تیار کیے ہوئے کپڑے کو تو دنیا میں درجہ اول حاصل تھا۔ یہ مشہور ہے کہ مصر کی پرانی قبروں سے اب بھی بعض وقت ہندوستانی ململ کے کفن بالکل اچھی حالت میں نکلتے ہیں۔ اگرچہ ہندوستانی صنعت کو یورپ کی مشینوں نے ملیامیٹ کر دیا ہے تاہم اس کا کپڑا، شال، قالین، پیتل کے برتن اور لکڑی کا کام متمدن ممالک کے بازاروں میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

ہندوستانی مصنوعات پر ہندوستان اور یورپ کی نمائشوں میں بڑے بڑے انعام اور تمغے ملتے ہیں۔ مگر ان انعامات اور تمغوں سے اہل ہند کو دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے بلکہ اس مسئلہ پر زیادہ توجہ سے غور کرنا چاہیے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ اہل ہند زیادہ تر وہی اشیا تیار کرتے اور کر سکتے ہیں جو تکلفات میں استعمال ہوتی ہیں نہ کہ ضروریات زندگی میں۔ اور یہی ان کی کمزوری ہے۔ ہر قسم کا کپڑا اور سامان معیشت حتّٰی کہ سوئی، پینچ اور دیا سلائی جو کثیر مقدار میں استعمال ہوتی ہیں وہ سب یورپ سے آتی ہیں اور ہندوستان کی بنی ہوئی چیزیں بہت کم ایسی ہیں جو ارزانی میں یورپ کی چیزوں کا مقابلہ کر سکیں۔

گزشتہ پانچ سال میں جبکہ ترک موالات کا زور تھا ہندوستانی کپڑے کی ترقی کے بہترین مواقع تھے۔ کیونکہ لاکھوں کروڑوں آدمی ایسے پیدا ہو گئے تھے جنھوں نے محض دیسی کپڑا پہننے کا عہد کر لیا تھا اور اس کی وجہ سے ملک میں کثرت سے دیسی کپڑا بنا جاتا تھا اور ہزاروں دکانیں دیسی کپڑے کی قائم ہو گئی تھیں۔ مگر واقعات کا مقابلہ جذبات کہاں تک کر سکتے تھے۔ بالآخر اہل ہند کے کمزور ہاتھوں نے یورپ کی مشین کے مقابلہ میں شکست کھائی اور دیسی کپڑے کی مانگ گھٹ گئی۔ اور دکانیں بیٹھ ہو گئیں۔

ان حالات میں اہل ہند کے سامنے سب سے اہم مسئلہ یہی ہے کہ وہ ضروریات زندگی کو اپنے ملک میں کم سے کم داموں میں کس طرح تیار کریں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کے متعلق ہمارے ناظرین میں جو احباب واقفیت رکھتے ہوں وہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔

مندرجہ بالا نقشہ سے معلوم ہوگا کہ

(۱) مسلمان کاریگروں کی تعداد ہندو کاریگروں سے زیادہ ہے۔ حالانکہ مردم شماری کے اعتبار سے مسلمان صرف اٹھارہ فی صدی ہیں اور ہندو اسّی فی صدی ہیں۔

(۲) مسلمان کاریگروں کو بالعموم اُجرت کم ملتی ہے اور ہندو کاریگروں کو زیادہ حتی کہ پھول کے برتن بنانے والوں کو صرف آٹھ آنے یومیہ اور بان اور سُتلی بنانے والوں کو پانچ چھ آنہ یومیہ ملتی ہے۔ اور پھول کے برتن بیچنے والے اپنے روپیہ کے زور سے نہایت ارزاں مال خرید کر اُسے نہایت گراں فروخت کرتے ہیں۔ اسی طرح بان اور سُتلی مسلمان لاکھوں من تیار کرتے ہیں اور ہندو اُسے خرید کر لاہور، امرتسر، فیروزپور، بھٹنڈا وغیرہ بھیجتے ہیں اور خوب نفع کماتے ہیں۔

(۳) قریب قریب ہر قسم کا مال تیار کرنے والے مسلمان تعداد میں زیادہ ہیں اور اُن کا مال فروخت کرنے والے دیگر اقوام کے سرمایہ دار ہیں۔

(۴) کپڑا بننے والے ۱۹۲۱ء کی مردم شماری میں ۱۲۱۴ تھے اور اس وقت صرف ۱۰۰ کے قریب کپڑا بننے والے رہ گئے۔ اس تنزل کا اثر بھی مسلمان کاریگروں پر پڑ رہا ہے۔

علاج صرف یہ ہے کہ ہر پیشہ اور ہر حیثیت کے مسلمان اپنے ذاتی اخراجات گھٹا کر زیادہ سے زیادہ روپیہ پیدا کریں اور وہ انفرادی یا اجتماعی طور پر مسلمان کاریگروں کو معین اور غیر معین منافعہ پر دیں اور اُن کے تیار کیے ہوئے مال کو مناسب منڈیوں میں پہونچا کر اُس سے نفع اُٹھائیں۔

(طفیل احمد)

ایک ضروری درخواست

۵ مئی ۱۹۲۶ء کو علیگڑھ کے پتے سے مبلغ دو روپیہ کا منی آرڈر سود منڈ آفس میں پہنچا ہے جس کے بھیجنے والے کا پتہ کوپن پر درج نہیں تھا اور سوا منی آرڈر فارم سے نقل نہیں کیا گیا۔ کوا پر بجائے ٹکٹ صرف محمد اسلم یا محمد رحیم لکھا ہے۔ براہ کرم وہ خود یا جو صاحب اس منی آرڈر کی روانگی سے واقف ہوں مفصل پتہ سود منڈ آفس بداؤں میں بھیجیں۔

مینیجر

سادگی اور صحت

سرد ہوا کا غسل | چونکہ انسان کو سردی گرمی سے بچنے کے لیے شب و روز کپڑے پہننے پڑتے ہیں اس لیے بجز چہرہ اور ہاتھ پاؤں کے سرد اور گرم اور صاف ہوا نہیں لگتی۔ اس لیے جلد کو اُن کا عادی رکھنے کے لیے اور نیز اس لیے کہ تازہ ہوا آکسیجن جسم کی پرورش کے لیے مفید ہو ضرورت ہو کہ صبح کے وقت یا کسی اور مناسب وقت پر جسم پر سے تمام کپڑے اُتار دیئے جائیں اور بالخصوص سردی کے زمانہ میں کمرے کی کھڑکیاں کھولکر یا مکان کی چھت پر جو عام منظر سے علٰحدہ ہو جسم کو دس پندرہ منٹ سرد ہوا لگنے دی جائے، اس سے اول تو سردی لگتی ہو مگر فوراً جلد کے مسامات بند ہو جاتے ہیں اور پھر سردی محسوس نہیں ہوتی۔ اس وقت اگر کسی جسمانی یا سانس لینے کی ورزشیں کیجائیں تو بہتر ہو۔

جو لوگ گرم کپڑے پہنتے ہیں اُن کا جسم کبھی کھل جاتا ہو تو زکام، کھانسی اور بدن میں درد کی تکالیف ہو جاتی ہیں۔ مگر بدن کو سرد ہوا میں کھولنے سے اس قسم کی تکالیف سے عام طور پر حفاظت ہو جاتی ہو اور جسم میں ایسی قوت محسوس ہوتی ہو جس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس کے عامل ہیں۔

جو لوگ یہ عمل نہیں کر سکتے اُنھیں کم سے کم یہ کرنا چاہیے کہ کرتہ اور پاجامہ یعنی وہ کپڑے جو جسم سے متصل رہتے ہیں اُنھیں چوبیس گھنٹے میں کم سے کم ایک بار جسم سے اُتار کر دوسرے کپڑے پہن لیں تاکہ ایک ہی کپڑا مسلسل جسم پر نہ رہے۔ کپڑا بدل لینے سے جسم پر کی ہوا بدل جاتی ہو بہتر صورت یہی ہو کہ رات میں سونے کے کپڑے دن کے کپڑوں سے جداگانہ ہوں۔

دھوپ کا غسل | اسی طرح انسان کے جسم کے لیے ضرورت ہو کہ اُس کے ہر حصے کو کبھی دھوپ لگتی رہے۔ اس کے لیے بھی جسم پر سے تمام کپڑوں کو علٰحدہ کرنا چاہیے۔ جس موسم میں دھوپ تیز ہوتی ہو تو سر کو ناگوار ہوتی ہو اس کے لیے سر کو سفید کپڑے یا پتوں کی ٹہنی سے چھپا دیا اور باقی ماندہ جسم کو چند منٹ تک جو گوارا ہوں دھوپ میں کھلا رکھا جائے۔

اسراف

ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین

دُنیا میں کون ایسا شخص ہے جو کہ اسراف جیسی بُری خصلت و عادت کے اثرات سے واقف نہ ہوگا۔ مگر مسلمان ہیں کہ خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں جاگنا ہی نہیں چاہتے چہ جائے کہ اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے عزیز وقت میں سے کچھ حصہ اس امر کے واسطے بھی صرف کریں جو ان کو اسراف جیسی بُری خصلت سے نجات دلائے حالانکہ زمانہ ہمارے سامنے روزمرہ سیکڑوں واقعات کے بدنتائج پیش کرتا ہے اور اسلامی تعلیم ہم کو ہمہ وقت یہ سبق دیتی رہتی ہے کہ دیکھو جو شخص بھی اسراف میں مبتلا ہوا اس کو نہ صرف آخرت میں بلکہ دُنیا میں بھی ذلیل و خوار ہونا پڑتا ہے مگر ہم ہیں کہ کسی ایک کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ ریا، و عیاشی نمود و دکھاوا خود پسندی، جھوٹی واہ واہ۔ جیسے اعمال شنیعہ کے پاس و لحاظ میں اس درجہ منہمک ہو جاتے ہیں کہ دور اندیشی کو بالکل خیرباد کہہ دیتے ہیں گویا کہ وہ ہمارے پاس آکر ہی نہیں پھٹکتے چنانچہ کوئی مسکرات کے شوق میں مبتلا ہو کر اپنی دولت پر ہاتھ صاف کر رہا ہے کوئی شادی و غمی کے موقعہ پر شاہ واہ کے شور و غل سُننے کے لئے اپنے آبا و اجداد کے اندوختہ کو جس کو انھوں نے ہمارے عیش و آرام کے واسطے جانے کن کن مصیبتوں سے جمع کیا تھا مہاجنوں کے سپرد کر رہا ہے۔ کوئی نئی فیشن کا دلدادہ بن کر کبھی مکانات کی بیجا آرائشوں کے واسطے ممالک غیر سے سامان منگاتا ہے کبھی اپنے متعلقین کو یورپین لیڈیوں کے طرز پر لانے کی غرض سے احکام اسلامی سے انحراف کرتا ہے گاؤن لباس کا آرڈر یورپین ملکی کمپنیوں کو دیتا ہے غرضیکہ اسی طور سے اپنے ملک کے سرمایہ کو دوسرے ملک کے حوالہ کر رہا ہے۔ کوئی اپنے بھائی کو نیچا دکھانے کی غرض سے ذرا ذرا سی باتوں پر اپنی جائدادوں و نقد و مکانات کو مقدمات کے ذریعہ سے تباہ کر رہا ہے جس کا آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خرقہ غفلت برتن و کاسہ گدائی در دست مگر ہم ہیں کہ نشہ جہالت میں ایسے مخمور ہیں کہ ادبار و مصیبت کی گھنگھور گھٹائیں سر پر منڈلا رہی ہیں اور بال بال قرض میں بندھا ہوا ہے۔ رنج و غم کا لشکر ہر وقت دل پر سوار ہے اور وہ دوست و احباب جو کہ ہمارے پسینہ پر اپنی خون کا بہانا فخر سمجھتے ہیں۔ آج بات کرنا خلاف شان سمجھتے ہیں حتیٰ کہ دیکھ کر راستہ کترا جاتے ہیں اور وہ ڈیوڑھی جس پر کہ ہر وقت فقیر و مساکین کا جھرمٹ لگا رہتا تھا آج اس کی دیواروں پر اُلو بھی بیٹھنا پسند نہیں کرتا مگر ہم ہیں کہ خواب غفلت سے

نہیں جاگتے بلکہ اسی طرح بازار اسراف کو ترقی دے رہے ہیں۔ اے پھولوں کی سیجوں پر سونے والو فرش مخمل پر بیٹھنے والو اشرفیوں سے کھیلنے والو یہ تمہاری حالت کیوں ہوئی اور کیوں تم آج اس درجہ پر پہونچے کیا یہ اسراف کی دیبی کے دام تزویر میں پھنس جانے اور تعلیم اسلام سے منحرف ہو جانے کا نتیجہ نہیں کیا خداوند عز اسمہ کا یہ پیغام تم تک نہ پہونچا تھا (ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین) کاش تم آج احکام اسلام کے پابند ہوتے تو تمہارے ہاتھ میں کاسۂ گدائی نہ ہوتا اور فاقہ پر فاقہ کھینچتے ہوئے نظر نہ آتے بلکہ اپنے مرتبہ و جاہ سے آج کہیں اعلیٰ درجہ پر نظر آتے۔ اب بھی وقت ہے کہ خواب غفلت سے جاگو اور اپنی آئندہ نسلوں پر رحم کھاؤ۔ فقط

خادم قوم

ابو المکارم محمد عبد البصیر عتیقی آزاد سیوہاروی (مولوی فاضل الہ آباد یونیورسٹی و جامعہ طلبہ اسلامیہ دار العلوم ہند)

صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ چیتا پور (دکن)

خطوں کے خلاصے

سود مٹا چار ہزار مسلمانوں کو سنایا گیا جناب حافظ شیخ رحمت اللہ صاحب دہلوی سوداگر، تھانیسر ضلع کرنال سے تحریر فرماتے ہیں کہ "جنوری کا کارٹون میں نے جامع مسجد تھانیسر میں چار ہزار مسلمانوں کو سنایا۔ سب نے آپ کی داد دی۔ عام رائے یہ ہے کہ جب تک آپ کا ایک وفد جس میں کارکن و محرک طبیب بھی ہوں۔ مذہبی پیشوا بھی ہوں تاجر بھی ہوں اور مسلم بنک کے سفیر بھی ہوں اور امدادی فنڈ کے محرک بھی ہوں۔ ہر شہر ہر ضلع، ہر تحصیل میں ایک مرتبہ اشاعت نہ کریں گے۔ ہم جاہل و غافل مسلمان بیدار نہ ہوں گے۔ ہزار اشتہاروں پر ایک لکچر فوقیت رکھتا ہے۔"

قرضہ ادا ہوگیا ایک صاحب کسنہ ضلع لدھیانہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "بارگاہ خداوندی سے مسلم قوم کی فلاح و بہبود کا پیام لیکر سود منڈا مبعوث ہوا اگرچہ حضور سود منڈا کے تمام مضامین بغور مطالعہ کرتا ہے لیکن حضرت مولانا ابو المعارف کا انعامی مضمون تو میں نے کئی بار خلوت میں بیٹھکر مطالعہ کیا جتنی دفعہ دُہرایا اُتنی ہی دفعہ زیادہ لطف آیا۔ اور اس نے مجھ پر یہ اثر کیا کہ میں نے ابتک ڈیڑھ سو روپیہ کما کر سیونگ بنک میں جمع کیا اور پچاس روپیہ قرض تھا ادا کر دیا۔"

ربیو کا کاروبار جناب نبی بخش صاحب جسپور ضلع نینی تال سے تحریر فرماتے ہیں کہ "اس نواح میں قطعی سود کا لین دین تجارت پیشہ مسلمان بھائیوں میں رائج ہوگیا ہے۔ اللہ تعالےٰ استقامت اور اعانت فرمائے"

۱۷

نروره کی جھال سے ایک سبق

(نوشتہ سید طفیل احمد علیگڑھ۔ ولایت منزل)

نروره علیگڑھ سے قریباً چالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ گنگا کی دوسری بڑی نہر اسی مقام سے نکلتی ہے۔ تمام دریا کو روک کر پانی اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ جتنا چاہو نہر میں لیلو جتنا چاہو پھر دریا میں گرنے دو۔ یہ بڑا پرلطف مقام ہے۔ گرد و نواح کے لوگ زندگی کی کشمکش سے تھک تھکا کر تفریح کے لئے یہاں آتے ہیں اور ایک دو دن کے قیام سے تازہ دم ہو کر یہاں سے جاتے ہیں۔ بس مئی کے مہینے میں ہمیں بھی نروره جانے کا اتفاق ہوا۔ مگر وہاں کا لطف پانی کی افراط سے ہوتا ہے جو جھال کے طور پر اونچے سے گرتا ہے اور جس کی پھوار سے دور دور تک ہوا میں خنکی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی خنکی کے لیے لوگ لوؤں کی گرمی میں تمام تمام دن جھال پر گزار دیتے ہیں۔ گھروں سے کھانا لیجا کر وہیں کھاتے ہیں اور دوپہر کو وہیں پڑ کر سو رہتے ہیں۔

مگر ہم جب نروره گئے تو دریا میں پانی کم تھا اس لیئے کسی قدر بےلطفی تھی۔ البتہ دوسرا لطف یہ تھا کہ پانی کی کمی کی وجہ سے ہزاروں مچھلیاں پانی کی دھار پر چڑھتی اُچھلتی اور کودتی دکھائی دیتی تھیں جنھیں بیسیوں آدمی جال ڈالکر اور اوپر سے ٹوکرے لٹکا کر پکڑ رہے تھے اور ذرا سی دیر میں مچھلیوں کے ڈھیر لگا دیئے تھے۔ دوسرا سماں ہم نے یہ دیکھا کہ چھوٹے بڑے پرند طرح طرح کی آوازیں نکالتے ہوئے کبھی اوپر کو اُڑتے ہیں۔ کبھی غول کے غول دریا میں اُتر کر چونچوں میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اُٹھاتے اور پھر اوپر کی طرف اُڑ جاتے ہیں اور دو چار چکر لگا کر پھر دریا میں اُسی طرح جھپٹا لگاتے ہیں اور اسی نہج پر یہ دور مسلسل جاری ہے۔ کبھی لمبی ٹانگوں والے جانور دریا کے پایاب حصہ میں مستقل طور پر کھڑے ہیں اور اپنی لمبی لمبی چونچیں بڑھا بڑھا کر ادھر اُدھر سے جلدی جلدی مچھلیاں پکڑ کر کھاتے جاتے ہیں۔ غرض تمام دریا مثل ایک دسترخوان کے پھیلا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جملہ حیوانات کی ایک عام دعوت ہے جس میں ادنےٰ پرندوں سے لیکر مہذب ترین انسانوں تک کا ایک ایسا ایک جائی جشن ہے جو ہماری آنکھوں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔

مگر اس جشن کے دوسرے پہلو کی طرف جو ہمارا خیال گیا تو ہماری آنکھوں کے سامنے ایک بجلی سی کوند گئی جس نے ہمارے حواس معطل کر دیئے۔ اس وقت ہمارے سامنے مسلمانوں کی بربادی کا

سماں تھا جو دیگر اقوام کے لیئے لقمۂ تر بنے ہوئے ہیں۔ صرف اس لیئے کہ مسلمانوں کی دولت کے چشموں کے سوت خشک ہو گئے اور اب سرمایہ کی کمی سے اُن کی بے بسی اور بیکسی کی وہی حالت ہے جو نروبہ جال کی مچھلیوں کی تھی اور جو پانی کی کمی کی وجہ سے دیگر حیوانات کی شکار بن رہی تھیں۔ جو قومیں مسلمانوں کو اس وقت ہضم کر رہی ہیں اُنھیں مسلمان، ظالم اور بے رحم کہہ کہہ کر خوب خوب کوستے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس ظلم و ستم کا نتیجہ انھیں عنقریب بھگتنا پڑے گا۔ آسمان اون پر ٹوٹ پڑے گا اور زمین اُنھیں نگل جائے گی مگر واقعات بتا رہے ہیں کہ جس طرح مچھلیوں کے کوسنے سے مچھلیوں کے شکاری بجائے مضمحل یا ہلاک ہونے کے اور زیادہ تندرست او تروتازہ ہوتے جاتے ہیں اسی طرح مفلس و نادار مسلمانوں کے کوسنے کے باوجود دنیا کی چیرہ دست قومیں روز بروز قوی تر ہوتی جاتی ہیں اور دُنیا میں سڑکوں، ریلوں اور نہروں کا جال پھیلا کر اور جنگلوں اور بیابانوں کو خس و خاشاک اور ادنیٰ قسم کے جانوروں اور کیڑے مکوڑوں سے پاک و صاف کر کے اُنھیں آباد کر رہی ہیں اور گلزار بنا رہی ہیں اور بحری اور ہوائی جہاز چلا کر بحر و بر پر اپنا تسلط جما رہی ہیں یہی قانون قدرت ہے جسے مسلمان نہیں سمجھتے اور سرمایہ کی اہمیت کو نظر انداز کر کے برباد و تباہ ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کو اس بربادی سے نکالنے کا سہل ترین نسخہ یہی ہے کہ بچوں سے لیکر بوڑھوں تک ہر ہر فرد روپیہ بچانے اور بڑھانے میں ہمہ تن مصروف ہو جائے۔ گاؤں گاؤں انجمنہائے امداد باہمی ہوں، بینک ہوں، روپیہ کا کاروبار ہو۔

مفلسی دور کرنے کا طریقہ

(یہ مضمون ایک مشہور امریکن کی تحریر سے ترجمہ کیا گیا ہے جس کا نام آرلیسن سویٹ مارڈن ہے)

مسٹر اینڈ رو کارینگی کا مقولہ ہے کہ "بدقسمتی سے جو لوگ اُمرا کے یہاں پیدا ہوئے ہیں وہ دُنیا کی دوڑ میں تھک کر رہ جاتے ہیں۔ اُمرا کے اکثر بچے دولت کی ترغیبات کا شکار ہونے سے اپنے کو نہیں بچا سکتے اور پھر وہ ذلیل زندگی بسر کرنے لگتے ہیں۔ کسی غریب بچے کو امرا کے طبقہ سے رقابت کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ جو لڑکا کہ تم سے زیادہ غریب ہے اور اس قدر مفلس ہے کہ اُس کے والدین اس کو کسی اسکول میں تعلیم دینے کے مصارف نہیں برداشت کر سکتے وہ ہرگز کسی عہدہ کے لیے تم سے مقابلہ نہیں کرے گا اور نہ تم سے بازی جیت لے گا۔ البتہ جو لڑکا معمولی اسکول سے کچھ رشد بدحاصل کر کے فوراً کسی کام میں لگ جاتا ہے اور اوّلاً کسی دفتر میں فراشی کا کام شروع کرتا ہے یہی وہ تیز دم مشکی گھوڑا ہے جو بازی جیت لیگا اور خراج تحسین وصول کریگا۔" افلاس سے رو براہ ہونے کے لیے جد و جہد کرنا ہی انسان کی ترقی کا بڑا وسیلہ ہے۔ اگر ہر شخص اپنے مونہہ میں چاندی کا چمچہ لیئے ہوئے پیدا ہوتا اور کسی شخص کو بھی کام کرنے کی کچھ ضرورت لاحق نہ ہوتی تو بنی نوع انسان عالم طفلی ہی میں رہتی۔ اگر اس ملک میں ہر شخص متمول ہی پیدا ہوتا تو ہمارا زمانہ ایام جاہلیت ہوتا اور ہمارے وسائل معاش معطل رہتے۔ معدنیات میں سونا ہوتا تو بھی گرہ ہیں بیکار پڑا رہتا۔ ہمارے ہاں یہ بڑے بڑے شہر نہ ہوتے بلکہ ہم جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتے ہوتے۔

تہذیب و شایستگی سب سے زیادہ اُس مسلسل جد و جہد کی مرہون منت ہے جو افلاس سے نکلنے کے واسطے انسان کیا کرتا ہے۔ ہماری خلقت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ جس بات کے لیئے ہماری دلی خواہش ہوتی ہے اُس کے حصول کے لیئے ہم اپنی امکانی کوشش اور قابلیت صرف کرتے ہیں۔ اکثر لوگوں کے لیے یہ امر ناممکن ہے کہ وہ بدون شدید ضرورت کے کسی کام کے لیئے اپنی انتہائی کوشش کریں۔

مسلسل حاجت ہی وہ شے ہے جو انسان کو ہمیشہ آگے بڑھنے کی ترغیب دیتی ہے اور کل نوع انسان کے حقیقی اور اصلی کریکٹر (خصلت) کا نشو و نما کرتی ہے۔ تاریخ ایسے آدمیوں کی تا کامیوں سے

پڑی جنھوں نے تمول کی حالت میں کام شروع کیا تھا اور اس کے برعکس ایسے لوگوں کی
مثالیں تاریخ میں بکثرت موجود ہیں جنھوں نے حاجت مندی کے باعث دُنیا میں انتہائی ترقیاں
کی ہیں۔

جو شخص کہ کسی امیر کے یہاں پیدا ہوا اور جس نے عیش و عشرت میں پرورش پائی اور جو ہمیشہ
اپنے کام کے لیے دوسروں کا محتاج رہا اور جو بچپن ہی سے ناز و نعم میں زندگی بسر کرنے کا عادی
ہے اس میں ترقی کرنے کا ولولہ ہرگز نہیں پیدا ہوتا۔ وہ جنگل کے کمزور پودے کی مانند ہے جس کے مقابل
نہایت عظیم الشان شاہ بلوط کا درخت موجود ہے جس کے سر سے ہزاروں طوفان گزر گئے لیکن سب
کی سختیاں جھیل کر وہ اسی دم خم سے کھڑا ہوا ہے۔

جو قوت غالب آتی ہے اسی کا نتیجہ طاقت ہوتا ہے۔
کشتی لڑنے کی سختیاں برداشت کرنے سے ہی پہلوان میں طاقت آتی ہے۔ زندگی بدون جد و جہد
کے نیم مُردہ کی مانند ہے۔

جو شخص کہ مشکلات پر غالب آنے کے لیے جد و جہد نہیں کرتا وہ اپنے میں قوت نہیں
پیدا کر سکتا۔

کریکٹر (خصلت) کی قوت وہ شے ہے جو مغلوب کی ہوئی مشکلات میں سے نچوڑ کر نکالی جاتی
ہے۔ زندگی ایک عظیم الشان ورزشی اکھاڑہ ہے اگر کوئی شخص کرسی پر بیٹھکر ورزشی کھیلوں کے سامان
کو دیکھتا رہے تو ہرگز اس کے جسم میں طاقت پیدا نہ ہوگی۔

باپ کی ورزش سے کسی بیٹے کے رگ و پے مضبوط نہ ہوں گے جو کرسی پر بیٹھا رہتا ہے۔
بیٹا کمزور ہی رہے گا تاوقتیکہ وہ خود ڈمبل کا استعمال نہ کرے یا وزنی گولے اپنے ہاتھ سے پھینکنے کی مشق نہ
کرے۔ بہت سے باپ اپنے لڑکوں کے بدلے خود ورزش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے
بچے نرم بنچوں اور آرام کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ورزش کے طریقے کو دیکھتے رہتے ہیں اور پھر یہ دیکھکر
والدین کو حیرت ہوتی ہے کہ ان کے لڑکے ورزشی کھیلوں میں کمزور ثابت ہوئے اور ان کے نرم
اور ڈھیلے رگ پٹھے مثل سابق کے کمزور رہے۔

کیا یہ حیرت انگیز امر نہیں ہے کہ ہزاروں کامیاب حضرات اپنی خود ساختہ ترقی پر فخر کرتے
ہیں اور دُنیا میں اس کو اپنی بڑی خوش نصیبی تصور کرتے ہیں کہ ان کو خود اپنے وسائل سے کام لینا
پڑا اور وہ اپنی آزادی اور قوت کو نشو و نما دینے کے لیے مجبور ہوئے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کو کبھی

جفاکشی اور مشقت کے ساتھ کام کرنا چاہیئے جس سے ہماری اولاد میں ہماری مثال کا اتباع کرنے کا شوق پیدا ہو جائے۔

ایک مشہور مصور سے دریافت کیا گیا کہ آپ کا فلاں شاگرد جو فن مصوری سیکھ رہا ہو کیا ایک بڑا مصور ہو جائے گا۔ اس نے جواب دیا۔ نہیں ہرگز نہیں کیونکہ اس کے پاس چھ ہزار پونڈ سالانہ کی آمدنی موجود ہے۔ اس مصور کو معلوم تھا کہ مشکلات کی سدراہ دور کرنے کی جدوجہد سے کس طرح طاقت پیدا ہوتی ہے اور تپتوں کی دھوپ میں قوی اور مضبوط پٹھوں کو مزید قوت پہنچانا کس قدر دشوار امر ہے۔

میں افلاس کے برکات کا کلیتاً حامی نہیں ہوں۔ افلاس کی بجز اس کے کچھ اور قیمت نہیں ہے کہ زندگی کی ابتدا کے لیے وہ بہتر زمین ہے۔ انسان کی ترقی کے لیے وہ ورزشی کھیلوں کے سامان کی طرح سودمند شے ہے۔ البتہ افلاس سے روبراہ ہونا قابل قدر ہے بشرطیکہ دیانت داری اور ایمانداری سے اس کے لیے کوشش کی جائے۔ کیونکہ یہی انسان کو ترقی دے کر دیوبنا دیتی ہے۔ بالعموم یہ نہیں ہوتا ہے کہ مفلسی کے عالم میں اگر اتفاقیہ طور پر کوئی جنرل جائے تو وہ اس شے سے بہتر اور زیادہ قابل قدر ہوتی ہے جس کے حصول کے لیے ہم کوشش کر رہے تھے۔ نہیں بلکہ ضرور ہے مگر مضبوط دل شخص کی کوشش بمقابلہ مفت میں ملی ہوئی زر۔ زن۔ زمین کے ہزار گونہ قابل قدر اور قیمتی ہے۔

جو طالب علم کہ حصول علم کے لیئے انتہائی جفاکشی اور مشقت کرتا ہے وہی قابل ہوتا ہے۔ وہ ذہین بچے جن کو امتحان پاس کرنے کے لیے صرف ایک مرتبہ سبق پڑھ لینے کی ضرورت ہوتی ہے وہ اپنے کالج کے نصاب سے اس کا نصف ثمرہ بھی نہیں پاتے جو ایسے طالب علم حاصل کرتے ہیں جن کو ہر ایک بات سمجھنے کے لیے سخت محنت اور کوشش کرنی پڑتی ہے۔

مسٹر اے۔ پی ڈالیور مپرسینٹ امریکہ جو بچپن میں غریب تھے فرماتے ہیں کہ میں غریب بچوں پر اپنی ہمدردی ضائع نہیں کرتا ہوں۔ کیونکہ اُن میں خود ترقی کا مادہ ہوتا ہے۔ میں جو کچھ ہمدردی کروں وہ اُمرا کے بچوں سے کروں گا۔ اگر آپ کے پاس ایک لاکھ ڈالر ہوں اور آپ یہ رقم ایک لڑکے کو کاروبار شروع کرنے کے لیے دیدیں تو وہ اس رقم کو ضائع کر دے گا۔ میرے نزدیک تو یہ ایک لاکھ ڈالر کی رقم اس لڑکے کو ہرگز نہ دی جائے کیونکہ اس کے حق میں اس کا نہ دینا ہی بہتر ہے۔

جو لڑکا یہ جانتا ہے کہ میرے پاس دولت موجود ہے اُس کو کیا ضرورت ہے کہ وہ علی الصباح اٹھکر عمر بھر سخت محنت و مشقت کرتا ہے۔ وہ تو یہی کہے گا کہ میرے پاس کافی روپیہ ہے اور وہی عمر بھر کے لیے

کھو آئے گا۔ اس لیے آنکھ کھلنے پر وہ صبح کے وقت کروٹ لیکر پھر سو جائے گا۔ اس کے برعکس جس لڑکے کو بجز اپنی ذات کے کسی کا سہارا نہیں ہے اس کو ضرورت مجبور کرے گی کہ وہ علی الصباح بیدار ہو۔ اُس کو معلوم ہے کہ بجز جد و جہد کے میرے لیے کوئی اور دروازہ نہیں کھلا ہے۔ اس کا کوئی مونس اور غمخوار نہیں ہے وہ جانتا ہے کہ میرے لیے صرف یہ ایک سوال ہے کہ یا تو میں قطعی ناکارہ ہو کر رہ جاؤں یا بیدار ہو کر اپنی قیمتی زندگی کے لیئے کچھ کام کروں۔

جب انسان کو کسی چیز کے حاصل کرنے کی ضرورت اور خواہش ہوتی ہے تو اُس کے حصول کی کوشش کے صلے سے انجام کار اُس میں تہذیب اور اُس کے کیریکٹر (خصلت) میں مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے انسانیت کے مقابلہ میں دولت، جائداد اور رتبہ کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔

انسان کو قدرت کیا کچھ معاوضہ دے گی؟ اول وہ اس کو ڈسپلن کے تحت اسکول میں رکھتی ہے پھر تجربہ کی عظیم الشان یونیورسٹی میں اس کو تعلیم و تربیت دیتی ہے تاکہ وہ کام کرنے کے لیے مکمل انسان بن جائے۔ دولت یا جائداد مل جانا امر اتفاقیہ ہے۔ قدرت انسان کی سپرد ہوتی ہے اور اس کے مقابلہ میں وہ دولت کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کرتی۔ وہ صرف انسان بنانے کی خواہاں ہوتی ہے۔

افلاس

نوشتہ

(سید محمد رضی صاحب بی۔ اے علیگ سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ)

دُنیا کو دار المحن کہا گیا ہے اور بیشک وہ گوناگوں مصائب اور آلام سے معمور ہے لیکن شاید باعتبار اپنی نوعیت کے "افلاس" کا مقابلہ دُنیا کی کوئی اور مصیبت نہیں کر سکتی۔ در واقع جو وسیع الاثری اور ہمہ گیری "افلاس" میں پائی جاتی ہے اُس کا عشرِ عشیر بھی کسی اور مصیبت میں نہیں ملتا۔ یہ وہ بلائے عظیم ہے جس کا کوئی درماں نہیں اور یہ وہ بیکسی اور بے لبسی ہے جس کا کوئی پرساں نہیں۔ یہ وہ قہرِ خدا ہے جو انجمنوں کی انجمنوں کو درہم و برہم کر دیتا ہے اور یہ وہ طوفان محشر زا ہے جو قوموں کی قوموں کو تباہ و برباد کر ڈالتا ہے حسرت اس کی بار اور یاس اس کی غمگسار ہے اس کی اصل کیفیت اور حقیقی ماہیت کچھ مفلسوں ہی کے دلوں سے پوچھا چاہیئے ؎

تو اے کبوترِ بامِ حرم چہ میدانی
تپیدنِ دلِ مرغانِ رشتہ بر پا را

غرض ایک مفلس کی دُنیا تیرہ و تار ہے۔ وہ جدھر نظر اُٹھا کر دیکھتا ہے اس کو ساری دُنیا بھیانک معلوم ہوتی ہے۔ اس کی آنکھیں ہیں لیکن کبھی کوئی نظارۂ دل خوش کن نہیں دیکھتیں۔ اس کا دل ہے لیکن بہجت و شادمانی سے نابلد۔ اُس کا دماغ ہے لیکن جذبات نشاط افزا سے خالی۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ایک افلاس زدہ دل و دماغ سے افسردہ دل افسردہ کند انجمنی را کا صحیح مصداق ہوتا ہے ایسے شخص سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اولوالعزمی سے کام لے۔ عالی حوصلگی دکھائے فیاضی و سیر چشمی کی مثال قایم کرے عبث اور قطعاً عبث ہے۔ اسی وجہ سے حکمائے روزگار نے برنائے صدہا سال کے تجربات اور ہزارہا سال کے مشاہدات کے یہ کلیہ بنا لیا ہے کہ ارتقائے عالم میں Survival of the fittest (بقائے بہترین) کا اصول ہمیشہ برسرِ کار رہتا ہے۔ یعنی تنازع للبقاء میں صرف وہی لوگ باقی رہتے ہیں جن میں باقی رہنے کی اہلیت ہوتی ہے اور باقی سب فنا کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ ابتدائے آفرینش سے اسی کلیہ کے تحت میں اس تنازعۃ للبقاء عالم پر خدا جانے کتنی انجمنیں بنیں اور کتنی بگڑ گئیں کتنی قومیں پیدا ہوئیں اور کتنی فنا ہو گئیں۔ قوانین قدرت

اٹل ہیں اور دنیا عالم اسباب ہے یہاں جو فرد یا جو قوم کسی کلیہ کے تحت میں آگئی اس کا بچنا محال ہو گیا عقائد سے قطع نظر کرکے واقعات پر نظر ڈالو تو صفحۂ ہستی پر ہر ملک اور ہر قوم میں تمہاری آنکھوں کو یہی تماشہ نظر آئے گا۔

اس قدر تمہید کے بعد اب ہم کو یہ دیکھنا مقصود ہے کہ "افلاس" کے اثرات مسلمانوں کی حیات ملی کے کن کن پہلوؤں پر اب تک کس حد تک پڑ چکے ہیں اور اس وقت بھی پڑ رہے ہیں۔ اُن کے اس وقت تک کیا نتائج مرتب ہو چکے ہیں اور اگر یہی کیفیت چند روز اور باقی رہی تو آئندہ مسلمانوں کا کیا حشر ہو گا۔

واضح ہو کہ ارتقاء قومی کے مختلف پہلو ہوا کرتے ہیں۔ منجملہ اُن کے ہم اس وقت صرف چند امور مندرجہ ذیل پر تبصرہ کریں گے۔

(۱) افلاس کا اثر مسلمانوں کی تعلیم پر

یہ ایک ایسا کھلا ہوا راز ہے جو چنداں محتاج وضاحت نہیں سلے دے کر مسلمان گزشتہ نصف صدی میں قومی چندہ سے صرف دو کالج (۱) حمایت اسلام کالج لاہور اور (۲) ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ اور چند ہائی اسکول قایم کر سکے ہیں۔ جن کے سرمایہ کی فراہمی کے لیے کیا کچھ انتظامات اور اہتمامات نہیں کیے گئے۔ لیکن باوجود ان تمام انتہائی کوششوں اور ہر قسم کی تدبیروں کے آج اُن کی مالی حالت جس درجہ سقیم اور ناقابل اطمینان ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ چند ہائی اسکول تو بوجہ قلت سرمایہ بند ہو گئے بعض پڑے سسک رہے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو ممکن ہے دو چار سال یا دس پانچ برس بعد چل جائیں مستقل بنیاد پر اُن میں سے کسی ایک کا بھی قیام نہیں ہے۔ نئے دن چندے ہوتے رہتے ہیں محصلان کے وفود گشت لگاتے ہیں لیکن کوئی اطمینان بخش نتیجہ نہیں نکلتا۔ پندرہ بیس برس پہلے چندے بھی معقول فراہم ہو جاتے تھے اب اُن میں بھی سخت دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مذہبی تعلیم گاہیں بھی اس مالکیلا تُہ سے مبرا نہیں۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دار العلوم دیوبند ہر دو درسگاہیں قلت سرمایہ کی یکساں شکار ہو رہی ہیں سچ ہے کہ گورنمنٹ نے ازراہ ترحم خسروانہ مسلمانوں کی تعلیمی پستی کو رفع کرنے کے خیال سے اسلامیہ مکاتب جاری کرنے چاہے لیکن اُن میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ دراصل وجہ ان سب خرابیوں کی یہ ہے کہ مسلمان من حیث القوم ہر جگہ اور ہر مقام پر روز بروز نہایت سرعت کے ساتھ مفلس ہوتے جاتے ہیں اور جو کیفیت اب ہے وہ بصورت عدم انسداد آئندہ دس برس بعد نہ رہے گی ملک بھر میں ایک بھی ایسی اسلامی تعلیم گاہ کی مثال نہیں جو محض کسی شخص واحد کی ذاتی فیاضی کا نتیجہ ہو

ہیں کہ اہل ہنود میں ایسی صدہا مثالیں موجود ہیں۔ شاید ہی کوئی ضلع ایسا نکلے جہاں اہل ہنود کی شخصی یا قومی فیاضی کی یادگار کوئی نہ کوئی درسگاہ موجود نہ ہو۔ بلکہ بیشتر مقامات پر تو دو دو چار چار ایسی تعلیم گاہیں موجود ہیں جو مناسبت مسلمانوں اور ہندوؤں کی تعلیم گاہوں میں ہے اُسی نسبت سے اُن کی تعلیمی حالت کا بھی اندازہ کر لینا چاہیے۔ مثال کے طور پر صرف ایک تعلیم گاہ کو پیش کرتا ہوں جس سے میری مراد دیال کالج لاہور ہے جو اہل ہنود کے ایک نہایت نوزائیدہ فرقہ کی صرف ۱۰ یا ۱۵ سال کی متفقہ کوششوں کا نتیجہ ہے جس کے فلک نما ایوانات انتظامات و دیگر ترقیات کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔

(۳) افلاس کا اثر مسلمانوں کے اخلاق پر

واضح ہو کہ تہذیب اخلاق موقوف ہے پختگی ایمان پر اور ایمان کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک خیالی اور دوسرا عملی۔ خیالی ایمان سے میری مراد یہ ہے کہ ایک شخص کے ذہن نشین یہ امر ہے کہ امانت میں خیانت نہیں کرنی چاہیے لیکن اُس کو کبھی عملاً ایسا کرنے کا موقع پیش نہیں آیا۔ اور عملی ایمان اس بارہ میں اُس شخص کا ہے جو عملی طور پر اس آزمائش میں پورا اُترتا ہے۔ راقم کا خیال ہے کہ ایمان کی عملی پختگی اُسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کوئی انسان اپنی معیشت کی جانب سے مستغنی ہو۔ بحالت افلاس عام طور پر ایمان ڈانواڈول ہی رہتا ہے۔ مستثنیات کا ذکر نہیں۔ مثال کے طور پر دو چشم دید واقعات نقل کرتا ہوں۔

(۱) ایک مولوی صاحب جو کم و بیش سو مختلف قسم کی کتابوں کے مصنف و مولف ہیں جن میں بیشتر اخلاقی اور مذہبی کتابیں بھی ہیں۔ پیری مریدی بھی کرتے ہیں۔ سر پر بال بھی بڑھا رکھے ہیں جو تصوف و مرشدی کی ایک بین علامت ہے ایک انسپکٹر صاحب کے یہاں آ کر مہمان ہوئے۔ انسپکٹر صاحب نے مولانا صاحب موصوف کی خوب خاطر و مدارات کی۔ انسپکٹر صاحب کے وطن میں کسی عزیز کی شادی تھی اُس کے واسطے انسپکٹر صاحب نے ایک روز چند ریشمی تھان خرید کیے اور اُسی کمرہ میں جہاں مولوی صاحب فروکش تھے ایک ٹرنک میں رکھ دیئے۔ یہ سب کچھ مولانا صاحب کے روبرو میں ہوا۔ اب اُن تھانوں کی روانگی کا وقت آیا تو دیکھا کہ ٹرنک کا قفل کھلا پڑا ہے اور اُس میں سے دو تھان تو پورے پورے غائب ہیں اور دو ایک تھانوں میں سے دو دو چار چار گز کپڑا کم ہے۔ انسپکٹر صاحب موصوف کو جو مدت العمر پولس میں ملازمت کر چکے تھے مولوی صاحب پر شبہ ہوا لیکن بایں خیال کہ مولانا کی ذلت ہوگی دم بخود رہ گئے اور دوسرے تھان بزاز کی دکان سے

منگا کر وطن بھیج دیئے۔ اب مولانا صاحب کی روانگی کا وقت آیا اُس روز انسپکٹر صاحب مجھ سے فرمانے
لگے کہ وہ تھان یقیناً مولانا کے ٹرنک میں موجود ہیں کہو تو نکال لوں اور مولانا کو پولس کے حوالہ
کردوں۔ چنانچہ دیکھنے سے اس کی تحقیق ہوگئی مگر تھانوں کو ٹرنک سے نہیں نکالا گیا اور نہ اونھیں
پولیس کے سپرد کیا گیا۔

(۲) ایک دوسرا واقعہ ایک صاحب اپنا چشم دید اور بیان کرتے تھے۔ بحالت مسافرت
ایک شہر میں اُن کے کسی عزیز کا انتقال ہوگیا۔ متوفی کی تجہیز و تکفین کی متعلقہ خدمات ان کو ایک مولوی
صاحب سے بمعاوضہ حاصل کرنی پڑیں۔ جب سب کاموں سے فراغت ہوگئی تو مولوی صاحب نے
وہیں متوفی کی قبر کے نزدیک بیٹھے ہوئے اپنے بقیہ دو آنہ کا تقاضہ کیا۔ چنانچہ وہ صاحب کہتے تھے
کہ میں نے دو آنے جیب سے نکال کر اور شمار کر کے مولوی صاحب کے ہاتھ پر رکھدیئے۔ مولوی
صاحب نے فوراً اُن میں سے ایک پیسہ زمین پر گرا کر اپنا پاؤں اُس پر رکھ دیا اور فرمانے
لگے کہ میاں! یہ تو سات ہی پیسے ہیں۔ وہ صاحب بیان کرتے تھے کہ میں نے اتفاق سے دیکھ لیا
تھا کہ مولوی صاحب نے یہ حرکت کی ہے جی میں تو آیا کہ مولوی صاحب کا پاؤں ہٹا کر پیسہ کی نشاندہی
کردوں لیکن پھر یہ خیال کر کے کہ محض ایک پیسہ کی بات ہے خاموش ہو رہا اور مولوی صاحب کو ایک
پیسہ اور دیدیا۔

بخلاف اس کے اب ایک اور واقعہ سُنیئے۔ یہ ایک ایسے صاحب کے متعلق ہے جو قطعاً آزاد منش
ہیں اور جن کو مذہب سے چنداں سروکار نہیں۔ مدت العمر گورنمنٹ کے ایک نہایت معزز عہدہ پر
ممتاز رہ چکے ہیں اور اٹھارہ سو روپیہ ماہوار تک تنخواہ پا چکے ہیں۔ ملازمت سے علیحدگی کے بعد
بیرسٹری کرتے ہیں ایک ریاست کا مقدمہ اُن کے پاس آیا۔ مقدمہ پیچیدہ تھا بہت عرصہ تک پیروی
کرنی پڑی بالآخر کامیاب ہوئے۔ محنتانہ کا چودہ ہزار روپیہ نکلا جس کی ادائگی کے لیے کچھ تاریخوں
کے رد و بدل کی بحث پیدا ہوگئی۔ تفصیل تو مجھے یاد نہیں لیکن اتنا خیال ضرور ہے کہ ریاست صرف
یہ چاہتی تھی کہ روپیہ تو اس وقت دیا جائے اور بیرسٹر صاحب اُس کی وصولیابی کسی تاریخ ماسبق
میں دکھا دیں تاکہ وہ رقم بحساب کورٹ آف وارڈس محسوب ہو جائے۔ بیرسٹر صاحب نے اس کو
منظور نہیں کیا وہ برابر اسی بات پر اڑے رہے کہ میں وہی تاریخ لکھونگا جس روز مجھے روپیہ
وصول ہوگا غرض کارکنان ریاست اور نیز بیرسٹر صاحب کے اعزا نے ہر چند سمجھایا کہ اس میں آپکا
کیا حرج ہے کوئی اور ہی تاریخ لکھ دیجیے لیکن بیرسٹر صاحب نے ایک کی نہ مانی اور محض اسی بنا پر چودہ ہزار

روپیہ سے دست بردار ہوگئے۔

راقم کو مذکورہ بالا واقعات کے اعادہ سے کسی ذاتِ خاص کی تذلیل یا توصیف منظور نہیں ہے بلکہ صرف اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ عملی ایمان راسخ اوسی وقت ہو سکتا ہے جب کوئی شخص احتیاج دنیوی سے مستغنی ہو۔ ورنہ بحالت افلاس و احتیاج جادۂ مستقیم پر قایم رہنا اور قوت ایمانی سے قوت نفسانی کو دبائے رکھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔

(۳) افلاس کا اثر مسلمانوں کی معاشرت پر گزشتہ نصف صدی میں افلاس کا جو عالمگیر اثر مسلمانوں کی معاشرت پر پڑا ہے وہ محتاج بیان نہیں جدھر دیکھیے ادبار ہی ادبار نظر آتا ہے قصبوں اور شہروں میں جو محلات کاملتاً مسلمانوں سے آباد اور پُر رونق تھے وہاں اب خاک اُڑتی نظر آتی ہے اکثر و بیشتر دیہات سے تو مسلمان خارج ہی ہو گئے۔ حال میں اخبار وکیل نے جو خاکہ شہر امرتسر کا کھینچا تھا اُس کو پڑھکر کلیجہ مُنہ کو آتا تھا کہ بار الٰہا مسلمانوں کی یہ کیا حالت ہو گئی۔ اخبار مذکور لکھتا ہے کہ وہ پردہ نشین مستورات جو کچھ عرصہ پہلے اپنے اپنے خاندانوں کی چشم و چراغ تھیں ناداری اور فاقہ کشی سے تنگ آکر گداگری پر مجبور ہیں اور اُن کے وکا گورے گورے حنائی ہاتھ جن پر کسی زمانہ میں پنجۂ مرجاں کا دھوکہ ہوتا تھا تنگدستی کے ہاتھوں آج کسی بوسیدہ اور کثیف پارچہ کے برائے نام آڑ سے کسی کوچہ کے گوشہ یا کسی شاہراہ عام کے موڑ پر بطلب خیرات دراز نظر آتے ہیں۔ یہ اُسی صوبہ کے شہر کا ذکر ہے جہاں باعتبار مردم شماری مسلمانوں کی کثرت ہے ولئے بحال اُن مقامات کے جہاں مسلمانوں کی تعداد کم ہے نہ اُن میں وہ پہلی سی وضعداری رہی اور نہ وہ امانت و دیانت۔ عسرت و افلاس نے ساری خوبیاں زائل کر دیں جہان نوازی جو مسلمانوں کی امتیازی خصلت تھی اب اُن میں سو سو کوس نظر نہیں آتی۔ ایفاء وعدہ کا پاس و لحاظ مجبوریوں نے ناممکن العمل بنا دیا ہے۔ ناداری کی بدولت ہر فرد خاندان پہلا موقع ملنے پر تقسیم جائداد کا خواہاں ہوتا ہے اور جہاں جائداد تقسیم ہوئی فوراً اپنے حصہ کو کسی مہاجن کے یہاں مکفول کر دیتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بقیہ حصہ داران کو بھی چار و ناچار اپنا اپنا حصہ اُسی مہاجن کے ہاتھ فروخت کر ڈالنا پڑتا ہے۔

اس مسلسل و متواتر انتقال جائداد کا یہ نتیجہ نکلا کہ رفتہ رفتہ ہر بڑے قصبہ اور شہر میں مسلمانوں کے محلے کے محلے اہل ہنود کے قبضے میں پہونچ گئے جہاں اب اُنھوں نے بڑی بڑی عالی شان

عمارتیں تیار کرالی ہیں خواہ کسی قصبہ یا کسی شہر کو دیکھ لو جہاں عمارات عالیشان اور فلک نما نظر آئیں سمجھ لو کہ ہندوؤں کی آبادی ہو اور جہاں کچھ ٹوٹے پھوٹے شکستہ اور کہنہ مکانات دکھائی دیں جان لو کہ مسلمانوں کی بستی ہی۔ انتقال جائداد کا یہ مستقل سیلاب کم و بیش ہر جگہ یقینی طور پر جاری ہی۔ بلکہ ناداری کی شدت روز بروز اس میں سرعت پیدا کرتی جاتی ہی پس اگر یہ سلاب اسی طرح جاری رہا اور یقیناً جاری رہے گا کیونکہ بظاہر اس سے کوئی مفری نظر نہیں آتا تو ناظرین خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ چند روز بعد اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔ مسلمان من حیث القوم ہر جگہ جائداد ارضی سے خواہ وہ زرعی ہو یا سکنی خارج ہو جائیں گے اور اُن کی حیثیت اُن چند مسلمان پیشہ وروں کی حیثیت سے زیادہ نہ رہے گی جن کو بجاست موجودہ کوئی ہندو زمیندار اپنے دیہات میں بخیال اپنی جا یا دہی ضروریات کے آباد رہنے کی اجازت دے دیتا ہی۔ اور جن کی سکونت و کسب معاش بالکل زمیندار کے رحم پر موقوف و منحصر ہوتی ہی۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ بعض ہندو دہلت میں بھی دو ایک انگریز لوہار بڑھئی یا دیگر اسی قسم کے نا گردہ پیشہ لوگ اس وقت تک نظر آتے ہیں۔ لیکن اُن کی جو وہاں ناگفتہ بہ حالت ہوتی ہی اُس کا صحیح اندازہ آپ نہیں کر سکتے کسے دن جو اُن پر مصائب ٹوٹتے رہتے ہیں یہ خود انھیں لوگوں سے پوچھا جائے۔

ایک دوسرا اثر افلاس کا بشکل مقدمہ بازی رونما ہوا ہی یعنی ناداری کی وجہ سے مسلمانوں میں مقدمہ بازی میں اضافہ ہو گیا ہی پیشتر جس وقت لوگ خوشحال اور فارغ البال تھے اپنے خاندانی جزوی حقوق کا خیال تک نہ کرتے تھے بلکہ بعض حالتوں میں تو ایسا کرنا خلاف وضعداری سمجھا جاتا تھا لیکن بخلاف اس کے اب تنگدستی کے ہاتھوں مجبور ہو کر بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ بلا لحاظ مروت پاسداری خفیف خفیف امور پر بھی مقدمہ بازی میں ذرا تامل نہیں کرتے اور اس طرح باہمی نزعات کی وجہ سے خاندان کے خاندان تباہ و برباد ہوتے جاتے ہیں۔ اگر کسی فرد خاندان کا کوئی بعیدی حق بھی کسی جائداد پر پہونچتا ہی تو وہ کامیابی کی اُمید موہوم پر کسی مہاجن سے قرض وام لیکر دعوےٰ دائر کر دیتا ہی جس کا نتیجہ بہرحال تباہی ہوتا ہی۔ اگر دعوےٰ کامیاب ہوا تو وہ جائداد مہاجن کے یہاں پہونچ جاتی ہی اور بصورت ناکامی تو جو دُرگت ہوتی ہی وہ ظاہر ہی۔

ماسوا ان کے اس عالمگیر قومی ادبار و افلاس کے اور بہت سے مختلف النوع اثرات قوم پر پہنچے ہیں۔ اس وقت پڑ رہے ہیں منجملہ ان کے ایک کا نتیجہ بشکل عام بیکاری پیدا ہو رہا ہی جس سے

میری یہ مراد ہے کہ افراد قوم کی ایک کثیر تعداد بالخصوص نوجوان قوم بیکاری کے مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ شہروں میں آپ دیکھینگے تو ہزارہا نوجوان مسلمان آوارہ گرد نظر آنے لگے۔ اُن کی دراصل کوئی معقول وجہ معاش نہیں ہے لیکن قیامت یہ ہے کہ اس حالت میں بھی نواب بنے پھرتے ہیں طوائفوں کے محلوں میں شام کے وقت بڑی شان سے گشت لگاتے ہوئے نظر آتے ہیں جن میں بیشتر وہ لوگ ہیں جو دن میں کسی کارخانہ جفت سازی اور پارچہ بافی میں کام کرتے ہیں اور مشکل سے دس بارہ آنہ یومیہ کماتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنے بال بچوں کی خبرگیری سے چنداں علاقہ نہیں ہوتا صرف بحالت بیماری بیوی کی تیمارداری اور بحالت موت بچوں کی نوحہ خوانی کی نوبت آتی ہے۔

افلاس کے مارے ہوئے انسان بہت ہیں

(از فیض الحسن فیضی شاہجہان پوری)

ہر فکر سے دل تنگ مسلمان بہت ہیں ۔۔۔ رحم اے مرے اللہ یہ حیران بہت ہیں

اُس [illegible] کے پھندے سے بچ [illegible] ۔۔۔ [illegible] کے [illegible] ہوئے نادان بہت ہیں

جن خرچوں سے آتی ہے بلا قرض کی سر پہ ۔۔۔ اُن خرچوں کے دلدادہ مسلمان بہت ہیں

دیہات پہ دعویٰ تو عمارات کے نیلام ۔۔۔ عزت نہ رہے جن سے وہ سامان بہت ہیں

وہ قوم ہو کیا زندہ کہ جس قوم کے اندر ۔۔۔ افلاس کے مارے ہوئے انسان بہت ہیں

جو دوست تنزل کے ترقی کے ہیں دشمن ۔۔۔ اپنوں ہی میں وہ غیر مسلمان بہت ہیں

ہر کام میں دولت بکفایت جو کریں صرف ۔۔۔ ق ۔۔۔ ایسے بھی کسی قوم کے انسان بہت ہیں

لیکن وہ سمجھدار ہیں اتنے تو ہمیں کیا ۔۔۔ ہم آپ تو اس کام میں نادان بہت ہیں

خرچ اپنی جو آمد کو سمجھ کر نہیں کرتے ۔۔۔ ہم صاف کہیں گے کہ وہ نادان بہت ہیں

ہاں راہ ترقی میں قدم بڑھنے کی نسبت ۔۔۔ جولاں ہو اگر عقل تو میدان بہت ہیں

ہر خرچ کے انجام بدل سوچنے والے
فیضی کی طرح اور بھی انسان بہت ہیں

✦

تجلی دہلی

مشہور مصنف و انشا پرداز مولوی سید ظہور احمد صاحب وحشی شاہجہان پوری نے جنوری ۱۹۲۶ء سے دہلی سے یہ ماہانہ رسالہ شایع کرنا شروع کیا ہی، رسالہ پڑھنے سے پہلی نظر میں یہ محسوس ہوتا ہی کہ اس رسالہ کی ملک کو ضرورت تھی، یہ ذہنی تفریحی یا ادبی رسالہ نہیں ہی جو تھوڑی دیر کے لیے نشاط خاطر کا باعث ہو، بلکہ اصلاح و ترقی کی عملی تدابیر بتانے والا رسالہ ہی، اور ایسے مضامین شایع کرتا ہی جو انسانی زندگی کے مختلف منازل میں اپنے ناظرین کی رہنمائی کرتے ہیں،

رسالہ میں متعدد مستقل عنوان یا باب قائم ہیں، مثلاً تزکیہ خیال، تہذیب اخلاق حسن معاشر صحت جسمانی، تدابیر فارغ البالی، ادبی سرستان، ہر پرچہ میں ان سب عنوانوں کے ماتحت متعدد مضامین شایع ہوتے ہیں، جو تمام تر مفید و ضروری ہوتے ہیں، ایک مختصر لیکن موثر و نتیجہ خیز افسانہ بھی ہر پرچہ میں شایع ہوتا ہی۔

ایسے مفید پرچے جو کارآمد و عملی مضامین شایع کرتے ہیں، عموماً ادبی محاسن سے عاری ہوتے ہیں، لیکن اس رسالہ کی یہ خصوصیت ہی کہ تمام مضامین اس شان سے لکھے جاتے ہیں کہ انشاپردازی اور لطف زبان پر بھی داد دینے کو دل چاہتا ہی، قیمت صرف عہ سالانہ جو رسالہ کی خوبیوں کے مقابلہ میں کچھ نہیں، تقطیع بڑی، ضخامت ۳۲ صفحہ، مقام اشاعت فراشخانہ دہلی،

نیرنگی تقدیر

ایک مختصر افسانہ ہی جو مروجہ ریڈروں کی تقطیع کے ۴۰ صفحوں پر شائع ہوا ہی، اور اہلیہ محترمہ جناب سجاد حیدر صاحب رجسٹرار مسلم یونیورسٹی نے تالیف کیا ہی، جو اصحاب افسانوں سے ذوق رکھتے ہیں وہ دفتر رسالہ سرتاج ملتان سے طلب فرمائیں، ناول کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہی کہ ہندوستانی نوجوانوں کو یورپ جاکر مغربی عورتوں سے محتاط رہنا چاہیئے، قیمت ۴ر

اسوۂ حسنہ لاہور

اس نام کا ایک ماہوار رسالہ مزنگ لاہور سے نکلا ہی جس کا مقصد مسلمانو

کی مذہبی، اخلاقی، اور تمدنی اصلاح ہے۔ مذہبی مضامین کے ساتھ مسلمانوں کی مالی اصلاح کے متعلق عمدہ مضامین پہلے نمبر میں شایع ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ اسوۂ حسنہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو۔ چندہ سالانہ صرف ایک روپیہ ہے۔

صادق دہرہ دون | اس نام کا اخبار دہرہ دون سے حال میں نکلنا شروع ہوا ہے اس کے چند نمبر جو ہماری نظر سے گزرے ہیں اُن میں خصوصیت کیساتھ اقتصادی اور تعلیمی مضامین قابل ملاحظہ ہیں۔ اس زمانہ میں سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیم کو عام کیا جائے اور لوگوں کو کفایت شعار بنا کر اُن کی مالی حالت درست کی جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں اُمور صادق کے پیش نظر ہیں۔ ہماری دلی تمنا ہے کہ صادق قوم و ملک کے لیے مفید ثابت ہو۔ صادق دہرہ دون سے ہفتہ وار نکلتا ہے۔ قیمت صرف تین روپیہ سالانہ ہے

قانون وراثت | اس مشکل مضمون کو جس کے مسائل حل کرنے کے لیے لوگوں کو علماء کرام اور قابل وکلاء سے رجوع کرنا پڑتا ہے، مولوی محمد اسمعیل صاحب حنفی وکیل میرٹھ نے نہایت سہل اور صاف اُردو میں اس طرح لکھا ہے کہ ہر کس و ناکس اسے بسہولت سمجھ سکے اسی کے ساتھ قانون شفع شرعی بھی اسی رسالہ میں شامل کر دیا ہے۔ ہر مسلمان کے پڑھنے کے قابل ہے قیمت کتاب آٹھ آنہ ہے جو مولوی محمد اسمعیل صاحب حنفی وکیل میرٹھ سے مل سکتی ہے۔

کشف الغطا عن وجہ الربا

بزبان عربی

مصنفہ

علامہ سید ابو اسحق صاحب ہندی جس میں سود کی تمام مروجہ صورتوں پر بحث کر کے آخر میں حلت و حرمت کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اور دوسرے کالم میں اُس کا اُردو ترجمہ درج ہے۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک چار آنے

منیجر صاحب سود و مند بدایوں سے مل سکتا ہے

اُون کی تجارت

ممالک متحدہ میں اونی کپڑے کے صرف دو بڑے کارخانہ کانپور میں ہیں۔
کانپور وولن ملس اور بیجنابہ بانکمہ وولن ملس ۱۹۲۰ء میں اُون کی قیمت بہت بڑھ گئی تھی لیکن
شروع ۱۹۲۱ء میں یہ ظاہر ہو گیا کہ اون کا نرخ بمجبوری بہت زیادہ بڑھا دیا گیا تھا اس لیے
کمیٔ شروع ہوئی۔ ایک چھوٹا کارخانہ مسٹر ڈکسن کی زیر اہتمام کانپور میں قایم ہوا لیکن اس صوبہ
کے شفا خانوں میں بھی بیجنا تھا بامقابلہ وولن ملس سے مہیا کیے لئے تھے اگرچہ کمل تقریباً ہر ضلع
میں بُنے جاتے ہیں لیکن کارگاہ زیادہ تر نجیب آباد اور مظفر نگر میں ہے۔ ان مقامات پر جو کارخانے
قرضہ امداد باہمی کی سوسائٹیوں نے قایم کیے ہیں ان کا سا رکھا ہوا لیکن ولایتی کپڑے سے کسی طرح
اونی نہیں ہے البتہ صفائی کی کمی ہے۔ لیکن کپڑے کی تجارت بہ آسانی ہو جاتی ہے اس تجارت کی ترقی
میں سکتے ہوئے اُون کی کمی کی وجہ سے بڑی رکاوٹ ہے۔ بیشک چرخہ کا کتا ہوا اُون بہت مقدار
میں ملتا ہے مگر اس میں دو نقص ہیں اول تو کتائی نہایت سستی کے ساتھ ہوتی ہے وقت زیادہ صرف
ہوتا ہے۔ دوسرے چونکہ چرخہ سے تار یکساں نہیں کٹ سکتا اس لیے یہ تار عمدہ قسم کا کپڑا بننے کے
لیے ناموزوں ہوتا ہے۔ کل کا کتا ہوا دورا بہتر ہوتا ہے لیکن ہر وقت دستیاب نہیں ہوتا اور نسبتاً
گراں ہوتا ہے۔ نجیب آباد میں اُون کاتنے کے کارخانے کی تجویز کامیاب ہونے کی اُمید نہیں ہے۔
اس لیے کہ مقامی امداد نہیں ملی۔ اس لیے انڈسٹریز بورڈ کی منظوری سے یہ فیصلہ ہوا ہے کہ گورنمنٹ ٹکسٹائل
([illegible]) اسکول کانپور کے ساتھ ایک کارخانہ بطور نمونہ کے اُون کاتنے کا قایم کیا جاوے۔
ہمیں اُمید ہے کہ ہمارے صوبے کے زمینداران جن کے پاس وسیع رقبہ غیر مزروعہ اراضی کا ہے اس
طرف متوجہ ہونگے اور نہ صرف اُون کافی مقدار میں مہیا کرینگے بلکہ امداد باہمی کی کمپنیاں قایم کر کے اُون
کاتنے کا کارخانہ قایم کرینگے جس کی مانگ اس وقت اس صوبہ میں مسلمہ ہے۔ سوتی کپڑے کی قیمت جنگ
کے بعد سے کمی شروع ہو گئی ہے اور اب ولایتی کپڑے سے نرخ میں مقابلہ کرنا دشوار ہو گیا ہے لیکن ہنوز
اونی کپڑے کی جانب بہت کم توجہ کی گئی ہے مسلمانوں کو اس موقعے سے فائدہ اُٹھانے کی ضرورت ہے۔

(۶-۱-ز)

عمدہ طریقے سے چھاپا گیا ہے۔ علاوہ چھپائی کی عمدگی کے صحت اور جدید رسم الخط کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی نواب صدر یار جنگ بہادر کا مقدمہ شامل ہے قیمت غیر مجلد عہ مجلد عہ

[illegible]

اس میں تقریباً ایک سو شعرائے ماضی و حال کا مختصر حال معہ سنہ ولادت و پیدائش اور ان کے کلام کا نمونہ درج ہے جلد نہایت خوبصورت سے چھپے (زیر طبع ہے) گا،

دیوان جان صاحب

لکھنؤ کے مشہور شاعر میر یار علی جان کا سرمایہ عمر ہے، لکھنؤ کی بیگماتی ٹکسالی زبان مستند اُردو محاورے اور واجد علی شاہ کے زمانہ کی معاشرت کا نقشہ دیباچہ آغا حیدر حسن صاحب دہلوی نے اپنے خاص رنگ میں لکھا ہے جس میں بیگماتی زبان کا لطف ملتا ہے، آخر میں مشکل الفاظ کی فرہنگ بھی دی گئی ہے۔ سائز ۲۰×۳۰ کا غذ دبیز ولایتی فرشنہ حجم تقریباً ۳۰۰ صفحات لکھائی خوشنما قیمت مجلد ایک روپیہ آٹھ آنے عہ

دیوان رنگین انشا

رنگین کا دیوان ریختی جو دلی کی بیگماتی زبان کا اعلیٰ نمونہ ہے نہایت کوشش اور تلاش سے بہم پہنچایا گیا ہے اور کئی نسخوں سے مقابلہ کر کے ایک صحیح دیوان مرتب کیا گیا ہے اس دیوان کے ساتھ خود مصنف کی دی ہوئی ایک فرہنگ بھی شامل ہے جس میں مشکل الفاظ اور محاورات کی شرح کی گئی ہے مولف نے بھی جا بجا مفید حواشی اضافہ کیے ہیں۔ اسی کے ساتھ انشا، اللہ خاں انشا کا دیوان ریختی بھی شامل ہے معہ ایک دلچسپ دیباچہ کے قیمت مجلد عہ

زہر عشق

مرزا شوق لکھنوی کی مشہور مگر کمیاب مثنوی جو اُردو مثنویوں میں سب سے زیادہ دردانگیز پُر اثر ہے صحیح نسخہ بہم پہونچا کر خاص اہتمام سے چھاپی گئی ہے قیمت ۱۲ؔ،

ملنے کا پتہ:۔ شعبہ نظامیہ ادبیہ ۔ ایک انجمن بدایوں

قصائد ذوق

نہ صرف قصائد بلکہ یہ استاد ذوق کے دیگر کلام قطعات رباعیات اور مثنویات وغیرہ کا مجموعہ ہے غزلیات کے سوا پورا کلام ایک جگہ جمع کیا گیا ہے غزلیات میں سے بھی قطعہ بند اشعار قطعات کے ذیل میں شامل کر لیے گئے ہیں یہ کلام نئی ترتیب اور خاص طریقے سے آنریبل جسٹس ڈاکٹر شاہ محمد سلیمان صاحب ایم اے، ایل ایل ڈی جج ہائی کورٹ الہ آباد نے مرتب کیا ہے اور ڈاکٹر صاحب کا لکھا ہوا ایک مقدمہ بھی شامل ہے آخر میں تمام مشکل الفاظ اور محاورات کی فرہنگ دی گئی ہے ٹائٹل خوشنما چھپائی دیدہ زیب حجم تقریباً ۴۴۰ صفحہ۔ قیمت غیر مجلد عہ مجلد عہ

انتخاب غزلیات ذوق

یہ بھی ڈاکٹر شاہ محمد سلیمان صاحب جج ہائی کورٹ کا مرتبہ ہے نہایت عمدہ انتخاب ہے قیمت عہ

رباعیات شاد

مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر وزیر اعظم دولت آصفیہ کی صوفیانہ و عارفانہ رباعیوں کا قابل دید مجموعہ خوشنما ایڈیشن حجم ۱۳۲ صفحے قیمت فی جلد ۸ر علاوہ محصولڈاک

بیاض شاد

مہاراجہ موصوف کی بے مثل غزلوں کا قابل قدر مجموعہ ضخامت ۱۴۴ صفحے قیمت فی جلد عہ علاوہ محصولڈاک

رشحات التخیل

پنڈت نندلال ایم۔ اے طالب کشمیری کا صاف ستھرا کلام ہے علاوہ غزلیات کے مختلف عنوانوں پر حالیہ نظمیں بھی مع تمہید و سن ہیں جو ایک سے ایک بڑھ کر جذبات اور اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں چھپائی لکھائی کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ نظامی پریس کی طباعت کا بہترین نمونہ۔ ٹائٹل رنج خوشنما کاغذ چکنا۔ حجم دو سو صفحے تقطیع [illegible] غیر مجلد عہ

ملنے کا پتہ: منیجر نظامی پریس بک ایجنسی بدایوں

خریداران سودمند

ضرور پڑھیں

اس مہینے سے سودمند کا جدید مالی سال شروع ہوتا ہے۔ اکثر خریداران کی مدت خریداری ماہ مئی سنہ ۱۹ء کو ختم ہو چکی ہے جن حضرات نے ہماری گزشتہ التماس پر آئندہ سال کا چندہ بھیجکر ممنون فرمایا وہ ہمارا شکریہ قبول فرمائیں بقیہ حضرات کارڈ ملفوفہ پر توجہ فرما کر چندہ جلد مرحمت فرمائیں۔

جن اصحاب کی خدمت میں سودمند پانچ خریدار بنانے کے معاوضہ میں پہونچ رہا ہے۔ از راہ کرم وہ جدید سال کے لیے چندے وصول کرکے بھیج دیں۔

اس وقت سودمند کے جتنے خریدار ہیں اُن سے ڈھائی گونہ پرچہ چھپ رہا ہے۔ جو نمونہ کے طور پر بلاقیمت بھیجا جاتا ہے۔ اس لیے خرچ آمدنی سے زائد ہے جو اصحاب اس کام کو قوم کے لیے مفید سمجھتے ہیں اُمید کہ وہ جدید خریدار دیکر اس کارِ خیر میں امداد فرمائیں گے

منیجر سودمند بدایوں

معذرت سودمند کا دفتر تبدیل ہونے کی وجہ سے بغرض روانگی سودمند ڈاکخانہ کی تبدیلی کی اجازت حاصل کرنا بموجب قواعد ڈاک ضروری تھا چنانچہ ۱۱ مئی سے پوسٹ ماسٹر جنرل صوبہ متحدہ سے اس بارہ میں خط و کتابت شروع کی گئی نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ۱۹ جون تک اجازت موصول نہیں ہوئی اب جبکہ خدا خدا کرکے اجازت ملی پرچہ روانہ ہوتا ہے حالانکہ مطبع نے جون کے پہلے ہفتہ میں پرچہ تیار کر دیا تھا ناظرین اس ناگزیر توقف کو معاف فرمائیں
نیازمند منیجر

رجسٹرڈ نمبر اے ۴۴۵

سُودمَند

جو مہینے میں ایک بار بدایوں سے شائع ہوتا ہے

جلد	جولائی سنہ ۱۹۲۶ء	چندہ سالانہ عہ
نمبر		قیمت فی پرچہ ۳؍

مَقَاصِدْ

۱۔ افرادِ قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کر کے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

۲۔ مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امدادِ باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو برباد کن اور حرام ہے مٹائے

۳۔ فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا۔ اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا

۴۔ مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار اور تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

۵۔ مسلمانوں کی صحت جسمانی۔ ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا۔

محمد احید الدین ایف۔ آر۔ ایس۔ اے لیتھوگرافر سند یافتہ لنڈن پرنٹر و پبلشر

مطبوعہ نظامی پریس ایل

قواعد خریداری سود مند

۱۔ سود مند کی سالانہ قیمت دو روپیہ ہے وہ باہتمام ہر مہینے کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے۔ اس لیے پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۱۰ تاریخ تک آجانی چاہیے اس کے بعد فی نمبر ۳ ممالک غیر کے خریداروں سے ۳ سالانہ

۲۔ رسالہ کی درخواست خریداری اور قیمت بذریعہ منی آرڈر یا بصیغہ وی پی منیجر سود مند بدایوں کے پاس بھیجی جائے اور دیگر امور متعلقہ اور اشتہار وغیرہ کی بابت منیجر سود مند بدایوں سے مراسلت کی جائے۔

۳۔ مضامین سود مند میں شائع ہونے کے لیے اور تبادلے کے اخبارات و رسائل آنریری ایڈیٹر کے نام ولایت منزل علیگڑھ کے پتے سے بھیجے جائیں

۴۔ تین مہینے سے کم کے لیے پتہ تبدیل نہ کیا جائیگا اس کے لیے ڈاکخانہ میں انتظام کیا جائے۔

۵۔ نمونہ کا پرچہ بلا قیمت ایک آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جائے گا۔ لیکن خریداری پر مدت خریداری اسی نمبر سے شمار کی جائے گی۔

۶۔ خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا جائے

۷۔ اطلاع خریداری کے ساتھ یہ بھی لکھا جائے کہ پچھلے نمبر بھی بھیجے جائیں یا نہیں جن کی ابتدا جون ۱۹۲۷ء سے ہوتی ہے۔

۸۔ جو صاحب ایک سال کے لیے پانچ خریدار یا ۵۰ روپیہ کی اجرت کا اشتہار بہم پہونچائیں گے وہ ایک سال کے لیے بلا ادائے قیمت سود مند کے خریدار متصور ہونگے لیکن اشتہار فرضی دعووں کا حامل اور فحش نہ ہو۔

۹۔ معاونین سے التماس ہے کہ نئے خریداروں کے نام رسالہ کا وی پی روانہ کرنے کی ہدایت صرف اس حالت میں بھیجیں جبکہ ان سے کافی اطمینان کر لیا جائے بغیر استمزاج کے جو وی پی بھیجے جاتے ہیں وہ اکثر واپس آتے ہیں

مطالعہ سود مند

کو مکمل بنانے کیلئے حسب ذیل رسائل دفتر سود مند سے ضرور منگوائیے۔

رسالہ جواز سود معہ فتاوی

جس میں مختلف طور پر سود کی حقیقت ربا اور سود کا فرق اور تجارتی سود کے جواز کی صورتیں معہ علمائے کرام کے فتووں کے پیش کی گئی ہیں اور کفایت شعاری اور روپیہ جمع کرنے کے طریقے سمجھائے گئے ہیں۔ ایک نسخہ ایک آنے کا ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے اور سو جلدوں کی قیمت پانچ روپے

رسالہ مالی اصلاح

جس میں روپیہ بچانے اس کو جمع کرنے اور بڑھانے کے متعلق طریقے مفصل طور پر بتائے گئے ہیں قیمت رسالہ جواز سود کی قیمت کے مطابق ہے

المشتہر

منیجر رسالہ سود مند بدایوں

سُود مند

نمبر ۔	جولائی سنہ ۱۹۲۶ء	چندہ سالانہ عہ
جلد ۲		قیمت فی پرچہ ۴ر

فہرست مضامین

ہر چہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش[۲]

(از محمد قمر الحسن صاحب قمر بدایونی)

کی جس نے بہتری کی تشکل اُس نے کیا کیا
کیا جیا دُنیا میں جو کوئی پھٹے حالوں جیا
کھائے ٹکڑے بھیک کے خونِ جگر اپنا پیا
دیکھ کر اس حال کو عرفی نے آخر کہہ دیا

خوک باش و خرس باش و یا سگِ مردار باش
ہر چہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش

آدمی کو چاہیئے اپنی ترقی کا خیال
جو خدا نے دیدیا لازم ہے اُس کی دیکھ بھال
اکتسابِ مال خود ہی تو کمالوں کا کمال
شعر عرفی نے لکھا ہے جو اُسی ہے حسبِ حال

خوک باش و خرس باش و یا سگِ مردار باش
ہر چہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش

قرض سے بچنا اگر منظور ہے اے مہرباں
سود کے پنجے سے ہے مقصود اگر تم کو اماں
گر وبالِ جسم و جاں ہیں بے زری کی سختیاں
قول یہ ہر وقت رہنا چاہیے وردِ زباں

خوک باش و خرس باش و یا سگِ مردار باش
ہر چہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش

خلق میں عزت سے رہنے کی تمنا ہے اگر
ہے جو یہ خواہش کہ ہو دنیا میں اچھے بسر
ہے اگر منظور ادبار فلاکت سے مفر
آدمی رکھے ہمیشہ اس نصیحت پر نظر

خوک باش و خرس باش و یا سگِ مردار باش
ہر چہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش

جس قدر اوصاف ہیں سب ہیں تمول کے غلام
ہے وہی عزت کے قابل ہوں گرہ میں جس کے دام
بے زری میں کون کرتا ہے کسی کا احترام
صبح کو لیتی نہیں مخلوق اب مفلس کا نام

خوک باش و خرس باش و یا سگِ مردار باش
ہر چہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش

علم ہو یا فضل ہو صنعت ہو حرفت ہو کہ فن — ذکرِ معراجِ ادب کا ہو کہ ہو فکرِ سخن
سیر ہو یا ہو سفر پردیس ہو یا ہو وطن — منحصر ہیں مال و زر پہ آج کل سارے جتن

خوک باش و خرس باش و یا سگِ مردار باش
ہرچہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش

بے زری میں کوئی کوشش کارگر ہوتی نہیں — خشک ہو کر کوئی ڈالی بارور ہوتی نہیں
سیرِ چرخِ برتری بے بال و پر ہوتی نہیں — زندگی نادار کی اچھی بسر ہوتی نہیں

خوک باش و خرس باش و یا سگِ مردار باش
ہرچہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش

کام ہوتا ہے ہمیشہ ٹھیک اطمینان سے — اور اطمینان وابستہ ہے اس سامان سے
ہوں قریبِ قلب و جاں دولت اس طرح انسان کی — جس طرح ہے تندرستی کا تعلق جان سے

خوک باش و خرس باش و یا سگِ مردار باش
ہرچہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش

جب بھی کوئی کام ہو کھایا کمایا چاہیئے — ٹوٹا پھوٹا ایک خالی گھر بنایا چاہیئے
مال کچھ چھوڑا نہ بچوں کو پڑھایا چاہیئے — ننگے بھوکے زندگی سے ہاتھ اٹھایا چاہیئے

خوک باش و خرس باش و یا سگِ مردار باش
ہرچہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش

تا کمائے وہ نہ بچے یہ نہ ہو جس کو خیال — جس کی نظروں میں نہ ہو اپنے ارادے کا مآل
اُس کو خوشحالی میسر ہو یہ ہے امرِ محال — ہے کفایت لازمی بہرِ ترقیِ منال

خوک باش و خرس باش و یا سگِ مردار باش
ہرچہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش

یہ تموّل کیا کہ سو میں ایک کا ہو اعتبار — مالداری تو یہ ہے سب قوم ہو سرمایہ دار
تھوڑے داموں سے مگر چلتا نہیں اب کاروبار — آجکل یہ قول خود عرفی نہ کرتا اختیار

خوک باش و خرس باش و یا سگِ مردار باش
ہرچہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش

زراعت کا پیشہ

ذرایع معاش کے اعتبار سے اس وقت ہندوستان سخت کشمکش میں مبتلا ہی۔ انگریزی عملداری سے قبل اس بارہ میں بہت کم کشمکش تھی۔ ہر شخص بالعموم اپنے باپ دادا کا پیشہ اختیار کرتا تھا اور اسی میں اپنی زندگی ختم کر دیتا تھا وسائل سفر کم تھے اس لیے بالعموم لوگوں کو پتہ بھی نہ چلتا تھا کہ ملک میں کون کون پیشے ایسے ہیں جن کے اختیار کرنے سے لوگ زیادہ آسائش اور فراغت کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ البتہ عزت کے اعتبار سے سب کے نزدیک سپاہی ملازمت سب پر فائق تھی۔ چنانچہ جب انگریزی عملداری آئی تو نہ صرف ملازمت پیشہ خاندانوں نے بلکہ دوسرے تمام پیشہ وروں نے اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم دلا کر انھیں اعلیٰ عہدوں پر پہنچنے کی وکالت اور ڈاکٹری کے قابل بنانے کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ اب ان پیشوں میں بھی قطعاً گنجایش باقی نہیں رہی۔ اور اب دس پندرہ سال سے لکھے پڑھے لوگ مجبور ہو کر تجارت و صنعت کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ تجارت و صنعت کے علاوہ ایک اور پیشہ ہی جس میں تقریباً اسی فیصدی ہندوستانی مصروف ہیں اور یہ پیشہ زراعت اور زمینداری ہی۔ بعض صاحبوں کو شاید یہ خیال ہو کہ زمینداری اور زراعت دو جداگانہ پیشے ہیں ان دونوں کو کیوں ملا دیا گیا ہی مگر فی الواقع یہ دونوں ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ ہیں جیسے ناخن سے گوشت کیونکہ اکثر زمیندار کاشتکاری کا پیشہ کرتے ہیں اور اکثر کاشتکار زمیندار ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ افلاس کے اعتبار سے غالباً کثیر التعداد چھوٹے زمینداروں کی حالت عام کاشتکاروں سے بدتر ہی ہوگی بہرحال جن لوگوں کی بسر اوقات زمین کی کاشت پر ہی وہ ذلیل ترین زندگی بسر کرتے ہیں۔ عام طور پر بیوی بچوں سب کو کام پر لگا کر کاشتکار کی حالت یہ ہوتی ہی کہ وہ گیہوں تو کاشت کرتا ہی مگر سال بھر اُسے موٹا اناج اطمینان سے کھانے کو نصیب ہو جائے تو وہ بڑا خوش نصیب سمجھا جاتا ہی۔ ایکھ بوتا ہی مگر سفید شکر کھانا اُس کو نصیب نہیں ہوتا۔ روئی کاشت کرتا ہی مگر جاڑوں میں روئی کا کپڑا بمشکل نصیب ہوتا ہی۔ اور باوجود سادہ ترین زندگی بسر کرنے کے ہر وقت مہاجن کے جنگل میں پھنسا رہتا ہی۔ جب ملک میں خشک سالی ہوتی ہی تو سب سے زیادہ اس کا اثر کاشتکار پر عیاں ہوتا ہی اور عجیب بات یہ ہی کہ وہی جماعت سب سے زیادہ بھولی

ہوتی ہی جو تمام ملک کے لیے کھانے کی جنس پیدا کرتی ہی۔ پھر آبرو کے اعتبار سے یہ سب پیشوں
سے کمتر ہی۔ جو شخص ملازم ہی اُس پر اُس کے ایک آقا کا بوجھ ہی۔ جو کاریگر ہی وہ کارخانہ دار یا مہاجن سے
دبتا ہی مگر کاشتکار کی حالت یہ ہی کہ بڑے حکام ضلع سے لیکر وہ ایک پٹواری ایک چپراسی اور
ایک چوکیدار کا تو غلام ہی ہی لیکن سب سے بڑھ کر اُن سرمایہ داروں کا غلام ہی جن سے قرض
لیکر وہ بیج اور مویشی خریدتا، کھیتی کا انتظام کرتا اور سرکاری مالگزاری ادا کرتا ہی اور جو کچھ زمین سے
پیدا ہوتا ہی وہ اُس کے ہاتھ میں دیدینے پر مجبور ہی۔

ایک مشہور شخص کا قول ہی کہ جس دنیا میں بارش غیر یقینی ہو اُس میں قرض کوئی اتفاقی
چیز نہیں بلکہ ضروریات زندگی میں داخل ہی۔ پس جبکہ کاشت کا دارومدار بارش ہونے پر ہی
اور بارش ہندوستان میں غیر یقینی ہی تو قرض بھی ایک یقینی چیز ہوئی جس کے بوجھ میں ہندوستان
کے کاشتکار اور زمیندار دب کر ختم ہوئے جاتے ہیں

یہی وجوہ ہیں جن سے کاشتکاری کا پیشہ ہندوستان کا کمترین پیشہ قرار دیا گیا ہی

مگر جب سے ہندوستان میں ملازمت کے لیے جدید تعلیم اور امتحانات کی قید لگ گئی
مجبوراً لوگوں کو دوسرے پیشوں کی طرف توجہ کرنی پڑی۔ اور وہ تجارت وصنعت کی طرف
متوجہ ہوئے۔ تجارت وصنعت کی طرف متوجہ ہونے کے جو نتائج عام طور پر ہوئے انھیں
انھیں عنوانات کے تحت میں عرض کیا جائے گا اس جگہ صرف زراعت کے متعلق چند امور
ناظرین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہی زمینداروں کی ایک تعداد ایسی ہی جو آمدنی کے اعتبار
سے اوسط درجہ کے کاشتکاروں سے بھی زیادہ پست ہی۔ وہ لوگ ہیں جو پشتینی زمیندار ہیں
اور جن کے حصہ میں زمین کے چند بسوہ رہ گئے ہیں خاندان کے اعتبار سے وہ معزز اور پیشہ
کے اعتبار سے وہ زمیندار ہیں مگر رسم و رواج کی وجہ سے وہ کوئی محنت یا ہاتھ پاؤں
کا کام نہیں کرسکتے۔ ہمارے علم میں اس طبقہ سے زیادہ اس عملداری میں کوئی پریشان حال
نہیں۔ ہم نے مختلف اضلاع میں دیکھا کہ انھیں میں سے بعض نے مجبور ہو کر کاشت کا کام اختیار
کیا۔ کیونکہ بوجہ زمین سے تعلق رکھنے کے انھیں کاشت کے لیے زیادہ آسانی سے زمین حاصل
ہوگئی مگر کامیابی کے اعتبار سے اس قسم کے اصحاب کے چند طبقات ہیں۔

(۱) ایک طبقہ تو وہ ہی جس نے کاشت کو بالکل اُسی طریقہ سے اختیار کرلیا جس طرح سے کہ

بجائے کاشتکار کرتے ہیں بوجہ شریف خاندان ہونے کے اُن کی عورتیں پردہ میں رہتی ہیں اور کھیت پر نہیں جاسکتیں اور کھیتی کے کاموں میں زیادہ مدد نہیں کرسکتیں۔ اس کی وجہ سے کاشتکاروں کی مشکلات میں اضافہ ہوگیا ہے تاہم وہ مشکلات کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اُسے ہاتھ سے ہل چلانے اور کھیتی کاٹنے اور ریلوں کے لیے کُشتی کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی زندگی کے دن تو پورے کرتے ہیں مگر کھیتی کی محنت نے اُن کی صورتوں کو بدل دیا ہے اور چہرہ پر اعلیٰ خاندان کے اثرات اب بمشکل نمودار ہوتے ہیں۔ یہ واضح رہے کہ یہ لوگ بھی بیل اور بیج اور کھاد کے لئے مہاجن کے دست نگر رہتے ہیں۔

(۲) دوسرا طبقہ وہ ہے جو ان سے زیادہ سمجھدار ہے۔ اس طبقہ کے لوگ زراعت کی کتابیں اور اخبارات پڑھتے ہیں۔ غلّہ کے علاوہ قیمتی جنس مثل تمباکو۔ آلو نیشکر کے کاشت کرتے ہیں اُسی سلسلہ میں باغات نصب کرتے ہیں۔ یہ لوگ بظاہر نسبتاً اچھی حالت میں ہیں۔ کیونکہ جنس اور روپیہ کی آمد و رفت کی وجہ سے اچھا کھانے اچھا پہننے اور آرام و آزادی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ مگر اندرونی طور پر دیکھیے تو اُن کی حالت بھی زیادہ دل خوش کن نہیں ہے۔ اُس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ یہ لوگ سفید پوش ہونے سے خود اپنے ہاتھ سے کھیتی کا کام نہیں کرتے بلکہ مزدوروں سے کام لیتے ہیں۔ جدید آلات زراعت کا استعمال انھوں نے بڑے زور و شور سے شروع کیا مگر خود ہل کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا اور اُس مزدور پر چھوڑ دیا جو ناخواندہ ہونے کی وجہ سے محض عقل رکھتا ہے اور جو جدید اختراعات کے مقابلہ میں اپنے پشتینی آلات کو ترجیح دیتا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ تمام کاشت پُرانے طریقہ پر آگئی مگر اخراجات اُونچے ہونے کی وجہ سے چند سال میں فارم میں نقصان رہا اور نتائج وہی مایوس کن رہے۔ واضح رہے کہ اس طبقہ کے اصحاب بھی اپنی ضروریات مہاجن سے پوری کرتے ہیں۔

(۳) تیسرے طبقہ کے لوگ وہ ہیں جنھیں بہ اعتبار خوشحالی اور کامیابی کے طبقہ اول کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جدید آلات کا استعمال اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں، جدید کتب اور اخبارات پڑھتے ہیں۔ جنھوں نے اپنے گاؤں میں انجمنہائے امداد باہمی قائم کی ہیں جن کی وجہ سے وہ مہاجن سے مستغنی ہوگئے۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے سے انھیں معلوم ہوا کہ جدید آلات کے استعمال سے بجائے کثیر التعداد مزدوروں کے وہ چند مزدوروں کی امداد سے بہت زیادہ کام کرسکتے ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے کام کرنے سے اُنکی

معلومات میں جو اضافہ اور صحت کو جو فائدہ حاصل ہوتا ہے اُس کی کوئی قیمت نہیں قرار دیجا سکتی کوآپریٹو سوسائیٹز کے اجراء نے اُن کے علاقہ سے مہاجن کو خارج کر دیا اور اب وہ عمدہ اور صاف آب و ہوا میں ایک قابل رشک خوشحال زندگی بسر کر رہے ہیں جو کنجان شہروں کے کروڑ پتیوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی ہے وہ زندگی ہے جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ جو اصحاب ان مدارج کو طے کر کے کاشت میں کامیاب ہیں وہ اپنے ناواقف بھائیوں کو اپنے تجربوں سے آگاہ کریں تاکہ زمیندار شرفا کا خواندہ طبقہ اس راہ پر گامزن ہو کر نہ صرف ایک خود دارانہ زندگی بسر کرنے کے قابل بنے بلکہ اسی فی صدی ہندوستانیوں کی حالت بہتر کر کے ملک کو اُس شاہراہ پر ڈالے جس سے وہ دُنیا کے متمول ترین ممالک میں شمار ہونے لگے کیونکہ یہی وہ نعمت زندگی ہے جس میں ہندوستان دیگر ممالک دنیا کا کامیابی سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ (طفیل احمد)

سرمایہ و محنت

(از علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب)

بندۂ مزدور کو جا کر مرا پیغام دے
خضر کا پیغام کیا ہے یہ پیامِ کائنات

اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دارِ حیلہ گر
شاخِ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات

دستِ دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات

ساحرِ الموط نے تجھ کو دیا برگِ حشیش
اور تو اے بے خبر سمجھا اُسے شاخِ نبات

نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات

کٹ مرا ناداں خیالی دیوتاؤں کے لیے
سُکر کی لذت میں تو لٹوا گیا نقدِ حیات

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے!

ہمتِ عالی تو دریا بھی نہیں کرتی قبول
غنچہ ساں غافل ترے دامن میں شبنم کب تلک

نغمۂ بیداریِ جمہور ہے سامانِ عیش
قصۂ خواب آورِ اسکندر و جم کب تلک

آفتابِ تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہوا
آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

توڑ ڈالیں فطرتِ انساں نے زنجیریں تمام
دوریِ جنت سے روتی چشمِ آدم کب تلک!

باغبانِ چارہ فرما سے یہ کہتی ہے بہار
زخمِ گل کے واسطے تدبیرِ مرہم کب تلک؟

ہندوستان میں زرعی ترقیات

گورنمنٹ ہند نے ۲۴-۱۹۲۳ء کی بابت ایک تبصرہ شایع کیا ہی جس میں نہایت دلچسپ حالات اُن کارروائیوں کے درج ہیں جو زراعت کے مختلف شعبوں نے اس سال میں انجام دی ہیں۔ یہ تبصرہ مسٹر کلوسٹن نے مرتب کیا ہی جو گورنمنٹ پریس کلکتہ سے تقریباً دو روپے آنے میں مع محصول ڈاک کے ملتا ہی اور انگریزی داں اصحاب کے مطالعہ کے قابل ہے۔ اس تبصرہ میں درج ہی کہ ہندوستانی کاشتکار باوجود اپنی جہالت کے نہایت ذکی اور ہوشیار ہوتا ہی چنانچہ سرکاری محکمہ تحقیقات نے تخم کی جو اعلےٰ اقسام قرار دی ہیں ان سے مستفید ہونے سے وہ پہلو تہی نہیں کرتا ہی جس رقبہ میں کہ ان تخموں کی کاشت کی گئی اگرچہ وہ کل رقبہ مزروعہ کے مقابلہ میں بہت کم ہی لیکن نہایت سرعت کے ساتھ اُس میں اضافہ ہو رہا ہی۔ ۲۴-۱۹۲۳ء میں اس رقبہ کی تعداد ... لاکھ ایکڑ تھی اگر ان جدید تخموں کی کاشت سے صرف دس روپیہ فی ایکڑ کا فائدہ مان لیا جائے تو اس حساب سے ملک کی زرعی پیداوار میں بقدر سات کروڑ روپیہ سالانہ کے بیشی ہوگئی۔ سال زیر تبصرہ میں پوسا گندم کی کاشت ۲۱۲۰۰ ۲۲۸ ۔ ایکڑ آراضی میں کی گئی جو سال ماسبق سے پندرہ فی صدی زیادہ ہے۔ گندم کی ایک نئی قسم پوسا نمبر ۵۲ کے نام سے ایجاد ہوئی ہی جو بالیاں نکلنے پر پرندوں سے محفوظ رہتی ہی۔ صوبہ پنجاب میں اعلےٰ قسم کے گندم کی کاشت کا رقبہ زیر کاشت گندم کے دس فی صدی سے زیادہ کی گئی۔ صوبہ سرحدی میں پوسا نمبر ۴ کی کاشت بقدر پچیس فی صدی ... شکر کے کارخانوں کے ذریعہ سے شکر سازی کو نمایاں ترقی حاصل ہوئی۔ چنانچہ امسال ۴۶۰۰۰ ۔ ۹۴ ٹن شکر تیار ہوئی حالانکہ گزشتہ سال صرف ۳۰۵۰۰ ٹن شکر تیار ہوئی تھی کو ہتوسے اعلیٰ درجے کے گنے کی کاشت شمالی بہار میں وسیع پیمانہ پر کی گئی۔

بنگال کے محکمہ زراعت نے دو خاص قسم کے پٹسن (جوٹ) کی اصلاح کی ہی اور اب ان کی وسیع پیمانے پر کاشت ہوتی ہی اور وہ نقصان سے محفوظ رہتے ہیں مقامی تخم سے یہ اصلاح شدہ پٹسن (جوٹ) بقدر ۲۵۰ پونڈ فی ایکڑ زیادہ ریشہ دیتا ہی اور ڈائرکٹر محکمہ زراعت کے تخمینہ کے مطابق کاشتکاروں کو اس کی کاشت سے نوے لاکھ روپیہ

سگریٹ کے تمباکو کی مانگ کو پورا کرنے کے لیے جس میں درجینا سگریٹ جیسا مزہ ہو پوسا میں امریکہ کے ۵ طرح کے تمباکو کو ملا کر کاشت کی گئی اور پوسا ۲۸ تمباکو پیدا ہوگیا۔ تمباکو کے پتے کو ہر قسم کی مضرت سے محفوظ رکھنے کے لیے مختلف طور پر تحقیقات ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ کافی مقدار میں عمدہ چارہ مہیا کرنے کے مسئلہ پر محکمہ زراعت خاص طور پر غور کر رہا ہے۔ محکمہ زراعت کی سب سے زبردست کارگزاری یہ ہے کہ اس نے مصری جیا گھاس اور زمین کی درستی کے آلہ کو اپنے یہاں رائج کردیا۔ اس کے بیج کثیر مقدار میں مصر سے منگوائے جاتے تھے لیکن اب پوسا میں اس کی کاشت بڑے پیمانہ پر ہوتی ہے۔ ۹۶ ایکڑ گھاس کی کاشت سے پانسو مویشیوں کو دسمبر سے جون تک ہرا چارہ ملا۔ ان پانسو مویشیوں کی ضروریات پورا کرنے کے بعد چالیس ٹن خشک گھاس اور بچ رہی۔

پیداوار پر کھاد کا اثر ہونے کے متعلق جو تحقیقات کی گئی اس کے متعلق کوئی مستقل نتیجہ نکالنا ابھی قبل از وقت ہے۔ چارہ کے تین پودوں پر نائٹروجن کا نمایاں اثر دیکھا گیا لیکن فاسفیٹ اور پوٹاش کے استعمال سے پیداوار میں چنداں بیشی نہیں ہوئی۔ مختلف تجربات سے معلوم ہوا کہ کھاد میں کھل کی آمیزش سے پیداوار میں بیحد اضافہ ہوجاتا ہے۔

سال بھر میں امپیریل اور پراونشل محکمہ زراعت پر کل ۴۴۳،۲۲۱،۸ روپیہ صرف ہوا ہے۔ تبصرہ میں درج ہے کہ گورنمنٹ ہند نے لوہے کی صنعت کو جو مالی امداد دی ہے اس سے بھی یہ رقم کم ہے۔ (ترجمہ از لیڈر ۱۰ مئی ۱۹۲۶ء)

صنعت و زراعت کا تعلق

گزشتہ نمبر میں ہم نے ہندوستان کے مختلف پیشوں اور بالخصوص زراعت پر نظر ڈالی ہے اسی سلسلہ میں یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا کہ زراعت اور صنعت کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا جس کی حسب ذیل صورتیں ہیں:-

(الف) زراعت اور آبپاشی کے متعلق بے انتہا آلات تیار ہونے اور ایجاد ہونے کی ضرورت ہے وہ سب صنعت کے تحت میں ہیں

(ب) زراعت کے کام میں سال بھر میں کاشتکار کا وقت چھ سات ماہ سے زیادہ نہیں صرف ہوتا۔ باقی ماندہ پانچ چھ ماہ کے لیے کوئی اور ہاتھ کا کام تجویز کرنا پڑتا ہے جس کو اختیار کرنے سے اُسے معتد بہ مزدوری ملے جاپان اور یورپ کے زراعتی ممالک میں اس کا خاص اہتمام ہے کہ کاشتکاروں کے خالی وقت میں کچھ چھوٹے چھوٹے کام گھر میں کرنے کے لیے دیئے جائیں جس کا نام کاٹیج انڈسٹری ہے اور جس کی بدولت اس وقت جاپان صنعت و تجارت میں برتری حاصل کر رہا ہے۔

(ج) جو اجناس زراعت سے حاصل ہوتی ہیں اُنھیں صنعت کے ذریعہ سے تیار کر کے زیادہ قیمتی بنانا۔ مثلاً گیہوں وغیرہ کو مشین سے پیس کر اس کے بسکٹ اور ایسی چیزیں بنانا جو بکسوں وغیرہ میں بند ہو کر دیگر ممالک میں زیادہ قیمت پر فروخت ہوں۔ اسی طرح ہندوستان کے پھلوں کے مربے اور چٹنیاں تیار کرنے کے کارخانے بنانا۔

(د) نباتات اور درختوں سے جو چیزیں مثل لاکھ، کتھ، تمباکو، چار وغیرہ کے اشیاء پیدا ہوتی ہیں اُن کی تیاری کے کارخانے بنانا۔

(ہ) اندرون ملک کی پیداوار کی تجارتی ترقی کے لیے وسائل سفر کو بذریعہ ریل ٹرمیوے، بجلی وغیرہ کے بڑھانا جو سب صنعت کے شعبہ جات ہیں اس فہرست کے بعد زراعت سے غیر متعلق صرف معدنیات کے کارخانے رہ جاتے ہیں۔ مندرجہ بالا کاموں کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ زراعت کے ساتھ صنعت کی طرف اہل ہند کو توجہ کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔

اب سوال یہ ہی کہ مسلمان صنعت کی طرف متوجہ ہیں کہ نہیں ؟ اس کا جواب یہ ہی کہ مسلمان ہر پیشہ میں اپنی نسبتی مردم شماری سے کہیں زیادہ ہیں۔ مثلاً صوبہ متحدہ میں اون کی مردم شماری چودہ فی صدی ہی مگر صنعت میں اُن کی تعداد چوالیس فی صدی ہی۔ تقریباً یہی حال اُن کا دیگر صوبہ جات میں ہی۔ اور بڑا نقص یہ ہی کہ صنعت میں زیادتی تعداد کے باوجود وہ خود اُس صنعت سے اصلی نفع نہیں اُٹھاتے بلکہ اصلی نفع دیگر اقوام کے سرمایہ دار اُٹھاتے ہیں۔ مثلاً پنجاب میں باوجود تعداد میں مساوی ہونے کے

(الف) مسلمان لوہاروں کی تعداد دیگر اقوام سے دوگنی مگر لوہا بیچنے والوں کی تعداد ½ ہی

(ب) مسلمان کپڑا بننے والوں کی تعداد دیگر اقوام سے دوگنی مگر کپڑے کی تجارت کرنے والوں کی تعداد ½ ہی۔

(ج) مسلمان تیل نکالنے والوں کی تعداد دیگر اقوام سے اٹھاون گنی مگر تیل کی تجارت کرنے والوں کی تعداد ½ ہی

(د) اسی طرح شیخ کاریگروں کی تعداد کھتریوں سے دوگنی سے زیادہ ہی مگر کارخانہ داروں کی تعداد ½ ہی۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کی ایسی تعداد موجود ہی جنھوں نے ہندوستان اور بیرونجات یعنی جاپان امریکا انگلستان وغیرہ کے مختلف کارخانوں میں صنعتی کام سیکھے ہیں۔ مگر بالعموم سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ پریشان حال ہیں اور جنھیں کسی کارخانے میں نوکری مل گئی ہی وہ اپنے کو خوشحال سمجھتے ہیں۔ حال میں ایک مسلمان انجنیر محمد حسین خانصاحب کا اعلان اخبارات میں شایع ہو رہا ہی جنھوں نے مختلف نمائشوں میں اپنی تیار کردہ مشینوں پر انعامات اور تمغے حاصل کیے ہیں۔ یہ صاحب مسلمانوں کی کانفرنسوں اور مجمعوں میں اپنی تیار کردہ مشینوں کا مظاہرہ کرتے ہیں مگر سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے نہایت پریشان حال ہیں۔ برخلاف اس کے دیگر اقوام کے لوگ جو انجنیری میں معمولی واقفیت رکھتے ہیں وہ بڑے بڑے کارخانے کھولے بیٹھے ہیں پس مسلمانوں کو صنعت کی طرف توجہ کرنے کے ساتھ پورے غور سے سرمایہ کی فراہمی کے مسئلہ کو حل کرنا چاہیے جس کے بغیر اپنی تمام تر قوت جو وہ صنعت میں صرف کر رہے ہیں، ضایع کر دیں گے۔ اس دلدل سے نکلنے کا علاج تو صرف یہ ہی کہ مسلمان روپیہ کا کاروبار کریں۔ تاہم اس سلسلہ میں خان بہادر چودھری واجد حسین صاحب ڈائرکٹر محکمہ صنعت و حرفت صوبہ متحدہ کا حسب ذیل لکچر قابل ملاحظہ ہی

صنعتی کوآپریشن

(تقریر چودھری واجد حسین صاحب بی۔اے۔ ڈائرکٹر محکمہ صنعت و حرفت صوبہ بہار)

اس صوبہ میں اس وقت تک صرف زراعت پیشہ طبقہ کے لیے کوآپریٹو سوسائٹیاں قایم کرنے کی کوشش ہوئی ہی لیکن اب اس امر کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہی کہ اس تحریک کو دستکاروں کے طبقہ میں بھی رائج کیا جائے مگر زرعی کوآپریشن سے صنعتی کوآپریشن کی حالت مختلف ہو گی اس لیے شروع ہی میں اس فرق کو بیان کر دینا ضروری ہی۔

زرعی کوآپریشن کے لیے صرف روپیہ کا بندوبست کرنے کی ضرورت ہی اور روپیہ کا بندوبست کر دینا فن زراعت کے لیے نہایت سودمند ثابت ہوا ہی۔ ہندوستان میں زراعت ایک فن ہی جو امپیریل گورنمنٹ کے ماتحت ہی اور اگرچہ سائنس کے تجربات فن زراعت کے لیے بیحد مفید ثابت ہوئے ہیں لیکن زراعت فی الحقیقت کاشتکاروں کا آبائی پیشہ ہی اور جو تجربات کہ ورثتاً اُن کو حاصل ہیں وہ نہایت بیش قیمت ہیں اور اگر کافی روپیہ صرف کیا جائے تو کسی کاشتکار کی محنت کبھی رائگاں نہیں جاتی۔

اس صوبہ اور اس ملک میں صرف سرمایہ کی کمی کے باعث فن زراعت کو نقصان پہونچا ہے اس بے روپیہ کا بندوبست کر دینے سے یہ کام نہایت تیزی سے چلنے لگتا ہی۔ یہاں کی کاشت میں بہت کچھ ترقی کی گنجایش ہی اور ہندوستانی کاشتکار یہ خوب جانتا ہی کہ وہ اپنی پیداوار کو کس وقت اور کہاں فروخت کرے۔

زرعی پیداوار کی مانگ دائمی اور غیر محدود ہوتی ہی اور وہ اپنے بازار میں فروخت ہو سکتی ہی اور کاشتکار بھی اپنی ضروریات اس سے پوری کر سکتا ہی۔

لیکن کاریگر کی حالت اس سے بالکل مختلف ہی وہ محنت کرکے چیزیں تیار کرتا ہے لیکن اُنکی فروخت کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ بہت سے کام جو کاشتکار خود کرتا ہی وہی کام مصنوعات کے بارے میں اور لوگ انجام دیتے ہیں۔ جن میں خام پیداوار مہیا کرنے والے اور مصنوعات کو مکمل صورت میں فروخت کرنے والے بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں کاریگر کے خام جنس نہیں ہوتی اور وہ جو محنت کرتا ہی وہ ہمیشہ اس کے پڑوسیوں کے زیر اقتدار نہیں ہوتی خام

جنس سے لیکر تیار شدہ مال کی فروخت تک کا سارا سلسلہ تاجروں کے ماتحت ہوتا ہے۔ کاریگر زیادہ تر بازار کے بھاؤ کا ماتحت ہوتا ہے اور تیار شدہ مال اس کو اپنے یہاں جمع کرنا پڑتا ہے تاوقتیکہ وہ فروخت نہ ہو جائے۔ بیسیوں درمیانی آدمی مثلاً خام جنس دینے والے۔ تھوک فروش اور خوردہ فروش تاجر اس کے مال کی تیاری کی لاگت میں اضافہ اور مال کی قیمت فروخت میں کمی کر دینے کے موجب ہوتے ہیں۔ اگر کاریگروں کو قایم رکھنا اور اُن کو فارغ البال کرنا مقصود ہو تو ان درمیانی لوگوں کو علیحدہ کر دینا چاہیئے۔

اس لیئے اگر صنعتی کوآپریشن کو آپ کارآمد بنانا چاہتے ہیں تو اس کا انتظام اس طرح پر کیا جائے جو حسب ذیل تین امور پر حاوی ہو۔

سرمایہ | سرمایہ کی فراہمی سب سے زیادہ ضروری ہے۔ ہمارے یہاں کاریگروں کو قرضہ دینے والی صرف محدودے چند سوسائٹیاں ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ان کی رفتار ترقی بہت سست ہے۔ ان کی ناکامی اور اُن کی رفتار ترقی کی سستی کا خاص سبب ہے کہ اس صوبہ کے خاص حالات کے باعث محدود قرضہ کا طریقہ ناموزوں ہے (محدود قرضہ ایک اصطلاح ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ جو رقم جس شخص کو سوسائٹی کی جانب سے قرض دی جائے وہ اُسی شخص سے وصول کی جائے) کاریگروں کی سوسائٹیاں یورپ کے طریقہ عمل کا اتباع کرکے محدود قرضہ کے اصول پر بنائی گئیں لیکن حساب کتاب کرنے کے وقت سوسائٹیوں کا پورا مطالبہ کاریگروں سے وصول ہونے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ دیہات کے کاشتکاروں سے روپیہ وصول کر لینا آسان ہے مگر دیہاتی کاریگروں سے وصولیابی سخت دشوار ہے اس بارہ میں میکلاگن کمیٹی نے حسب ذیل اصول قرار دیئے تھے۔

"ہمارے خیال میں عام اصول یہ ہونا چاہیے کہ اگر قرضہ لینے والے مرفہ الحال لوگ ہوں اور جب مقامی حالات کے لحاظ سے ممبران میں ایک دوسرے کی بابتہ پوری واقفیت حاصل ہو سکے اور جب تجارت متعلقہ کے واسطے سرمایہ کی رقم کافی ہو تو اس صورت میں محدود قرضہ دیا جائے لیکن دیگر صورتوں میں غیر محدود قرضہ دینا چاہیئے (غیر محدود قرضہ ایک اصطلاح ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ قرضہ جس شخص کو دیا جائے یہ ضروری نہیں کہ صرف اسی سے وصول کیا جائے بلکہ سوسائٹی کے خواہ کسی ممبر سے وصول کر لیا جائے)

ہر شخص جانتا ہے کہ کاریگر بہ نسبت کاشتکاروں کے غریب ہوتے ہیں اور وہ اکثر قصبات

یا شہروں کے خاص خاص محلوں میں رہتے ہیں اس لیے وہ آپس میں ایک دوسرے سے بخوبی واقف ہوتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ غیر محدود قرضہ کا اصول صنعتی سوسائٹیوں کے لیے اختیار نہ کیا جائے۔ چونکہ اس صورت میں نقصان کا اندیشہ بہت کم رہ جائے گا اور پھر سنٹرل بنکوں کو بہت کم پس و پیش ان سوسائٹیوں کو قرضہ دینے میں ہوگا۔ چونکہ مرکزی سوسائٹیوں کو بازار سے قرضہ حاصل کرنے میں بڑی دقتیں پیش آئیں تاکہ اس رقم سے وہ صنعتی سوسائٹیاں قایم کریں اس لیے گورنمنٹ نے میری تیار کی ہوئی اسکیم منظور کرلی جو رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز کے مشورہ سے بنائی گئی تھی کہ گورنمنٹ کوآپریٹو سوسائٹیز کی وساطت سے کاریگروں کو قرضہ دیدیا کرے۔ چونکہ صرف ایک سال سے اس اسکیم پر عملدرآمد ہو رہا ہے اس لیے اس کے نتائج کے متعلق کوئی رائے ظاہر کرنا ابھی قبل از وقت ہے

لیکن اس تجویز کی روسے اب کاریگر کم شرح سود پر قرضہ لے سکتے ہیں اور مرکزی سوسائٹیاں بھی طویل مدت کے لیے گورنمنٹ سے قرضہ لے سکتی ہیں جو اُن کو ساہوکاروں سے نہیں مل سکتا ہے۔ اکثر یہ شکایت کی جاتی ہے کہ گورنمنٹ جو سود دیتی ہے اُس کی شرح زیادہ ہے لیکن یہ بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ جب گورنمنٹ، خود کسی سرکاری کام کے لیے قرضہ لیتی ہے تو اس کو ۶½ فی صد کے حساب سے سود دینا پڑتا ہے اس لیے اپنے شرح سود میں گورنمنٹ کمی نہیں کرسکتی۔

فراہمی اور فروخت صنعتی کوآپریشن کی اس وجہ سے اور بھی ضرورت ہے کہ قرضہ دینے والی غیر زرعی سوسائٹیاں اُس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی ہیں جب تک کہ خام جنس کی فراہمی اور تیار شدہ مال کی فروخت کے لیے کسی خاص تجارت سے اُن کا تعلق نہ ہو۔ اگر غیر زرعی سوسائٹیوں کو کامیاب بنانا مدنظر ہے تو ان کو فراہمی اور فروخت کی سوسائٹیوں سے ملا دینا چاہیے۔ لیکن بحالت موجودہ اس صوبہ میں غیر زرعی سوسائٹیوں کا پودا نہایت آہستگی کے ساتھ نشوونما حاصل کرسکتا ہے اور چونکہ تجارت کے طریقوں اور بازار کی حالت سے عام طور پر لوگ ناواقف ہیں اس لیے اُن کی یہی لاعلمی ان سوسائٹیوں کے جلد ترقی پانے کے مانع ہے۔ تحریک کوآپریشن کے ارتقا کے ابتدائی زمانہ میں یورپ کے شہروں میں کاریگروں کی سوسائٹیاں عام طور پر موجود تھیں جو خود ہی خام جنس فراہم کرتی اور خود ہی تیار شدہ مال فروخت کرتی تھیں۔

اس صوبہ میں چونکہ تعلیم اور تحریک کوآپریشن ابتدائی حالت میں ہے اس لیے بجز چند

مخصوص مقامات کے فراہمی اور فروخت کا انتظام بلا امداد کوآپریٹو انجمنوں کے نہیں ہوسکتا ہے۔

میں نے کوآپریٹو کمیٹی کے روبرو اپنی شہادت میں کہا تھا کہ میں ایک ایسی ایجنسی قایم کرنے کی سفارش کرتا ہوں جو زرعی سنڈیکیٹ کے مانند ہو۔ یہ سنڈیکیٹ یورپ کے ایسی ملکوں میں آزاد سوسائٹیوں کو فائدہ پہونچانے کے واسطے فراہمی اور فروخت کا کام انجام دیتے ہیں اور جو فرانس، بلجیم اور اٹلی کی زرعی انجمنوں کی پشت پناہ ہیں۔

میں نے یہ مشورہ بھی دیا تھا کہ دیہاتی سنڈیکیٹ ضلع کے بنک اور سنٹرل بنک سے ل کر اور اُن کے مشورہ سے کام کریں اور یہ شرط لازمی نہ ہو کہ وہ پیشتر سے اُن کی ماتحت ہوں۔

اس تجویز سے میرا مطلب نہ تھا کہ کاریگروں کو فائدہ پہونچانے کے لیے ہر ایک ضلع میں فراہمی اور فروخت کی سوسائٹیاں قایم نہیں ہوسکتیں بلکہ میری رائے میں بڑی منڈیوں سے ان کا سلسلہ ملانے اور قایم کرنے کے لیے ایک مرکزی نظام کی ضرورت پڑے گی۔

مجوزہ سرکاری نظام برائے منفعت کاریگران

میں اس سلسلہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ غیر زرعی کوآپریشن کی ترقی کے لیے ہمارا محکمہ صنعت و حرفت کیا کوشش کر رہا ہے میں نے گورنمنٹ سے یہ سفارش کی ہے کہ صنعتی گودام جو حال ہی میں تجارتی شہر لکھنؤ کو منتقل کر دیا گیا ہے اُس کو اجازت دیدی جائے کہ وہ اپنے یہاں کوآپریٹو سوسائٹیوں کے مال کے نمونے فروخت کرنے کے لیے رکھا کرے اور اس قسم کے مال کے لیے میں نے کافی جگہ محفوظ کر رکھی ہے۔ جب گورنمنٹ سے منظوری مل جائے گی تو میں کوآپریٹو سوسائٹیوں کا مال لینے کا انتظام کر دونگا مگر ابھی وہ اصول طے ہونا باقی ہیں جن پر کہ امپوریم کی یہ شاخ چلائی جائے گی۔ اس کانفرنس کے ممبر صاحبان اگر اس کے متعلق کچھ تجاویز پیش کریں گے تو میں نہایت ممنون ہوں گا چونکہ ہمارے صنعتی گودام کے پاس مال کی خریداری کے لیے بہت کم سرمایہ ہے اس لیے فروخت اور واپسی کے اصول پر میں مال لے سکتا ہوں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ میں صرف مرکزی سوسائٹیوں سے تعلق رکھ سکتا ہوں اور ہر ایک چھوٹی سوسائٹی سے براہ راست تعلق نہیں رکھ سکتا۔

جو تجویز کہ میں نے گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرکزی سوسائٹیاں یعنی

ڈسٹرکٹ اور سنٹرل بنک صنعتی سوسائٹیوں کا مال ہمارے گودام کو روانہ کریں گے جس کی مناسب قیمت مقرر کر دی جائے گی اور امپوریم اس مال کو اپنے یہاں بطور نمایش رکھے گا اور فروخت کریگا۔ مال کی فروخت پر پانچ فی صد کمیشن لیا جائے گا اور رقم کمیشن وضع کرنے کے بعد باقی ماندہ روپیہ سنٹرل سوسائٹیوں کو بھیجدیا جائے گا۔

عام خریداروں سے کم از کم پچیس فی صد نفع لیا جائے گا۔

اس میں نہایت اہم سوال یہ ہے کہ کاریگر کو نقد روپیہ کس طرح ملے گا۔

علاوہ مرقومہ بالا دقت کے ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ جب کاریگروں کو یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کے مال کی براہ راست خریدار کوئی گورنمنٹ ایجنسی ہے تو وہ اپنے مال کی بہت زیادہ قیمت مقرر کر دیتے ہیں اس کے علاوہ کاریگروں کے پاس عموماً سرمایہ نہیں ہوتا اور وہ اپنے مال کی قیمت کی وصولی کے لیے زیادہ عرصہ تک انتظار نہیں کر سکتے اس لیے میں نے رجسٹرار صاحب کو یہ رائے دی ہے کہ مرکزی سوسائٹیاں صنعتی سوسائٹیوں کو اس مال کی ضمانت پر قرضہ دیدیا کریں جو امپوریم کو فروخت کے لیے بھیجا جائے البتہ مرکزی سوسائٹیوں کے ذمہ اس امر کا تصفیہ چھوڑ دینا چاہیئے کہ مال لینے پر شدہ اس کی قیمت کا کونسا حصہ کاریگروں کو ادا کردیں گی۔ غالباً مرکزی سوسائٹیاں تیار شدہ مال کی پچھتر فی صد قیمت کاریگروں کو بآسانی ادا کردیں گی۔ چونکہ پانچ فی صد کمیشن وضع ہوکر باقی کل قیمت گودام سے مرکزی سوسائٹیوں کو وصول ہوگی اس وقت وہ باقی پچیس فی صد کاریگروں کو دیکر ان کا مطالبہ پورا کردیں گی۔

تاڑی کا جائز استعمال

مندرجہ بالا عنوان کو پڑھ کر برادران اسلام یہ نہ سمجھیں کہ یہ کوئی فتوے ہے۔ تاڑی کی حرمت کی وجہ اس کا نشی ہونا ہے اور اگر اس کے نشہ آور ہونے کی خاصیت اس سے دور کردی جاوے تو بظاہر اس کے استعمال میں کوئی ممانعت باقی نہ رہے گی اور نہ اس کے استعمال کے جائز قرار دینے میں کسی حیلہ کی ضرورت پیش آئے گی۔

ریاست حیدرآباد نے حال میں ایک رسالہ منجانب ریاست شایع کیا ہے جس میں ان تجربات کا ذکر ہے جو مسٹر بھاٹے ماہر فن شکر سازی نے تاڑی سے شکر بنانے کے متعلق کیے ہیں۔ اس رسالہ کا دیباچہ ایک مسلمان صاحب مسٹر حبیب حسن نے لکھا ہے جو ریاست کے صیغہ صنعت و حرفت کے ماہر کے خدمات انجام دیتے ہیں۔ وہ اپنے نقطۂ نظر سے لکھتے ہیں کہ زمانہ موجودہ میں کسی چیز کا جائز قرار دینا بھی فیشن میں داخل ہو گیا ہے لیکن اس صورت میں ان کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ ملک کی اس قسم کی پیداوار کس طریقہ سے مفید مصرف میں لائی جاوے۔ میرے خیال میں اس جدید تجربے سے علاوہ اس نفع کے جو بہ لحاظ تجارت تاڑی سے شکر بنانے میں حاصل ہوگا۔ ایک بڑا نفع یہ ہوگا کہ تاڑی پینے والے باقی نہ رہیں گے اور اس تدبیر سے نہ صرف تاڑی کا استعمال جائز طریقہ پر ہوگا بلکہ شرعاً بھی اس کے استعمال کی کوئی ممانعت باقی نہ رہے گی۔

شام کو مٹی کے برتن حسب دستور درخت سے باندھ دیئے گئے اور علی الصباح جو تاڑی شب کی جمع ہوئی وہ آگ پر رکھ دی گئی۔ پچاس سیر زنی تاڑی سے ابتدائیہ تجربہ کیا گیا۔ عام طور سے گڑ بنانے کا جو طریقہ رائج ہے وہی اختیار کیا گیا۔ آگ پر رکھنے سے اگر تاڑی میں کوئی آمیزش ہوتی ہے تو فوراً معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں گڑ تیار نہیں ہو سکتا۔ عمدہ گڑ تیار کرسکنے کے لیے تاڑی کا خالص ہونا لازمی ہے اور نیز یہ کہ جس برتن میں تاڑی درخت سے لی جاوے وہ بھی بالکل صاف ہو اور اوس کی صفائی کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ تیسرے روز ایک مرتبہ ضرور یہ برتن آگ پر رکھا جائے۔ بعض وقت تلچھٹ جو آگ پر تاڑی رکھنے کے بعد فوراً ہی نیچے بیٹھ جاتی ہے نمکین ہوتی ہے اس لیے کہ اس عرق میں قدرتاً نمک کی آمیزش ہے جو کسی تدبیر سے عرق سے خارج

نہیں ہوسکتا لیکن ایسی صورت میں جبکہ یہ تلچھٹ اچھی طرح خشک نہیں ہوئی ہے اس سے شیرہ خارج کرنے کی ترکیب پھر عمل میں لائی گئی تو نمک کا بیشتر حصہ شیرے کے ساتھ نکل گیا اور جو باقی رہ گیا اس میں کسی قسم کا ذائقہ نہ تھا۔ اگر گڑ بنانے کا عمل خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا جائے تو تاڑی کی شکر مثل گنے کی شکر کے سفید بنتی ہے۔ جن لوگوں نے اس تجربہ کا مشاہدہ کیا اور تاڑی کے گڑ کو دیکھا وہ متفق ہیں کہ گنے کے اعلیٰ درجے کے گڑ سے تاڑی کا کسی طرح ادنےٰ نہیں ہے۔

صوبہ متحدہ میں تاڑ کے درخت بکثرت نہیں پائے جاتے تاہم جس قدر بھی تاڑی ان درختوں سے حاصل کی جاتی ہے اس کا گڑ تیار کیا جاوے تو اس کا صحیح استعمال ہوگا اور تاڑی خانہ جہاں شوقین تاڑی خوار گرم گرم تاڑی پینے کے لیے روزانہ صبح کو جمع ہوتے ہیں اور جن میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے ٹھنڈے پڑ جاویں گے۔ (ا-ا-ز)

صوبہ متحدہ میں صنعت وحرفت کے مدارس

صوبہ متحدہ میں اکثر مدارس صنعت وحرفت کے ایسے ہیں جن کی اطلاع عام طور سے لوگوں کو نہیں ہے اور ان میں جن دستکاریوں کی تعلیم دی جاتی ہے ان سے جس قدر لوگوں کو مستفید ہونا چاہیئے نہیں ہوتے ان میں سرکاری مدارس بھی ہیں اور امدادی اور پرائیویٹ بھی ان کی فہرست وقتاً فوقتاً رسالہ سودمند میں شایع ہوگی بعض کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

نمبر شمار	نام مدرسہ	صنعت و حرفت جس کی تعلیم دی جاتی ہے
۱	ٹیکنالوجیکل انسٹیٹیوٹ کانپور۔ (شرط داخلہ۔ بی۔ ایس۔ سی۔)	کشیدروغن۔ دباغی۔ کپڑوں کا رنگنا۔ عملی کیمسٹری شکرسازی۔ تعلیم کا انتظام بھی ہونے والا ہے۔
۲	گورنمنٹ اسکول آرٹس اور کرافٹس لکھنؤ داخلہ کے لیے کسی امتحان کے پاس ہونے کی قید نہیں ہے انگریزی کی تعلیم آٹھویں درجہ تک ہونا چاہیئے۔	سناری وسادہ کاری۔ لوہے اور لکڑی کا کام عکاسی نقاشی۔ نقشہ عمارات۔ ڈرائنگ۔ لیتھو فوٹو لیتھوگرافی۔ لائن بلاک۔ تین رنگوں کا بلاک جلدسازی۔
۳	گورنمنٹ ٹیکنیکل اسکول لکھنؤ۔ (داخلہ کے لیے کسی امتحان کے پاس ہونے کی قید نہیں ہے۔ عمر ۱۴ سے ۱۸	میکینکس۔ آرہ کشی زن۔ آئل انجن چلانا۔ رنگسازی۔ موٹر چلانا۔
۴	گورنمنٹ ٹیکنیکل اسکول گورکھپور۔	وہی مضامین جنکی تعلیم ٹکنیکل اسکول لکھنو میں دی جاتی ہے۔
۵	گورنمنٹ ٹکنیکل اسکول جھانسی	وہی تعلیم ریاضی میکینکس۔ ڈرائنگ مشین کے ڈرائنگ اور پاس کا تیار کرنا۔ برقی قوت۔ انجنیری کی عملی کیمسٹری۔ دھاتوں کی ابتدائی تعلیم تیل گیس۔ اسٹیم اور دوسری قسم کے انجنوں کے اصول

	انجنوں کے نقشے۔ عملی تعلیم۔ فٹنگ وغیرہ۔ بائلر بنانا۔ لوہے اور پیتل کے پرزے بنانا۔ ٹرنری داخلہ کے شرائط عمر ۱۵-۱۸ سال آٹھویں درجہ تک یا اس سے زیادہ پڑھا ہو۔ جی۔آئی۔پی۔ ریلوے کے کارخانے میں بطور پیڈ اپرنٹس کام کرنا پڑتا ہے اور ریلوے میں ملازمت کرنے کے لیے اقرار نامہ لکھنا پڑتا ہے۔
۶ گورنمنٹ کارپنٹری اسکول الہ آباد۔ داخلہ کے لیئے کوئی شرط نہیں ہے	لکڑی کا کام بنانا اور اس کے متعلق تمام مختلف قسم کے کام خلا رنگائی وغیرہ۔
۷ گورنمنٹ سنٹرل ویونگ انسٹیٹیوٹ بنارس ٹکنیکل کورس کے لیے آٹھویں درجہ کی قید ہے عمر ۱۴-۱۷ سال کاریگر کلاس کے لیے کوئی شرط نہیں ہے۔	موزے اور کپڑے بننا۔
۸ گورنمنٹ اسکول آف ڈائنگ اینڈ ٹیننگ کانپور رنگائی کے مدرسے میں دو درجے ہیں فورمین کلاس۔ جسمیں اعلیٰ تعلیم رنگائی کی دیجاتی ہے میٹرکولیشن کی قید ہے اور دوسرے درجہ کے لیے جس میں انگریزی سکھائی جاتی ہے صرف اردو یا ہندی خواں ہونا چاہیئے	فورمین ڈائر کلاس آرٹیزن کلاس
۹ گورنمنٹ لیدر ورکنگ اسکول کانپور لوور پرائمری تک پڑھا ہونا چاہیئے۔	جوتے۔ ٹرنک۔ تھیلے وغیرہ بنانا۔
۱۰ گورنمنٹ سنٹرل ووڈ ورکنگ انسٹی ٹیوٹ بریلی داخلہ کا امتحان سادہ انگریزی حساب۔ اور	لکڑی کے مختلف قسم کے کام اعلےٰ پیمانہ پر

ڈرائنگ کا ہوتا ہے۔
۱۱ گورنمنٹ لیدر ورکنگ اسکول میرٹھ
۱۲ الہ آباد انجنیئرنگ انسٹیٹیوٹ الہ آباد
داخلہ کے لیے ہائی اسکول پاس کے مساوی
امتحان ہونے کی شرط ہے۔

سکھائے جاتے ہیں۔
مثلاً کانپور کے اسکول نمبر ۵ کے ہیں
ٹمٹم وغیرہ بنانا سکھایا جاتا ہے۔ دو سال کا کورس
ڈبری ڈپلوما کا ہے

(باقی آئندہ) (ا۔ا۔ز)

ایک خاص بات

بعض خریداران سود مند سالانہ چندہ بھیجنے کی اطلاع کے ساتھ یہ لکھتے ہیں یا چندہ بھیجنے کے بعد یہ شکایت کرتے ہیں کہ دفتر سے رسید نہیں آئی ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ منی آرڈر کی رسید یا وی پی پیکٹ ڈاکخانہ سے پہونچ جانے کے بعد دفتر کو رسید بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی لہذا اس بے ضرورت زحمت سے معاف فرمائیں (مینیجر)

افلاس

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۴) افلاس کا اثر مسلمانوں کی تجارت پر اوّل تو مسلمانوں نے یہ سخت غلطی کی کہ انھوں نے عام طور پر تجارت کی جانب بہت کم توجہ کی لیکن جب وہ اپنا ذاتی سرمایہ عیش پرستی، تن آسانی اور اسراف بیجا میں صرف کر چکے اور جب مختلف شعبہ جات تجارت پر حریفوں کا قبضہ ہو گیا تب اُن کی آنکھیں کھلیں لیکن بقول شخصے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد ایسی حالت میں کیا ہو سکتا تھا بجز اس کے کہ وہ سرمایہ دار تجار کی غلامی کریں اور اپنی تمام محنتوں اور مشقتوں کے باوجود بھی اُن کے دست نگر رہیں۔ اور انھیں کے رحم پر موقوف ہو جائیں۔ آگرہ اتنا بڑا شہر ہے اور قریب قریب یہی کیفیت آپ ہر جگہ پائیں گے لیکن آپکو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ تمام شہر میں بزازہ کی دوکان کسی ایک مسلمان کی بھی نہیں۔ صرف چند سال سے بمبئی کے ایک مسلمان سیٹھ نے کپڑے کی دوکان کھول لی ہے تمام شہر میں آپ ایک سرے سے دوسرے سرے تک گشت لگا جائیے باستثنا چند مسلمان جنت فروشوں اور نیچہ بندوں کے (اور وہ بھی اس وجہ سے کہ ہندوؤں کو چمڑے کے کام سے ایک گونہ اجتناب ہے لیکن اب اس کام کو بھی بہت سے اہل ہنود کر اُٹھے ہیں اور فرشی قلیان کا ہندوؤں میں رواج نہیں) شہر میں ہر جنس کی دوکان پر آپ اہل ہنود کو بیٹھا ہوا پائینگے۔ آگرہ کی سوتی دریاں اور قالین مشہور ہیں اور وہاں ہزارہا مسلمان اس وقت تک دری و قالین بافی کا کام کرتے ہیں لیکن ان دونوں چیزوں کی تجارت قطعاً اہل ہنود کے ہاتھوں میں ہے مسلمان صرف مزدوری کرتے ہیں اور نفع اہل ہنود اُٹھاتے ہیں۔ یہ تو ایک ایسے شہر کی حالت ہے جو ایک زمانہ میں اسلامی سلطنت کا پایۂ تخت رہ چکا ہے اور اس وقت بھی ماشاء اللہ باعتبار مردم شماری مسلمانوں کی ایک اچھی آبادی رکھتا ہے وائے برحال اُن مقامات کے جو شروع زمانہ سے ہی اہل ہنود کا مرکز رہے ہیں وہاں تو مسلمان ہر شعبہ تجارت سے ایسے خارج ہو چکے ہیں کہ اُن کا کسی شعبہ میں وجود تک باقی نہیں رہا۔ اور ایسے ہی شہر ملک میں بہت زیادہ ہیں۔ قصبات اور دیہات میں مسلمانوں کی آبادی ہی کم ہے لہٰذا اُن کا تو ذکر ہی خارج از بحث ہے

تجارت کے لیے ضرورت ہو محنت۔ استقلال۔ پابندی وقت۔ دیانت۔ خوش معاملگی تحمل
منکسر مزاجی اور تالیف قلوب کی۔ لیکن مشاہدہ اس کے خلاف شہادت دیتا ہو۔ اگر بھولے بھٹکے
کسی مسلمان نوجوان کو خدا تجارت کی توفیق بھی دیتا ہو تو وہ پہلے ہی دن سے نوابی شان دکھانے
لگتا ہو۔ کچھ عرصہ ہوا اٹاوہ میں ایک مسلمان نوجوان نے جو کہیں اور کے رہنے والے تھے انگریزی
جوتوں کی دُکان کھولی۔ کیونکہ اُس زمانہ میں وہاں اس قسم کی کوئی دوکان نہ تھی اور اگر معمولی تجارتی
فہم وفراست سے کام لیا جاتا تو بہت کچھ منافع ہوسکتا تھا۔ ہنوز کرایہ دوکان کا معاملہ جو ایک ہندو
کی ملکیت تھی طے نہ ہونے پایا تھا کہ آتے آتے پڑوس کی ایک طوائف سے اُن صاحب کا معاملہ پٹ گیا
چنانچہ انھوں نے اپنے طعام و قیام کا انتظام تو اُس طوائف کے یہاں رکھا اور دوکان کھولی۔
ہیں دیکھا تھا کہ وہ صاحب قریباً ۸ بجے صبح شب خوابی اور مانگ پٹی سے درست ہوکر دُکان
پر تشریف لاتے تھے اور ذرا دھوپ میں تیزی پیدا ہوئی نہیں کہ وہ پھر داخل دفتر ہوگئے
جہاں سے پھر شام کو چار پانچ بجے برآمد ہوتے تھے اس عرصہ میں ایک چھوٹا سا لونڈا دوکان
پر بیٹھا رہتا تھا اور دوکان پر پردہ پڑا رہتا تھا۔ اگر کوئی خریدار آیا بھی تو وہ لونڈا کہدیتا تھا کہ
"میاں نہیں ہیں"، غرض انجام اس تعیش پسندی کا یہ ہوا کہ شاید کوئی چھ مہینے کے اندر اندر
اُن تاجر صاحب کو بقیہ مال اونے پونے بیچ کر اٹاوہ ترک کردینا پڑا اور اس طرح تقریباً ڈھائی
تین ہزار روپیہ مفت برباد ہوگیا۔

یہ ہیں مسلمانوں کی تجارت کے ڈھنگ! پولس کی کانسٹبلی یا تحصیل کی چپراس گیری ہیں
چھ سات روپیہ ماہوار پر تو دن رات مارے مارے پھریں۔ سخت سے سخت مشقتیں
اٹھائیں۔ ہر وقت افسران کا جوتہ لات کھائیں۔ یہ سب کچھ گوارا۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے
کہ میاں! کوئی پنساری۔ بساط خانہ یا پان سگرٹ کی دوکان ہی کھول بیٹھو۔ روپیہ روز
تو کہیں گیا نہیں ہو۔ تو ایسا کرنے میں اُن کو شرم آتی ہو اور اُن کی شرافت میں بٹہ
لگتا ہو۔

مسلمانوں کے ان لغو خیالات اور بیہودہ توہمات سے رفتہ رفتہ چھوٹے بڑے ہر قسم کے
تجارتی کام یاران وطن کے قبض و تصرف میں پہونچ گئے ہیں اور اب اُن کا اس درجہ
عمل و دخل ہوگیا ہو کہ مسلمانوں کے لیے کوئی گنجایش ہی باقی نہیں رہی۔ مسلمانوں کے محلّوں
میں پنساری کی دوکان ہندو کھولے بیٹھے ہیں اور خاطر خواہ نفع اُٹھا رہے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان

اس قسم کی دوکان کھولتا بھی ہے تو مسلمان اس سے سودا نہیں خریدتے اس کے بھی اسباب ہیں اور وہ یہ ہیں کہ وہ ہندو بنیہ ایک مدت درازسے اس کام کو کرتا چلا آرہا ہے لہذا اس کو اس کام کے نشیب و فراز پر کامل عبور ہو گیا ہے۔ وہ ہر چیز کے نرخ اور اس کی درآمد و برآمد سے پورے طور پر واقف ہے۔ اس کا بہی کھاتہ مکمل ہے۔ اس کو اس قدر گنجایش ہے کہ وہ مہاں لوگوں کو بروقت ضرورت سودا اُدھار بھی دے سکتا ہے اور اُن سے سوائے اور ڈیوڑھے دام وصول کرتا ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی جو حساب کتاب کے معاملہ میں بالکل ہی صفر ہیں دوکان کھلنے کے پہلے ہی دن خرید و فروخت کی پیچیدگیوں سے پریشان ہو جاتے ہیں۔ اُن کو یہی نہیں معلوم کہ دھنیہ چوپونے چار سیر کا آیا ہے ڈھائی پیسہ کا کتنا دیا جائے۔ غرض اسی کشمکش میں وہ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ سودا دیتے ہیں جس کا اثر رفتہ رفتہ دوکانداری پر مضر پڑتا ہے اب اپنے اپنی ادھی پونجی کی وجہ سے وہ یہ تہیہ کرتے ہیں کہ کسی کو ادھار سودا نہ دیں گے۔ لیکن بعد چند جب اُن کو یہ عملی تجربہ ہو جاتا ہے کہ دوکانداری بغیر ادھار کے نہیں چل سکتی تو وہ اپنے بعض خاص خاص احباب کے ساتھ سودا ادھار بھی بیچنے لگتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت ہی قلیل مدت میں دوکان کا قریب قریب کل سرمایہ ادھار میں پھنس جاتا ہے۔ اب یہ نوبت ہو جاتی ہے کہ ادھر تو ادھار کا روپیہ وصول نہیں ہوتا اور ادھر نئے سودے کے واسطے نقد دام چاہئیں۔ غرض چند روز تک اسی طرح لشتم پشتم کارروائی ہوتی رہتی ہے لیکن بالکے! آخرکار وہ اس روز روز کی پریشانی اور ضیق النفس سے تنگ آکر دوکان کو خیرباد کہہ کر گھر بیٹھ رہتے ہیں۔ چند روز تک اہل محلہ سے دوکان کے ادھار کا تقاضہ رہتا ہے۔ کچھ تو وصول ہو جاتا ہے اور زیادہ تر بھول چوک اور بٹہ کھاتے کے نذر ہو جاتا ہے۔ تھوڑے عرصہ بعد کیا دیکھتے ہیں کہ دوکاندار صاحب جنگی کی پانی کی گاڑی پر بیٹھے ٹھنڈی سڑک پر چھڑکاؤ کرتے پھرتے ہیں۔ "ارے میاں نصرو! کیا دوکان چھوڑ دی؟" ہاں صاحب! پیسہ پیسہ دھیلہ دھیلہ کا کون ہلدی دھنیہ بیچتا پھرے میرے بس کا یہ روگ نہیں" یہاں کیا تنخواہ ملتی ہے؟ اور اب آجکل رہتے کہاں ہو؟" "نو روپیہ ملتے ہیں اور کام کچھ نہیں۔ صبح نو بجے سے دس بجے تک ادھر کام رہتا ہے اور پھر ایک بجے سے شام کو ۵ بجے تک نوکری رہتی ہے اور باقی دن رات فرصت ہی فرصت ہے۔ مکان آج کل میں نے لال کرتی میں ایک چھوٹا سا تین روپیہ مہینہ پر لے رکھا ہے۔" ارے میاں یہ کیوں۔ وہ تمہارا موروثی مکان کٹرہ بزن شاں والا کیا ہوا؟" ارے صاحب!

آپ کو نہیں معلوم وہی تو گروی رکھ کر دوکان کی تھی۔ سو دوکان تو یوں اینڈ ہو گئی اور اُودھر لالہ اشرفی لال نے مکان نیلام کرا لیا۔ غرض اس آپ کی تجارت نے نہ ادھر کا رکھا نہ اُدھر کا بس صاحب! ایسی دوکانداری کو دور ہی سے سلام ہے"

مصیبت یہ ہے کہ اول تو مسلمان عام طور پر کوئی کاروبار نہیں کرتے اور اگر بھولے سے کوئی شخص دوکان وغیرہ کھولتا بھی ہے تو لیے انداز سے کہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اُس نے پہلے ہی سے اس کام کو ترک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اور چونکہ ملازمت اُس کی رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے اس وجہ سے ہمیشہ اُس کی نظر ملازمت ہی پر رہتی ہے۔ اس طرح ہمیشہ اُس کی طبیعت ڈانواڈول ہی رہتی ہے۔ برخلاف اس کے اہل ہنود اس قسم کی تلون مزاجی سے کام نہیں لیتے۔ جو کام کو کرتے ہیں نہایت مستقل مزاجی۔ انجام بینی اور ہوشمندی سے کرتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چند ہی سال کی مدت میں ایک ادنےٰ آدمی سے ساہوکار بن جاتے ہیں۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ بہت سے موجودہ مہاجنوں اور ساہوکاروں کی اوپر کی تیسری پشت میں گاؤں گاؤں گڑ اور چنے کی پھیری لگاتے تھے اور آج اُن کے یہاں لاکھوں کا کاروبار ہوتا ہے۔ اور سیٹھ بنے بیٹھے ہیں۔ غرض ہر کام کے لیے وقت استقلال اور محنت درکار ہے اور تا وقتیکہ مسلمان بقول یک در گیر و محکم گیر مستقل مزاجی اور یک سوئی سے کوئی کام نہ کریں گے اُن کو ہرگز فروغ نہیں ہو سکتا۔ اُن کی ناعاقبت اندیشی اور متلون مزاجی ہمیشہ اُن کو پریشان خیال اور تباہ حال ہی رکھے گی۔ اُن کو یہ عام شکایت ہے کہ تجارت کے لیے روپیہ درکار ہے اور روپیہ اُن کے پاس نہیں۔ یہ خیال سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے۔ تجارت کے لیے کچھ اور ہی اوصاف کی ضرورت ہے جن سے عام طور پر مسلمان معرا نظر آتے ہیں اور چونکہ وہ اس کام کو دراصل کرنا نہیں چاہتے اس وجہ سے بقول "خوئے بد را بہانہ بسیار" انھوں نے یہ حیلہ ڈھونڈ لیا ہے۔ ہر قسم کی تجارت نہایت قلیل سرمایہ سے شروع ہو کر انتہائی معراج کمال تک پہنچ سکتی ہے بشرطیکہ کرنے والا اُن اوصاف سے متصف ہو جو تجارتی کاروبار کے لیے لازمی ہیں۔

(۵) افلاس کا اثر مسلمانوں کی صنعت و حرفت پر

چونکہ یہ زمانہ سرمایہ کا ہے اس وجہ سے سرمایہ ہر جگہ کام کر رہا ہے۔

جس طرح دیگر تمام کاروبار پر یاران وطن قابض و متصرف ہو گئے ہیں اسی طرح صنعت و حرفت

کا بھی لبِ لُباب انھیں کی جیبوں میں جاتا ہے۔ مسلمانوں کی محض مزدوروں کی سی حیثیت رہ گئی ہے جو اپنی محنت کا صلہ صرف اس قدر پاتے ہیں کہ وہ یارانِ وطن کی نفع رسانی کے لیے نہایت کمزور دل و دماغ کے ساتھ صرف زندہ رہ سکیں۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ اس وقت تک ایسے پیشوں میں جو صنعت و حرفت کے تحت میں آتے ہیں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے ہندوؤں نے یہ محسوس کرکے کہ مسلمانوں کی عام بے بضاعتی اور اپنی سرمایہ داری سے مستفید ہونے کا یہ عین موقعہ ہے جا بجا تھوک فروشی کے کارخانجات۔ دوکانات اور کوٹھیاں کھول لیں ہیں۔ جہاں جس قسم کا مال مسلمان تیار کرتے ہیں وہاں اسی قسم کی کوٹھیاں ہندوؤں کی کھل گئی ہیں۔ مثلاً جس جگہ دریاں تیار ہوتی ہیں وہاں دریوں کی۔ جہاں دیسی پارچہ تیار ہوتا ہے وہاں دیسی پارچہ کی۔ جہاں چوبی کام ہوتا ہے وہاں چوبی کام کی۔ جہاں ظروف سازی ہوتی ہے وہاں ظروف کی۔ جہاں چوڑیاں بنتی ہیں وہاں چوڑیوں کی۔ جہاں گوٹہ پٹھہ لیس وغیرہ تیار ہوتا ہے وہاں گوٹہ پٹھہ اور لیس وغیرہ کی۔ غرض جہاں جس قسم کی اشیاء مسلمان تیار کرتے ہیں وہاں اسی قسم کی کوٹھیاں اہل ہنود نے کھول دی ہیں اور مسلمان کاریگروں میں اپنا روپیہ پھیلا کر اُن کی جان و مال کے مالک اور ٹھیکہ دار بن بیٹھے ہیں۔ حتیٰ کہ کاشت غلہ علاوہ روغن زرد وغیرہ کا بھی کل ذخیرہ ہندوؤں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے اور مسلمان ذہنی طور پر ہی کے موچی رہ جاتے ہیں۔

اب یہ ہی یہ بات کہ بعض پیشے مثلاً گازری۔ آہنگری۔ نجاری۔ پکہ بانی۔ معماری۔ نداقی میوہ فروشی و دیگر اسی قبیل کے ادنےٰ کام تا حال یارانِ وطن کے دست تصرف سے آزاد ہیں۔ اس کے متعلق یہ گزارش ہے کہ ان کاموں پر قصداً ہاتھ نہیں ڈالا گیا۔ کیونکہ ہر جگہ کچھ خدمتی لوگوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ مثلاً آپ کوئی زمینداری خریدیں تو وہاں اب اس قسم کے اہل پیشہ قصداً آباد کرتے ہیں تاکہ آپ کی ذاتی اور دیہی ضروریات پوری ہوتی رہیں لیکن اب اس کی بھی فکریں ہو رہی ہیں اور چند روز میں آپ کو اس باب میں بھی ایک انقلاب عظیم نظر آئے گا۔

(۶) افلاس کا اثر مسلمانوں کی سیاست پر | سیاست آج کل جس پردازسے اپنا رنگ دنیا پر جما رہی ہے وہ ارباب دانش سے پوشیدہ نہیں۔ اگرچہ بظاہر نام جمہوریت کا ہے لیکن درپردہ عملی طور پر حکومت امراء رفتہ رفتہ زور پکڑ رہی ہے اور یہ ایک ایسا قدرتی معیار ہے جو ابتداء آفرینش سے قریب قریب ہر قوم اور ہر زمانہ میں

بروے کار رہا ہی۔ اور باعتبار نظام عالم اس عملی اصول کا سے کوئی مفر بھی ممکن نہیں۔ جو لوگ زیادہ دولتمند ہوتے ہیں اُن کا قدرتاً اثر بھی زیادہ ہوتا ہی اور چونکہ ایسے لوگوں کا اثر زیادہ ہوتا ہی لہذا لامحالہ وہی لوگ دنیا کے ہر کاروبار میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ غربا اور مفاسس ہمیشہ امرا کی تقلید و اتباع پر مجبور ہیں۔ چنانچہ یہی کیفیت آج کل ہندوستان میں روبترقی نظر آتی ہی۔

اس سے قبل تو ہندوستانیوں کو ملکی معاملات میں کوئی دخل ہی نہ تھا۔ لیکن اب کچھ عرصے گورنمنٹ کا منشا ہی کہ اہل ملک کو بھی سیاسیات میں کچھ دخل دیا جائے تاکہ رفتہ رفتہ وہ اس قابل ہو جائیں کہ وہ اپنے ملک کا انتظام زیر نگرانی گورنمنٹ خود کر سکیں۔ جیسا کہ گورنمنٹ نے بعض اپنے دیگر مقبوضات کو جہاں کے باشندوں میں اس کی اہلیت ہی سوراج یعنی حکومت خود اختیاری کے حقوق عطا کر دیئے ہیں چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے ایک خاص قانون گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ پاس بھی ہو چکا ہی جس کی رو سے فی الحال بعض محکمہ جات مثل چنگی۔ ڈسٹرکٹ بورڈ شفاخانہ جات و تعلیمات وغیرہ پبلک کے حوالہ کر دیئے گئے ہیں تاکہ وہ اپنا انتظام خود کریں یہ محض گورنمنٹ کی خاص رعایت و عنایت سمجھیے جو اس نے مسلمانوں کو چنگی اور صوبہ کی کونسلوں میں جداگانہ نیابت کا حق دے رکھا ہی۔ اس واسطے مسلمانوں کی چند صورتیں ان نیابتی جماعتوں میں نظر بھی آجاتی ہیں ورنہ بحالت مشترکہ انتخاب یہ ناممکن تھا کہ ایک مسلمان کو بھی ان نیابتی جماعتوں میں پہونچنے کا موقع مل سکتا۔

اب ہم کو یہ دیکھنا ہی کہ بحالت موجودہ ان امتیازی و اعزازی عہدوں تک کن لوگوں کی رسائی ممکن ہی عملی اور بدیہی طور پر یہ دیکھا جاتا ہی کہ خود پبلک انھیں لوگوں کو اپنا نمائندہ منتخب کرتی ہی جو ذی اثر ہیں اور ذی اثر وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو دولتمند ہیں۔ پس اس کا یہی نتیجہ نکلا کہ اب اور نیز آئندہ ہمیشہ امرا ہی برسر اقتدار رہیں گے۔ غربا کی رسائی وہاں تک ممکن نہیں خواہ وہ کیسے ہی قابل اور لائق کیوں نہ ہو جائیں علاوہ ازیں چنگی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے رائے دہندوں کے لیئے ادائے ٹیکس اور کونسلوں کے رائے دہندوں کے لیے ادائے مالگذاری کے قیود لگے ہوئے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ غربا اس حق سے بھی محروم ہیں اور یہ ایک ایسا نظام ہی جس سے کوئی مفر ہی ممکن نہیں۔ علی ہذا القیاس حصول ملازمت کے لیے بھی علاوہ شرافت خاندانی ایک بڑی حد تک دنیوی وجاہت و اثر و اقتدار کی ضرورت ہی جو بغیر دولتمندی حاصل نہیں ہو سکتے

پس ان جملہ اصلاحات و قوانین کا یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ افلاس ہر شعبۂ حیات میں مانع ترقی ثابت ہوتا ہے اور بدقسمتی سے یہی وہ مرض ہے جو مسلمانوں میں عالمگیر ہے بلکہ روز افزوں ترقی پر ہے۔

(۷) افلاس کا اثر مسلمانوں کے مذہب پر

اب صرف مذہب ایک ایسا شعبہ باقی رہتا ہے جس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ اسکو افلاس و تموّل سے کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ راقم کے خیال میں ترقی مذہب بھی مثل دیگر شعبہ جات کے دولت و خوشی کی یکساں محتاج ہے غریب کے مصائب و پریشانیاں مذہب کی بنیادوں کو ہلا دیتی ہیں اور بہت سے لوگ محض اسی بنا پر ترک مذہب پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ کیا آپنے نہیں سُنا کہ پچھلے دنوں شدھی کے ہنگامہ میں مسلمان واعظین وسفراء کے رپورٹوں سے یہی ثابت ہوا کہ ہزارہا نومسلم محض ناداری اور مفلسی سے تنگ آکر مرتد ہوگئے۔ علاوہ ازیں یہ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے غربا اپنی مفلوک الحالی اور افلاس کی وجہ سے عیسائی ہوجاتے ہیں اور جوں جوں مسلمانوں میں افلاس و ناداری بڑھے گی اُسی نسبت سے اُن میں تبدیل مذہب کے اندیشہ میں بھی اضافہ ہوگا۔

پس سب سے زیادہ ضروری اور اہم قومی فرض اس وقت یہی ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کو دور کیا جائے۔ بغیر اس کے کوئی قومی ملکی یا اقتصادی ترقی ممکن نہیں محض اسلاف کے کارناموں کا اعادہ۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی فتوحات کی یاددہانی کارگر نہیں ہوسکتی۔ یہ زمانہ تخیلات کی بلند پروازی کا نہیں بلکہ عمل کا ہے جملہ قسم کی ترقیوں کا دارومدار خواہ وہ دینی ہوں یا دُنیوی سرمایہ پر آکر ٹھہرتا ہے اور سرمایہ ایسی شئی نہیں جو محض باتوں ہی باتوں میں فراہم ہوسکے۔ اس کی فراہمی کے واسطے عمل اور صرف عمل کی ضرورت ہے۔

پس اے برادران ملت اگر آپ چاہتے ہیں کہ مسلمان حقیقی اور واقعی ترقی کریں تو آپ کو سب سے پہلے اس عالمگیر مرض افلاس کا ازالہ لازم ہے جس میں بدقسمتی سے اس وقت قوم بہت بُری طرح سے مبتلا ہوگئی ہے اور اس کا علاج خود آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ خواہ آپ اُس پر عمل کریں یا نہ کریں آپ کو اختیار ہے۔ نسخہ بھی نہایت سہل اور مجرب ہے اور وہ یہ ہے:-

نام و نمود اور فضول خرچی کو قطعاً ترک کردو۔ کفایت شعاری وسلامت روی کو اپنا شیوہ بناؤ اور بہر حال کچھ نہ کچھ روپیہ پس انداز کرکے نفع بخش کاموں میں لگاتے رہو۔

خاکسار محمد رضی از حسن پور۔ ضلع مرادآباد

تاجر فائدہ اُٹھائیں

کیونکہ اب سود مند کی اشاعت اس قابل ہوگئی ہو کہ اس میں اشتہار چھپوانے کا وہی نتیجہ ہوگا جو تاجر چاہتے ہیں۔ یعنی کہ اب یہ مشہور قصبے سے لیکر ہر ضلع میں اور ہر صوبہ میں حتیٰ کہ ہندوستان سے باہر بھی نہایت معقول تعداد میں جاتا ہو اور کاروباری طبقے والے خصوصیت سے اس کو منگواتے ہیں اور قابل اعتبار سمجھتے ہیں۔ البتہ ایسے اشتہارات سود مند میں شایع نہ ہونگے جن میں اشیا کی تعریف کا انحصار مبالغوں پر ہو یا جن میں فائدے سے زیادہ اعتبار اور خوش معاملگی کی پروا نہ کی جائے۔

مقدار	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال	کیفیت
ایک صفحہ	عہ	مہ؏	سہ؏	صہ؏	چوتھائی صفحہ سے کم کی اجرت
نصف صفحہ	للعہ	عہ؏	مہ؏	للعہ	فی سطر آٹھ آنے (۸ر)
چہارم صفحہ	عہ	سے؏	عہ؏	مہ	

مذہبی دنیا کا مشہور ہفتہ وار اخبار

پیغام صلح

قرآن کریم واحادیث کے معارف و نکات۔ آریوں اور عیسائیوں کے اعتراضات کے دنداں شکن جواب ہندوستان اور ممالک غیر میں اشاعت اسلام کی رفتار اور مسائل حاضرہ پر دلچسپ خیالات کا اظہار دیکھنا چاہتے ہو تو اخبار پیغام صلح کے خریدار بنو جو ہر بدھ کو پابندی وقت کے ساتھ ۱۸×۲۲ کے آٹھ صفحات پر لاہور سے شایع ہوتا ہے سالانہ چندہ صہ، ششماہی سے، سہ ماہی عہ، اور طلبا سے ستے روپیہ سالانہ ممالک غیر سے ۱۲ شلنگ۔ تمام خط و کتابت بنام منیجر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور ہونی چاہیے

پادشاہانِ اودھ اور اُن کے مشہور امرا اعزا اور لکھنؤ کے مایۂ ناز قدیم شعرا کی قلمی تصاویر عہد مغلیہ و عہد جدید کی مصوری کے بہترین نمونے جو ابتک کبھی شایع نہیں ہوئے ہیں اور نہ کسی دوسری جگہ میسر آسکتے ہیں رسالہ شمع میں مسلسل شایع ہو رہے ہیں شمع تاریخی علمی۔ ادبی اور سیاسی مضامین اور فسانوں کا ہندوستان میں سب سے زیادہ حجم ۱۱۲ صفحات کا رسالہ ہے اور جنوری ۱۹۲۶ء سے محمد حبیب صاحب آکسن پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ اور جناب حسن عابد جعفری صاحب بیرسٹر صاحب آگرہ کی اڈیٹری میں نہایت آب و تاب کے ساتھ جاری ہے شذرات اور تبصرے قابل دید ہوتے ہیں لکھائی چھپائی نہایت دیدہ زیب۔ کاغذ چکنا اور حجم سالانہ ۔۔ ۱۴ صفحات اور کم از کم ۳۰ تصاویر سالانہ چندہ صرف ۶ سے، ممالک متوسط و بہار و سرکار آصفیہ حیدر آباد نے شمع کو مدارس میں جاری فرمایا ہے الہ آباد۔ لکھنؤ۔ ڈھاکہ۔ پنجاب اور کلکتہ کی یونیورسٹیوں اور بہت سے کالجوں اور اسکولوں میں خریدا جاتا ہے شمع کے ارزاں ہونے کی صرف یہ وجہ ہے کہ اس سے کوئی ذاتی نفع مقصود نہیں ہے محض علمی اور ادبی خدمت کے شوق میں جاری کیا گیا ہے۔ چندہ سالانہ ۶ سے)۔ ماہوار حجم ۱۱۲ صفحے نمونہ ۱۰/ نوٹ۔ نمونہ کا پرچہ کسی حالت میں بھی مفت روانہ نہیں ہوگا۔

المشتہر منیجر شمع شاہ گنج آگرہ

فہرست اخبارات ہند مفت منگالیں

تمام ہندوستان کے موجودہ اخبارات و رسائل کی فہرست جو عرصہ کی تلاش پر نہایت محنت سے مرتب کیگئی ہے آجکل مفت تقسیم ہورہی ہے۔ آپ بھی حاصل کرنا چاہیں تو فوراً ایک کارڈ لکھدیں **ایک عجیب چاول مفت** اپنے شہر کے دس معزز اصحاب کے پورے پتے خوشخط لکھکر ہمیں بھیجدیں تو ہم آپکو ایک عجیب تحفہ یعنی ایک معمولی چاول پر آپکا پورا نام لکھا ہوا مفت بھیجدیں گے مگر محصولڈاک کے لیے دو پیسے کا ٹکٹ ساتھ بھیجیں۔ **رسالہ کائنات پانی پت** خالص علمی ادبی مضامین کا ایک ماہوار رسالہ ذیعلم اور مذاق صحیح رکھنے والے حضرات کے لیے خاص طور پر دلچسپ ہے مضامین کی خوبی صرف اس کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے

تینوں باتوں کے لیے منیجر رسالہ کائنات پانی پت کو لکھیے

میرانیس مرحوم کے کلام کو مولانا علی حیدر صاحب طباطبائی نے خاص طور پر ترتیب دیا ہے جس کے ساتھ ایک عالمانہ دیباچہ اور محققانہ خاتمہ شامل ہے دو جلدیں تیار ہو چکی ہیں پہلی جلد میں میر صاحب کا مستند فوٹو بھی شامل ہے۔ حجم ہر جلد کا پانسو صفحات سے زائد ہے۔ سائز ۲۲×۲۹ پہلی جلد مجلد ہے اور جلد نہایت تکلف سے تیار کرائی گئی ہے۔ کاغذ عمدہ چھپائی لکھائی دیدہ زیب قیمت دس روپیہ جلد دویم غیر مجلد قیمت پانچ روپیہ۔

یکم محرم سے ۲۰ صفر تک یعنی چہلم تک جو صاحب درخواست بھیجیں گے ان کو جلد اول مجلد ... اور جلد دویم غیر مجلد چار روپیہ میں دی جائے گی جو صاحب دونوں جلدیں ایک ساتھ خریدیں گے ان کو پورا سیٹ لعہ میں دیا جائے گا۔ محصول ڈاک ہر حالت میں ذمہ خریدار۔

ملنے کا پتہ:۔ **مینیجر نظامی پریس بدایوں۔ یو۔ پی**

[illegible]

نمبر ۵۔ اگست کا پرچہ بھی پریس میں دیدیا گیا ہے جو وقت پر شائع ہوگا اور اب خریداروں کو انتظار کی زحمت نہ ...

مقاصد

(۱) افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا، کو جو برباد کن اور حرام ہی مٹادے

(۳) فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

(۴) مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار اور تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(۵) مسلمانوں کی صحت جسمانی، ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شایع کرنا۔

(محمد احید الدین۔ ایف۔ آر۔ ایس۔ اے لیتھوگرافر سند یافتہ لندن پرنٹر و پبلشر)

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

سود مند

جلد ۲ | اگست ۱۹۲۶ء | چندہ سالانہ عہ/
نمبر ۸ | | قیمت فی پرچہ ۳ر

فہرست مضامین

۲

ایک بہترین قومی خدمت

نظم

ملک کے ہر ڈاکخانہ میں ہے اک سیونگ بنک — ہے مسلمانوں کا حصہ لیکن ان بنکوں میں کم
غیر قومیں فائدہ ان سے اٹھاتی ہیں مگر — ہو رہے ہیں اپنی غفلت کے سبب محروم ہم

نوجوانو! چاہیے تم کو کہ آمادہ کرو — ہر مسلماں کو کہ اس میں جمع کیجے کچھ رقم
ڈاکخانے ساتھ جا کر ان کے کھلوا دو حساب — اور نہ ہونا چاہیے کچھ اس میں فکر بیش و کم
چار آنے کی رقم سے جبکہ کھلتا ہے حساب — جمع کر سکتا ہے آسانی سے ہر اک یہ رقم

سو مسلمانوں کا جب تک تم نہ کھلوا دو حساب — ہے قسم تم کو نہ لینا دوستو! زنہار دم
پاس بک ان کے حوالہ کر کے یہ ترغیب دو — جمع وہ کرتے رہیں ہر ہفتہ اس میں کچھ رقم
ان کو پس انداز کرنے کی سمجھا دو خوبیاں — بلکہ ہر اک شخص سے اس بات کی لے لو قسم
یہ نہیں چندہ کہ جس کا مانگنا کچھ عار ہو — جمع ہو گی نام سے اس شخص ہی کے یہ رقم
خود بھی لکھتے جاؤ اپنے پاس تم اک یادداشت — اس میں تا مصرف کچھ ہوتے نہیں دام و درم
جائزہ وقتاً فوقتاً اس کا تم لیتے رہو — یعنی کس کس شخص کی ہے بنک میں کتنی رقم
ڈاکخانہ سے اگر کوئی برآمد کچھ کرے — پھر کرا دو جمع جتنا ہو گیا ہو اس میں کم
کام یہ کرنے کے قابل ہے اگر توفیق ہو — دل میں رکھتے ہو اگر دلسوزئی خیر الامم

اس میں رہ جاتا ہے باقی سود کا اک مسئلہ — لیکن از روئے حقیقت یہ نہیں چنداں اہم
وہ ربوٰ ممنوع سے بالکل جداگانہ ہے چیز — جبکہ فتوے ہو چکے تو ہے سر تسلیم خم

روز محشر ہو اگر تم سے ذرا بھی بازپرس
بار اس کا ہم پہ ہے اور اس کے ذمہ دار ہم

۳

زراعتی ترقی کا اثر صنعت پر

ہندوستان کی اکثر فی صدی مردم شماری زراعت پیشہ ہی اس لیے وہ ایک زراعتی ملک ہی۔ ایک صدی سے اُس کے سامنے یورپ کی ترقی ہو جس کی چمک دمک نے اہل ہند کی آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر دی ہی اور اب اُن کی تمام تر توجہ صنعتی ترقی کی طرف ہی۔ مگر مقابلہ اس قدر سخت ہی کہ کچھ بن نہیں پڑتا۔ سب سے بڑا مقابلہ تو سرمایہ کا ہی جو ہندوستان میں مفقود ہی۔ اہل یورپ اور امریکہ اسی سرمایہ کی فراوانی سے ہندوستان کی ضرورت کی چیزیں مثل کپڑے وغیرہ کے نہایت ارزاں تیار کر کے ہندوستان میں بکثرت پہونچا دیتے ہیں جن کا مقابلہ دیسی ساخت کی چیزیں نہیں کر سکتیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اہل ہند میں سامان کی خریداری کی طاقت ہی بہت کم ہے اور جس نسبت سے یہ طاقت بڑھتی ہی اُسی نسبت سے دیسی صنعت بھی ترقی کر رہی ہے مثال کے طور پر عرض ہی کہ پہلے زمانہ میں دیہات میں بہت کم ایسے لوگ ہوتے تھے جو لوہے کے ٹرنک یعنی بکس اور عمدہ قسم کے کمل جو اضلاع میرٹھ مظفر نگر اور کرنال میں تیار ہوتے ہیں خرید سکتے ہوں۔ مگر چند سال سے صوبہ متحدہ کے مختلف اضلاع میں جو نمائشیں ہوتی ہیں اُن میں سب سے زیادہ نمایاں ٹرنک اور کمل کی دوکانیں ہوتی ہیں اور نمایش کے آخری دنوں میں جس طرف نظر اٹھائیے دیہات کے لوگ ٹرنک اور کمل خرید کر لیجاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ محض اس وجہ سے ہی کہ کاشتکار اب عمدہ قسم کا بیج، اور ترقی کاشت کے جدید طریقے غیر محسوس طریقہ سے اختیار کرتے جاتے ہیں حساب لگانے سے معلوم ہوا ہی کہ عمدہ بیج استعمال کرنے اور جدید طریقہ کاشت اختیار کرنے سے گیہوں کی پیداوار بقدر تین کروڑ روپیہ سالانہ کے بڑھ گئی ہی اسی طرح روئی۔ چاول، جوٹ اور نیشکر کی پیداوار میں اضافہ ہوا ہی۔ یہ معلوم ہوا ہی کہ صوبۂ بمبئی میں جن خراب زمینوں سے بحساب ساٹھ روپیہ فی ایکڑ پیدا ہوتا تھا اُن سے پندرہ سو روپیہ فی ایکڑ یعنی ساٹھ گونہ پیدا ہونے لگا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اس ملک میں زراعت میں ترقی کرنے کی بہت گنجایش ہی کچھ عرصہ ہوا اخبار اسٹیٹسمین کلکتہ میں کسی شخص کا ایک سوال شایع ہوا تھا کہ زراعت میں کتنا روپیہ لگانے سے انسان ایک اوسط درجہ کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اُس کے جواب میں لکھا گیا تھا کہ ایک کنبہ والے شخص کے اخراجات کیلئے ضرورت ہے کہ ڈیڑھ

ایکڑ آراضی کاشت کرلے۔ اس قدر آراضی میں کاشت کا سامان فراہم کرنے اور مکانات بنوانے اور مویشی خریدنے کے لیے پانچ ہزار سے دس ہزار روپیہ تک لگانے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس قدر سرمایہ لگانے سے چار سو یا پانچ سو روپیہ ماہوار کی آمدنی ہو سکتی ہے۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر کاشت کے ساتھ پھلوں کے باغات بھی لگائے جائیں تو مستقل طور پر پانچسو روپیہ ماہوار کی آمدنی ہو سکتی ہے جو ہندوستان میں کسی تجارت و صنعت میں اسنے تھوڑے روپیہ میں مشکل ہو سکے گی۔ اس لیے ضرورت ہے کہ لکھے پڑھے زمیندار خاص طور پر اس طرف توجہ کریں اور اپنے بچوں کو ابتدا سے ایسی تعلیم دیں کہ انھیں زراعت سے دلچسپی ہو اور اسکولوں اور کالجوں میں جدید کمسٹری اور سائنس کی قسم سے جو مضامین وہ پڑھیں انھیں اپنے کھیتوں اور باغوں میں استعمال کر سکیں۔ جب ملک میں کثرت سے جدید طریقہ پر کاشت کر کے زیادہ روپیہ پیدا کرنے والوں کی تعداد بڑھے گی تو یہی لوگ ملک کی تیار کی ہوئی چیزیں بکثرت خریدنے کے قابل ہوں گے جس سے ملک میں صنعتی ترقی کی بنیاد قایم ہوگی

حال میں ہماری نظر سے دو جدید کتابیں گزری ہیں جن سے زراعتی ترقی اور اس کے طریقوں کا اندازہ ہو سکے گا جو اصحاب انگریزی داں ہیں وہ ان کتابوں کو منگا کر ان کا ملاحظہ فرمائیں۔

(1) Review of Agricultural operation in India 1924-25 by D. Clouston price Rs 2/-
(Governmament Press Calcutta)

(2) Crop - Production in India by Howard. Price Rs 10/-
(Thacker Spink & Co. Calcutta)

(طفیل احمد)

کشف الغطاء عن وجہ الربا بزبان عربی مولفہ علامہ سید ابو اسحٰق صاحب ہندی جس میں سود کی تمام مروجہ صورتوں پر بحث کر کے آخر میں حلت و حرمت کا فیصلہ کیا گیا ہے اور دوسرے کالم میں اس کا اردو ترجمہ درج ہے۔ قیمت علاوہ محصولڈاک ۴ر

منیجر صاحب "شمس و منار" بدایوں سے مل سکتا ہے

۵

زراعت کی تجربہ گاہ و درس گاہ

(از جناب حسن عزیز جاوید صاحب)

سنہ ۱۹۰۶ء میں امریکہ کے ایک مخیر مسٹر ہنری فیلپس نے لارڈ کرزن کو ۳۰ ہزار پونڈ اس غرض سے
دیئے تھے کہ ہندوستان میں کوئی عملی تحقیقات کرائی جاتے۔ لارڈ کرزن نے وہ رقم پوسا کی زرعی
تجربہ گاہ اور درسگاہ میں صرف کر دی۔ جو مجموعی حیثیت سے ڈیڑھ لاکھ پونڈ کی لاگت سے مقرر
کی گئی تھی۔ یہ بنگال میں واقع ہے۔ شہری آبادیوں سے دور ہے اس کے ایک جانب دریائے گنڈک
بہتا ہے۔ جس کے سبب اس کی معلومات دوبالا ہوگئی۔ یہ ہندوستان کی سب سے بڑی اور اہم تجربہ
گاہ ہے۔ یہاں محققین کا پورا اسٹاف ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ اور ان امور مبہمہ پر غور کیا جاتا ہے
جن کی عقدہ کشائی سے صوبجاتی محاکم زراعت عاجز و قاصر رہتے ہیں۔ علاوہ بریں یہاں کے
زرعی کالج میں گریجوایٹوں کو اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے اور یہ تعلیم زرعی تعلیم ہوتی ہے اور اس قابل بنائے
جاتے ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو محکمہ تعلیم کی جو زرعی اعلیٰ آسامیاں ہوں۔ ان کو پر کرسکیں۔ اب تک
تقریباً ۲۰۰ طلبا فارغ التحصیل ہو کر نکل چکے ہیں۔ تحقیقات کے نتائج رسالوں اور کتابوں کی شکل
میں شائع کیے جاتے ہیں۔ یہاں سے عام زرعی دلچسپی کا ایک پندرہ روزہ رسالہ بھی شائع ہوتا ہے
موٹر ہل اور موجودہ زمانے کے بہترین آلات کشاورزی سے یہاں کام لیا جاتا ہے۔ اور ان کا
طریق استعمال اہل ملک کو سکھایا جاتا ہے اب ایک خاص کوشش پوسا میں یہ ہو رہی ہے کہ ہر
قسم کے بہترین تخم اہل ہند کو دیئے جائیں۔ چنانچہ پوسا کے اکثر اقسام گندم بہت مقبول ہیں۔
مثلاً پوسا گندم نمبر ۱۲۔ نمبر ۴۔ نمبر ۸۰۔ نمبر ۵۲ وغیرہ بہت اعلیٰ قسم ہیں۔ ان کی کاشت سے بہ نسبت
عام اقسام ۲۰ گنا، ۳۰ گنا زیادہ پیداوار ہوتی ہے یہاں اعلیٰ قسم کے مویشی کا رکھ رکھاؤ بھی اچھا ہے۔
نسل کشی کے علاوہ دودھ کی غرض سے بھی مویشی پالے جاتے ہیں۔ سائنس کے اصولوں پر زیادہ
مقدار میں دودھ حاصل کیا جاتا ہے۔ سنہ ۱۹۱۳ء و ۱۹۱۴ء میں جو حالت تھی سنہ ۱۹۲۳ء ۱۹۲۴ء میں اس میں حیرتناک تبدیلی
ہوئی ہے۔ مقدم الذکر سال میں ۵۰ گائیں تھیں۔ جن میں دودھ اوسطاً ۳۲۸ پونڈ یومیہ اور فی گائے
۷ پونڈ یومیہ ہوتا تھا۔ جبکہ موخر الذکر سال میں ۹۱ گائیں ہیں اور دودھ اوسطاً ۱۲۳۰ پونڈ یومیہ
اور فی گائے ۱۳ پونڈ یومیہ کا تناسب رہا۔ پوسا کی کیمسٹری بکٹریولوجی مائکولوجی اور اینٹومولوجی

کے دارالتجارب بہت مفید خدمات انجام دے رہی ہیں یہاں پوری معلومات ہمیشہ مہیا رہتی ہیں۔ زراعت وغیرہ کے متعلق تمام سوالات کا شافی جواب صرف ایک کارڈ لکھنے پر ملے گا۔

جو جانور اور کیڑے زراعت کے واسطے مہلک ہیں ان کی تحقیقات ان کے حالات اور ان کے دفعیہ کی تدبیریں یہاں سوچی جاتی ہیں اور فصلیں تباہ کرنے والے دنیا کے جانوروں کا یہاں عجائب خانہ قایم ہے۔ اگر کہیں بہت بڑی فصل تباہی کے قریب ہو تو خاص خاص ماہر وہاں روانہ کیے جاتے ہیں۔ ہر ایک کسان اور کاشتکار سے ہمدردانہ اعانت میں فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔

سنہ ۱۹۱۰ء سے حکومت ہند نے صیغہ شکر بھی یہاں قایم کیا ہے۔ اس کی جداگانہ مکمل لائبریری ہے جہاں شکر کی بابت جملہ معلومات مطبوعات اور رسائل ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ دنیا کی تمام شکر سازآبادیوں کی نقل و حرکت سے یہ محکمہ باخبر رہتا ہے۔ نیشکر کی کاشت اور شکر سازی کے جملہ لوازمات و مسائل سے عوام کو ہر وقت مطلع کرتا ہے اور ہر ایک سوال کا شافی جواب دیا جاتا ہے۔ شکر کے نمونوں کا ایک عجائب خانہ بھی قایم ہے جس میں دنیا بھر کی شکر بطور نمایش رکھی ہے۔ یہاں ہسپتال اور ہائی سکول بھی ہے۔ نیز برف گیس۔ برق وغیرہ کی مشینیں حال ہی میں نصب کی گئی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ عظیم الشان انسٹیٹیوشن کسی دن قصر زراعت کی بنیاد کا پتھر ثابت ہوگی۔ (وکیل)

صوبہ پنجاب کے افلاس کے اسباب

اور ان کا علاج

یہ مضمون محمد اکبر خاں صاحب بی اے۔ انسپکٹر زمیندارہ بنک نوح ضلع گوڑگانوہ نے نہایت قابلیت سے مرتب کیا ہی۔ اگرچہ یہ مضمون پنجاب سے مخصوص ہی مگر افلاس کے جو اسباب قابل مضمون نگار نے لکھے ہیں وہ تمام ہندوستان پر صادق آتے ہیں اس لیے اُمید کہ جمیع ناظرین سودمند اس کو بغور ملاحظہ فرمائینگے۔ اور اپنے ملک کو افلاس کی دلدل سے نکالنے میں حسب مقدور حصہ لیں گے۔ یہ مضمون بار بار پڑھنے کے قابل ہی۔ (ایڈیٹر)

صوبہ پنجاب کا اقتصادی مقابلہ دوسرے ممالک سے

اس مضمون کا عنوان سننے یا اس پر نگاہ ڈالنے سے ہی یک لخت جب ذہن میں یہ سوال چکر لگاتا ہی کہ ہمارا صوبہ دیگر ممالک سے نسبتاً کیوں زیادہ مفلس اور غریب ہی تو بلا سوچ سمجھے یہ جواب زبان پر آجاتا ہی کہ شاید قدرت نے اپنی نعمتیں اس صوبہ کو اس حد تک عطا نہ کی ہوں جتنی کہ دیگر دولتمند ممالک کو عطا کی ہیں یہ کسی حد تک بالکل صحیح جواب ہوسکتا ہی مگر صاحبان میں آپ کی خدمت میں دیگر ممالک کا اس صوبہ کے حالات سے مقابلہ کرکے بتاؤنگا کہ جہاں جغرافئی حالات بالکل ایسے ہی تھے ان ممالک سے بھی یہ صوبہ فارغ البالی اور دولتمندی میں پیچھے رہ گیا ہی اس صوبہ کی زمین زرخیز ہی اور سال میں دو نہایت عمدہ فصلیں بغیر کسی بہت زیادہ تکلیف اور محنت کے پیدا ہو جاتی ہیں اور نسبتاً اس میں بنجر اور ویران زمین دیگر ممالک سے بہت کم ہی مثلاً سکاٹ لینڈ کی مثال لیجیے جس کا زیادہ تر انحصار زراعت پر ہی وہ ایک پہاڑی ملک ہی وہاں کاشت میں یہاں سے زیادہ تکلیفیں ہوتی ہیں۔ وہاں کے کل رقبہ کا تقریباً چوتھائی حصہ مشکل سے کاشت کیا جاتا ہی حالانکہ پنجاب میں نصف سے زیادہ کاشت ہوتا ہے پھر بھی سکاٹ لینڈ کے لوگ اس صوبہ کے لوگوں سے زیادہ آسودہ اور فارغ البال ہیں (اس سے یہ مراد نہیں کہ سکاٹ لینڈ میں غریب آدمی نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی وہاں کے باشندے یہاں کے لوگوں سے زیادہ فارغ البال ہیں کیونکہ مقابلہ مجموعی حالت کا کیا جاتا ہی) پھر آپ دریافت فرمائینگے کہ باوجود اس فرق کے ہماری نسبتاً زیادہ غربت اور افلاس کا کیا سبب ہے

اس کا جواب یہی ہے کہ وہ افلاس کے اسباب کو جانچکر ان کے رفع کرنے کے طریقہ پر عمل پیرا ہو گئے لیکن ہم نے حال ہی میں اس طرف توجہ کی اور اس لیے ہماری حالت کمزور ہے۔

صوبہ پنجاب کی مفلسی کے اسباب

میں اب ان اسباب کا ذکر کرتا ہوں جن کی بدولت ہمارا صوبہ اور ممالک سے نسبتاً غریب ہے اور آخر میں ان تمام وجوہ اور افلاس کا علاج عرض کرونگا

صاحبان۔ غربت یا افلاس ایک نسبتی یا صفاتی لفظ ہے اس کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ محض زندگی کو قایم رکھنے سے زیادہ روزی حاصل نہ کر سکنے کو ہی غربت اور افلاس کہتے ہیں۔ دولتمندی کے متضاد اور مخالف شے کا نام ہے محنت سے سرمایہ جمع کرنے اور پھر اس سرمایہ کو عقلمندی سے منفعت بخش اغراض پر صرف کرنے سے دولت حاصل ہوتی ہے اور اگر محنت سرمایہ اور عقل میں سے ایک یا تمام صفات موجود نہ ہوں تو اس کا لازمی نتیجہ افلاس ہوتا ہے . . . یہی

اوّل | ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم کے افلاس کی پہلی اور بنیادی وجہ ہوتی ہے چنانچہ آج صوبہ کی بھی سب سے پہلی بنیادی وجہ یہی ہے۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اوسط آمدنی کم ہونے کی وجہ سے افلاس پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی وجہ اوسط کمائی کا کم ہونا ہے اور اوسط کمائی ہمیشہ اس وقت کم ہوتا ہے جب اوسط پیداوار کم ہو اور اوسط پیداوار ہر جگہ ہمیشہ کم ہوتا ہے جہاں انسان ضروری سرمایہ کافی عقل اور پوری محنت سے کام نہیں لیتے جس کی بدولت وہ اپنے ماحول سے زیادہ پیداوار حاصل کر سکیں۔ افلاس کے اس بنیادی سبب کے علاوہ اور جتنے اسباب بھی ہونگے ان میں سے ہر ایک میں خود آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ سرمایہ عقل یا محنت تینوں کے تینوں یا ان میں سے ایک ضرور موجود نہیں ہوگا۔

دوم | افلاس کے اسباب میں سب سے زیادہ اہم اور بڑا سبب کفایت شعاری کے جذبہ کا عوام میں مفقود ہونا ہے۔ افلاس کے اس سب سے بڑے اور مہتم بالشان سبب یعنی عوام کو کفایت شعاری کر کے سرمایہ کے جمع کرنے کے طریقہ پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ آپ کو اس صوبہ کی تاریخ میں ملے گی یعنی کئی صدیوں کی بے امنی جنگ و جدال اور جان و مال کے ہر وقت ضایع ہو جانے کے احتمال نے ان اسباب کے پیدا ہونے میں رکاوٹ پیدا کی ہے جن کی وجہ سے عوام کے دلوں میں سرمایہ جمع کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اس کے علاوہ آپ خود اپنے گرد و پیش نگاہ ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ جن ممالک کو ایک اچھی گورنمنٹ کے ماتحت کئی صدیاں امن و امان اور آسایش سے گزر رہی ہیں وہ اس وقت سب سے زیادہ دولتمند ممالک میں شمار کیے جاتے ہیں وہاں آپ

عوام میں ہر جگہ بچت کرنے کے جذبہ کو موجود پائینگے مثلاً انگلینڈ کا حال ہی لے لیجیے کہ وہ کتنا
دولتمند ملک ہے۔ اس کی دولتمندی صرف صنعت و حرفت کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ صنعت
اور حرفت کا آغاز تو وہاں حال ہی میں ہوا ہے حالانکہ وہ ملک صدیوں سے دولتمند شمار
کیا جاتا ہے دراصل اس کی دولتمندی کی وجہ یہ ہے کہ کئی گزشتہ صدیوں سے وہاں کے لوگوں
نے بچت اور کفایت شعاری کے ذریعہ سے لاتعداد سرمایہ جمع کر لیا تھا جس کو انھوں نے
ہماری طرح زمین میں دفن نہیں کیا بلکہ منفعت بخش اغراض پر صرف کر کے اس سے اپنی دولت
میں اور بھی اضافہ کیا یہ اسی سرمایہ کی بدولت ہے کہ انگلینڈ اپنی صنعت اور حرفت کو بھی
اس اعلیٰ پیمانہ پر چلا رہا ہے۔

کفایت شعاری | یہ امر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ انگلینڈ والوں میں بچت اور کفایت شعاری کا جذبہ
کس طرح پیدا ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابتدا میں اس ملک میں اکثر لڑائیاں رہیں جن کے
بعد وہاں بہت قحط پڑے جنھوں نے وہاں کے باشندگان کو مجبور کر دیا کہ قحط اور خشک سالی
کے زمانے کے لیے کچھ پس انداز کریں تاکہ مصیبت کے وقت ان کے کام آوے۔ اس طرح
انمیں بچت کرنے کی ایک عادت ثانیہ پیدا ہو گئی۔ فرانس کی فارغ البالی اور خوش حالی
کی بھی زیادہ تر وجہ یہی بچت اور کفایت شعاری ہے۔ جرمنی بھی سو سال پہلے اس صوبہ سے بھی
زیادہ غریب ملک تھا۔ گزشتہ صدی میں انجمن ہائے امداد قرضہ کے ذریعہ اس نے کفایت شعاری
کو رواج دیا جس کا نتیجہ آپ نے بھی اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا ہے کہ اس ملک نے اپنی
دولتمندی کو کس طرح شہرہ آفاق کر دیا۔ انجمن ہائے امداد باہمی کے ذریعہ برطانیہ کلاں میں
پندرہ کروڑ روپیہ حصص وغیرہ کا جمع ہے جس پر سالانہ دو کروڑ منافع آتا ہے انجمن ہائے امداد باہمی
کے رواج سے پہلے اس رقبہ کا نام و نشان بھی نہ تھا یہاں اس صوبہ میں جب تک
پوسٹ آفس سیونگ بنک نہیں کھولے گئے تھے اس وقت تک لوگوں نے پس انداز کرنا
سیکھا ہی نہ تھا اب بھی ان میں سے جو پوسٹ آفس سیونگ بنک کا استعمال کرتے ہیں۔
تین فی صدی زمیندار ہیں باقی ۹۰ فی صدی غیر زراعت پیشہ ہیں کل زراعت پیشہ اصحاب
کی تعداد جو پوسٹ آفس سیونگ بنک کا استعمال کر رہے ہیں کل صوبہ پنجاب میں تین ہزار
سے زیادہ نہیں ہے۔

کفایت شعاری پر عمل کرنا | اب آپ صاحبان پر خوب روشن ہو گیا ہوگا کہ بچت اور کفایت شعاری

عمل پیرا نہ ہونا ہی افلاس کی دوسری [illegible] بچت ۸۱،
کفایت شعاری کے عمل کو ہم نے کیوں نہ سیکھا اور کیوں اس پر عمل پیرا نہ ہوئے اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں :-

(۱) پہلی وجہ تو تاریخ سے تعلق رکھتی ہے جس کے متعلق میں بتا چکا ہوں کہ ملک کو کئی ایک صدیوں تک امن و امان کے دن دیکھنے نصیب نہ ہوئے تھے۔

(۲) اس کے علاوہ دوسری وجہ یہاں کی زمین کی زرخیزی ہے جس کی وجہ سے یہاں سالانہ دو فصلیں آسانی سے پیدا ہو جاتی ہیں اور لوگ بچت اور پس انداز کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔

(۳) تیسری وجہ بچت نہ کرنے کی یہ تھی کہ لوگوں میں اتنی عقل اور علم نہیں تھا جس سے یہ معلوم کر سکیں کہ اُتنے ہی رقبہ زمین میں سے پیداوار کو کس طرح بڑھایا جا سکتا ہے مثلاً اگر ایک ایکڑ میں ۱۲ من گندم پیدا ہو سکتا ہے تو اسی رقبہ میں سو من آلو پیدا کئے جا سکتے ہیں لیکن ہم ہیں کہ یہ اپنی ہتک سمجھتے ہیں کہ سوائے گیہوں وغیرہ کے اور اقسام کی فصلیں کاشت کریں کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ باغبانی کا کام کرنا اور سبزیاں کاشت کرنا کمین قوموں کا کام ہے۔

(۴) چوتھی وجہ بچت نہ کرنے کی یہ ہے کہ ہم میں کسی قسم کی تنظیم نہ تھی جماعت کا کوئی انتظام نہ تھا کوئی لایق اور تعلیم یافتہ اور تہذیب یافتہ سرگروہ نہ تھا جو ہمیں ایسی باتوں کی تلقین کرتا اور راہ فلاح دکھاتا جیسا کہ بلجیم اور اٹلی میں (کیتھولک مذہب کے پادری صاحبان نے لوگوں کی بہبودی کے لئے عملی طور پر دلچسپی لیتے ہوئے انجمن ہائے امداد باہمی جاری کیں ایسی مثال آپ پنجاب میں ہرگز نہیں پائینگے اگر کسی قسم کی مذہبی جماعت اور مذہبی پیشواؤں نے یہاں کچھ کیا ہے تو محض ہماری روحانیت کو درست کرنے کی کوشش کی لیکن اُنھوں نے ہماری فلاح و بہبودی کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہیں کی بلکہ ہمیں قسمت پر شاکر رہنا سکھایا جس سے ہم محنت کرنے سے جی چرانے لگے اور پس انداز کرنے کی عادت سے عاری ہو گئے۔

انجمن ہائے امداد باہمی

(۵) پانچویں وجہ بچت اور پس انداز کرنے کی یہ بھی ہوئی کہ صوبہ کے مسلمانوں نے سود کا لینا نا جائز قرار دیدیا حالانکہ دیگر اقوام اور دیگر ممالک نے بہت کچھ بچت اور پس اندازی محض سود لینے سے ہی کی جیسا کہ انگلینڈ کی مثال سے واضح ہے اگر مسلمان اپنے مذہب پر بھی کار

رہتے تو بھی وہ اتنے غریب نہ ہوتے مگر انھوں نے مذہب کے ایک حکم کو تو پس پشت ڈال دیا
جس میں ان کا فائدہ تھا اور دوسرے پر عمل پیرا ہو گئے جس میں ان کا نقصان تھا میرا مطلب یہ
ہے کہ سود لینا اور سود دینا دونوں یکساں طور پر مسلمانوں کے مذہب میں حرام ہیں مگر مسلمانوں
نے سود لینا تو بند کر دیا مگر سود دینا بند نہ کیا جس سے ان کی آمدنی کم اور خرچ زیادہ بڑھ گیا۔ اگر
وہ سودی قرضہ نہ لیتے تو اس کا اثر یہ ہوتا کہ جب وہ بھوکے مرنے کی حد تک پہونچے تو خود
بخود آئندہ کے لیے انھیں بچت کرنے کا خیال آجاتا مگر انھیں تو سود پر قرضہ آسانی سے مل جاتا
تھا اس لیئے انھیں کیا ضرورت پڑی تھی کہ بچت کی عادت ڈالتے۔
دوسری طرف ہندو صاحبان کے گاؤ رکھشا کا عقیدہ بھی ملک کی دولتمندی کے اضافہ میں
بادج ہوا اور پھر ہر دو اقوام کے دیگر مذہبی عقائد کا بھی صوبہ کی دولتمندی پر برا اثر پڑا مثلاً ہڈیوں
چمڑوں اور رانڈوں سے پورا فائدہ نہ اٹھانے کی وجہ سے بھی صوبہ کی آسائش اور فارغ البالی
پر برا اثر پڑا۔

تعلیم کی کمی | ابتک صرف یہ بتایا گیا ہے کہ بچت اور پس انداز نہ کرنے سے صوبہ کی مالی حالت کمزور
رہی اور صوبہ کے افلاس کا یہ دوسرا سبب تھا۔

سوئم | اب اس کے علاوہ تیسرا بڑا سبب صوبہ کے افلاس کا یہ ہے کہ صوبہ کی اقتصادی حالت
سے ناواقف ہونے اور تعلیم یافتہ و انجام بیں نہ ہونے کی وجہ سے ہر طرف اور ہر صیغہ میں ہماری
دولت ضائع ہوتی رہی لیکن ہم نے اس امر کو محسوس ہی نہ کیا اور نہ کوئی اس کا انسداد کیا یعنی
ایک طرف تو ہم نے کچھ بچت نہ کی اور دوسری طرف دولت کو ضائع ہونے سے بھی نہ روکا
(۱) مثلاً شرح اموات کے زیادہ ہونے سے ہم اس دولت کے حاصل کرنے سے محروم رہے
جو وہ اشخاص کماتے اگر وہ زندہ رہتے اس شرح اموات کے زیادہ ہونے سے نہایت قابل ترین
ہستیوں کے بہت جلدی اور قبل از وقت لقمۂ اجل بن جانے سے اور نیز ایک ایسے ہی قابل اور
لائق اشخاص کی لمبی بیماری کی وجہ سے بھی دولت حاصل کرنے کے بہت سے مواقع ہاتھ
سے جاتے رہے جن کے کھونے سے واقعی بہت مالی نقصان ہوا۔
لیکن ہم ہیں کہ صحت کے اصولوں کو پس پشت ڈال کر اپنی جانوں کو آئے دن مصیبت
اور بیماری کے نرغے میں پھنسا دیتے ہیں حالانکہ انھیں اصول پر کاربند رہ کر یورپ کے لوگوں
نے اپنی عمروں میں کافی اضافہ کر لیا ہے اور یہ امر بھی ان کی دولتمندی کی بڑی وجہ ہے کیونکہ ان کے تعلیم

اور لائق آدمی زیادہ عمر تک زندہ رہ کر ملک کو ترقی میں بہت کچھ مدد دیتے ہوئے اپنی دولت بھی بڑھاتے ہیں۔

کاشتکاروں کی بیکاری

(۲) دوسرے ہمارے یہاں کاشت کا ایسا طریقہ ہے کہ کئی ماہ تک ہمارے ساں زمیندار لنگے رہتے ہیں اور اپنے قیمتی وقت کو ضایع کرتے رہتے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک اوسط درجہ کا زمیندار سال میں اوسطاً ایک سو پچاس دن سے زیادہ کام نہیں کرتا یعنی ۲۱۵ دن بیکار رہتا ہے حالانکہ جاپان اور جرمنی اور روس کے کاشتکار اپنے فالتو اور فارغ وقت میں ہر قسم کے کھلونے اور لکڑیوں کا سامان تیار کرتے رہتے ہیں اور انگلینڈ کے کاشتکار اپنے فالتو وقت میں شہد تیار کرتے ہیں مرغیاں پالتے ہیں اور میوہ جات کے درخت لگاتے ہیں اور ٹوکریاں بناتے ہیں۔

پیشے چھوڑ کر ملازمت کرنا

(۳) تیسرے یہ کہ ہمارے بازاروں میں اسّی فی صدی چھوٹے چھوٹے دوکاندار ایسے ہوتے ہیں جن کی فی الواقع ضرورت نہیں ہوتی وہ دوکاندار اگر دوکانداری چھوڑ کر اور زیادہ منفعت بخش کام کرلیویں تو ملک کی دولت میں زیادہ اضافہ ہو اور باقی کے دیگر بیس فی صدی دوکانداروں کو بھی کافی منافعہ کی صورت میں بچت ہو۔ اسی طرح سے ہمارے لائق اور تعلیم یافتہ اصحاب کوئی صنعت و حرفت کا کام کرنے یا اپنے آبائی پیشہ مثلاً زراعت کو ترقی دینے کی بجائے دس دس روپیہ کی ملازمت یا وکالت میں چلے جاتے ہیں جس سے ملک کو بہت نقصان ہو رہا ہے کیونکہ دوسری طرف ملک کو بنکوں صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت کے کام کے لیے قابل تعلیم یافتہ اصحاب نہیں ملتے اور ان پیشہ جات میں بہت ہی کم قابلیت بلکہ ان پڑھ لوگوں سے کام لینا پڑتا ہے حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ انھیں اچھی طرح نہیں چلا سکتے۔ نیز مالک زمین اپنے مزارع کو سرمایہ مہیا نہیں کرتا تاکہ وہ اس کی زمین سے زیادہ پیداوار حاصل کرکے خود زیادہ فائدہ اُٹھائے اور مالک کو بھی زیادہ فائدہ پہنچائے۔

مہاجنی لین دین

(۴) چوتھے ساہوکارہ لین دین کی وجہ سے ملک کو بہت سخت نقصان ہو رہا ہے جس کا اندازہ آٹھ اور بارہ کروڑ کے درمیان لگایا گیا ہے اگر یہ رقم بجائے چند ایک اصحاب کے پاس جانے کے تمام قوم کی طرف سے منفعت بخش اغراض پر صرف کی جاتی تو صوبہ بھر کی مالی حالت میں بہت اضافہ ہوسکتا تھا لیکن ساہوکاروں نے تقریباً پچاس یا ساٹھ کروڑ کی ایک گراں قدر رقم محض زمینداروں کے گلا گھونٹنے کے لیے ان کو دے رکھی ہے جس کے زیادہ حصہ کو زمیندار غیر منفعت بخش

اغراض پر صرف کرتے ہیں۔ اگر ہمارے لیڈر صاحبان ایک نصف صدی پہلے کسی ایسی تجویز سے ملک اور قوم کو اس قرضے سے نجات دلا دیتے یا نجات دلانے کا طریقہ ہی بتلا دیتے تو صوبہ کی یہ حالت نہ ہوتی گو ہندوستان کے دیگر صوبجات کی نسبت یہ صوبہ کم ہوکار ہے کے دست برد میں بہت زیادہ پھنسا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ اوسطاً ہر ایک گھروں کے لیے ایک ساہوکار ہے جن کی تعداد کا اندازہ ۴۰ ہزار تک کیا گیا ہے مگر یورپین ممالک سے کئی ایک ملک پچھتر سال پہلے اس سے بھی زیادہ بُری حالت میں تھے مگر وہاں کے لوگوں نے امداد باہمی کے ذریعہ ایک حد تک نجات حاصل کر لی ہے اور یہاں بھی محض امداد باہمی اور کوآپریشن کے ذریعہ سے کلی نجات حاصل ہوسکتی ہے۔

(۵) پانچویں اچھا بیج استعمال نہ کرنے سے بھی نقصان ہو رہا ہے اور نیز اجناس اور فصلوں کو مذہبی عقائد کی وجہ سے کیڑوں اور چوہوں وغیرہ سے بھی ہم نہیں بچاتے۔ کتّیں اور بندروں سے بھی کافی نقصان ہو رہا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ اچھی کھاد استعمال نہیں کرتے جس سے فصل کی پیداوار میں اضافہ ہو۔ انگلینڈ میں مالکان زمین اپنے مزارعان سے کئی صدیوں تک یہ شرط لکھوا لیا کرتے تھے کہ وہ تمام گوبر۔ گھاس۔ پھوس حتےٰ کہ پاخانوں کو بھی زمینوں میں ضرور بطور کھاد استعمال کریں گے اور یہ کہ کھاد کو بیچا نہیں کریں گے اور نہ کسی اور جگہ استعمال کریں گے۔ یہاں اس امر کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی جاتی اور بہترین کھاد سے اُپلوں کی شکل میں ایندھن کا کام لیا جاتا ہے۔

اچھے بیج اور حفاظت کی کمی

جاپان میں یہ کہا جاتا ہے کہ صفائی کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ صبح سویرے گرد و نواح کے زمیندار آکر تمام گلیوں کا کوڑا کرکٹ یہاں تک کہ گھروں کا پاخانہ بھی اُٹھا کر لے جاتے ہیں تاکہ اپنی زمینوں میں بطور کھاد استعمال کریں۔

(۶) چھٹے ہماری اراضی کا چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بکھرے ہوئے واقع ہونے سے بھی کافی مالی نقصان ہو رہا ہے جس کی وجہ سے ایک تعلیم یافتہ زمیندار کو اگر وہ اپنی عقل اور سرمایہ کا بہترین استعمال کرکے زراعت کو ترقی دینا چاہیئے تو اس کو بہت سی تکلیفوں اور نقصانوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً پنجاب میں رواج ہے کہ ایک سال ایک طرف کی زمین میں فصل بوئی جاتی ہے اور دوسری سال دوسری طرف۔ ایک طرف ضرور ایک سال خالی رہتی ہے اور اس خالی طرف کو گاؤں کے تمام لوگ بطور چراگاہ استعمال کرتے ہیں اگر اس خالی طرف

اراضی کی تقسیم و تشتت

کوئی زمیندار کوئی فصل بونا چاہے تو اُسے بہت گلہ وشکوہ کا نشانہ بننے کے علاوہ اس فصل کا نقصان بھی اُٹھانا پڑتا ہے۔

(۷) اس صوبہ کو زیادہ نقصان اس لیے پہونچ رہا ہے کہ ابھی تک زراعت کا طریقہ یہاں وہی رائج ہے جو ہزارہا سال پہلے استعمال ہوتا رہا ہے آج کے ترقی یافتہ اصول پر زراعت کو ترقی دینے کا خیال ہم میں پیدا ہی نہیں ہوا جہاں تک جیسا کہ انگریزی راج سے پہلے بے امنی و جنگ و جدال کے زمانہ میں جبکہ ریلوں اور دُخانی جہازوں کے چلنے کی وجہ سے تجارت کی ترقی میں اور مال کے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں جو سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں موجود نہ تھیں۔ لوگوں کا طریقہ تھا کہ صرف اتنی ہی فصل پیدا کرتے تھے جو محض ان کی اپنی چندماہ کی ضرورتوں کو کافی ہو۔ اب بھی لوگ عام طور پر اتنی پیداوار چاہتے ہیں جتنی ان کے کھانے کے لیے کافی ہو جائے یہ بہت کم کوشش کی جاتی ہے کہ اپنی ضروریات سے بھی زیادہ پیداوار حاصل کریں تاکہ اس کو دیگر ممالک میں فروخت کرکے اس صوبہ کی مالی حالت میں اضافہ کا باعث ہوں۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ ابھی تک یہاں کے لوگ بڑے رقبہ میں تھوڑی جنس کاشت کرنے کے طریقہ پر عامل ہیں۔ اور تھوڑے رقبہ میں قیمتی اور اور زیادہ جنس کاشت کرنے کا سلسلہ ابھی تک ان کے دماغوں تک پہونچا ہی نہیں ہے جس کی وجہ سے ہم زمین سے اتنا فائدہ نہیں اُٹھاتے جتنا کہ فائدہ پہونچا سکتی ہے دیگر یہ کہ ان پہاڑی علاقوں میں جہاں میوہ جات اور پھل بکثرت پیدا ہو سکتے ہیں وہاں صرف باجرہ یا مکئی پیدا کی جاتی ہے کیونکہ اس کا آباؤ اجداد سے رواج چلا آرہا ہے حالانکہ میوہ جات اور پھل کی پیداوار سے وہاں بہت زیادہ دولت کمائی جا سکتی ہے جو کہ صوبہ کی مالی حالت میں بہت کچھ اضافہ کا باعث ہوتی۔

آراضی کا پڑا رہنا | (۸) آٹھویں ہر جگہ بالعموم اور پہاڑی علاقوں میں بالخصوص زمین کا بہت سا حصہ بطور بنجر پڑا رہتا ہے جس کی نگرانی وغیرہ کچھ نہیں کی جاتی اور نہ اس کو چراگاہ اور جنگلات وغیرہ کے قابل بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی مدد سے وہ قابل کاشت زمین جس کو چراگاہ اور درخت لگانے کے لیے چھوڑا جاتا ہے کاشت میں آجاتی اس ذریعہ سے بھی صوبہ کو بہت مالی نقصان ہو رہا ہے۔

مویشیوں میں کثرت اموات | (۹) نویں ہمارے صوبہ میں مویشیوں کی شرح اموات بہت ہی زیادہ ہے اور

ہم لوگ ان کے بند کرنے کے طریقوں کی طرف توجہ نہیں کرتے حالانکہ اگر باقاعدہ علاج کیا جائے تو شرح اموات میں کافی کمی ہو سکتی ہے اور اچھی نسل کے سانڈ اور اچھی نسل کے مویشی رکھنے سے اعلیٰ نسل پیدا ہو سکتی ہے جو بلحاظ کام اور محنت اور دودھ وغیرہ کے صوبہ کی مالی حالت میں بہت زیادہ اضافہ کا باعث ہو سکتی ہے۔

خدا ہی نگرانی اور علاج کرانے سے ۱۹۳۰ء کے بعد آج تک مویشیوں کی تعداد میں ۹ لاکھ کا اضافہ ہوا ہے جس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صوبہ کی مالی حالت میں لامحالہ کتنے کروڑ کا اضافہ ہوا ہوگا مگر اس صوبہ کی وسعت اور زرخیزی کے مقابلہ میں مویشیوں کی تعداد میں یہ اضافہ فی الحال بالکل صفر کے برابر ہے۔

پیداوار معمولی

غذا غیر معمولی

(۱۰) دسویں جیسا کہ آپ نے مندرجہ بالا اسباب کو مدنظر رکھ کر دیکھ لیا ہوگا کہ پیداوار کے بڑھانے کی تو کوئی مزید کوشش نہیں کی جاتی لیکن دن بدن خوراک اعلیٰ سے اعلیٰ استعمال کی جا رہی ہے ایک طرف تو محبان وطن اور دیگر اصحاب صوبہ کی افلاس اور غربت پر نوحہ خوانی کر رہے ہیں اور اسے مفلسی اور غربت بتلاتے ہیں دوسری طرف وہی دن بدن نہایت قیمتی خوراک کھانے کی خود مثال پیش کر رہے ہیں اور ان کے دیگر مفلس اور غریب بھائی بھی اپنی وسعت اور آمدنی سے بڑھ کر ایسی قیمتی اور اعلیٰ خوراک جو یورپ کے کسی رئیس یا لارڈ کو بھی نصیب نہیں ہوتی ہوگی استعمال میں لاتے ہیں اس صوبہ میں گزشتہ بیس سال کے عرصہ سے گندم اور گھی بہت زیادہ استعمال ہو رہا ہے مثلاً جو لوگ پہلے گھی فروخت کیا کرتے تھے اب وہ اسے اپنے استعمال کے لیے رکھ لیتے ہیں اور جو لوگ پہلے مکئی یا جمرہ اور دال پر گزارہ کیا کرتے تھے اب گیہوں اور گوشت کے سوا کچھ نہیں کھاتے حالانکہ افلاس کی حالت بدستور سابق ہے اس کے مقابلہ میں دیگر بہت ہی دولتمند ممالک کی خوراک کا حال سنیں تو آپ خود ہی اندازہ کر لینگے کہ اعلیٰ اور قیمتی خوراک کھانے کی وجہ سے ہمیں کتنا مالی نقصان ہو رہا ہے ۱۹۱۴ء سے پہلے جرمنی میں گندم کی کاشت کی جاتی تھی اب ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۸ء کے درمیان گندم کو بالکل ترک کر دیا گیا اور صرف آلو کاشت کیے جاتے ہیں کیونکہ گندم ایک ایکڑ ۲۰ من پیدا ہوتا ہے اسی ایک ایکڑ میں آلو ۸۰ من پیدا ہو سکتے ہیں یعنی کم رقبہ میں بہت زیادہ مقدار میں پیدا ہوتے ہیں اور چونکہ گندم سے آلو سستے پڑتے ہیں اس لیے لوگوں نے آلو کھانے شروع کر دیئے۔

انگلینڈ میں کئی ایک نسلوں سے سوئر کا گوشت زیادہ استعمال ہوتا رہا اس لیئے نہیں کہ لوگ اُسے پسند کرتے تھے بلکہ اس لیے کہ وہ سستا ملتا تھا چونکہ سوئر کی نسل بہت زیادہ ترقی کرتی ہے اس لیئے وہ سستے داموں ہاتھ آجاتے ہیں اب انگلینڈ میں عام لوگ مکھن کی جگہ ناریل کا تیل جو جنوبی ہند سے جاتا ہی استعمال کرتے ہیں اور اٹلی کے عام لوگوں کی خوراک ہمارے چلیجا تو کی خوراک سے بھی بُری بتائی جاتی ہی۔ وہ اچھے گندم فروخت کر دیتے ہیں اور گھٹیا درجہ کے گندم خرید کرکے استعمال کرتے ہیں۔ امریکہ میں مکئی زیادہ استعمال کیجاتی ہی۔ اس لیے نہیں کہ وہ ان اجناس کو زیادہ پسند کرتے ہیں بلکہ اس لیے کہ ان سے زیادہ قیمتی خوراک یعنی گیہوں۔ مکھن اور مصالحجات کی روزانہ استعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ وہ زیادہ تر اس امر کا خیال رکھتے ہیں کہ ایسی چیز کھائی جاوے جو کم قیمت میں ہاتھ آجاوے اور منفعت بخش بھی کافی ہوئے اور قیمتی چیز کو وہ ہمیشہ فروخت کر دیتے ہیں اور وہ کھانے کے لیے ایسی چیز کاشت کرتے ہیں جو کم رقبہ میں کافی پیدا ہوسکے تاکہ باقی رقبہ زمین میں زیادہ قیمتی اجناس کاشت کرکے زیادہ مالی فائدہ اُٹھاویں لیکن اس صوبہ میں اس اصول پر کوئی کاربند نظر نہیں آتا۔ اگر اچھی خوراک کھانے کی خواہش کے ساتھ مالی حالت کو ترقی دینے کا بھی خیال رہتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا مگر یہاں خوراک کے معیار کو تو بڑھایا جارہا ہے۔ محض تفریح طبع کے لیے مگر آمدنی کے بڑھانے کی طرف توجہ نہیں کیجاتی۔

(۱۱) گیارھویں فضول مقدمات وغیرہ کی وجہ سے بھی صوبہ کو ہر سال بہت زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ سرمایہ کو ایسے فضول کاموں میں مثلاً شراب خوری قماربازی اور عیش پرستیوں میں خرچ کردیتے ہیں جس سے ملک کو سراسر نقصان ہی نقصان ہوتا ہی۔ اس کے علاوہ اگر کوئی آدمی ذرا سمجھدار ہوتا ہے تو وہ اپنے سرمایہ کو دفن کردیتا ہے یا زیور میں تبدیل کردیتا ہے لیکن وہ بھی کسی منفعت بخش کام پر اسے نہیں لگاتا جس سے اور زیادہ منافع اسے مل سکے اس طرح بھی صوبہ کی بہت سی دولت ضائع ہو رہی ہی۔

مقدمہ بازی اور عیش پرستی

چہارم سب سے آخری سبب صوبہ کے افلاس کا یہ ہی کہ تجارت ہمارے ہاتھ میں نہیں ہی اور یہ کہ اس صوبہ میں صنعت وحرفت کے بڑے بڑے کارخانے موجود نہیں ہیں جن کے نہ ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہی کہ ملک کچھ ایسا واقع ہوا ہی کہ سمندر سے دور ہی اور پھر بہت سے ایسے ذرائع معدوم ہیں جن کی وجہ سے صنعت اور حرفت میں

تجارت کا اپنے ہاتھ میں نہ ہونا

بہت زیادہ ترقی ہو سکے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ صوبہ کے لوگوں کے پاس بچت وکفایت پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے اور مالی نقصان کے مختلف ذرایع کو نہ روکنے کی وجہ سے اتنی دولت نہیں ہے کہ ایسے بڑے کارخانہ جات کو چلا سکیں جن کے نہ ہونے سے واقعی صوبہ ہذا کو کافی مالی خسارہ اٹھانا پڑتا ہے مثلاً اگر ہمیں گندم کی وہ قیمت یہاں پر مل جاتی جو انگلینڈ میں جاکر فروخت ہونے پر ملتی ہے تو واقعی ہمیں بہت بڑا مالی فائدہ ہوتا۔ موجودہ حالت میں گندم یہاں ہم سے سستے بھاؤ پر خرید لیا جاتا ہے اور انگلینڈ وغیرہ میں بہت مہنگے داموں پر فروخت ہوتا ہے اس لیے اگر تجارتی کاروبار ہمارے ہاتھ میں ہوتا تو یہ مالی فائدہ ہمارے ہی صوبہ میں رہتا۔

پنجم۔ آمد وخرچ کا تخمینہ اب میں مختصر طور پر آپ صاحبان کے سامنے صوبہ ہذا کی آمدنی وخرچ کا تخمینہ پیش کرتا ہوں جس سے آپ پر بخوبی روشن ہو جائے گا کہ ہمارے صوبہ کی اتنی بڑی آمدنی کس طرح ضایع اور برباد ہو رہی ہے۔ ایک اوسطاً اچھے سال میں زراعت کے پیداوار کے ذریعہ تخمیناً ایک ارب روپیہ کی آمدنی موجودہ نرخوں کے حساب سے ہوتی ہے اس میں سے ۱۲ کروڑ تو بطور سود وغیرہ ساہوکاروں کے گھر چلا جاتا ہے ۴ کروڑ کے قریب مقدمہ بازی پر ہر سال میں خرچ ہو جاتا ہے جس سے ملک کو نقصان ہی نقصان ہوتا ہے ۴ کروڑ مویشیوں کی اموات سے نقصان ہوتا ہے جو کہ بند کیا جا سکتا ہے علاوہ ۴۰ ہزار بنیوں کے سبب بننے کے بوجھ کے صوبہ ہذا کی زراعت کو دس لاکھ آدمیوں کی خوراک کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے جو معمولی تجارتی کاروبار سے پیٹ پالتے ہیں حالانکہ دس لاکھ نفوس کوئی اور زیادہ منفعت بخش کام کریں تو ملک کی خوشحالی میں اضافہ کا باعث ہوں۔ اسی طرح دو لاکھ آدمی چھوٹے چھوٹے دوکانداری کے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے بہت سے بہترین دماغ ضائع ہو رہے ہیں یہی لوگ تجارت اور صنعت اور حرفت کے کاروبار کو نہایت خوش اسلوبی سے چلا کر اس سے زیادہ کما سکتے ہیں جس قدر وہ اب کماتے ہیں۔

گزشتہ دس سال میں کپڑا فروخت کرنے والوں کی تعداد دوگنی ہو گئی ہے ان کے علاوہ ایک لاکھ اٹھاون ہزار آدمی زرگری کے کام سے پیٹ پالتے ہیں اگر ان میں سے ۳۲ ہزار آدمی بھی جوان سمجھے جاویں اور اگر وہ ایک روپیہ روزانہ بھی کما لے ہوں تو وہ

صوبہ کی آمدنی سے ایک سال میں ایک کروڑ روپیہ حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ انھیں کے وجود کی وجہ ہی کہ صوبہ کے بہترین سرمایہ کو زیورات جیسے غیر منفعت بخش کام پر لگا یا جاتا ہی جس کی وجہ سے صوبہ کو بہت زیادہ مالی نقصان ہو رہا ہی یہی سنار صنعت و حرفت کے اعلےٰ سے اعلیٰ اور مشکل سے مشکل کام میں اپنے ہنر کی وجہ سے بہت کامیاب ثابت ہوتے مگر موجودہ حالت میں وہ صوبہ کے افلاس میں اضافہ کا باعث ہو رہے ہیں غرضکہ ہر طرف سے نقصان ہی نقصان ہو رہا ہی، فہم اور فراست کو ضائع کیا جا رہا ہے ہنر بیجا طور پر استعمال ہو رہا ہے سرمایہ اور محنت کو بے ٹھکانے لگایا جا رہا ہی لیکن ان کے انسداد پر عملی کام اور پیش بندی کی بہت کم کوشش کی جاتی ہی۔

ششم علاج اب آپ قدرتاً یہ سوال کریں گے کہ صوبہ کے اس افلاس کا علاج کیا ہی یعنی کے ان مندرجہ بالا اسباب کا کس طرح سے انسداد کیا جا سکتا ہی ان جملہ اسباب کا صرف ایک واحد علاج ہی جس کو امرت دھارا کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہی اور جس کو میں آبحیات یا اکسیر اعظم کے نام سے پکارتا ہوں یعنی "کوآپریشن" یا "امداد باہمی" اس سے مراد یہ ہی کہ ملک کو امداد باہمی کے اصول پر تنظیم کیا جاوے جس کا مطلب یہ ہی کہ اس کو اس طرح تنظیم دی جاوے کہ سرمایہ عقل اور محنت تینوں کا بہترین استعمال کیا جا سکے اور صوبہ کی آمدنی کے تمام ذرائع کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا کر اس کی مالی حالت کو ترقی دیجا سکے دُنیا کے دیگر ممالک بھی ہماری طرح غربت اور افلاس کے گڑھے میں پھنسے ہوئے تھے ان کو اِسی امداد باہمی اور مدد ذاتی کی تنظیم نے اس غربت سے نجات دلائی ہمیں بھی ان کی پیروی کر کے اپنے آپ کو مالی اصلاح کے شاہراہ پر گامزن ہونا چاہیئے کفایت شعاری کی انجمنوں کے ذریعہ سے بچت اور پس انداز کے جذبے کو پیدا کرنا چاہیئے اور بچت سے سرمایہ کو جمع کر کے منفعت بخش اغراض پر لگایا جاوے تاکہ اس سے اور زیادہ منافعہ حاصل ہو اور دولت کے ضائع اور برباد ہونے کے تمام ذرائع کا انسداد انجمن ہائے امداد باہمی کے ذریعہ سے کیا جاوے (۱) مثلاً انجمن ہا امداد قرضہ۔ (۲) انجمن ہا بہم رسانی (۳) انجمن ہائے اصلاح رسومات۔ (۴) انجمن ہائے خرید و فروخت (۵) انجمن ہائے استمال آراضی (۶) انجمن ہائے ثالثی۔ (۷) انجمن ہائے لازمی تعلیم اور تعلیم بالغان۔ (۸) انجمن ہائے ترقی نسل مویشیان (۹) انجمن ہا صفائی کُل اور انجمن ہائے چلانا اِن وغیرہ وغیرہ جاری کیجاویں اور ان کے ذریعہ سے صوبہ ہذا کے افلاس کے

تمام اسباب کا انسداد کیا جاوے تب جاکر یہ ملک دیگر ممالک کی طرح فارغ البال اور آسودہ حال ہو سکے گا اور موجودہ افلاس اور غربت سے نجات حاصل کر سکے گا۔

۲۰

روپیہ کمانے کا راز

(جو امریکہ کے مشہور دولتمند کی تحریر سے ترجمہ کیا گیا)

امریکہ میں جہاں آبادی کم اور اراضی بکثرت ہی تندرست آدمی کے لیے روپیہ کما لینا چنداں دشوار نہیں ہی۔ اس نئے میدان میں حصول کامیابی کے لیئے اس قدر راہیں کھلی ہوئی ہیں کہ ہر شخص جو کسی معزز پیشہ کو اختیار کرنا چاہے اُس کو معقول معاوضہ کا کام مل سکتا ہی جو لوگ کہ آزاد پیشہ اختیار کرنے کے خواہاں ہوں اُن کو عزم بالجزم کر کے ایسے ہی مناسب وسائل اختیار کرنے چاہئیں جیسے کہ وہ دیگر کاموں کے لیے اختیار کیا کرتے ہیں۔ اس طرح اُن کا دلی مقصد ضرور حاصل ہو جائے گا۔ لیکن روپیہ کمانا خواہ کیسا ہی آسان کیوں نہ معلوم ہو۔

روپیہ کی حفاظت

روپیہ کی حفاظت کفایت شعاری سے — مگر اس میں مطلق شک نہیں ہی کہ دنیا میں سب سے مشکل کام روپیہ کی حفاظت کرنا ہی غالباً ناظرین میری اس رائے سے اتفاق کریں گے۔ ڈاکٹر فرینکلن کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہی کہ "حصول دولت کی سڑک ایسی ہی صاف ہی جیسی کہ کسی مل تک پہونچنے کی سڑک ہوتی ہی"۔ روپیہ کی حفاظت کا یہ سادہ اصول ہی کہ آمدنی سے خرچ کم کیا جائے۔ مسٹر ڈکنس فرماتے ہیں کہ جس شخص کی آمدنی بیس پونڈ سالانہ اور خرچ بیس پونڈ چھ پنس سالانہ ہی وہ نہایت بدبخت ہی لیکن جسکی آمدنی بیس پونڈ اور اس کے مصارف ۱۹ پونڈ چھ پنس سالانہ ہیں وہ نہایت خوش نصیب آدمی ہی" اس مقولہ کو سن کر اکثر ناظرین فرمائیں گے کہ ہم اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ اس کا نام کفایت شعاری ہی اور ہم کو معلوم ہی کہ کفایت شعاری ہی دولت ہی۔ ہم کو معلوم ہی کہ روٹی کھانا اور روٹی بچانا ایک ساتھ ممکن نہیں مگر میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ کو سمجھنے میں غلطی کرنے سے زیادہ تر ناکامی حاصل ہوا کرتی ہی۔ حق بات یہ ہی کہ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہی کہ ہم کفایت شعاری کو جانتے ہیں لیکن فی الحقیقت وہ اس کو سمجھتے ہی نہیں۔

اصول کفایت شعاری — بعض لوگ مدت العمر غلطی میں مبتلا رہتے ہیں اور اس امر سے واقف ہی نہیں ہوتے کہ حقیقی کفایت شعاری کس اصول کا نام ہی۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہی

کہ جس قدر میری آمدنی ہے اسی قدر میرے پڑوسی کی ہے لیکن سال کے آخر میں وہ کچھ رقم پس انداز کر لیتا ہے اور میں مقروض ہو جاتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟ کفایت شعاری سے تو میں بخوبی واقف ہوں۔ اس کا خیال ہے کہ وہ کفایت شعاری کرتا ہے لیکن فی الحقیقت وہ کفایت شعاری کو جانتا ہی نہیں بعض لوگ جلی ہوئی موم بتیوں کے ٹکڑے جمع کرنا یا دھوبی کے بل میں دو ایک آنہ کم کر دینا یا اس قسم کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں خفیف سی کمی کرنے ہی کو کفایت شعاری کہتے ہیں۔ اس معاملہ میں غلطی یہ ہے کہ یہ لوگ صرف ایک معاملہ میں بخل سے کام لیتے ہیں وہ ۲ روپے بچانے کی بجائے صرف آدھ آنہ بچا لیتے ہیں اور پھر اس خفیف سی کفایت شعاری کرنے سے ان کو یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ بہت کچھ فضول خرچی کر سکتے ہیں چند سال پیشتر جبکہ مٹی کا تیل رائج نہیں ہوا تھا اگر آپ کسی کسان کے یہاں مہمان ہوتے تو کھانا تو نہایت عمدہ آپ کو ملتا لیکن اگر آپ رات کے وقت کچھ پڑھنا چاہتے تو قطعی ناممکن تھا کیونکہ اس کے سارے گھر میں صرف ایک موم بتی جلتی تھی۔ اور اس وقت کو دیکھ کر صاحب خانہ آپ سے کہتی کہ یہاں پر رات کے وقت کچھ پڑھنا بہت مشکل ہے کیونکہ اگر آپ دو بتیاں جلانا چاہتے ہیں تو ساحل پر جا کر کسی جہاز پر سوار ہو جائیے وہاں پر البتہ دو بتیوں کی روشنی آپ کو مل جائے گی۔ ہم دوسری بتی صرف خاص خاص موقعوں پر جلایا کرتے ہیں" یہ خاص موقع سال میں دو ہوا کرتے تھے۔ اس طور پر صاحب خانہ سال بھر میں دس پانچ ڈالر بچا لیتی تھی لیکن کافی روشنی نہ ہونے سے جو نقصان ہوتا تھا وہ ایک تن وزنی موم بتیوں کی قیمت سے بھی زیادہ تھا۔

لیکن مصیبت کا خاتمہ یہیں نہیں ہوتا۔ موم بتی میں کفایت شعاری کر کے اس کو یہ خیال پیدا ہو جاتا تھا کہ میں اس قدر کفایت شعار بن گئی ہوں اور میں اتنا روپیہ بچا لیتی ہوں کہ سال میں کئی بار دیہات کو تفریح کے لیے جا سکتی ہوں اور اپنے لیے تیس ڈالر کی بیش قیمت چین بیل وغیرہ خرید سکتی ہوں جن کی فی الحقیقت اس کو چنداں ضرورت نہ تھی

کفایت شعاری میں تاجروں کی غلطی

اس قسم کی غلط کفایت شعاری اکثر تاجروں میں پائی جاتی ہے وہ خط لکھنے کے کاغذ میں بڑے بخل سے کام لیتے ہیں۔ آپ نے بہت سے تاجروں کو دیکھا ہوگا کہ وہ بڑی احتیاط سے پرانے لفافے اور بوسیدہ کاغذوں کے ٹکڑے وغیرہ جمع کرتے ہیں اور ان ہی کو خط لکھنے کے کام میں لاتے ہیں وہ ہرگز نیا کاغذ خط لکھنے

یں استعمال نہیں کرتے۔ اس طور پر وہ سال بھر میں دس پانچ ڈالر بچا لیتے ہیں لیکن صرف کاغذ میں کفایت شعاری کرنے سے اِن کو یہ خیال پیدا ہو جاتا ہی کہ ہم نے کفایت شعاری ایسے اس قدر دولت جمع کر لی ہی کہ ہم اپنا وقت سیر و تفریح میں ضائع کر سکتے ہیں۔ پُر تکلف دعوتیں دے سکتے ہیں اور ہوا خوری کے لیے گاڑی رکھ سکتے ہیں۔

اِس قسم کی کفایت شعاری پُرا شرفیاں لُٹیں اور کوئلوں پر مُہر کی مثل صادق آتی ہی۔ اس قسم کے بخل پر عمل کرنے سے میں نے کسی شخص کو دنیا میں کامیاب ہوتے نہیں دیکھا ہی۔

حقیقی کفایت شعاری حقیقی کفایت شعاری یہ ہی کہ ہمیشہ اپنے خرچ سے اپنی آمدنی بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ بہت روز تک میلے کچیلے اور بوسیدہ کپڑے پہننے کی چنداں ضرورت نہیں البتہ اگر ضرورت ہو تو سادہ لباس استعمال کرو۔ پرانے کپڑوں کی درستی کرو اور دستانے استعمال کرنا مجبوری دو تا کہ ہر حالت میں تمہاری آمدنی تمہارے مصارف سے زیادہ رہے کسی نفع آور کام میں چند روپئے لگا دینے سے وہ رقم برابر بڑھتی رہے گی اور اس کا نتیجہ حسب مراد بر آمد ہوگا اس قسم کی کفایت شعاری کو درجہ تکمیل تک پہونچانے کے لیئے غالبًا تربیت کی ضرورت ہی لیکن اس اصول پر کاربند ہونے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ سوچ سمجھ کر بچانا بلا سوچے خرچ کر دینے سے کہیں بہتر اور نتیجہ خیز ہی۔ ہمارے تجربہ کی رو سے یہ اصول فضول خرچی اور غلط کفایت شعاری کا زبردست اور موثر علاج ہی اگر تم کو معلوم ہو کہ سال کے آخر میں ہمارے پاس کچھ نہیں بچا باوجود اس کے کہ آمدنی معقول رہی تو میں تم کو یہ صلاح دیتا ہوں کہ ایک نوٹ بک بنا کر تم اپنے خرچ کا روزانہ حساب لکھو اور پھر روزانہ یا ہفتہ وار اپنے خرچ کو دو مدوں میں تقسیم کر دو۔

ضروریات و تکلفات اوّل ضروریات دوسرے تکلفات تو چند ہی روز بعد تم کو خود معلوم ہو جائے گا کہ تکلفات کی مد ضروریات کی مد سے کئی گنا زیادہ ہی حقیقی آرام کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لیئے ہماری آمدنی کا ایک خفیف جزو کافی ہو سکتا ہی۔ مسٹر فرینکلن فرماتے ہیں کہ "خود ہماری آنکھیں نہیں بلکہ دوسروں کی آنکھیں ہم سب کی تباہی کا موجب ہیں۔ اگر ساری دُنیا بجز میرے اندھی ہوتی تو نفیس لباس اور فرنیچر کی مجھکو ہرگز ضرورت نہ ہوتی اکثر خاندان صرف اس وجہ سے تباہ اور برباد ہو جاتے ہیں کہ ان کو یہ خیال دامنگیر رہتا ہی کہ اگر ہم اس قسم کے اخراجات نہ کریں گے تو فلاں اشخاص ہماری بابت کیا کہیں گے۔

بہت سے اصحاب اپنی فضول خرچی کے ثبوت میں یہ مقدمہ پیش کرتے ہیں کہ

آزادی اور مساوات

"ہم سب آزاد اور مساوی ہیں" لیکن یہ مقولہ ان معنوں میں بالکل غلط ہے۔ کسی کارآمد شے کو مفت حاصل کرنے کا نام کفایت شعاری نہیں ہے کیونکہ اس طرح آپ اُس شخص کو اس کے استعمال سے محروم کر دیں گے جس نے اپنی محنت کوشش اور صرف سے اس کو حاصل کیا ہے۔

یہ قول کہ "ہم پیدائشاً آزاد اور مساوی ہیں" ایک اعتبار سے نہایت شاندار ہے۔ مگر ہم سب نہ تو یکساں دولت مند پیدا ہوتے ہیں اور نہ یکساں امیر ہو سکتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص کی آمدنی پچاس ہزار روپیہ سالانہ کی ہے اور میری سالانہ آمدنی صرف ایک ہزار روپیہ ہے اور مجھ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ایک زمانہ میں وہ شخص بھی مثل میرے ایک غریب آدمی تھا۔ اب وہ امیر ہے اور وہ اپنے کو مجھ سے بہتر خیال کرتا ہے لیکن میں اس کو ثابت کرکے دکھا سکتا ہوں کہ میں بھی مثل اُس کے ایک نیک آدمی ہوں اُس کے پاس گھوڑا اور گاڑی ہے اگر میں چاہوں تو میں گھوڑا اور گاڑی نہیں خرید سکتا لیکن میں گھوڑا گاڑی کرایہ پر لے سکتا ہوں اور اُس کی طرح اُس سڑک پر ہوا خوری کے لیے جا سکتا ہوں جس پر کہ وہ جاتا ہے۔

ای میرے دوست آپ کو اس قسم کی تکلیف اُٹھانے کی چنداں ضرورت نہیں آپ اُس جیسا برتاؤ کرکے باسانی یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ مثل اُس کے ایک نیک آدمی ہیں لیکن آپ کسی شخص کو یہ باور نہیں کرا سکتے کہ آپ اس کی برابر دولت مند بھی ہیں لیکن اگر آپ کے اس قسم کے خیالات بھی ہوں گے اور آپ اپنا وقت اور روپیہ اپنے کو ایک دولت مند شخص ثابت کرنے کے لیے ضایع کریں گے تو آپ کی بیوی کو گھر میں سخت مصیبت برداشت کرنی ہوگی اور آپ کے اس ظاہری ٹھاٹھ سے بھی کوئی شخص اس دھوکہ میں نہ پڑے گا کہ فی الحقیقت آپ امیر آدمی ہیں۔ ممکن ہے کہ مسز اسمتھ یہ کہے کہ میری پڑوسن کی شادی ایک امیر شخص جانسن سے ہو گئی جیسا کہ سُنا گیا ہے جس کو اس کے شوہر نے ایک ہزار روپیہ کی شال لاکر اُڑھا دی یہ دیکھ کر مسز اسمتھ نے بھی اپنے شوہر سے فرمایش کی کہ میرے لیے ایک نقلی شال ہی لا دو تاکہ گرجا میں اپنی پڑوسن کے پاس میں اس شال کو اوڑھ کر بیٹھوں اور ثابت کر دوں کہ میں اس کی برابر امیر ہوں کیونکہ میرے پاس بھی ویسی ہی شال موجود ہے۔

جس عورت کے اس قسم کے خیالات ہوں تو اپنے اس غرور اور حرص کے باعث وہ دنیا میں کسی قسم کی عزت نہیں حاصل کر سکتی۔ اس ملک میں جہاں پر کہ عوام کی حکومت ہونی چاہیئے ہم فیشن میں اس اصول سے چشم پوشی کر لیتے ہیں اور مٹھی بھر لوگوں کو جو اپنے کو امرا کہتے ہیں۔ ہم خود یہ موقعہ دیتے ہیں کہ وہ ایک غلط معیار زندگی قرار دیدیں اور پھر ہم اس معیار تک پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی بدولت ہم اپنے کو ہمیشہ افلاس کی حالت میں رکھتے ہیں اور اپنی ظاہری شکل و صورت اُن جیسی بنانے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔

بیش بہا اصول یہ اصول کیسا بیش بہا ہے کہ ہم خرچ کرنے میں ہمیشہ اپنی آمدنی کا لحاظ رکھیں اور غیر معمولی ضروریات کے لیے کچھ نہ کچھ پس انداز کرتے رہیں۔ معقول خرچ لوگوں کو اپنی آمدنی اور خرچ کے متعلق ایسی ہی سمجھ سے کام لینا چاہیئے جیسا کہ وہ دیگر امور میں لیتے ہیں جیسے اسباب ہوں گے اُن کے ویسے ہی نتائج برآمد ہوں گے۔ افلاس کی سڑک پر چلنے سے آپ دولتمندی کی منزل پر نہیں پہونچ سکتے۔ یہ بات سمجھانے کے لیے کسی پیغمبر کی ضرورت نہیں ہے کہ جو لوگ اپنی آمدنی اور خرچ ہمیشہ مساوی رکھتے ہیں اور دنیا کے حوادث کا کچھ بھی لحاظ نہیں کرتے اور نہ ان کے لیے کوئی رقم پس انداز کرتے ہیں اُن کو مالی آزادی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جو عورتیں یا مرد اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں ابتدا میں اُن کو سخت تکلیف محسوس ہوگی اگر وہ اپنے فضول مصارف میں کمی کرنے کی غرض سے چھوٹے مکان میں رہیں۔ گھر میں معمولی فرنیچر رکھیں۔ اپنے احباب کا دائرہ مختصر کر دیں۔ معمولی لباس پہنیں۔ معدودے چند نوکر رکھیں رقص و سرود کے جلسوں میں جانے اور سیر و تفریح میں کمی کر دیں۔ سگار نوشی میں کفایت سے کام لیں الغرض اسی قسم کی جملہ فضول خرچیوں میں معتدبہ کمی کر دیں لیکن اگر وہ اس پر عمل کریں گے تو وہ کچھ نہ کچھ ضرور پس انداز کر لیں گے اور اگر وہ رقم کسی نفع آور کام میں لگا دی جائے گی تو ان کو یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوگی کہ ان کی رقم میں برابر اضافہ ہو رہا ہے اس سے نہ صرف اُن کو حقیقی مسرت اور طمانیت حاصل ہوگی بلکہ اس طرح ان میں کفایت شعاری کی عادت پیدا ہو جائے گی۔

سادہ زندگی تکلف کی زندگی سے بہتر ہے پورانے کپڑے چند روز اور پہنے جا سکتے ہیں۔ سادہ پانی بہ نسبت شراب کے زیادہ خوش گوار اور مزیدار ہوتا ہے۔ تازہ پانی سے غسل کرنا اور قدرے **پیدل ٹہلنا** گھوڑے گاڑی میں سوار ہونے سے کہیں زیادہ مفید اور خوش گوار ہوتا ہے۔

اپنے گھر میں بات چیت کرنا گھر والوں کو پُر لطف قصے پڑھ کر سُنانا یا آنکھ مچولی اپنے گھر میں
کھیلنا پچاس ہزار روپیہ کی پُر تکلف دعوت کی شرکت سے کہیں زیادہ مسرت انگیز ہو سکتا
ہے۔ اگر ان کے مصارف کے فرق کو سوچا جائے اور اس فرق کی مسرت کا لطف صرف
وہی لوگ اُٹھا سکتے ہیں جو روپیہ بچانے کی خوبی اور اس کی خوشی سے واقف ہوتے ہیں
جن لوگوں کے پاس نہایت آرام کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لیے کافی دولت ہوتی
ہے لیکن ایسے ہزاروں آدمی جو اعلیٰ پیمانہ پہ زندگی بسر کرنا اپنا اصول قرار دے لیتے ہیں
مدت العمر غریب رہتے ہیں یا بالآخر مفلسی کے پنجہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ بہت سے
گھرانے ۲ ہزار روپیہ اور بعض اس سے بھی زیادہ صرف کرتے ہیں یہ بات ان کی سمجھ
ہی میں نہیں آتی کہ اس سے کم میں بسر ہو سکتی ہے حالانکہ صرف ایک ہزار روپیہ سالانہ کے
صرفہ میں بھی نہایت آرام اور لطف کے ساتھ زندگی بسر ہو سکتی ہے۔ دولت مندی
اور بالخصوص اتفاقیہ ہاتھ آئی ہوئی دولت بہ نسبت افلاس کے کہیں زیادہ سخت
آزمایش کی شے ہے ایک پرانی مثل ہے کہ "مال حرام بود بجائے حرام رفت"

حرص و نخوت | نخوت اور حرص کے جراثیم جب کسی شخص میں پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ اس کی ساری دولت کو گھن لگا دیتے ہیں۔ اکثر لوگ جب مرفہ الحال ہونے لگتے ہیں تو فوراً ہی وہ اپنے مصارف بڑھا دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چند ہی روز میں ان کے اخراجات اُن کی آمدنی کو ہضم کر جاتے ہیں اور اپنی ظاہری حیثیت بدستور قائم رکھنے کے احمقانہ ہوس میں وہ بالکل تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

ایک مسہری وبالِ دولت ہو گئی | میں نے ایک امیر آدمی سے سُنا کہ جب وہ امیر ہونے لگا تو اس کی بیوی نے ایک نفیس مسہری کی فرمایش کی جس کی تیاری میں تین ہزار ڈالر صرف ہوئے۔ اس مسہری کی مناسبت سے گھر میں نفیس کرسیاں میزیں اور قالین وغیرہ خریدنے کی ضرورت لاحق ہو گئی اور بالآخر فرنیچر کے لیے وہ مکان بہت تنگ معلوم ہونے لگا اور ایک جدید عالیشان کوٹھی بنوانے کی ضرورت محسوس ہوئی الغرض صرف اس ایک مسہری کی موزونیت کی بدولت تیس ہزار اور صرف ہو گئے اور عالیشان کوٹھی بنوا لینے سے ملازمان کی تعداد میں بھی بہت اضافہ کرنا پڑا اور اس کی بدولت دو ہزار روپیہ سالانہ کا خرچ بڑھ گیا حالانکہ دس سال پیشتر ہم صرف چند سو صرف کر کے

آرام سے زندگی بسر کرتے تھے حقیقت الامر یہ ہے کہ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ میرا بہت جلد دوالہ نکل جاتا لیکن اتفاقیہ دولت ہاتھ لگ جانے سے میں اس مصیبت سے بچ گیا علاوہ بریں اپنے مصارف میں کمی کرنے کی قدرتی خواہش مجھ میں پیدا ہو گئی اور اس نے بھی مجھ کو بڑی حد تک تباہی سے بچا لیا۔"

خوابِ غفلت سے چونکانیوالی

زندہ مثالیں

مہاجنی بل | میر مقبول محمود صاحب بیرسٹر ایٹ لا امرتسر نے دو سال ہوئے پنجاب کی کونسل میں ایک مسودہ قانون پیش کیا تھا جس کا منشا یہ تھا کہ غریب کاشتکاروں کو مہاجنوں کی دستبرد سے بچایا جائے اور انھیں مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے حسابات باقاعدہ رکھیں۔ مگر پنجاب کے مہاجنوں نے اس کو ہندو مسلمانوں کا مسئلہ بناکر اس کی خوب خوب مخالفتیں کیں۔ گورنمنٹ نے ایک سب کمیٹی مقرر کرکے اُس کے سپرد یہ مسئلہ کر دیا جس کی تجویزات بالآخر کونسل میں پیش ہوئیں اور سخت بحث مباحثوں کے بعد بالآخر کثرت رائے سے پاس ہوگئیں۔ اس قانون کی تائید میں بہت سے ہندو ممبروں نے بھی ووٹ دیئے۔ اس قانون کی رو سے تھوڑے روپیہ کا لین دین کرنے والوں کو بھی حساب کتاب باقاعدہ رکھنا ہوگا ورنہ سود تو درکنار انھیں اصل میں سے بھی کچھ کم ملے گا۔

گداگری کا بل | میر مقبول محمود صاحب ایک اور مسودہ قانون کونسل میں پیش کر رہے ہیں جس کی رو سے گداگری کے متعلق قواعد بنائے جائیں اور کوشش کی جائے گی کہ صرف مستحق لوگوں کو خیرات ملے اور تندرست پیشہ ور گداگروں کو دوسرے طریقوں سے کسب معاش پر مجبور کیا جائے۔

عربی بینک | اخبار "فتی العرب" کے حوالہ سے یہ خبر اخبارات میں گشت کر رہی ہے کہ اعلیٰحضرت ملک الحجاز و سلطان نجد نے امیر حبیب لطف اللہ کو جدہ میں ایک بنک جاری کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اس بنک کا نام "حجاز عربی بنک" ہے اس بنک کی عملی بنیاد پڑ گئی ہے جدہ میں اصل بنک ہے اور اس کی شاخیں پورٹ سعید، سوڈان، اور قاہرہ میں قائم کی جائیں گی۔ بینک نے اپنا اور اپنی شاخوں کا پراسپکٹس اور اصل سرمایہ شائع کر دیا ہے تاکہ حاجیوں کو لین دین کرنے میں آسانی ہو۔

روپیہ کی طاقت۔ ہمعصر "مشرق" گورکھپور نے اس عنوان سے حسب ذیل نوٹ دیا ہے:

وک روپیہ کی طاقت کے قائل نہیں ہیں وہ یا تو احمق ہیں یا انتہا درجے کے خدا پرست
ں۔ دوسری صورت میں وہ قابل پرستش ہیں مگر زیادہ تر دنیا میں اول ہی درجے
ے ہیں۔

ن کو معلوم ہے کہ جنگ عظیم میں روس وجرمن اور فرانس کے کروروں سپاہی کٹ گئے
رشیر انگلستان کے صرف پونے پانچ لاکھ مقتول و مجروح تھے یہ صرف روپیہ کی طاقت
تھی جس نے تمام دول کو حیران کر دیا۔

حال ہی میں غازی محمد ابن عبد الکریم کو دو سال کی سخت جنگ کے بعد فرانس نے
روپیہ سے شکست دی ہے کہ تمام قبائل اُن سے الگ ہو گئے۔

ہندوستان میں روپیہ کی طاقت سے عدالتوں میں جس طرح زبردست فائدہ اُٹھاتے
ہیں زیردست منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ کسی دل جلے نے خوب کہا ہے ؎

ای زر تو خدا نۂ و لیکن بخدا
ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

مگر سوال یہ ہے کہ "روپیہ کی طاقت" کس طرح پیدا ہوتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے
کہ "روپیہ کے کاروبار" سے "بینک قایم کرنے" سے جن پر تجارت و صنعت کا انحصا
ہے۔ اس وقت لاکھوں مسلمان تجارت و صنعت میں مصروف ہیں مگر "روپیہ کا کاروبا
نہ کرنے اور "بینکوں میں" شرکت نہ کرنے سے محض سرمایہ داروں کے غلاموں کی حیثیت
رکھتے ہیں۔

آگرہ میں مسلمان کاریگروں کی حالت

چنانچہ اخبار "دربار" آگرہ نے وہاں کے کاریگروں کا حال حسب ذیل الفاظ میں لکھا ہے۔

"یہاں خرادیوں کا اوسط آمدنی آٹھ نو آنہ یومیہ ہے مگر سود خوار دوکانداروں کے دام میں گرفتار ہیں۔ چالیس پچاس روپیہ پیشگی سود پہ لے لیا۔ جان چھٹنی مشکل ہو گئی۔ روزانہ سامان بنا کر لاتے ہیں۔ سُنا ہے کہ اس کی قیمت میں روزانہ سود وضع ہوتا ہے۔ اس صورت میں صرف چھ آنے یومیہ بچت ہوتی ہے اسی میں وہ اپنی گزر کرتے ہیں۔ اس کام میں ہندو دوکاندار مالا مال ہو گئے۔ کاریگر کنگال بنے ہوئے ہیں"۔

اس حالت سے نکلنے کا علاج بجز اس کے نہیں کہ مسلمان کوآپریٹو بینک قایم کریں اور خود سود بیہ کا کاروبار کریں۔

دہلی میں صنعتی امداد کا تجربہ

گزشتہ مئی میں دہلی میں کاریگروں کی بہبودی کے لیے لوہاران فن کی کمیٹی کا ایک جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں سردار مہتاب سنگھ صنعتی انسپکٹر کی اسکیم پیش ہوئی تھی۔ اس کمیٹی نے یہ طے کیا ہے کہ کوئن گارڈن (ملکہ کے باغ) میں کپڑا بننے کی کلوں کا ایک کارخانہ قایم کیا جائے جس میں اوسط درجہ کے لوگ اپنا فاضل وقت صرف کرکے اس کام کو سیکھ سکیں۔ اس کے لیے برلا مل کے کارپردازوں نے مشینیں دینے کا اور ٹرمیوے کمپنی نے ارزاں شرح پر بجلی دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس کا تجربہ چند ماہ تک کیا جائے تاکہ لوگوں کی رغبت کا اندازہ ہو جائے۔ امید ہے کہ ناظرین سودمند میں سے جو دہلی میں مقیم ہیں اس اسکیم سے فائدہ اُٹھانے کی طرف اپنے بھائیوں کو متوجہ کریں گے۔

ضروری اعلان

نمبر ۱۔ رسالہ جواز سود معہ فتاوی کے لیے فرمایش کے ساتھ ٭ ارکا ٹکٹ بھیجنا ضروری ہے۔

نمبر ۲۔ رسالہ مالی اصلاح کے لیے فرمایش کے ساتھ ٭ ارکا ٹکٹ بھیجنا ضروری ہے۔

نمبر ۳۔ مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل ختم ہو گیا اب طبع ہوگا تو سودمند کے ذریعہ سے مع قیمت انشاءاللہ اطلاع ہو جائے گی۔

نمبر ۴۔ سرمایہ داروں کی غلامی اور مسلمان۔ یہ رسالہ بھی ختم ہو گیا آئندہ طبع ہونے کی اطلاع مع قیمت سودمند کے ذریعہ سے شائع کی جائے گی۔

نمبر ۵۔ رسالہ کشف الغطاء عن وجہ الربا۔ علیحدہ چھپکر تیار ہو گیا اور اس کی مقبولیت سے اُمید ہے کہ عنقریب ختم ہو جائے گا جو صاحب خریدنا چاہیں جلد فرمایش بھیجیں ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ قیمت علاوہ محصولڈاک فی نسخہ چار آنے اور ۲۵ نسخوں کی یکمشت قیمت عہ ۔ دفتر سودمند بدایوں سے منگا لیجیے۔

نمبر ۶ سودمند اور اس کے متعلق رسالوں کے لیے ایجنٹوں کی ضرورت ہے پچیس روپیہ سیکڑہ کمیشن منہا کرنے کے بعد قیمت پیشگی لی جائے گی۔ بقیہ امور خط کتابت سے طے ہو سکتے ہیں۔

مسلمانوں کو ارتداد سے بچانے کا طریقہ

(نوشتہ سید طفیل احمد ولایت منزل علیگڑھ)

مسلمانوں کو اب اپنی اقتصادی کمزوری کا احساس ہونے لگا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد عرفان صاحب نے گزشتہ خلافت کانفرنس کے اجلاس دہلی میں صاف الفاظ میں فرمایا کہ "مسلمانوں پر اس وقت اندرونی اور بیرونی مصیبتیں نازل ہیں، دونوں مصیبتوں کا باعث افلاس اور مسرفانہ زندگی ہے جب سوامی شردھانند نے شدھی کا علم بلند کیا اور میں حلقہ ارتداد میں گیا تو سب نے کہا کہ ہم کیا کریں غریب ہیں، مفلس ہیں، مجبور ہیں، اگر آج روپیہ ہو تو وہ سب مسلمان ہو سکتے ہیں۔ آپ اگر ٹھنڈے دل سے ٹھوس کاموں کی طرف متوجہ ہو جائیں تو مسلمان کہیں سے کہیں پہونچ سکتے ہیں مگر ان کے افلاس نے ان کی یہ حالت کر دی ہے کہ اگر کوئی امریکن مشنری دس کروڑ روپیہ لے کر عرب پہونچ جائے تو جاہل بدو سب مرتد ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں کی دکھتی رگ یہی ہے۔ اس کماری سے لیکر کشمیر تک ہر جگہ فسادات کے موقعہ پر روپیہ ہی کا سوال ہے اس لئے مسلمانوں کا اہم اور اقدم فرض یہ ہے کہ اسراف سے بچیں اور فضول رسموں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں"

اسی طرح اخبارات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عام طور پر اس امر کو محسوس کر رہے ہیں کہ ہندو مسلم تنازعات میں اگر وہ کسی جگہ مار پیٹ میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں تو افلاس کی وجہ سے مقدمات کی پیروی نہیں کر سکتے اور سزائیں پاتے ہیں ان حالات میں مسلمانوں کا عام میلان تجارت وصنعت اختیار کرنے کی طرف ہو رہا ہے تاکہ خوش حال بنیں۔ چنانچہ گزشتہ خلافت کانفرنس دہلی میں بھی اسی قبیل کی چند تجاویز پاس ہوئی ہیں جن پر عمل کرنے سے مسلمان تجارت و کاروبار اختیار کریں مگر واقعہ یہ ہے کہ بالخصوص صنعت و حرفت میں مسلمانوں کی تعداد اپنی نسبتی مردم شماری سے پہلے ہی بہت زیادہ ہے۔ مثلاً صوبہ متحدہ میں مسلمانوں کی آبادی ۱۴ فی صدی ہے مگر صنعت و حرفت میں ۴۲ فی صدی یعنی تین گونہ سے زیادہ ہے۔ پنجاب میں مسلمانوں کی عام حالت ہر طرح اچھی سمجھی جاتی ہے مگر وہاں بھی

مسلمانوں کی صنعت سے دیگر اقوام کے سرمایہ دار نفع اٹھاتے ہیں مثلاً پنجاب میں ہندو مسلمانوں کی تعداد تقریباً مساوی ہونے کے باوجود وہاں

(الف) مسلمان لوہاروں کی تعداد دیگر اقوام سے دوگنی مگر لوہا بیچنے والوں کی تعداد ½ ہے

(ب) مسلمان کپڑا بننے والوں " " " مگر کپڑا بیچنے " " ⅓ ہے

(ج) مسلمان تیل نکالنے والوں " " ساڑھے دوگنی مگر تیل بیچنے " " ¼ ہے

(د) اسی طرح شیخ کاریگروں کی تعداد کھتریوں سے دوگنی مگر کارخانہ داروں کی تعداد ½ ہے

غرض تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مسلمان خواہ کوئی پیشہ کیوں نہ اختیار کریں اُن کی محنت کا گودا غیر مسلم سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں جاتا ہے جن سے قرض لیکر وہ اپنا کام چلاتے ہیں اس لیے جب تک کہ وہ اپنی قوم میں تجارتی سود کا لین دین جو شرعاً جائز ہے شروع نہ کریں گے وہ ہرگز سرسبز نہیں ہو سکتے۔ پس عین وقت ہے کہ وہ سب سے اول مسلمان کاشتکاروں، کاریگروں، اور دوکانداروں کے لیے انفرادی یا اجتماعی طور پر سرمایہ فراہم کریں جہاں ممکن ہو کواپریٹو بنک قایم کریں ورنہ فرداً فرداً ایسے لوگوں کو تجارتی سود پر روپیہ دیں جو اُسے نفع آور کاموں میں لگائیں۔ اسراف، شادی، غمی اور ذاتی ضروریات کے لیے جو روپیہ لیا جاتا ہے اور اُس پر جو سود دیا جاتا ہے وہ سب کے نزدیک ربوٰا ہے اور ناجائز ہے۔ جن اصحاب کو اس امر کا اندازہ کرنا ہو کہ پنجاب میں مسلمان کاریگروں اور تاجروں کی کیا حالت ہے وہ آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیجکر "مسلمانان پنجاب کی اقتصادی حالت" "منیجر سود مند بدایوں" یا انجمن حمایت الاسلام لاہور سے منگا لیں اور جو اصحاب وہ طریقے معلوم کرنا چاہتے ہوں جن سے مسلمانوں کی مالی حالت درست ہو وہ "سود مند" کے نمونہ کا پرچہ "منیجر سود مند بدایوں" سے منگا لیں۔

خلاصہ خطوط

گودام پبلک سنری چھاونی
پشاور
مورخہ [illegible]

مکرم و معظمی جناب سید صاحب السلام علیکم سود نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا ہے خدا آپ کو جزائے خیر دے جنھوں نے مسلمانوں کے حال زار پر شفقت فرمائی ہے براہ مہربانی جتنے رسائل سود کے متعلق آپ نے لکھے ہیں وہ میرے نام بذریعہ ڈاک ارسال فرما دیں۔ محمد شفیع ٹھیکہ دار چھاونی پشاور۔

انجن کے آٹے کی مضرت

(از ڈاکٹر محمد فیاض احمد صاحب اسسٹنٹ میڈیکل افسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

ای بھاپ کے انجن ! ای بجلی کے انجن ! تو مخلوق خدا کے بہت سے کام سنوارتا ہو جس کام کو انسانی ہاتھ برسوں میں کرسکیں تو دنوں بلکہ گھنٹوں میں کر دیتا ہی۔ تو انسان کے لیے وہ وہ راحت و آرام کے سامان بہم پہونچاتا ہی کہ عقل حیران ہے مگر خدا کے لئے انسان کے کھانے کے معاملہ میں دخل نہ دے۔ اس بارۂ خاص میں اسے اس کے پرانے دقیانوسی حالات میں ہی رہنے دے کیونکہ اس کی صحت و عافیت کے لئے وہ پرانی ڈگر ہی خوب ہے۔ تو انسان کا خادم بنا رہ۔ مگر دوسرے کاموں میں۔ کھانے میں نہیں۔ انسان نے جہاں تجھ سے اس امر خاص میں خدمت لی اپنی صحت کو رو بیٹھا اور اپنی تندرستی کو کھو بیٹھا۔

بیشک تیرے پسے ہوئے آٹے کو ہاتھ کی چکی کے پسے ہوئے آٹے سے کیا نسبت۔ تیرا آٹا باریک میدا سا اُس کا آٹا موٹا۔ دردرا۔ تو ایک گھنٹے میں منوں آٹا پیس دے۔ وہ ایک گھنٹہ میں ایک پنسیری ہی پیس لے تو بہت ہی۔

جلد باز طبیعتیں تیری اس چستی پر جان دیتی ہیں اور تیری خدمتگزاری پر آفریں کہتی ہیں۔ گوندھنے والی تیرے باریک آٹے کے گن گا رہی ہی۔ پکانے والی تیرے مہین آٹے کی پتلی پتلی چوڑی چوڑی چپاتیاں پکا رہی ہی اور خوش ہو ہو کر کہتی جاتی ہی کہ پوریوں کے قابل آٹا ہی۔ کھانے والوں کو بھی تیری گرم گرم چکنی چکنی چپاتیاں خوشگوار معلوم ہو رہی ہیں۔ اب وہ پہاتی روش کا ہاتھ کی چکی کا پسا ہوا آٹا کون پسند کرتا ہی۔ جو دیکھنے میں موٹا ہی۔ دردرا ہی خادمہ اس کے گوندھنے سے ناک بھوں چڑھاتی ہی۔ پکانے والی الگ منہ بسورتی ہوا کہ ہی کیسا موٹا آٹا ہی بس نام کو نہیں۔ پتلی چوڑی روٹیاں کیسے پکاؤں۔ روٹی توے تک نہیں جاتی۔ ٹوٹی جا رہی ہے۔ کھانے والے الگ ناخوش ہیں ان کے منہ میں بھی الگ لقمہ پھنستا ہی

(باقی آئندہ)

وحشت خیز افلاس کا عبرت انگیز نوحہ

(از جناب ناشط بریلوی)

جس طرف دیکھیے آتی ہے صدائے افلاس — ہر مسلمان پہ نازل ہے بلائے افلاس

اُس کی جاں لیکے ٹلی ہو گئی لاحق جس کو — مرض الموت سے کب کم ہے وبائے افلاس

دستِ اسراف ذرا قطع تو کر کے دیکھو — خود بخود ٹوٹ کے رہ جائینگے پائے افلاس

قوم کا فخر ہیں وہ جن کا کفایت ہے شعار — غیر ممکن ہے انھیں شکل دکھائے افلاس

"یہ بھی آنکھوں سے دکھا دے کبھی اے گردشِ بخت" — قومِ مسلم میں تموّل ہو بجائے افلاس

دل میں باقی نہ رہے شائبۂ شوقِ نمود — کہ اسی چیز سے پڑتی ہے بنائے افلاس

ایک وہ لوگ! کہ ہیں بہرہ ورِ لطفِ غنا — اور اک ہم! کہ اٹھاتے ہیں جفائے افلاس

اپنے حالات نہ بدلیں گے مسلماں جب تک — غیر ممکن ہے کہ اس قوم سے جائے افلاس

تم سمجھتے ہو غریبی کو نشانِ رحمت — اصل میں لعنتِ باری ہے بلائے افلاس

ملتِ مسلمہ اغیار میں مدغم ہو جائے — مجھے ڈر ہے کہیں وہ دن نہ دکھائے افلاس

وہ امیروں کو جو غریبی کا سبق دیتے ہیں — کاش اُن کو بھی کبھی آکے ستائے افلاس

محنت و سادگی و یادِ خدا و اخلاق — انھیں باتوں سے اکھڑتی ہے بنائے افلاس

جامۂ سادہ و کم ارز سے نفرت نہ کرو — چاک اسی رنگ سے ہوتی ہے قبائے افلاس

صرفِ بیجا کی جو دیتا ہے صلاحیں تم کو — وہی شیطان تو ہے راہنمائے افلاس

متنفر ہیں کلاہِ تبرکی سے جو سر — روندے جائیں گے وہ زیرِ کفِ پائے افلاس

سود دینے میں جو راضی ہے لینے میں خفا — کہیئے اُس قوم پہ کس طرح نہ آئے افلاس

خاک بھی ہو تو اُسے کام میں لانا سیکھو! — یہی اکسیر کا نسخہ ہے برائے افلاس

ہم مسلمانوں کو میدانِ ہلاکت کی طرف — کہیں لیجائے اُڑا کر نہ ہوائے افلاس

خود جو رکھتے نہیں ایمان بھی ملت سے عزیز — آکے منبر پہ سناتے ہیں ثنائے افلاس

کل جو اسراف کو سامانِ نفاست سمجھے — دیکھ لو آج وہ غافل ہیں فدائے افلاس
خرچ آمد سے سوا، قرض کی کچھ حد نہ حساب — پھر یہ ممکن ہے کہ صورت نہ دکھائے افلاس
اِک مسلمان کی جبیں خاکِ درِ ہندو پر — دیکھنا! عرشِ بریں کو نہ ہلائے افلاس!

بات تو جب ہے کہ کچھ کر کے دکھاؤ ناصح
ورنہ کہنے کو تو سب کہتے ہیں "ہائے افلاس"

حیات افزا فارم نیشکر بھوپال

(زمینداروں کے لڑکوں کیلیے بہترین موقع)

حسنِ اتفاق سے ہمیں گزشتہ جولائی میں بھوپال جانے کا موقع ملا اور وہاں جناب خان بہادر سید محمد ہادی صاحب سے نیاز حاصل ہوا۔ موصوف عرصہ تک صوبہ متحدہ میں محکمہ زراعت کے افسر، اس کے بعد دس سال تک ڈپٹی کمشنر اور کلکٹر رہ چکے ہیں اور گورنمنٹ انگریزی سے پنشن پاکر اب ریاست بھوپال میں محکمہ زراعت اور تعلیمات وغیرہ کے افسر اعلیٰ ہیں۔ آپ کا زیادہ تر وقت نیشکر کے فارم میں تجربے کرنے میں صرف ہوتا ہے اور آپ کا نصب العین اپنی قوم و ملک کو اس ذریعہ سے نفع پہونچانا ہے۔ ۳۱ر جولائی کو موصوف نے تکلیف فرماکر خود ہمیں یہ فارم کئی گھنٹہ تک دکھایا۔ ہم نے اس سے قبل متعدد فارم دیکھے تھے مگر جو ترتیب اور صفائی بھوپال کے فارم میں تھی وہ نظر سے نہیں گزری۔ کم و بیش ۵۰ نمونوں کے نیشکر ہم نے کھیتوں میں دیکھے جنھیں مختلف طریقوں سے کاشت کیا گیا تھا۔ مثلاً ایک کھیت صرف اگول یا گنے کے بالائی حصہ سے کاشت کیا گیا تھا جو بالعموم پھینک دیا جاتا ہے۔ جنگلی جانور بعض وقت گنوں کو کاٹ ڈالتے ہیں جس سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ ایک کھیت ان کٹے ہوئے گنوں کو بوکر تیار کیا گیا تھا اور بہت اچھی حالت میں تھا گنوں کا ایک کھیت بغیر پانی کے تیار کیا گیا ہے۔ ہندوستان میں جس قدر مختلف نمونوں کے گنّے بوئے جاتے ہیں غالباً سب یہاں موجود ہیں۔ اور خود بھوپال میں جس قسم کا خراب گنّا ہمیشہ سے کاشت ہوتا تھا وہ بھی ایک کھیت میں بجنسہٖ موجود ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سید صاحب نے بھوپال کی زراعت نیشکر کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا ہے۔ مگر کاشت سے کہیں زیادہ اہم شکر تیار کرنے کا مسئلہ ہے۔

موصوف نے فرمایا کہ ہندوستان میں بالعموم ایکسو من گنوں سے تین من شکر تیار ہوتی ہے۔ عرصہ سے اس امر کی کوشش ہو رہی تھی کہ شکر کی مقدار کو بڑھایا جائے۔ مگر ہمیشہ اس میں ناکامی رہی۔

سنہ ۱۹۲۰ء میں گورنمنٹ نے ایک کمیشن بٹھایا تھا جس نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ شکر میں

صرف اس صورت میں نفع ہوسکتا ہی جبکہ وسیع پیمانہ پر کام کیا جائے اور ایک نہایت عظیم الشان کارخانہ بنایا جائے جس کی لاگت اٹھ لاکھ ہو۔ اتنے سرمایہ کے کارخانہ میں امید ہی کہ سو من گنے میں نو من شکر تیار ہوگی۔ مگر اس سے کم سرمایہ کے کارخانے میں تیار نہیں ہوسکتی۔ اس کمیشن نے گویا ہندوستانی شکر کی تجارت کا خاتمہ کر دیا۔ مگر آفریں ہی سید محمد ہادی صاحب پر کہ آپ ہمت نہ ہارے اور برابر تجربے کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے ایسا طریقہ ایجاد کیا جس سے صرف ہزار دو ہزار روپیہ کا سرمایہ لگا کر اسی قدر شکر تیار ہوسکتی ہی جس قدر کہ اٹھ لاکھ کے سرمایہ سے تیار ہوتی ہی۔ پھر لطف یہ کہ اس کی تیاری میں دیسی طریقہ کی طرح ہفتوں کی دیر نہیں لگتی بلکہ دن کے دن تیار ہوتی ہی اور عظیم الشان عمارتوں میں نہیں بلکہ پھونس کی کھلی ہوئی جھونپڑیوں میں۔ اور نہ صرف اس طریقہ سے کھانڈ یا بورا بنتا ہی بلکہ دانہ دار شکر جیسی کہ بیرونی ممالک سے آتی ہی بنجاتی ہی۔ سید صاحب نے اس کے تجربوں میں تمام تمام دن بھٹی پر صرف کیا ہی اور معلوم ہوا ہی کہ اب بھی صرف کرتے ہیں اور ہر شخص کو بتانے اور سکھانے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ موسم سرما میں جب اس کا کام جاری ہوتا ہی تو اس کے سیکھنے کے لیے لوگ آتے ہیں۔ امید ہی کہ ناظرین میں سے جن صاحبوں کو اس مسئلہ سے دلچسپی ہوگی وہ اس فارم سے مستفید ہوں گے۔

طفیل احمد

کواپریٹو سوسائٹیز کے فوائد پر

محمد عبدالحمید خان صاحب مینیجنگ ڈائرکٹر ڈسٹرکٹ کواپریٹو بنک میرٹھ کا مقبول و مفید عام لکچر

جو ڈسٹرکٹ کوآپریٹو کانفرنس کے سالانہ جلسہ میں ۶ مارچ ۱۹۲۶ء کو میرٹھ کی نوچندی کے موقع پر پڑھا گیا

"جناب صدر اور معزز حاضرین مجھ سے چند معزز روشن خیال اصحاب نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ میں کواپریشن کے اصول اس کے نظام اس کے حقیقی فوائد اقتصادی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ سیاسی وغیرہ سب پر تفصیلی واضح سلیس عام فہم گفتگو کروں، تاکہ اس تحریک کا صحیح منشاء وغایت اس کی بھلائی برائی بخوبی سمجھ میں آجاوے اور اس کے متعلق ضروری استفسارات کئے جاسکیں، اور یہ جانچا جاسکے کہ ہندوستان کی ملکی ضرورت پر وہ کس طور سے منطبق ہوتی ہے۔ اس لیے میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ میری تقریر میں اگر کسی قدر طوالت ہو تو حاضرین اسے معاف فرمائیں گو ہر مسئلہ پر گفتگو کرنے میں یہ ضروری ہے کہ نفس معاملہ کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی جائے اور مطلب وہیں جیسی صورت ہو بیان کی جاوے مگر ہم میں زیادہ تر طبیعتیں ایسی ہیں کہ جن کو روکھے پھیکے واقعات سے دلچسپی نہیں ہوتی جب تک کسی بیان میں مضمون کی چاشنی نہ ہو۔

کواپریشن کا مسلک یہ ہے

کہ ایک بے یار و بیکس درماندہ شخص دوسروں کے ساتھ ملکر ضابطہ تمدن اور اتحاد باہمی کے طفیل سے اپنی ہی موجودہ حیثیت میں وہ حقیقی فوائد جو ایک دولتمند اور صاحب ثروت شخصیت کو حاصل ہوتے ہیں حاصل کر سکے، اور اس صورت میں بااعانت غیرے اپنی قدرتی استعداد و قابلیت کی حد تک بہ سہولیت ترقی کر سکے۔ ان معنی کر کواپریشن ایک کواپریٹو سوسائٹی کی ہیئت اختیار کرتا ہے جس کے شریک شدہ ممبر یک دل ہو کر سب کی اقتصادی ترقی و سود و بہبودگی اور اپنی کمزور حالت کو طاقتور بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیئے کواپریٹو سوسائٹی ایک ایسی جماعت ہے کہ جو متحد طریقہ کا ایک نادار جماعت میں نظام

قایم کرتی ہی اور اُس کو بے غرضانہ منشا کے مطابق ایسے شرائط پر چلاتی ہی۔ کہ تمام ممبران کو
جو اُس جماعت میں شریک ہوں یکساں نفع حاصل ہو۔ اب یہ آثار صاف نمایاں ہو رہے
ہیں کہ کوآپریشن کا ہر ملک کے اقتصادی اور تمدنی نشوونما میں ایک نمایاں حصہ ہوگا، اس
لیئے اب کوآپریشن کے اصول عمل۔ نظام سب سے کامل واقفیت حاصل کرنا ہر قوم اور ملک
کے لیئے از بس لازمی ہی۔ ہندوستان ایک زراعتی ملک ہی اُس کے لیئے اس تحریک کے عام
رواج کی اشد ضرورت ہی، اور مُدبرین ملک کا متفقہ فیصلہ یہ ہی کہ ہندوستان کی بہبودی و
نجات کا صرف یہی ایک بے خطر ذریعہ ہی۔ یہ تخمینہ کیا گیا ہی کہ ہندوستان میں سلطنت برطانیہ
کے ممالک محروسہ کے باشندگان پر زراعتی قرضہ ساٹھ ارب ہی اور سالانہ سود تقریباً ۸۰ کروڑ
ادا کیا جاتا ہی۔ پنجاب کی رپورٹ ہی کہ صوبہ پنجاب کا زراعتی قرضہ ۹۰ کروڑ اور سالانہ سود ۱۳
کروڑ سے زیادہ ہی یعنی صرف سود کی رقم صوبہ کی مالگذاری سے سہ چند ہی۔ بڑے کاشتکار
چھوٹے کاشتکاروں سے زیادہ مقروض ہیں لیکن چھوٹوں کی حالت نہایت سقیم ہی۔ یہ حالت
سُن کر ہر وطن دوست ہستی کے بدن میں رعشہ و لرزہ پیدا ہوتا ہی لیکن یہ حالت حقیقت میں
کوئی خوفناک نہ تھی۔ اگر ہندوستان کی حالت مثل دوسرے ملکوں کے ہوتی تمام دُنیا
میں زراعت کا کاروبار قرضہ سے چلتا ہی لیکن اور جگہ اس قرضہ کا جزو کل پیداوار کے بڑھانے
اور کاروبار کے ترقی دینے میں لگایا جاتا ہی۔ مثلاً عمدہ ترقی دادہ تخم پیدا کرنا۔ نئے نئے قسم
کے زیادہ کارآمد آلات زراعت ایجاد کرنا۔ آب پاشی کا کافی انتظام کرنا۔ عمدہ مویشی فراہم
کرنا۔ اچھے کھاد کے مہیا کرنے اور اُس کے باقاعدہ محفوظ رکھنے کا بندوبست کرنا۔ اپنی
ضروریات کو مناسب و کفایت کی قیمت پر حاصل کرنے اور اپنی پیداوار کے زیادہ نفع آور
صورت میں فروخت کرنے کا انتظام کرنا۔ جس کے باعث وہ اس قرضہ کے بدولت دھن
کماتے ہیں اور دولت سے مالامال ہوتے ہیں لیکن ہندوستان کی یہ بڑی بدقسمتی ہی کہ
اول تو ہم ملکر کام نہیں کرتے اور نہ ملکر کام کرنے کا جذبہ و اہلیت رکھتے ہیں۔ دوسرے اس
قرضہ کا بڑا حصہ محض غیر سودمند کاموں میں لگا دیتے ہیں جن میں مخصوص طور پر شادی و
غمی کی تقریبات اور مذہبی رسومات کی فضول خرچیاں سخت تباہ کن ہیں۔ مزید برآں
کفایت شعاری کے اُصول سے ہم سراسر بے بہرہ ہیں۔ ہندوستان میں بنیادی مشکل جو
کوآپریشن کو درپیش ہی وہ قرضہ کا ملنا نہیں ہی بلکہ قرضہ کا ملنا خطرناک طور پر آسان ہونا ہی بقول

مسٹر ایم۔ایل۔ڈارلنگ۔ای سی۔ایس پنجاب کے اگر قرضہ و قرضے کے مصرف پر ہم پورا پورا قابو حاصل کرسکیں اور اس کی باگ صحیح طور پر ہمارے قبضہ میں ہو تو ہم مٹی کو سونا بنا سکتے ہیں۔اور اگر ہم قرضہ پر قابو نہ رکھ سکے۔اور وہ ہم پر غالب آکر ہم پر سوار ہو گیا تو نتیجہ برعکس ہو یعنی ہمارے سونے کو مٹی کر ڈالے گا۔

کواپریٹیو کریڈٹ کی تنظیم اوّل اوّل جرمنی میں اٹھارویں صدی کے وسط میں ہوئی اس کی ابتدا نہایت غیر شاندار اور کم درجہ کی حیثیت سے گئی تھی۔دو شخصوں نے جن میں سے ایک کا نام رفیزن اور ایک کا اسکالز تھا ایک ہی زمانہ میں ایک دوسرے سے مختلف دو طریقے سرمایہ حاصل کرنے کے کواپریٹو اصول پر ترتیب دیئے اول نے مخصوص غریب کاشتکاروں کے لیئے دوسرے نے دستکاروں اور چھوٹے کاریگروں کے لیئے رفیزن نے جس کے نام کے ساتھ دیہاتی بنک منسوب ہیں اپنی کواپریٹیو زندگی ۱۸۴۷ء میں اس طور سے شروع کی کہ اول ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک رفاہ عام کی سوسائٹی قایم کی جس کا کام یہ تھا کہ غلہ اور آلو مہیا کرتی تھی اور غریب و نادار باشندگا کے ہاتھ سستی قیمت پر فروخت کرتی تھی۔دو برس بعد ایک دوسرے گاؤں میں ایک اور سوسائٹی قایم کی جو مویشی خریدتی اور غریب کاشتکاروں کے ہاتھ مناسب قیمت پر فروخت کرتی۔بعد میں اس سوسائٹی نے انھیں کاشتکاروں کو مویشی خریدنے کے لیئے قرضہ دینا شروع کیا اس کے بعد ایک تیسرے مقام ہیڈاسڈراف نامی پر ایک تیسری رفاہ عام کی سوسائٹی قایم کی جس کے مختلف مقصد تھے لیکن مخصوص مقاصد مولیشیوں کا حاصل کرنا اور غریب کاشتکاروں کو قرض دینا تھا۔یہ سوسائٹی رفتہ رفتہ قرض دینے والی سوسائٹی بنگئی جو ہیڈاسڈراف کے قرب وجوار کے خوش حال باشندگان سے مرتب ہوئی تھی اور غیر متمول باشندگان کو اُن کی مجموعی ذمہ داری پر قرض دیتی تھی۔قرض لینے والوں کو سوسائٹی سے کوئی واسطہ نہ تھا سوسائٹی کے ممبر سرمایہ داروں اور قرض داروں کے درمیان دلال کی حیثیت رکھتے ہیں۔

رفیزن دیہاتی بنک کے بنیادی اصول

رفیزن طریقہ کے بنیادی اُصول بیان کرنے کے قبل یہ بتا دینا ضروری ہی کہ غاتی قرضہ

کے ساتھ کے جس پر اس طریقہ کی بنیاد قائم ہے کیا معنی ہیں۔ پرسنل کریڈٹ یعنی ذاتی ساکھ کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کے لیے ہم کو یہ جاننا چاہیئے کہ کریڈٹ یعنی ساکھ کے کیا معنی ہیں۔ کسی شخص کی ساکھ اُس انتہائی حد کو کہتے ہیں جس حد تک اُس شخص کو قرضہ مل سکے۔ کریڈٹ یا قرضہ جب نقد روپیہ کی شکل میں ہوتا ہے تو اُس کے لیئے کسی نہ کسی طرح کی ضمانت لازمی ہوتی ہے خواہ وہ ضمانت مقروض کی جانب سے قرض دینے والے کے حق میں براہ راست ہو یا بالواسطہ ہو تاکہ روپیہ واجب طور پر پابندی کے ساتھ ادا ہو سکے۔ اِس ضمانت کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں اور اُنھیں صورتوں کے لحاظ سے کریڈٹ کی قسمیں قرار دی جاتی ہیں اگر ضمانت آراضی یا مکان یا دوسری جائداد غیر منقولہ کی ہوتی ہے تو اُس کو اصل یا معقول کریڈٹ کہتے ہیں۔ اگر ضمانت سامان خریداری یا کسی اور مال منقولہ کی ہوتی ہے تو اُس کو کریڈٹ اضافی کہتے ہیں لیکن جب ضمانت کسی محسوس شے منقولہ یا غیر منقولہ کی نہیں ہوتی بلکہ بلحاظ حیثیت وسیلہ و چال چلن کے ہوتی ہے۔ تو اُس کو ضمانت شخصی یا ذاتی کہتے ہیں۔ اب وہ چال چلن جس پر کریڈٹ کا انحصار کیا جاوے۔ ضرور ہے کہ ایمانداری۔ جفاکشی و کفایت شعاری سے مرکب ہو جس میں آخری صفت یعنی کفایت شعاری سب سے اہم ترین عنصر ہے۔ جو بڑا وسیلہ سرمایہ حاصل کرنے کا ہو سکتا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ چال چلن حصول سرمایہ کا ذریعہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر بات ہے۔ کہ وہ لوگ جن کے چال چلن پر اعتماد کیا جا سکے اُن کی حالت شاذ ایسی ہوتی ہے کہ اُن کو عام بازار میں اپنے چال چلن کی ضمانت پر سرمایہ حاصل ہو سکے جس کا سبب یہ ہے کہ کسی شخص کے چال چلن کی قیمت اُسی شخص کی نظر میں ہوتی ہے۔ جو اُس سے بخوبی واقفیت رکھتا ہے اور اُس کی قدر پہچانتا ہے۔ کیونکہ کسی ایسے شخص کی جو دور کے دیہات میں رہتا ہے اُن ساہوکار کی نظر میں جو شہر میں رہتا ہو کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ اس لیئے ادنیٰ درجہ اور کمتر طبقہ کے لوگوں کو اپنے قریب کے مہاجن سے رجوع کرنا پڑتا ہے اور یہ صورت قرضہ لینے والوں کے حق میں نہایت غیر سودمند ہے یہی وجہ ہے کہ ان کم حیثیت لوگوں کی خاطر رفیزن نے کواپریٹیو کریڈٹ کا طریقہ ایجاد کیا۔ اور اُس کی بنیاد غیر محدود و مشترکہ ذمہ داری پر رکھی۔

رفیزن طریقہ کے اصل اُصُول

۱۔ کواپریٹیو اُصُول کا حقیقی نظام | کسی شخص کو علاوہ ممبروں کے قرضہ حاصل کرنے کا حق نہیں ہے

حالانکہ غیر ممبروں کو امانت جمع کرنے کا حق ہے۔

۲۔ سوسائٹی کا حیطۂ عمل محدود ہونا۔ دیہاتی کریڈٹ سوسائٹی کا رقبہ لازم طور پر محدود ہونا ہے۔ دستور و قاعدہ یہ ہے کہ ایک بڑا گاؤں یا دو تین چھوٹے گاؤں جو قریب قریب آباد ہوں محدود ہوتے ہیں جہاں ممبران سوسائٹی سکونت پذیر ہوں۔ رفیزن کے خیال میں ایسا رقبہ جسمیں کم از کم چار سو اور زیادہ سے زیادہ دو ہزار آدمی آباد ہوں منتخب کرنا چاہیئے رقبہ کا محدود ہونا کواپریٹو سوسائٹی کے بنیادی اصول میں سے ایک اصول ہے۔ اس ذریعہ سے ایک ضمانت پیدا ہوتی ہے ممبر ایک دوسرے کی حالت سے کامل واقفیت رکھتے ہیں انکو ہر ایک کے وسائل اور سکونت کا پتہ ہوتا ہے۔ اُن کو اس سے واقفیت تامہ ہوتی ہے کہ فلاں محنتی اور خوشحال ہے اور فلاں فضول خرچ اور سقیم الحال ہے۔ جب کوئی قرضہ طلب کیا جاتا ہے تو انتظامی کمیٹی کو فوراً یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ قرضہ طلب کرنے والے کی حیثیت کیا ہے۔ بلکہ یہ بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ کس قدر قرضہ کا مستحق ہے۔ کاشتکار و محنتی شخص چھوٹی حیثیت کا بھی اس طریق سے بلا خطرہ قرضہ حاصل کر سکتا ہے۔ قرضے دستاویز پر دیئے جاتے ہیں۔ اور ان پر ضمانت ہوتی ہے۔ ضامن زیادہ تر رشتہ دار یا احباب ہوتے ہیں جن کی مالی حالت کی آسانی سے جانچ کی جا سکتی ہے۔ قرضہ جس مقصد کے لیے دیا جاتا ہے اس کی جانچ بھی آسانی سے کی جا سکتی ہے۔ محدود رقبہ کے یہی چند فوائد ہیں۔ زیادہ میعادی قرضہ کا انتظام جو یہ سوسائٹیاں کر سکتی ہیں وہ دور کے بنکوں سے ناممکن ہے۔ دوسرے سہولیت اور نفع امانت داری کا ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنا پس انداز آسانی سے جمع کر سکتا ہے۔ اور اُس سے سرمایہ کو بھی بڑی امداد ملتی ہے۔ رفیزن کریڈٹ سوسائٹیاں اپنے ممبروں کی اقتصادی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ تعلیمی حالت کی ترقی کے یکساں محرک ہیں۔ جن دفینوں کو زمین میں دبے دبے زنگ لگ رہا تھا وہ ان اتحادی انجمنوں کے بدولت کام آنے اور ملک کو نفع پہونچانے لگے۔ بہت سے پرانے قرضے اُن سے ادا ہو گئے اور مکفول جائدادیں کفالت سے چھوٹ گئیں۔ بعض جگہ سالم گاؤں کے گاؤں ان انجمنوں نے کفالت سے چھڑا دیئے۔ پہلے تو یہ انجمنیں مزارعین کو تباہ کن قرضہ سے نجات دلاتی ہیں۔ اور اُن کے لیے سرمایہ فراہم کرتی ہیں پھر اُن کو کفایت شعاری اور انتظام کا سبق دیتی ہیں۔ جہاں جہاں ان مبارک انجمنوں نے اپنی خیر و برکت پھیلائی ہے۔ وہاں بنجر زمین کاشتکاری اور چراگاہوں کے کام آنے لگیں۔ ناموافق اور بے قاعدہ موسموں

اور آفات ارضی و سماوی کا مقابلہ کرنے لگا۔ یعنی کاشتکار جو قحط کے اثر اور مویشیوں کے متعدی امراض میں ضایع ہو جانے اور عدم پیداوار کے باعث زمیندار کے لگان یا ساہوکار کے قرضہ میں کھیت و مال قرق ہو جانے وغیرہ ناگہانی آفات سے برباد ہو جاتے تھے۔ وہ ان انجمنوں کی معاونت سے ایسی یکایک بربادی سے محفوظ ہو گئے۔ کاریگروں اور پیشہ وروں میں محدود سے محدود آمدنی کا شخص اس میں شریک ہو کر اپنا کام بڑی کامیابی سے چلا سکتا ہے۔ جب ایک جماعت کسی کاروبار کے لیے متفق ہوتی ہے تعلیم حاصل کرنا اس کا لازمی نتیجہ ہے ان کو کاروباری حساب سیکھنا اور حسب ضرورت قانونی واقفیت حاصل کرنا ناگزیر ہوتا ہے ان میں خوش انتظامی اور کفایت شعاری کا سلیقہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اُن کو مہذب چال چلن اختیار کرنا پڑتا ہے جب کسی جماعت کی نیک نامی و بدنامی متحد ہوتی ہے تو ضرور ہے کہ اُس کا اثر ایک دوسرے کے اخلاق پر پڑے اس لیے بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ بُری عادتیں مثلاً شراب خوری۔ قماربازی۔ خراب صحبتیں۔ رسومات میں خلاف حیثیت صرف کرنا وغیرہ وغیرہ ترک کرنا پڑتا ہے۔ ماسوا اس کے اعتدال پابندی اوقات راست گوئی حق پسندی۔ خودداری۔ باقاعدگی۔ قناعت وغیرہ اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں رفاہِ عام کے کام عمل میں آتے ہیں۔ مثلاً اسکول کھولنا۔ وظیفے دینا۔ بیماروں کو مفت دوا تقسیم کرنا آبنوشی کے کنوئیں کھُدوانا۔ رستوں کی صفائی کرانا۔ نزاعات و مقدمات کا انسداد کرنا۔ ثالثی فیصلوں کا رواج دینا۔ پنچایتی طریقہ جو ہندوستان میں قدیم سے رائج تھا اور اب زمانہ کی رفتار نے اُسے نیست و نابود کر دیا اُس کی تجدید کرنا۔ ایک غائر نظر رکھنے والے سیاح کا بیان ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیز نے زراعتی اور حرفتی ترقی کے ساتھ مختلف مفید اثر پیدا کیے ہیں۔ زراعتی اور صنعتی ایسوسی ایشن قایم کیں۔ کاروباری اور زراعتی جماعت میں اتحاد و اتفاق کی بنیاد ڈالی اس طور سے اس تحریک نے تمام اُن تدابیر سے جو گورنمنٹ رعایا کی شائستگی کے لیے کر رہی ہے تمدن پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ دیگر ممالک میں تو یہ تحریک عجیب معجز نما اثر دکھا رہی ہے۔

(باقی آئندہ)

ایک ضروری اطلاع

ایڈیٹری اور مینجری کے متعلق ہر قسم کی خط و کتابت دفتر سوومند بدایوں سے کی جائے اب علیگڑھ بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔

کیا تمدن کی ترقی سے انسان زیادہ مسرف ہوتا جاتا ہے

ہندوستان میں جو لوگ جدید تمدن اختیار کرتے ہیں وہ بجائے روپیہ پیدا کرنے کے ذرائع کے بالعموم صرف کرنے کے طریقے اختیار کرتے ہیں اس لیے عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ جدید تمدن، انسان کو مُسرف بنانے والا اور اُسے برباد کردینے والا ہے۔ اس وقت یہ مسلم امر ہے کہ امریکہ سے بڑھکر دُنیا میں کوئی ملک دولتمند نہیں ہے۔ ہندوستان میں اگر کوئی شخص لکھپتی ہو تو وہ بڑا دولتمند سمجھا جاتا ہے مگر امریکہ میں جب تک کہ اس سے دس ہزار گونہ دولتمند یعنی ارب پتی نہ ہو تب تک وہ کسی شمار میں نہیں آتا۔ اس وقت انگلستان نہایت دولتمند ملک سمجھا جاتا ہے مگر انگلستان کی دولت امریکہ کی دولت سے بقدر دو لاکھ ملین ڈالر یعنی پانچ کھرب روپیہ کے کم ہے۔ امریکہ میں ہر دس آدمیوں کے حصہ میں ایک موٹر کار آتی ہے۔ ہر آٹھ آدمیوں میں ایک تار والا ٹیلیفون لگا ہے جس سے دور و دراز ملک سے آوازیں آتی ہیں۔ ہر ۳۵ آدمیوں کے پاس ایک لاسلکی یعنی بغیر تار کا ٹیلیفون ہے جس کے ذریعہ سے ہزاروں میل سے بات چیت ہو سکتی ہے۔

امریکہ کی آبادی کا دسواں حصہ موٹر کی صنعت میں مصروف ہے۔ امریکہ کی آبادی تمام دُنیا کی آبادی کے مقابلہ میں صرف چھ فیصدی ہے مگر تمام دُنیا کی موٹروں میں سے نوّے فی صدی موٹریں امریکہ میں تیار ہوتی ہیں۔ اسی طرح وہاں پٹرول، لوہے، فولاد اور ٹیلیفون کی آمدنیاں دیگر ممالک سے بدرجہا زیادہ ہیں اور زیادہ آمدنی کی وجہ سے عوام الناس کے ذاتی اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ وہاں کے مزدور بالعموم کھانے کے ساتھ مٹھائیاں اور پھل کھاتے ہیں جو یہاں اچھے کھاتے پیتے لوگوں کو نصیب نہیں ہوتے پہلے زمانہ میں جبکہ مصارف حیات زیادہ تھے ایک امریکن بالعموم اپنی آمدنی کا ساٹھ فی صدی غذا وغیرہ میں صرف کرتا تھا۔ اور اب جبکہ مصارف حیات بقدر ساٹھ فی صدی کے بڑھ گئے ہیں اور آمدنیاں بھی بہت بڑھ گئی ہیں ایک امریکن غذا وغیرہ میں پہلے کے مقابلہ میں نصف یعنی بقدر تیس فی صدی کے صرف کرتا ہے جو اُس ملک کی دولتمندی کی ایک مخصوص علامت ہے۔ سابق میں امریکہ

بقدر نوّے کروڑگنی کے مقروض تھا امساب خود اُس کا قرضہ بقدر تین ارب بیس کروڑگنی کے دیگر ممالک پر ہی۔

اہل امریکہ روزانہ مشینیں ایجاد کرتے ہیں جن سے تھوڑے وقت میں زیادہ کام ہوتا ہی۔ مثلاً آٹا گوندھنے کی مشین کی مدد سے بیس آدمیوں کا کام ایک شخص کرسکتا ہی۔ سگار لپیٹنے کی مشین سے پندرہ آدمیوں کا کام ایک آدمی کرتا ہی۔ جوتہ سازی کی مشین سے ایک لڑکی ۲۵ لڑکیوں کا کام کرلیتی ہی۔ مگر مشینوں کا ایجاد کرنا بیکار رہی جب تک کہ اُنھیں کثرت کے ساتھ بنا کر دنیا میں پھیلانے کے لئے سرمایہ نہ ہو۔ اس کے لئے امریکہ کا ہر ہر فرد اپنی آمدنی میں سے بچا کر سیونگ بنکوں میں جمع کرتا، پھر اُس سے کارخانوں کے حصے خریدتا، اپنا اور اپنے بچوں کا بیمہ کرا کر اطمینان اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرتا ہی اور اس طرح اپنی ذات اپنی قوم اور اپنے ملک کو خوشحال اور معزز بنانے میں یکساں حصہ لیتا ہی اور بقول اخبار وکیل کے ایک نامہ نگار کے جس سے مندرجہ بالا حالات اخذ کیے گئے ہیں:۔

"امریکہ اس وقت دُنیا کا غنی ترین ملک ہی اور وہاں کا ہر طبقہ خوشحال ہے عسرت و افلاس کا پتہ نہیں۔ لوگ محنت کرتے ہیں، روپیہ کماتے ہیں اور عیش کرتے ہیں۔ کاہلی اور بیکاری مفقود ہی۔ نشاط و مسرت ہر شخص کے چہرہ سے ظاہر ہوتی ہی۔ رنج و غم یا کسی مصیبت پر ماتم کرنے کی انھیں فرصت نہیں"

پس اُن اصحاب کی خدمت میں جو اہل ہند کو موجودہ پستی سے نکالنا چاہتے ہیں عرض ہی کہ وہ اپنے ہم وطنوں کو وہی طریقے اختیار کرنے کا مشورہ دیں جو متمدن ممالک کے لوگ اختیار کر رہے ہیں۔ یعنی یہ کہ ہر ہر فرد اپنی آمدنی میں سے ایک حصہ بچا کر ملک کے نفع آور کاموں کارخانوں، بنکوں اور تجارتی کاموں میں لگائے۔ ڈاکخانہ میں حساب کھولے۔ کیش سرٹیفکٹ خریدے۔ اپنا اور اپنے بچوں کا بیمہ کرائے یہی ذریعہ ملک و قوم کو آزاد کرانے کا ہی۔ طفیل احمد

شان فاروق

اگر آپ الفاروق کے ۲۸۰ صفحوں کا نثر مواد ۵۲ صفحوں میں بحیثیت نظم دیکھنا چاہتے ہیں تو مبلغ ہے صرف کرنے کی بجائے ۱۰ر میں شان فاروق مجلد قسم اول نظامی بک ایجنسی بدایوں سے طلب کیجیے۔

مسئلہ اوقاف پر ایک نظر

رسالہ سود مند واقعی نہایت ہی فائدہ مند رسالہ ہے میرے خیال میں موجودہ حالات میں
ایسے اور بہت سے رسالوں کی ملک میں قوم کو اشد ضرورت ہے۔ رسالہ سود مند ابھی میری نظر سے
پہلی مرتبہ گزرا ہے ورنہ پہلے کبھی میں نے اس رسالہ کو مطالعہ نہیں کیا تھا۔ الغرض میں نہایت خوش ہوں
کہ ملک اور قوم کے نقشہ کو جس طریقہ پر کھینچ کر ریویو کیا جاتا ہے۔ اگر قوم واقعی اس پر عمل کرے
تو انشاء اللہ ترقی کے میدان تک پہونچ سکتی ہے۔ سود مند جہاں اور معاملات پر روشنی
ڈالتا ہے میں چاہتا ہوں کہ مسئلہ اوقاف پر بھی کچھ عرض کروں۔ اس وقت ملک میں
اسلامی اوقاف کی جو حالت ہے۔ وہ قابل بیان نہیں۔ متولی لوگ نہایت بے دردی
سے اسلامی اوقاف کی روپیہ کا تصرف کر رہے ہیں۔ نہ اُن کو قوم کے افلاس کا خیال
اور نہ مستقبل کا دھیان محض حلوہ مانڈہ اُن کا کام ہے۔ لیکن اس وقت ہمیں گورنمنٹ عالیہ کا
نہایت شکرگزار ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس نے مسلمان رعایا پر نظر کرم فرماتے ہوئے مسلمان
وقف ایکٹ ۴۲ سنہ ۱۹۲۳ء صوبہ پنجاب و دیگر صوبوں میں نافذ فرما دیا ہے مگر اب اس میں
مسلمان قوم کی وہی حالت ہے جو ہوا کرتی ہے۔ اس تحریک پر بھی مسلمان قوم نے وہی سرد مہری
کا سلوک و ثبوت دیا۔ افسوس کا مقام ہے۔ اگر ابھی قوم کی یہی حالت رہی تو نہ معلوم کہ انجام
کیا ہو۔ اس وقت اشد ضرورت ہے کہ مسلمان وقف ایکٹ سے فائدہ اٹھائیں اور اوقاف
کی اصلاح کریں چنانچہ مسلمان وقف ایکٹ ۴۲ سنہ ۱۹۲۳ء میں صوبہ میں سب سے ضروری
دفعہ ۳ و دفعہ ۱۰ ہیں۔ صرف ایک روپیہ کا ٹکٹ کورٹ فیس لگا کر زیر دفعہ ۳ و زیر دفعہ
۱۰ متولی اوقاف کے خلاف ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں درخواست دی جا کر جائیداد
وقف کا حساب و کتاب پیش ہو جاتا ہے اور پھر اس پر کھلے طور پر اعتراض جائز اور ناجائز
اخراجات کے ہو گئے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ تمام صوبوں میں جاری ہو جاوے تو کم از کم متولی
لوگ جو کہ خواب خرگوش میں ہیں اور اوقاف کو اپنی خالص ملکیت سمجھے بیٹھے ہیں اُن کی
آنکھوں میں بیداری آ جاوے اور اُن کو معلوم ہو جائے کہ ہم مالک موروثی نہیں ہیں بلکہ قوم
کی طرف سے محض اوقاف کی نگہداشت کے لیئے ہیں گو بعض حضرات کو یہ بھی خیال ہے کہ ابھی

مذکور میں ابھی تک چند خامیاں ہیں۔ میں نے بھی ایکٹ مذکور بڑی دلچسپی سے ملاحظہ کیا ہے سو واقعی یہ درست ہے کہ ابھی تک ضرورت ہے کہ گورنمنٹ عالیہ سے چند ایک اور دفعات بڑھانے کی درخواست کی جائے۔ اور ممبرانِ اسمبلی سے بھی التماس کی جائے۔ کہ وہ چند ایک ضروری دفعات وقف ایکٹ میں اور زیادہ کرا دیویں۔ تاکہ مسلمانوں کے اوقاف کی مکمل طور پر اصلاح ہو جاوے۔ تمام ضلعوں کے مسلمانوں سے درخواست ہے کہ اُن کے صوبہ میں جہاں کے وہ باشندے ہوں لازمی ہے کہ اوقاف کے فائدہ کو مدِ نظر رکھ کر اس قسم کی درخواستیں دیکر قوم کا بھلا کریں اور ثواب دارین حاصل کریں۔ اور اوقاف کی آمدنی کو مسلمانوں کی تعلیم پر صرف کریں۔ اور دیگر کام جو قوم کے ادھورے پڑے ہیں اُن کی تکمیل کریں۔ دفعات کی تشریح آئندہ تحریر میں کرونگا۔ والسلام

نیازمند

نصیب الہی ککے زئی

روپڑ ضلع انبالہ

حصولِ دولت و مسرت

اس کتاب کے ذریعہ مفلس اوسط درجہ کے آدمی جلد دولتمند ہو جائینگے

اور

دولتمند اصحاب اپنی دولت کو بے انتہا فروغ دے سکیں گے، قرضہ اور سود کی مصیبتوں سے نجات پائیں گے کوئی صاحب اپنی آمدنی کے شاکی نہ رہیں گے۔ اگر آپ زندگی کے ضروری مرحلوں، تاجرانہ رازوں، کفایت شعاری کے طریقوں، انمول نصیحتوں اور دیگر بے انتہا مفید باتوں سے واقف ہو کر عزت، آبرو، بے فکری، آرام اور اطمینان کی زندگی بسر کرتے ہوئے ہمیشہ خوشحال، آسودہ، خوش دل اور بشاش رہنا چاہیں تو ضرور منگائیں۔ اس میں دس باب ہیں اُس کی خوبی کے ریویو ہو چکے ہیں ۱۲۰ صفحے کی مجلد کتاب قیمت صرف ۱۲؍

انمول نصائح سوا سو نصیحتیں صدہا روپیہ کا فائدہ پہونچانے والی کتاب مفت منگائیے۔

منگانے کا پتہ **سی ایل بھارتی ۲۸ علیگڑھ سٹی**

امر یکا اور اقتصادیات

(منقول از اخبار کوکب ہند دہلی)

مالک اور مزدور کا قضیہ اس وقت دنیا میں ایسا پھیلا ہے کہ قریب قریب تمام مصائب ومظالم دنیا کا مصدر ومنبع یہی ہے۔ ہم ہندوستان کے رہنے والے اس اضطراب سے صرف بالواسطہ ہی متاثر ہو رہے ہیں۔ اس لئے اس وقت ہم اس کی اہمیت سے بہت کم واقف ہیں۔ مگر وقت آ رہا ہے کہ تمام دنیا اس کی لپیٹ میں آئے گی۔ اور ہندوستان بھی اس کی کنڈلیوں میں ایسا ہی تڑپے گا جیسے دوسرے ممالک تڑپ رہے ہیں۔ دنیا میں اس عجیب وغریب کھلبلی اور بے چینی کے سیاق وسباق پر ہم خوب غور سے نظر کرتے ہیں اور خود اس قضیہ کی ترکیب کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں تمدن ومدنیت کے ساتھ ساتھ ہی یہ قضیہ بھی پلتا رہا ہے۔

قدیم اقوام کا طرز زندگی | ہم سے پہلے اس دنیا کے رہنے والے عموماً سادہ طبعی اور قدرتی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کی ضروریات مختصر اور ان کی احتیاجات صرف چند اشیاء پر منحصر تھیں۔ ان کی زندگی انجیل جلیل کے اس قول کی مصداق تھی کہ "سبزہ زار کے پھولوں کی طرح اور ہوا کے پرندوں کی طرح زندگی بسر کرو۔ اگر تمہارے پاس آج کا کھانا ہے تو تم یہ فکر نہ کرو کہ کل کیا کھاؤ گے۔"

موجودہ ضروریات | مگر آج کل اس طرح کی زندگی بسر کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ بالکل ناممکن ہے۔ جوں جوں تمدن اور مدنیت بڑھتی گئی لوگوں کی ضروریات واحتیاجات بھی بڑھتی گئیں۔ حتیٰ کہ آج کے دن انسانی خواہشات اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ آرام وآسایش کی زندگی بسر کرنے کے لیئے ایک دو نہیں بلا سیکڑوں ہی چھوٹی بڑی چیزوں کی ضرورت ہے۔

ہندوستان میں اگر ہم ایک گھر بنانا چاہیں تو ہمیں چند لکڑی کے تختوں اور کچھ اینٹوں اور گارے کی ضرورت ہوگی۔ مگر یورپ وامریکہ میں جائیے اور دیکھئے کہ وہاں کے وہ فلک نما گھر بنانے کے لیئے لاکھوں من لوہے کروڑوں من لکڑی اور ہزاروں من اینٹوں اور سیمنٹ وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ذرا غور کریں کہ آج کے دن لکھوکھا آدمی زیر زمین کانوں کو کھود کھود کر

لوہا نکالتے ہیں اور پھر لاکھوں ہی من اسے بھٹیوں میں پگھلا کر کارآمد بناتے ہیں۔ یہ سب کاہش اور محنت یہ مزدور ہمارے آرام و آسایش کے لیے کرتے ہیں۔ ہمارے لیئے ریلیں بناتے ہیں۔ جہاز تیار کرتے ہیں اور آسایش کے تمام لوازمات کو بہم پہنچاتے ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ خیال کہ یہ تجارتی تمدن دنیا کو بربادی و تباہی کی طرف لے جا رہا ہے بالکل غلط ہی۔ یہ تجارتی تمدن دنیا کے بڑھتے ہوئے تمدن کی ایک ضروری شق ہی۔ اس سے گریز ناممکن و مستحیل ہی۔ پر اگر خوب غور سے دیکھا جائے تو یہ سب اضطراب و بے چینی یہ کھلبلی اور دھاندلی صرف ظواہر سے ہی تعلق رکھتی ہی۔ اگر ہم باطنی سکون و دلی امن و امان اور اندرونی سادگی حاصل کرلیں تو اس کھلبلی اور بوکھلاہٹ کے عین درمیان میں بھی ہم تجارتی و معاشرتی تنظیم حاصل کرسکتے ہیں۔

بعض قدامت پرستوں کا یہ خیال کہ ہم وہی قدیم سادہ اور صاف زندگی پھر بسر کرسکتے ہیں اصول ارتقاء کے خلاف ہی۔ اس لیئے بدیہی البطلان ہی۔ انسانی طبیعت قدرتاً رجعت قہقری کے خلاف واقع ہوئی ہی۔ ہم دُنیا کے مادی قوانین کو نشو و نما دینا اور مدارج ترقی پر آگے ہی آگے جانا چاہتے ہیں اس لیے اس موجودہ کھلبلی و بے چینی کا علاج رجعت قہقری نہیں بلکہ کام اور محنت ہی ہم محنت کو اس نظر سے نہ دیکھیں کہ یہ ہماری جان کا وبال اور ذلت و اسارت ہی بلکہ ہم محنت اور کام کو روح افزا اور عزت کا باعث سمجھیں جس طرح انسان کا بدن دوران خون کے ذریعہ جسم کو صحیح و سالم رکھتا ہی۔ اسی طرح محنت ہیکل نوع انسان کے لیئے ہونی چاہیئے۔ کام ہیئت اجتماعیہ کے لیئے ایسا ہی ہی جیسے سٹیم جہاز کے لیئے ہی۔ ہندوستان میں خصوصاً اور دیگر ممالک شرق میں عموماً بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بیکار زندگی بسر کرتے ہیں۔ بہت سے ان میں سے دینی لباس پہن کر اور بہت سے پیشہ ور فقیر بن کر قوم کی فارغ البالی کے خون کو چوستے تھے۔ جب حضرت بہاءاللہ نے ظہور فرمایا تو اقتصادیات کے بارہ میں آپ کا پہلا اصول محنت کی توقیر تھی۔ آپ نے فرمایا کہ کام بمنزلہ عبادت ہی آپنے اپنی کتابوں میں فرمایا ہی کہ

”خدا کی نظر میں سب سے زیادہ حقیر وہ شخص ہی جو بیٹھکر اپنی روز کی روٹی کے لیے بھیک مانگتا ہی اور خدا کے حضور میں شریف ترین وہ شخص ہی جو کام کرتا ہی اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کرتا ہی“

آپ فرماتے ہیں کہ ایک کاہل شخص ایک عضو مفلوج کی طرح یا ایک سوکھی شاخ کی طرح ہے جو کاٹنے اور آگ میں جھونکے جانے کے قابل ہے۔"

پس مزدور اور محنتی لوگ ہی اس دنیا کی روح رواں ہیں کیونکہ ان کے ذریعہ ہی پیداوار اور بیوپار کا سلسلہ جاری ہے۔ جو انسانوں کے آرام و آسایش کا بہترین ذریعہ ہے۔

پہلے زمانہ میں کاروبار کا مدار تبادلۂ اشیا پر تھا۔ اگر ایک شخص کے پاس ایک درجن انڈے ہوتے تھے اور اس کے پڑوسی کے پاس ایک سیر گیہوں تو ایک مقررہ دستور کے مطابق وہ ایک دوسرے سے تبدیل کر لیتے تھے تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اہل فنیشیا نے پہلے پہل نقدی کو تجارت کا وسیلہ قرار دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سونا چاندی اور تانبا بازار میں آئے۔ اصل مدعا محنت کا کاروبار کا مدار قرار دینا تھا۔ نقدی کو درمیان لانے کا مقصد صرف اس معاملہ میں آسانی پیدا کرنا تھا مثلاً میں آٹھ گھنٹے کام کرتا ہوں اور کچھ روپیہ حاصل کرتا ہوں میں ہوٹل میں جاکر اس روپیہ میں سے کچھ اس باورچی کو دیتا ہوں جو کھانا پکاتا ہے جو دوسرے کو دیتا ہے جو ہوٹل کے چلانے میں اس کی مدد کرتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس اس طرح کاروبار کا ایک چکر چل رہا ہے جس کا انحصار اول کام پر اور پھر روپیہ پر ہے۔ پس یہ کام اور محنت ہی ہے جو دنیا کے کاروبار کے چکر کو چلا رہا ہے۔ روپیہ درحقیقت محنت کی ٹھوس صورت ہے۔ اصل مقصد یہ نہیں کہ یہ منجمد محنت صرف معدودے چند لوگوں کے قبضہ میں ہو بلکہ یہ ہے کہ یہ ہیئت اجتماعیہ کے اعضا و جوارح کے درمیان چکر کھاتی رہے۔ سونا بذاتِ خود کچھ قیمت نہیں رکھتا اس کی قیمت و اہمیت محنت کے سبب ہے۔ دنیا کی دولت درحقیقت تمام دنیا کا مال ہے پس وہ لوگ جنھوں نے قدرتی یا پیداواری کے ذرائع کو کلیتہً اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے وہ اُن ڈاکوؤں کی طرح ہیں جو چٹانوں اور پتھروں کی آڑ میں چھپے بیٹھے رہتے ہیں اور قافلوں کے گزرنے کے وقت اُن پر چھاپہ مارتے اور اُن کے مال کو لوٹ لیتے ہیں اور ان بیچارے قافلے والوں کو بھوکا ننگا چھوڑ کر خود عیش۔ عشرت اور فضول خرچی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ بڑی بڑی رقوم و خزانے جو یوں جمع کیے جاتے اور بُری طرح خرچ کیے جاتے ہیں درحقیقت اُن راستوں میں صرف ہونے چاہئیں جو نوع انسان کی خوشحالی اور فارغ البالی کے باعث ہوں۔ معاملات کی یہ حالت ایسے درجہ تک پہونچ چکی ہے کہ اب اس کی برداشت ناممکن و محال ہے۔

ایک بڑھیا کی ادھنّی

(منقول از چاند لاہور)

ایک بڑھیا نے ایک بنیئے سے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ اپنا کچھ روپیہ تجارت میں لگاؤں مگر مجھے اس کے بارے میں ذرا بھی تجربہ نہیں۔ اگر تم مجھے اپنے تجربہ سے فائدہ پہونچا سکو تو تمہاری بڑی مہربانی ہو۔ بنیئے نے جواب دیا کہ تجارت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر اصل رقم نہ لی جائے تو ہر چھ ماہ کے بعد دوگنی ہو جاتی ہے۔ بڑھیا نے پوچھا کہ تمہاری تجارت اسی قسم کی ہے؟ بنیئے نے جواب دیا۔ واقعی میرا کاروبار اسی قسم کا ہے اور میں جو روپیہ اس میں لگاتا ہوں وہ ششماہی کے بعد دوگنا ہو جاتا ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ میں نے تھوڑے ہی عرصہ میں تین مکان بنا لیے ہیں دو لڑکوں کا بیاہ کر لیا ہے۔ اور میرا باپ جو قرض چھوڑ مرا تھا۔ وہ بھی سب کا سب بیباق کر دیا ہے۔ یہ سنکر بڑھیا نے اپنے دوپٹے کے آنچل سے ایک ادھنی کھولی۔ اور بنیئے کے ہاتھ میں دیکر بولی۔ "تو میری ادھنّی تم اپنی تجارت میں لگا لو۔ میں جب آؤنگی حساب کر کے اپنا جو کچھ نکلتا ہوگا لے لونگی"۔ بڑھیا کی بات سن کر بنیا بہت حیران ہوا۔ مگر رحمدل آدمی تھا۔ اس نے بڑھیا کا دل توڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اس کی ادھنی اپنے حساب کی کتاب میں جمع کر لی۔

۲

بارہ سال گزر گئے بنیا بڑھیا کی ادھنی کا واقعہ قریب قریب بھول گیا تھا۔ یکایک ایک دن بڑھیا نے آکر کہا۔ میرا حساب کر دو۔ بنیا ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے بہتیرا یاد کیا مگر یاد نہ آیا کہ اس کو بڑھیا کا کیا دینا ہے۔ آخر جب اس نے ساری بات یاد دلائی۔ تب بنیا مان گیا کہ میں نے تیری ادھنی اپنے کاروبار میں لگا رکھی ہے اور میں نے تجھ سے اقرار کیا تھا کہ تیری یہ ادھنی ہر ششماہی کے بعد دوگنی ہوتی جائے گی۔ یہ سن کر بڑھیا بڑی خوش ہوئی۔ اور اس نے کہا تو بھائی اب میرا حساب کر دے۔ اتنی عمر ہو گئی ہے کون جانے کب دم نکل جائے۔ اور میری ساری رقم ہی ڈوب جائے۔ بنیئے نے دو روپے نکال کر بڑھیا کے حوالے کیے۔ اور کہا لیجا یہ تیری ادھنی ہے۔ مگر بڑھیا نے شور مچا دیا کہ ارے بنیئے! کچھ خدا کا خوف کر کیوں ظلم پر کمر باندھی ہے جو مجھ غریب

عورت کا روپیہ دبانا چاہتا ہے۔ یہ شور و غل سُن کر اس پاس کے سب دوکاندار جمع ہو گئے۔ اور بولے کیوں کیا بات ہے۔ بُڑھیا نے سارا واقعہ اُن کے سامنے کہدیا۔ اور کہا۔ اب یہ بنیا میرا حساب نہیں کرتا اور مجھے صرف دو روپیہ دیکر ٹالنا چاہتا ہے مگر میں چاہتی ہوں کہ میرا پائی پائی کا حساب ہو۔ اور میرا جو کچھ اس کے ذمہ نکلتا ہے وہ مجھے پورے کا پورا دلا دیا جائے۔ ایک دوکاندار نے بنیئے سے کہا۔ بُڑھیا ٹھیک تو کہتی ہے تو حساب کیوں نہیں کرتا۔ بنیا بولا تو تو ہی قلم دوات لیکر بیٹھ جا۔ اور حساب کر دے۔ بارہ سال کی چوبیس ششماہیاں ہوتی ہیں۔ اس لیئے اس بُڑھیا کی ادھنی چوبیس دفعہ دوگنی ہوتی جائے گی۔ بُڑھیا نے کہا۔ تیرا بیٹا زندہ رہے۔ یہی تو میں چاہتی تھی بس ابھی بیٹھ کر حساب کر دو۔

(۳)

حساب ہونے لگا۔ بُڑھیا کی ادھنی بارہ سال کی چوبیس ششماہیوں میں اس طرح سے بڑھتی

پہلی ششماہی میں ایک آنہ	دوسری ششماہی میں دو آنے
تیسری ششماہی میں چار آنے	چوتھی ششماہی میں آٹھ آنے
پانچویں ششماہی میں ایک روپیہ	چھٹی ششماہی میں دو روپے
ساتویں ششماہی میں چار روپے	آٹھویں ششماہی میں آٹھ روپے
نویں ششماہی میں سولہ روپے	دسویں ششماہی میں ۳۲ روپے
گیارھویں ششماہی میں ۶۴ روپے	بارھویں ششماہی میں ۱۲۸ روپے
تیرھویں ششماہی میں ۲۵۶ روپے	چودھویں ششماہی میں ۵۱۲ روپے
پندرھویں ششماہی میں ۱۰۲۴ روپے	سولھویں ششماہی میں ۲۰۴۸ روپے
سترھویں ششماہی میں ۴۰۹۶ روپے	اٹھارھویں ششماہی میں ۸۱۹۲ روپے
انیسویں ششماہی میں ۱۶۳۸۴ روپے	بیسویں ششماہی میں ۳۲۷۶۸ روپے
اکیسویں ششماہی میں ۶۵۵۳۶ روپے	بائیسویں ششماہی میں ۱۳۱۰۷۲ روپے
تیئیسویں ششماہی میں ۲۶۲۱۴۴ روپے	چوبیسویں ششماہی میں ۵۲۴۲۸۸ روپے

پس بُڑھیا کو ایک ادھنی کے بدلے پانچ لاکھ چوبیس ہزار دو سو اٹھاسی روپے ملے۔ بنیئے کا کچومر نکل گیا۔

کیا مسلمان تعلیم یافتہ عمدہ نصاب تعلیم نہ ہونے سے زندگی میں ناکام ہیں

(نوشتہ سید طفیل احمد، ولایت منزل علیگڑھ)

جب ہندوستان میں انگریزی مدارس قایم ہوئے تو مسلمان اُن سے اس لیئے کنارہ کش رہے کہ اُن میں مذہبی تعلیم کا انتظام نہ تھا۔ سرسید نے مدرستہ العلوم علیگڑھ قایم کر کے اُس میں دینی اور دنیوی تعلیم کا یکجا انتظام کیا مگر مسلمانوں نے یہاں کے نصاب کو غیر مکمل سمجھ کر لکھنؤ میں دار العلوم ندوۃ العلما قایم کیا تاکہ اُس سے روشن خیال علما پیدا ہو کر مسلمانوں کی دینی اور دنیوی رہنمائی کریں مگر ترقی کا جو نصب العین مسلمانوں کے سامنے تھا وہ پُرانے عربی مدارس علیگڑھ کالج اور دار العلوم لکھنؤ کسی سے پورا نہ ہوا اور ہر طرف یہی شکایت رہی کہ انگریزی مدارس قوم کو غلامی سکھاتے ہیں اور عربی مدارس دنیوی تعلیم سے معرا ہیں۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں جب ترک موالات کی ہوا چلی تو مسلمانوں نے جامعہ ملیہ اور چند نیشنل اسکول قایم کر کے اُن میں یورپ کے گریجویٹ اور مشرقی علوم کے ماہر یکجا جمع کیئے جو سب کے سب مذہبی اور قومی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور پوری اُمید تھی کہ ان مدارس سے جو طلبا رفارغ ہو کر نکلیں گے وہ قوم کی توقعات پوری کریں گے مگر طلبا تیار ہونے سے قبل ہی یہ درسگاہیں مضمحل ہو گئیں اور مسلمانوں کی تمام اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔ اِن پچاس سال میں مسلمانوں نے تعلیم کے متعلق صدہا منصوبے قایم کیئے اور پچاسوں قسم کے نصاب مرتب کر لیئے مگر ہنوز روز اول ہی اور وہ اپنی درسگاہوں کی تعلیم سے اُس سے بھی زیادہ غیر مطمئن ہیں جیسے کہ سنہ ۱۸۷۵ء میں مدرستہ العلوم علی گڈھ قایم ہونے سے قبل تھے۔

برخلاف اس کے برادران وطن نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ جب سرکاری مدارس قایم ہوئے تو جیسی کچھ بھی بُری بھلی تعلیم اُن میں ہوتی تھی اُس سے مستفیض ہونے لگے اور اُسی سے مثل پروفیسر بوس اور پروفیسر رے اور ڈاکٹر ٹگور کے ماہران علوم اور مثل پروفیسر گوکھلے اور تلک کے ماہران سیاست پیدا ہوئے انہیں سرکاری مدارس سے ہندو اور مسلمان دونوں تعلیم پاکر بڑے بڑے

جلیل القدر مناصب پر پہونچے۔ مگر ہندوؤں میں بکثرت ایسے لوگ ہیں جو اپنی ذات پر تکلیف
اُٹھا کر گرانقدر عطیات اپنی قوم کے لیئے دیتے ہیں۔ سرایس پی۔ سے کی نسبت سُنا ہی کہ وہ
ہزاروں روپیہ ماہوار غریب بچوں پہ صرف کرتے ہیں۔ بنگال کے ایک سولین مسٹر دت نے
ہزاروں روپیہ ماہوار کے خرچ سے عورتوں کی صنعتی تعلیم کے لیئے مدرسہ جاری رکھا ہی سر گنگا رام
انجنیر نے لاکھوں کروڑوں روپیہ کے کارِ خیر پنجاب میں جاری کیئے۔ خود ہمارے علیگڑھ کالج کے
ایک غیر معروف ہندو طالبعلم ڈاکٹر کامتا پرشاد نے جو فوج میں ڈاکٹر تھے پچاس ہزار روپیہ
الہ آباد یونیورسٹی میں کمسٹری کی نباتاتی تحقیقات کے لیے دیدیا مگر مسلمانوں کے جدید تعلیم یافتگان
میں بجز مولوی کرامت حسین مرحوم اور چند دیگر اصحاب کے کسی کی نسبت نہیں سُنا گیا کہ
انھوں نے تعلیم کے لیئے کوئی گرانقدر رقم دی ہو۔

یوں کمانے میں مسلمان کسی سے پیچھے نہیں مگر چونکہ وہ روپیہ بچاکر اُسے بڑھانا نہیں جانتے
اس لیئے وہ اپنے روپیہ کے صحیح مصرف سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ جب روپیہ اُن کے ہاتھ
میں آتا ہی تو اُسے محض صرف کر ڈالنا جانتے ہیں جس سے اپنے لیے اعلیٰ درجہ کے سوٹ اور
گھر والوں کے لیئے قیمتی ساڑھیاں بنوانا اُن کا انتہائے نصب العین ہوجاتا ہی۔ دوسروں کو
نیک کاموں میں صرف کرتے ہوئے دیکھ کر وہ دل میں ضرور کڑھتے ہیں۔ اپنے غریب
بھائیوں کی امداد کرنے کی امنگ اُن کے دل میں بھی پیدا ہوتی ہی۔ وہ بھی ایثار کرنا اور دل
سے قوم کی مفت خدمات کرنا چاہتے ہیں مگر مسرفانہ عادات کی وجہ سے اپنے جذبات پر قدرت
نہیں رکھتے اور جو کچھ جس ذریعہ سے انھیں ملتا ہی اُسے بلا ارادہ صرف کر ڈالتے ہیں نمود و
نمائش کی چیزوں میں صرف کر کے نام پیدا کرنے کی عادت انھیں علوم کے مطالعہ اور فنون
کی تحقیقات سے بھی محروم رکھتی ہی جن کے لیئے محض ضبط نفس کی تربیت کی ضرورت ہوتی ہی نہ کہ
یونیورسٹیوں کی ڈگریوں یا اعلےٰ درجہ کے نصاب کی۔ چنانچہ یورپ میں ہزاروں ایسے موجد گذرے
ہیں جنھیں یونیورسٹی کی تعلیم کی ہوا بھی نہ لگی تھی اور محض ضبط نفس اور کفایت شعاری سے وہ
ادنیٰ حالت سے اعلیٰ مدارج پر پہونچے۔

قابل توجہ گزارش جن حضرات نے اپنا ذیلی چندہ اس وقت تک مرحمت نہیں فرمایا ہی وہ براہ کرم
توجہ فرمائیں ورنہ اکتوبر کا نمبر وی پی روانہ کیا جائے گا۔ **منیجر**

۲۳

انجن کے آٹے کی مضرت

(از ڈاکٹر محمد فیاض احمد صاحب اسسٹنٹ میڈیکل افسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

(نوشتہ سے پیوستہ)

غرضیکہ اے انجن! تو نے اپنے باریک آٹے سے ایک دُنیا کو مسخر کر رکھا ہے جس کو دیکھو تیرا ہی کلمہ پڑھتا ہے۔ اب ہاتھ کی چکی بھی گئی اور ہاتھ کا پسا ہوا آٹا ڈھونڈے سے دوائی کو بھی نہیں ملتا جس کو دیکھئے تیری زلفِ دراز نہیں نہیں تیری لمبی مال کے چکر میں گرفتار ہے۔
کبھی کبھی گنوار کہدیا کرتے ہیں کہ مشین کے آٹے کا انس نکل جاتا ہے۔ طاقت جل جاتی ہے۔ مگر وہ ٹھیرے گنوار۔ ان کی بات بھی گنواری۔ اس کی کیا سند۔ لیکن اے بھاپ کے انجن! اے بجلی کے انجن! اس میں شک نہیں کہ تو نے آٹا کیسا پیسا میدہ بنا دیا۔ اور میدہ کا تو کہنا ہی کیا گیہوں کو اس قدر رگڑا کہ سرمہ کر دیا۔ اب اس پر میدہ سے آٹے کو چھنوایا جا رہا ہے چوکر علیٰحدہ کرایا جا رہا ہے۔ یہ چوکر کیا ہوگا؟ انسان خصوصاً نازک مزاج انسان کے کھانے کے تو یہ قابل نہیں۔ گائیں بھینسیں کھائینگی۔ یا کوئی طبیب کسی غریب مریض کو سبوس گندم کے نام سے زکام کے لیئے تجویز کر دیگا۔ اور وہ غریب ایک دو چٹکی پانی میں پکا کر اور نمکین کر کے رات کو گرم گرم پی لے گا۔ یا دانہ میں ملا کر امیروں۔ رئیسوں کے گھوڑوں کو دیا جائے گا۔ میر صاحب سائیس سے بتاکید کہہ رہے ہیں کہ دو حصہ دانہ کھلا دیتے ہو۔ گھوڑا دُبلا ہوتا جا رہا ہے لیکن میر صاحب کو کیا معلوم کہ گھوڑا اور انسان اس معاملہ میں یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔
جس طرح چوکر گھوڑے کو قبض نہیں ہونے دیتا اور دانہ کو جزوِ بدن بنانے میں مدد دیتا ہے ایسا ہی انسان بھی جب آٹا چوکر سمیت کھاتا ہے تو ایسا ہی نفع پاتا ہے۔
میر صاحب کو کچھ بسنت کی بھی خبر ہے۔ مغربی ممالک میں اب گھوڑوں ہی کو چوکر نہیں دیا جاتا بلکہ وہاں کے گورے بھی اس گندمی جنس کو اپنی صحت کی درستی کے لیئے کھانے لگے ہیں۔ شدہ شدہ ہندوستانی بھی اثر پذیر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ہاں کے ایک پروفیسر بالالتزام آٹے کے چھان (چوکر) کا حلوا ناشتہ میں کھاتے ہیں جو لذیذ ہوتا ہے اور کھاتے وقت بمشکل معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ چوکر جیسی متروک جنس کی پلیٹ ہے۔ مگر

یہاں جس کو دیکھو ابوالحسن تانا شاہ سے کم نہیں مشین کا پسا ہوا باریک آٹا ہی کیا کم تھا
کہ اس سے باریک چھلنی میں چھان کر بھی علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ ایک کڑوا دوسرا نیم چڑھا۔ خداوند
حکیم نے آٹے کی خرابی کا مصلح بھی ساتھ ہی پیدا کر دیا تھا۔ مگر ہم ہیں کہ اپنی دانست میں آٹے
کی اصلاح کرنے چلے ہیں۔ ایجاد بندہ اگرچہ گندہ اسی کو کہتے ہیں۔
ہاتھ کی چکی کی اصلاح انجن کی چکی سے کی بھی اور اب آٹے کی اصلاح باریک چھان کر
اور چوکر نکلوا کر کر رہے ہیں۔
اے انسان ! تو کھانے کے معاملہ میں اصلاح پہ اصلاح کیے جا۔ مگر نیچر تیری خلاف
فطری اصلاح کو ہرگز قبول نہ کرے گی قوانین فطرت کے خلاف چلے گا تو خود منہ کی کھائیگا
اور نقصان اٹھائے گا۔
مشین کے آٹے پر انحصار کر کے نہ صرف تو نے صنفِ نازک کو ایک مفید اور
صحت بخش مشغلہ سے محروم کر دیا بلکہ نازک کو نازک تر بلکہ روگی بنا کر خود اپنے اور اپنے
بچوں کے لئے وبال خرید لیا۔ یہ عالمگیر قبض اور اس کے متعلقہ عوارض ورزش جسمانی کی کمی کو
چھوڑ کر۔ بڑی حد تک انجن کے باریک چھنے ہوئے آٹے اور میدہ کی پیداوار ہیں اجابت
کا کوئی وقت نہیں۔ قدمچوں پر گھنٹوں بیٹھے رہتے۔ حقہ کے کش لگاتے سگریٹ کے
دھوئیں اڑانے پر بھی اجابت نہیں ہوتی۔ طبیعت صاف نہیں ہوتی۔ گُند گُند رہتی ہے دماغ
پریشان۔ پڑھتے ہیں تو کچھ یاد نہیں رہتا۔ پیٹ میں درد رہتا ہے۔ نفخ ہے۔ مروڑ ہے۔ دھڑکن ہے
دمہ ہے۔ بواسیر ہے۔ کھانا چاہتے ہیں مگر کھایا نہیں جاتا۔ راتوں کی نیند اڑ گئی تارے گن کر
سحر ہوتی ہے غرضیکہ یہ ہے وہ ہے۔ کیا کیا کچھ ہے۔ یہ سب اسی ذاتِ اقدس کے کرشمے ہیں۔
پھر رنگے کہ خواہی جامے پوش + من اندازِ قدت را مے شناسم۔ جب حالت یہ ہے
تو خواجہ حسن نظامی جیسا ذی حس انسان اگر پکار اٹھے کہ مجھ کو سوراج نہیں چاہیے بلکہ ہاتھ
کی چکی کا پسا ہوا آٹا چاہیے تو ہمیں تعجب کی کیا بات ہے مگر ہماری نئی سائنس اس کی (مشین کے
باریک آٹے) خوبصورتی اور آبداری پر مٹی ہوئی ہے ڈائننگ ہال کے منشی صاحب سے
ایک دن کہا گیا کہ تمہارا ٹھیکہ دار نہایت باریک آٹا دیتا ہے اس سے کہیے کہ موٹا دردرا آٹا
دیا کرے۔ اس باریک آٹے سے اکثر طلبا کے پیٹ میں خرابی ہوتی ہے منشی صاحب نے
بُرا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ بجا فرمایا۔ لیکن موٹے آٹے کی روٹی خوبصورت اور آبدار

نہیں ہوتی اور کھانے والے ایسی بدصورت۔ بے آب روٹی کو پسند نہیں کرتے مگر یہ یاد رہے کہ جسم انسانی کا ایک ایک کیسہ ہوشمند اور اپنے نفع و نقصان کا سمجھنے والا ہے خوبصورتی اور آبداری کو وہ نہیں دیکھتا۔ بلکہ دیکھتا یہ ہے کہ اس کی فطرت۔ کے مطابق موٹے آٹے کی روٹی ہے یا باریک کی خلاف منشا روٹی پاتا ہے تو اولاً اس کی خرابی کی اصلاح کی طرف ہمہ تن مصروف ہو جاتا ہے۔ لیکن جب اصلاح سے تھک جاتا ہے تو درد شکم کی آواز اور سو ہضم کی پکار سے چیختا ہے اور کھانے والے کو کھانے کی اصلاح کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ کوئی ہے جو اس کی خاموش آواز کو سنے خیر! ایک آٹا تو تھا ہی۔ میدہ اس کا بھی بڑا بھیا ہے۔ چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ۔ دیکھیے تو میدہ سے انسان نے کیا کیا لذیذ کیک اور مٹھائیاں او طرح طرح کے کھانے کی چیزیں بنائی ہیں کہ کھانے والے ہونٹھ چاٹتے ہی رہ جاتے ہیں مگر اصل حقیقت کھانے کے بعد معلوم ہوتی ہے۔ کچھ عرصہ تو فطرت اغماض کرتی رہتی ہے لیکن آخر کبھی دیر سویر ایک وقت آتا ہے کہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا انسان اور اپنے دانتوں سے اپنی قبر کھودنے والی یہ مخلوق پکڑی جاتی ہے اور طرح طرح کی بیماریوں کے عذاب میں گرفتار ہو جاتی ہے۔

بھائی فیروز بخت! گارڈن پارٹیوں۔ ٹی پارٹیوں میں تم کو سب سے زیادہ کیک کیوں مرغوب ہے۔ کیک ثقیل ہوتا ہے پھل کھا لیا کرو۔ تم کہتے ہو کہ میں پتھر بھی ہضم کر سکتا ہوں یہ اس وقت بالکل صحیح ہے۔ ماشاء اللہ تنومند جوان ہو۔ ہاضمہ درست ہے لیکن ۵

رنگ لائیگا تمھارا کیک کھانا ایک دن

دعوتوں۔ پارٹیوں میں جو یونیورسٹی میں کم و بیش ہوتی ہی رہتی ہیں۔ ہمارے عزیز فیروز بخت دو سال تک خوب کیک کھاتے رہے۔ منتظمین دوست اور ہم جماعت تھے پھر کیک سے ملنے میں کیا کمی ہو سکتی تھی۔ آخر ہوا جو ہونا چاہیے تھا اور جس کا اندیشہ تھا۔ میاں فیروز بخت کو پیچش ہو گئی۔ کیسٹر آئل پی رہے ہیں۔ ایمے ٹین (A metine) کے انجکشن لے رہے ہیں۔ سو ہضمی ہے۔ کھانا ہضم نہیں ہوتا پیٹ میں میٹھا میٹھا درد رہتا ہے۔ کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ تنگ آ کر گھر چلے گئے۔ ذرا صحت ہوئے تو پھر آ گئے۔ پھر چند روز بعد جانا پڑا پھر آ گئے علیحدہ باورچی رکھا۔ علیحدہ کھانا پکوایا جا رہا ہے۔ گھر سے گھی لاتے ہیں۔ میاں کا گھی چربی ملا ہوا اچھا نہیں۔

کہو بھئی فیروز بخت! کیک کھاؤ گے۔ آج ٹی پارٹی ہے۔ نا بابا میری توبہ!!! کیک نے اس

حال کو تو پہونچا دیا۔ اب ایک مرنا اور باقی رہ گیا ہی۔

انجن خان مطمئن ہیں۔ خوش ہیں۔ دلمیں کہہ رہے ہیں۔ یہ حضرت کیا اپدیش دے رہے ہیں۔ ایسی رو ام ابکیں ہوا ہو سکتا ہی اور ہو بھی جائے اور گھر گھر چکی کی گھمر گھمر بھرتے ہونے بھی لگے تو کہیں یہ بی جان بیاہ باراتوں۔ ہوٹلوں بورڈنگ ہاؤسوں کی مانگ کو پورا کر سکتی ہیں۔ اجی تو یہ کرو۔ کیا پدی کیا پدی کا شوربہ۔ ہر پھر کر میری ہی چوکھٹ پہ ناک رگڑینگے۔ بھئی انجن سچ کہتے ہو تم اسی خیال میں مگن رہو۔ لیکن تمہاری آمد سے پہلے بیاہ باراتوں میں کس طرح انتظام ہوتا تھا خراس لگا لیں گے۔ بیلوں سے چکی کھچوائیں گے۔ موٹا دردرا ہاتھ کی چکی جیسا آٹا ملے گا۔

(باقی آئندہ)

رسالہ جواز سود

رسالہ جواز سود چھپکر تیار ہو گیا لیکن اس وقت تک کی جمع شدہ فرمائشیں بتاتی ہیں کہ عنقریب ختم ہو جائے گا۔ اس لیئے جو صاحب خریدنا چاہیں جلد فرمائشیں بھیجیں قیمت فی نسخہ ۱؎ محصولڈاک۔ سو نسخوں کی قیمت معہ محصولڈاک ۱۲؎۔ اس رسالہ کی ضخامت اس سے قبل علاوہ ٹائٹل پیج کے ۲۰ صفحے تھی اور اب مضمون اور فتاوے میں اضافہ ہو جانے کی وجہ سے ۴۶ صفحے علاوہ ٹائٹل پیج ہی۔

موجودہ لٹریچر متعلقہ سود مند

(۱) کشف الغطا عن وجہ الربا۔ قیمت ۳؎ فی نسخہ علاوہ محصولڈاک

(۲) مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل۔ قیمت ۲؎ فی نسخہ "

(۳) رسالہ جواز سود۔ قیمت ۱؎ فی نسخہ معہ محصولڈاک

" " " ۱۲؎ فی صد نسخہ "

(۴) رسالہ مالی اصلاح قیمت ۱؎ فی نسخہ "

مینجر سود مند بدایوں

سکہ کے متعلق پیچیدہ مسائل

روپیہ کا معیار قیمت اور مبادلہ طلائی

عوام پوچھتے ہیں "سکہ کے متعلق کیا پیچیدہ مسائل ہیں۔ کہ جن کے گورکھ دھندے کے بارہ میں اس قدر رد و کد ہوتی رہتی ہے" اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ ہمارا سکہ چاندی کا ہے جسے روپیہ پکارتے ہیں۔ بازار میں اس کے سولہ آنے شمار ہوتے ہیں۔ اور مروجہ شرح کی رو سے اس سے آٹا۔ دال۔ کپڑا اور دیگر ضروریات خریدی جاتی ہیں ہر ایک چیز کی قیمت کا معیار اور مبادلہ روپیہ ہے۔ اس کے متعلق کوئی دشواری پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن جب دوکاندار کہ جن سے ہم اپنی ضرورت کے سامان خریدتے ہیں۔ اس روپیہ کو لیکر یورپ یا امریکہ کی منڈیوں میں مال خریدنے کو جاتے ہیں تو بڑی دقت پیش آتی ہے اس روپیہ کی قیمت سولہ آنے کی بجائے پندرہ یا ساڑھے پندرہ آنے یا کم و بیش لگائی جاتی ہے اور اسی حساب سے اسے مال کم ملتا ہے گو یا آپ تو اپنے روپیہ کے بدلے بازاری بھاؤ سے پورا مال لیتے ہیں۔ مگر اہل تجارت کو غیر ملکوں میں منڈیوں میں کم مال ملتا ہے اور جب وہ خسارہ اُٹھاتا ہے تو آپ کو بھی شریک ہونا پڑے گا۔ آپ کو مال مہنگا ملیگا اس سے یہ سوال برپا ہوتا ہے "روپیہ کی قیمت تبادلہ کیا ہونی چاہیئے؟" ایک تو ہمارے سکہ کا یہ مسئلہ ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے سب مہذب ملکوں میں روزمرہ کے کام کا سکہ نقرئی ہے۔ جاپان میں ین۔ چین میں ڈالر۔ فرانس میں فرانک۔ جرمن میں مارک روس میں رُبل۔ انگلستان میں شلنگ یا کراؤن۔ امریکہ میں ڈالر رائج ہے۔ مگر ان سب سکوں کا مبادلہ طلائی ہے یعنی زر نقرئی کے علاوہ طلائی سکہ بھی رائج ہے جس سے قیمت کا معیار قائم ہوتا ہے اور بین الاقوام کے لین دین میں کام لیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے انھیں نقصان نہیں اُٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن ہندوستان کو نقرئی سکہ کے سبب سے گھاٹا برداشت کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس کی قیمت بین الاقوام سکہ۔ پونڈ کے مطابق کرنا پڑتی ہے کہ جس سے شرح تبادلہ کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اس ہیر پھیر میں ہندوستان کو کئی کروڑ روپیہ کا خسارہ اُٹھانا پڑتا ہے۔

اس مشکل کو حل کرنے کی کئی بار کوشش کی گئی۔ گذشتہ پینتیس سال کے عرصہ میں ماہروں کی کمیٹیاں پانچ مرتبہ مقرر کی گئیں۔ اب سے تیس پینتیس سال پہلے پونڈ کی قیمت دس روپے تھی کہ جس میں تجارتی ضروریات کے تناسب سے ردوبدل ہوتا رہتا تھا۔ آخرکار ایک کمیٹی نے روپیہ کی قیمت دو شلنگ اور پونڈ دس روپیہ کا مقرر کیا لیکن کچھ مدت بعد پھر مالی مشکلات سے سامنا پڑا تو ایک اور کمیٹی مقرر ہوئی کہ جس نے روپیہ کی قیمت تبادلہ ایک شلنگ چار پنس اور پونڈ کی قیمت پندرہ روپے مقرر کی کئی برس تک یہی قیمت رہی۔ مگر دوران جنگ میں [illegible] امن کا سلسلہ صنعت و تجارت درہم برہم ہوگیا اور اس کے ساتھ پونڈ اور دیگر سکوں کی قیمت بھی تہ و بالا ہوگئی۔ اس میں اتنی کمی واقع ہوگئی کہ پونڈ پونے سات روپے کا اور روپیہ کی قیمت پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھ گئی۔ امریکہ میں اول مرتبہ ہنڈی یا ہنڈیاں فروخت کی گئیں گر سنہ ۱۹۲۰ء میں ہمارے روپیہ کی سارے جہان میں بے حد قدر ہوئی۔ آخرکار بیبنگٹن اسمتھ صاحب کی کمیٹی مقرر ہوئی کہ جس نے روپیہ کی قیمت دو شلنگ اور پونڈ دس روپیہ کا مقرر کیا مگر یہ کیفیت دیر تک نہ رہی۔ زرعی پیداواروں کی بہتات سے برآمد میں معتدبہ بیشی ہوئی اور سنہ ۲۲-۱۹۲۱ء کا خسارہ تجارت پورا ہوکر توفیر مرتب ہونے لگی۔ گویا قریباً دو سال سے شرح تبادلہ ڈیڑھ شلنگ فی روپیہ اور پونڈ سوا تیرہ روپیہ کا قرار پایا اور اب تک یہی شرح ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دو سال سے سونا بھی سستا ہوگیا ہے۔ اب اس کا بازاری نرخ بائیس روپے کے لگ بھگ ہے۔ اگر سنہ ۱۹۱۹ء کے پہلے دو تین مہینے کی اتفاقی اور حسرت انگیز ارزانی سے قطع نظر کی جائے۔ تو موجودہ ارزانی غیر معمولی اور اپنی قسم کی پہلی ہے۔

(باقی آئندہ) جے۔ آر۔ [illegible]

کشف الغطا عن وجہ الربا

بزبان عربی

چائے کی مضرتیں

(از ڈاکٹر محمد فیاض خان صاحب اسسٹنٹ میڈیکل افسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

اے چائے! تیری ہر دلعزیزی کی قسم کھانی چاہیئے۔ سرد ملکوں کے رہنے والے تو تیرے عاشق زار تھے ہی اب گرم ملکوں والے بھی تیرے دامِ بلا میں گرفتار ہو گئے۔ تیرے قدردان شیر و شکر کی آمیزش سے تیری تلخی کو چھپاتے ہیں اور ایک اندازِ خاص سے تیری چھلکتی ہوئی پیالی سے گھونٹ گھونٹ پیتے جاتے ہیں اور تیری شیریں کامی کے چٹخارے لیتے جاتے ہیں۔

اے بی چائے خانم! کیا آپ وہی نہیں ہیں جو کمپنی کے راج میں نہیں بلکہ ملکہ کے راج تک میں دیہاتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے بڑے بڑے شہروں میں بھی صاحب لوگوں کے بنگلوں یا خانساموں کے کاشانوں کے سوائے بمشکل کہیں نظر آتی تھیں۔ یا اب مغربی تمدن کی ترویج کے ساتھ ساتھ ہر گھر میں جلوہ گر نظر آ رہی ہیں۔

اے سبز پری (سبز چائے)! زمانۂ حال کے مسٹر تیری چاہت میں راجہ اندر بنے ہوئے ہیں اور اے لیلا اندام! (سیاہ چائے) پرانے خیالات کے مولوی اور صوفی بھی تیری محبت میں مجنوں کے نام کو زندہ کر رہے ہیں۔ تیری الفت نے نہ نادار ہی کو چھوڑا نہ زردار ہی کو۔ نہ کالے ہی تجھ سے بچے نہ گورے ہی۔ جس کو دیکھو تیرا ہی کلمہ پڑھتا ہے اور جس کو دیکھو تیرا ہی دم بھرتا ہے۔ صبح حوائج ضروری سے پہلے اور بہت پہلے منہ ہاتھ دھونے اور دانت صاف کرنے سے قبل بعض جنٹلمین تیری دہن بوسی باعثِ سعادت اور مدِ اجابت سمجھتے ہیں۔ اور بعض امورِ ضروری سے فراغت پا کر ٹوسٹ مکھن کے ساتھ تجھ سے لطف اندوز ہونا اپنا معمول بنائے ہوئے ہیں۔ انگریزی درسگاہوں کے طلبا کی شب بیداری اور صوفیوں کی شب زندہ داری کم و بیش تیری ہی رہینِ منت ہے حالانکہ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا کا خدائی قانون پھر ملحوظ ہر ہر ساعت گلوگیر ہوتا رہتا ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے سہر اور دیگر عوارض کی شکل میں بہت بری طرح سزا بھی بھگتتے رہتے ہیں۔

غریب پسنہاری پانچ پیسے کا آٹا پیستی ہے اور تین پیسے تیری نذر کر دیتی ہے

کم اندیش خاں بارہ روپے ماہوار کماتے ہیں مگر ایک چوتہائی تنخواہ تیرے سر صدقے کر دیتے ہیں
اب بیوی بچے خواہ بھوکے رہیں یا قرض دام سے اپنا پیٹ بھریں۔ تیرے جاں نثار نادار
ہوکر بھی تجھ پر پروانہ وار جان دیتے ہیں۔ مگر بے زر عشق ٹیں ٹیں۔ ہر روز کی مواصلت سے محروم
ہوکر اب اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ محلہ برادری میں کسی کے ہاں بیاہ شادی یا ولادت کی
کوئی تقریب سعید ہو تو صاحب تقریب سے روپیہ وصول کرکے بڑے پیمانہ پر تیرے نام سے
جشن منائیں اور اُن کو بھی جواب تک تجھ سے بیگانہ ہو رہے ہیں تیرا گرویدہ بنائیں۔
یسین خاں تمہاری شادی خانہ آبادی ہوئی ہے۔ چار خانم کے نام سے پانچ روپے دلواؤ۔
تصدق حسین خاں اپنے پوتے کی تقریب ولادت پر زرچندا عنایت کرو۔ نو گرفتار بھی ہاں ہیں
ہاں ملائے جاتے ہیں۔ اُن کو کیا معلوم کہ مفت کی چار نوشی آگے چلکر کیا رنگ لائے گی۔
اور علاوہ غلامی کے علاوہ صحت و تندرستی پر کیا کیا غضب ڈھائے گی۔
تحلیل کیمیائی کے ذریعہ چار کے تین بڑے بڑے اجزا ترکیبی حسب ذیل معلوم ہوئے ہیں:-
(۱) ۱ سے ۴ فی صدی کیفین جو محرک اور مدر بول ہے۔
(۲) ½ فی صدی ایک خوشبودار تیل۔
(۳) بڑی مقدار ٹے نین۔ جو قابض ہے۔
جوشاندہ کے طور پر دیر تک چار کو پکاتے رہنے سے خوشبودار جزو اُڑ جاتا ہے اور ٹے نین
یعنی قابض جزو بڑی مقدار میں پانی میں حل ہو جاتا ہے۔ اس لیئے چار عموماً بطور خیساندہ تیار کیجاتی
ہے اور محض پانچ منٹ پانی میں بھگائی جاتی ہے۔ کیفین جو محرک جزو ہے ہر حالت میں پانی میں حل
ہو جاتا ہے اور اگر چار مؤخر الذکر طریقہ سے بھی تیار کی جائے تو ٹے نین زیادہ نہ سہی کچھ نہ کچھ حل
ہو ہی جاتی ہے۔

چار کی پتی قدرتی حالت میں پینے والوں تک پہونچتی تو بھی کچھ غنیمت تھی۔ مگر بہت کم
ایسا ہوتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ غرض مند اشخاص اپنی خاص الخاص ترکیبوں کے ذریعہ اس میں خاص
قسم کا ذریعہ اور بو پیدا کرتے ہیں اور اس کو ایسے رنگ میں رنگتے ہیں کہ چار پینے والا مدت العمر
کے لیئے اُس خاص قسم کی چار کا غلام بن کے رہ جاتا ہے اور اپنا نام نادانستہ مستقل خریداروں کی فہرست
میں لکھا لیتا ہے۔ اب دوسری قسم کی چار سے اس کو نہ وہ سرور پیدا ہوتا ہے اور نہ وہ کیف حاصل
ہوتا ہے بیوی بچے دوست آشنا جو جو بھی اس آب گرم سے فیضیاب ہوتے ہیں اس کے

حلقۂ اثر کو بڑھانے کے باعث ہوتے رہتے ہیں۔

چاء میں اگرچہ بذاتہ کوئی غذائیت نہیں ہے۔ ذائقہ بھی قدرے تلخ ہوتا ہے۔ مگر دودھ بالائی اور شکر کی آمیزش سے اس میں غذا کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور تلخی بھی بے معلوم سی ہو جاتی ہے اور اس طرح بن سنور کر یہ چاء کی پیالی عجیب عجیب کمالات اپنے اندر رکھتی ہے۔ ایک پیالی ہر روز پلا دینے سے وہ وہ کام نکلتے ہیں جو پیسوں اور روپوں سے نہیں نکل سکتے سائیس کو ہر روز ایک پیالی چاء پلا دیجئے پھر دیکھئے اپنے کار مفوضہ کے علاوہ دوسرے کام کیسی خوشی سے کرتا ہے۔ جھاڑو دیتا ہے۔ برتن صاف کرتا ہے۔ بوجھ اٹھاتا ہے غرضیکہ بندۂ بےدام کی طرح ہر کام کے لیئے تیار رہتا ہے۔ کسی طبیب کی تواضع ہر روز چاء سے کر دیجئے۔ بلا فیس آپ کے مریض کو دیکھنے کے لیئے حاضر رہے گا۔

قاری صاحب دو گھنٹہ بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ لیکن ایک پیالی چاء پیکر چھ گھنٹہ بازار میں ساقیِ چاء کے لیے جنس خریدتے پھرتے ہیں۔ واپسی پر گرم گرم چاء کی ایک پیالی اور پلا دیجاتی ہے اور قاری صاحب تمام کوفت بھولکر مگن ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ ایک پیالی چاء بڑے بڑے کام نکالتی ہے۔

بی جمالن! سر پکڑے ہوئے کیوں لیٹی ہو۔ سرکار! سر پھٹا جا رہا ہے جمائیاں آ رہی ہیں۔ آنکھیں نہیں کھلتیں۔ بدن ٹوٹا جاتا ہے۔ کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ آج چاء نہیں ملی اس کلموئی سے ناک میں دم ہے۔ سرکار ایک پیالی چاء پلا دیتے ہیں اور گھوڑی کے لیئے دس سیر دانہ دلوا لیتے ہیں۔

چاء اونچے طبقے میں اس سے بھی بڑھکر کمال دکھاتی ہے۔

خانصاحب کونسل کی ممبری کے امیدوار ہیں۔ بااثر رائے دہندگان فرداً فرداً بڑی مشکل سے ملتے ہیں مگر چاء کی دعوت میں سب کھنچے چلے آ رہے ہیں۔ وزیر صاحب تین انگلی سے مصافحہ فرما لیتے ہیں اور کوٹھی پر بلا کر ایک پیالی چاء پلا دیتے ہیں۔ بڑے سے بڑے گردن کش پانی بھرتے نظر آتے ہیں

معلوم ہوتا ہے بعض انسانوں کو غلام بننے میں مزہ آتا ہے کوئی چاء کا غلام بنا ہوا ہے کوئی کافی کا۔ کوئی تمباکو کا غلام ہے کوئی پان کا۔ یہاں تک تو مہذب غلامی کہلاتی ہے۔ غیر مہذب غلامی اس سے اور آگے بڑھتی ہے کوئی شراب کا غلام ہے کوئی کوکین کا کوئی افیون کا غلام ہے۔ کوئی بھنگ کا۔ کوئی چرس کا غلام ہے کوئی گانجہ کا وغیرہ وغیرہ اگر نوبت غلامی ہی تک محدود رہتی تو بھی خیریت تھی لیکن مشکل یہ آن پڑی ہے کہ تمام قسم کی غلامیاں کم و بیش صحت کو برباد کرنے کا بھی باعث بنتی رہتی ہیں۔

(باقی آئندہ)

از محمد محسن صاحب

مسدس بغرض سود مند

نسیم بدایونی

لطفِ سیر و شکار کھوتی ہے　　قوتِ اختیار کھوتی ہے
ہمت کاروبار کھوتی ہے　　زندگی کا وقار کھوتی ہے
مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

آج کل جس کے پاس پیسا ہے　　وہ بُرا بھی کہے تو اچھا ہے
ساکھ اُس کی ہے رُعب اُس کا ہے　　یعنی پیسے کا بول بالا ہے
مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

ساری عزت ہے چار پیسوں کی　　سب مشیخت ہے چار پیسوں کی
زیب و زینت ہے چار پیسوں کی　　شان و شوکت ہے چار پیسوں کی
مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مَرد کا اعتبار کھوتی ہے

حُسن دولت جمال دولت ہے　　وجہ جاہ و جلال دولت ہے
سارے حلووں کی ٹھال دولت ہے　　آدمی کا کمال دولت ہے
مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مَرد کا اعتبار کھوتی ہے

منحصر کاروبار پیسے پر　　ختم سب اختیار پیسے پر
خوبیوں کا مدار پیسے پر　　عیش کا انحصار پیسے پر
مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مَرد کا اعتبار کھوتی ہے

مقصدوں کا وکیل پیسہ ہے　　خواہشوں کا کفیل پیسہ ہے
منفعت کی سبیل پیسہ ہے　　فوقیت کی دلیل پیسہ ہے

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

چڑھکے موٹر پہ جو ہوا کھائے — وہ کسی کی مدد کو کیوں آئے
عیش میں جس کی عمر کٹ جائے — اُس کو یہ شعر کون سمجھائے

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

بے زری سے جو لوگ ڈرتے ہیں — پیسہ پیسہ وہ جمع کرتے ہیں
موتے جھوٹے سے بہت بھرتے ہیں — کوئی پوچھے تو کہہ گزرتے ہیں

مفلسی سب بہار کھوتی ہیں
مرد کا اعتبار کھوتی ہیں

بے زری وہ بری نحوست ہے — جس کی تحت ہر مصیبت ہے
آج کل جو ہماری حالت ہے — اپنے افلاس کی بدولت ہے

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

کاش سوجھے برا بھلا ہم کو — آئے اس بات کی حیا ہم کو
لوگ کہتے ہیں بے نوا ہم کو — اب یہ احساس دے خدا ہم کو

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

گر کفایت شعار ہوتے ہم — آج سرمایہ دار ہوتے ہم
صاحب کاروبار ہوتے ہم — ہوتے مفلس نہ خوار ہوتے ہم

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

قرض سے کام کیا چلاتے ہیں — ہم کماتے ہیں غیر کھاتے ہیں
آخر کار ڈوب جاتے ہیں — اور یہ شعر گنگناتے ہیں

۳

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

ہم اگر مالدار ہو جائیں — جبر سب اختیار ہو جائیں
خود بخود ذی وقار ہو جائیں — ہیں جو دشمن وہ یار ہو جائیں

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

ہو فقیر اب بھی وقت غیرت کا — سمجھیں مصرف ہم اپنی دولت کا
شوق ہم کو بھی ہو تجارت کا — ہو نہ سو دفعہ پھر اس شکایت کا

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

صرف بیجا سے ہم کو وحشت ہو — جمع کرنے کی ہم کو عادت ہو
وسعت سرمایہ سے تجارت ہو — ختم اس شعر کی تلاوت ہو

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

تاجروں کو خوشخبری

چند سال سے تجارت اور کاروبار کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی ہے جس کی وجہ سے تاجر نہایت پریشان حال ہیں۔ مگر ایک ماہر تجارت کا خیال ہے اور یہ خیال ایک حد تک صحیح معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ جنگ عظیم میں جو مال افراط سے خریدا گیا تھا اس کے ذخیرے اب تک موجود تھے جنھوں نے مال کی قیمت کو بہت گرائے رکھا تھا اور جس کی موجودگی میں جدید مال کی کھپت اور خریداری کی گنجائش نہ تھی مگر آخر یہ لڑائی کے زمانہ کا خریدا ہوا مال کب تک چلتا۔ ان ذخائر میں اب کمی ہو رہی ہے اور خیال یہ ہے کہ ۱۹۲۶ء تک اس کے ختم ہو جانے پر جدید مال کی ضرورت محسوس ہوگی اور یہ بڑھ کر تجارت کو اسی حالت میں لے آئیگی جو قبل از جنگ عظیم تھی۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ وقت پھر آئے اور تاجر خوشحال اور فارغ البال ہوں۔

ناظرین سود مند کی خدمت میں التماس

آپ کو معلوم ہے کہ سود مند، اس لیئے نکالا گیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو سادہ زندگی اور کفایت شعاری اختیار کرنے اور روپیہ کا کاروبار کرنے کی طرف متوجہ کرے تاکہ قوم افلاس و گداگری کے بھنور سے نکلے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری اس آواز پر قوم نے عام طور پر لبیک کہا ہزاروں خطوط ہمارے پاس اس تحریک کی تائید میں موصول ہوئے، قومی اخبارات نے ان خیالات کی اشاعت میں بہت مدد دی۔ ہم نے ابتدا میں یہ اعلان کیا تھا کہ سود مند صرف دو سال جاری رہے گا۔ مگر خریداران سود مند میں سے اکثر اصحاب نے یہ اصرار کیا کہ یہ مدت ان خیالات کی اشاعت کے لیئے کافی نہیں ہے۔ اس لیئے جاری رکھا جائے چنانچہ اس رسالہ کو جاری رکھنے کا ارادہ کر لیا گیا ہے۔ مگر ابھی اس امر کا پورا اندازہ نہیں ہوا ہے کہ کس حد تک مسلمان ہمارے پروگرام کے مطابق عملی کام کر رہے ہیں اور جو اصحاب اس تحریک کی ترقی کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ ہم اُس کا قطعی طور پر جواب نہیں دے سکتے اور ظاہر ہے کہ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ یہ کام چل نکلا تو وہ خود بخود اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اس لیئے ذیل میں سود مند کے کاموں کی فہرست دے کر اُن حضرات کی خدمت میں جنکی نظر سے یہ رسالہ گزرے عرض ہے کہ وہ اپنے عملی کاموں سے ہمیں بالتفصیل اطلاع دے کر ممنون فرمائیں ورنہ کم سے کم ہمیں صرف اس قدر لکھدیں کہ نمبر فلاں و فلاں کے متعلق کام کیا گیا۔ اگر کوئی صاحب اپنا نام ظاہر کرنا پسند نہ فرمائیں وہ بغیر اظہار نام کے اپنا کام لکھدیں۔ اس اطلاع سے ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ کس رفتار سے کام ہو رہا ہے۔ اور نصب العین کی طرف قوم کہاں تک قدم اُٹھا رہی ہے۔ عملی کاموں کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) اپنی آمدنی کا کوئی حصہ کسی بینک یا ڈاکخانہ میں یا اپنے پاس محفوظ کرنا اور ڈاکخانہ کے کیش سرٹیفکٹ خریدنا۔

(۲) انجمنہائے امداد باہمی میں حصہ لینا۔

(۳) اپنی زندگی کا بیمہ کرانا اور اپنے بچوں کا تعلیمی بیمہ کرانا۔

(۴) نہایت سادہ زندگی بسر کرنا اور شادی غمی کے مسرفانہ اخراجات سے بچنا۔
(۵) بچوں کے حسابات ڈاکخانہ اور بنکوں میں کھولنا۔ یا گھروں میں اُن سے روپیہ پیسہ جمع کرانا۔
(۶) کسی نہ کسی شکل میں روپیہ کا کاروبار کرنا۔
(۷) مندرجہ بالا کاموں پر عمل کرنے کے لیے مسلمانوں کو آمادہ کرنا۔
(۸) قومی اوقاف، مدارس اور مساجد کا روپیہ جو بیکار اور غیر محفوظ پڑا رہتا ہے نہایت معتبر بنکوں میں جمع کرانے اور اُس کا منافعہ لینے پر مولیوں کو آمادہ کرنا۔

خاکسار

ایڈیٹر "سود مند" بدایوں

۷

زراعت میں ترقی کی کہاں تک گنجایش ہے

دُنیا میں غذا کا مسئلہ ہمیشہ سے نہایت اہم رہا ہے۔ اور خوش نصیب ہے وہ ملک جہاں قدرتی پیداوار اس قدر افراط سے ہوتی رہی ہے کہ وہاں غذا حاصل کرنے میں چنداں دقت نہ تھی۔ افراط کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس وقت سے پانچ ہزار سال قبل جب بودھ مذہب قایم ہوا۔ تو اُس کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اُس کا اختیار کرنے والا چند روز بھیک مانگنے پر مجبور ہوتا تھا اور باوجود اس مذہب کی اشاعت و ترقی کے ملک کی مالی حالت پر اس کا کوئی نمایاں اثر نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس ملک کے مذاہب کی خصوصیت رہی ہے کہ یہاں بھیک مانگنا اُس وقت تک معزز رہا جب تک کہ غذا کی قلت نہ ہوئی۔

اب سوال یہ ہے کہ اس ملک میں غذا کی قلت کیوں شروع ہوئی۔ منجملہ دیگر وجوہ کے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ دیگر ممالک میں تھوڑی محنت سے زیادہ پیداوار ہونے لگی اور یہاں غلہ اور پھل پیدا کرنے کا وہی طریقہ رائج ہے جو ہزاروں سال قبل تھا۔

ایک شخص نے تخمینہ کیا ہے کہ اگر انسانی کوشش سے گیہوں کی بال میں ایک دانہ بڑھا دیا جائے تو اُس سے ایک ملک میں کروڑوں من غلہ کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ خود ہمارے ملک ہندوستان میں جدید اور قدیم طریقوں کی کاشت میں فی بال ۳۰ دانوں کا اضافہ ہو گیا ہے یعنی معمولی گیہوں کی بال میں بالعموم ۳۰ دانے ہوتے ہیں اور پوسا نمبر ۱۲ کے گیہوں کی بال میں ۶۰ دانے تک ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ جدید طریقوں سے گیہوں کا وزن بھی بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے اسی کی وجہ سے جدید طریقہ کاشت میں بالعموم پانچ چھ من فی بیگہ تک پیدا ہوتا ہے حالانکہ ضلع سہارن پور میں جہاں میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں پرانے طریقہ سے بالعموم ۳ من فی بیگہ پیدا ہوتا ہے۔ پنجاب کی نسبت تخمینہ کیا گیا ہے کہ جدید طریقوں سے وہاں گندم اور کپاس کی کاشت میں بقدر چار کروڑ روپیہ سالانہ کے اضافہ ہو گیا ہے۔ اسی طرح صوبہ بمبئی میں ناقابل زراعت

زمینوں کو درست کرنے سے ساٹھ روپیہ فی ایکڑ کی جگہ پندرہ سو روپیہ فی ایکڑ یعنی پچیس گونہ آمدنی میں اضافہ ہوگیا۔

اِن ایجادات کا نتیجہ یہ ہی کہ امریکہ میں یہ تخمینہ کیا گیا ہی کہ گزشتہ ۳۰ سال کے مقابلہ میں وہاں کی سالانہ پیداوار کی آمدنی بقدر چھ ارب روپیہ کے بڑھ گئی ہی۔ اسی طرح سے نیوانگلینڈ میں وہاں کی پیداوار بقدر ۳۶ فی صدی کے بڑھ گئی ہی۔ انگلستان میں بالعموم پیداوار کم ہوتی ہی مگر وہاں بھی جدید طریقوں سے اُس میں بھی اضافہ ہوا ہی۔ مثلاً وہاں سولھویں صدی میں ایک ایکڑ زمین میں چھ بُشل (پیمانہ انگریزی) گیہوں پیدا ہوتا تھا اور اب ۳۰ بُشل یعنی پہلے سے پانچ گونہ پیدا ہوتا ہی۔ علیٰ ہذا جدید طریقوں سے اوسر آراضی قابل کاشت بنائی جاتی ہی۔ چنانچہ اب تو خود ہندوستان میں عظیم الشان رقبے قابل زراعت بنائے جارہے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض کیڑے کھیتوں کو برباد کردیتے ہیں اُنھیں مارنے کے بھی طریقے ایجاد کیئے گئے ہیں۔ مثلاً آلوؤں کو ایک کیڑا کھاجاتا تھا تو اُسے مارنے کے لئے دوسرے کیڑے کا پتہ چلایا گیا جس سے ملک کا کروڑوں روپیہ کا آلو بچ گیا۔ ایک کیڑا "اسمٹ" پچاس سے پچھتر فی صدی تک گیہوں کی بالیں تلف کردیا کرتا تھا۔ ایک ایکڑ آراضی کو اس کیڑے سے محفوظ کرنے میں صرف ۱/۲ ۱ آنہ صرف ہوتا ہی۔ جدید طریقوں سے شکر کی پیداوار میں بھی اضافہ ہوا ہی۔ جناب خان بہادر سید محمد ہادی صاحب افسر زراعت بھوپال نے شکر کی پیداوار تین گونے کے قریب کردی ہی۔ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن سے شکر نکالی جاتی تھی۔ اب چقندر سے بہت شکر تیار ہوتی ہی چنانچہ آجکل چقندر کی شکر چھ لاکھ من بازاروں میں ہوتی بیان کیجاتی ہی۔

زراعت اور مویشی کا بہت تعلق ہی۔ اور اُس کے عمدہ ہونے پر کاشت کی ترقی کا بہت کچھ انحصار ہی۔ جدید طریقوں سے مویشی کی حالت میں بہت ترقی ہوئی ہے۔ مثلاً یورپ میں یہ حساب لگایا ہی کہ پندرھویں صدی میں مویشی کا جو وزن تھا اب اُس سے دس گونہ تک وزن کے مویشی عمدہ غذا کے ذریعہ سے تیار کیئے جاتے ہیں

اِن تمام حالات کے بیان کرنے کی غرض یہ ہے کہ ہندوستان میں اگر زراعت پر دماغ اور سرمایہ لگایا جائے تو اُس میں نہایت ترقی کی گنجایش ہی۔ مگر افسوس کہ ابتک یہاں جدید آلات اور طریقوں کے خلاف تعصبات ہیں۔ اور اُس کا یہاں تک اثر ہی

کہ بعض سرکاری فارموں میں وہ ضابطہ کے طور پر خریدے پڑے رہتے ہیں مگر استعمال میں نہیں آتے جس کا اثر کاشتکاروں پر بہت خراب پڑتا ہے۔ ان آلات کے استعمال نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ غریب ہیں اور ان آلات کو خرید نہیں سکتے اور اس کے لئے طاقتور گراں مویشی بہم نہیں پہنچا سکتے۔ یہ سب باتیں ملک میں کافی سرمایہ نہ ہونے کی ہیں۔ جو لوگ کاشتکاروں میں روپیہ کی داد ستد کرتے ہیں وہ ضرور ہی اون کی کمائی میں حصہ دار بنے ہوئے ہیں۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ جہاں کہیں مہاجن نہیں وہاں اور بھی حالت بدتر ہے۔ سب سے بہتر صورت تو یہ ہے کہ انجمنہائے امداد باہمی قایم کیجائیں جو کاشتکاروں کو قرضہ دیں۔ جہاں ان کا امکان نہ ہو وہاں غیر اقوام کے لوگوں کی طرح مسلمانوں کو بھی اپنا لگانا چاہیئے۔ اور جو روپیہ وہ اسراف عمدہ لذیذ کھانوں اور غذاؤں میں صرف کر ڈالتے ہیں وہ سے غریب کاشتکاروں کو معین منافعہ پر قرضہ دینے میں لگائیں۔ جب مسلمان بھی اپنا روپیہ کثرت سے ایسے کاموں میں لگائیں گے تو خود بخود ملک میں شرح سود گھٹے گی۔ انسانی نفع کے کام کھلیں گے اور خود مسلمانوں کو روپیہ بچا کر بڑھانے میں لطف آنے لگے گا تو وہ حقیقی معنوں میں کفایت شعار ابنجائینگے بغیر ان تدابیر کے اختیار کیئے ہوئے "کفایت شعاری" کا منصوبہ "خیالست و محالست و جنوں" کا مصداق ہے۔

(طفیل احمد)

امیر بننے کے نسخے
امریکہ کے کروڑپتی امیروں کی رائیں

(از جناب بخشی جگت رام صاحب آنند۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ٹی اسسٹنٹ ایڈیٹر اخبار تعلیم)

عام طور پر امیری اور غریبی قسمت ہی کے ذمہ تھوپی جاتی ہے۔ اور یہ کسی حد تک درست بھی ہے۔ تاہم جس قدر آدمی معمولی حیثیت سے بڑے بن گئے ہیں۔ ان کی زندگی کے واقعات پر غور کرنے سے بہت سی باتوں میں مطابقت پائی جاتی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ایک ہی قسم کے اُصولوں کی پابندی کی۔

امریکہ میں جس قدر امیر لوگ بستے ہیں کسی دوسرے ملک میں نہیں کروڑپتی ہونا تو وہاں معمولی بات ہے وہاں ایسے ایسے صاحب دولت بھی موجود ہیں کہ جن کے خزانوں کا انہیں خود علم ہے۔ نہ کوئی دوسرا ہی اندازہ کر سکتا ہے۔ ان میں سے زیادہ تر ایسے ہیں۔ جنھوں نے خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہوکر پیسہ پیدا کیا ہے۔ اور فی الواقع ایسے ہی بہادروں کی رایوں کا مطالعہ باعث دلچسپی و سبق آموزی ہو سکتا ہے چنانچہ:۔

مسٹر کارنیگی۔ جن کی حیثیت اس وقت بھی ساٹھ کروڑ سے کم نہیں۔ کہتے ہیں کہ امیر بننے کے لیئے غریب کے گھر پیدا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ معمولی طریقہ سے خود لڑھک لڑھک کر پرورش پانے سے ہمت اور حوصلہ بڑھے۔ اور اندرونی جوہر ظاہر ہوں آپکی رائے ہے کہ **دولتمندوں کی اولاد نکمی** ہوتی ہے۔ بڑے بڑے کام کرنے والے ہمیشہ جھونپڑیوں میں پیدا ہوئے تھے۔ خود غربت سے امیر بننا ایک بات ہے۔ اور امیر کے گھر پیدا ہوکر امیر بننا دوسری بات ہے۔ آپ اس بات کو گناہ سمجھتے ہیں۔ کہ اولاد کے لیئے امیر لوگ سرمایہ چھوڑ جائیں۔ چنانچہ خود آپ نے یہ طے کیا ہے کہ مرنے سے پیشتر تمام دولت نیک کاموں میں خرچ کردیں گے۔ اور اس سلسلہ میں آپنے حال ہی میں ۲۵ کروڑ کی رقم کتب خانوں اور موسیقی کے اسکولوں کی ترقی کے لیئے عطا کی ہے ۲ کروڑ آپنے پرائیویٹ اسکولوں کے اُستادوں کو پنشن دینے کے لیئے وقف کیا ہے۔

آپ نے فرمایا ہے۔ کہ میری زندگی کے تین اصول ہیں۔ اول ایمانداری دوسرے محنت اور تیسرے یکسوئی۔ یعنی ایک ہی طرف دھیان لگا کر ایک ہی کام کی دھن میں مصروف ہو کر اس کی آخر تک پیروی کرنا۔ آپ کی نصیحت ہے کہ اگر پانچ روپیہ کماؤ۔ تو ایک روپیہ ضرور جمع کر ڈالو۔ جو ایسا کریں گے۔ انھیں میں سے امیر پیدا ہوں گے۔

مسٹر ایڈیسن وہ حضرت ہیں۔ جنھوں نے گراموفون یعنی فونوگراف باجہ ایجاد کیا تھا۔ اس کے علاوہ آپ نے کئی ایک سائنس کی ایجادیں کی ہیں اور انھیں کی بدولت آپ کروڑوں کے مالک ہوئے ہیں۔ آپ امیر بننے کا عجیب وغریب نسخہ بیان کرتے ہیں۔ جو یہ ہے کہ:۔

تم ایک کونہ میں خاموش ہو کر اپنی توجہ کو تمام خیالات سے ہٹا کر بیٹھ جاؤ اور فقط ایک چیز کا دھیان کرو۔ وہ کون سی چیز ہو۔ ضروری نہیں۔ کہ کسی بڑھیا چیز کا خیال کرو؛ معمولی سے معمولی چیز پر غور کر سکتے ہو۔ غور اتنا کرو۔ کہ حد ہو جائے۔ اور اگر اس سے پیسہ کمانے کی ترکیب نہیں نکال سکتے۔ تو سمجھ لو کہ تمہارے دماغ میں فاسفورس ہی نہیں ہے۔ (فاسفورس دماغ کا ایک کیمیکل Chemical جز ہوتا ہے جس سے عقل پیدا ہوتی ہے سبزیوں میں سے مٹر اور گوشتوں میں سے مچھلی کھانے سے یہ بہت پیدا ہوتا ہے) مسٹر ایڈیسن کی یہ ترکیب ایسی آسان نہیں ہے جیسی کہ یہ دکھائی دیتی ہے۔ آپ نے تو حقیقتاً اسی ترکیب سے وہ وہ ایجادیں کی ہیں کہ جن کی بدولت آج لاکھوں بیوپار چل رہے ہیں۔

مسٹر سیبر کے والد نے سوائے تعلیم کے آپ کو کچھ نہیں دیا تھا۔ آج آپ کروڑوں سے بات کرتے ہیں۔ آپ کا کہنا ہے کہ روپیہ تو ایک بھی پیدا کرنا مشکل ہے لیکن پھر بھی ایسے لاکھوں آدمی ملیں گے۔ جو ایک روپیہ پیدا کر لیتے ہیں البتہ ایک روپیہ بچا لینا عقلمندی کا کام ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ دن کو خوب کام کرو۔ اور رات کو خوب سوؤ۔ جو کام کرنا ہو۔ اس پر غور کرو۔ لیکن ایک دفعہ ارادہ کر لینے کے بعد پھر اس کام کو بے کئے بنا مت چھوڑو۔

مسٹر راک فیلر۔ آپ امریکہ کے ہی نہیں بلکہ دنیا کے امیروں کے سرتاج ہیں۔ آپ کے برابر دولت کسی راجہ مہاراجہ شاہ بادشاہ کے خزانہ میں بھی نہیں ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا۔ کہ امیر کیوں کر بنا جاتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ صبح منہ اندھیرے اٹھنے اور ہر روز

دو گھنٹہ ورزش کرنے" اور واقعی آپ تمام عمر اس اصول پر پابند رہے۔

مسٹر فلسری نے کہا ہے کہ امیر بننے کا شوق ہو۔ تو کبھی تسلی مت کر بیٹھو کہ بس کافی ہو گیا۔ ہر مہینے پہلے سے زیادہ پیدا کرنے کی فکر کرو۔

مسٹر فلاور کی ہدایت ہے کہ روپیہ پیدا کرنے کی کوئی کمینہ حرکت مت کرو۔ بے ایمانی چھوڑ دو۔ نشہ سے پرہیز کرو۔ کفایت شعاری سیکھو۔ اور تھوڑا بہت روپیہ کسی نہ کسی بھلے کام میں ضرور لگاتے رہو۔ اور وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ مستقل جائداد ضرور خریدتے رہا کرو۔

مسٹر ولیم بالدیف ملٹو نے بھی یہ کہا ہے کہ روپیہ بنک میں جمع کرنے کے بجائے جائداد پر لگانا زیادہ مفید ہے۔ آپ نے تمباکو نوشی و شراب نوشی سے پرہیز کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ آپ کی رائے ہے کہ نشہ باز ہرگز امیر نہیں ہو سکتا۔ قرضہ لینے کے خلاف آپ بہت زور دیتے ہیں۔ قرضدار پست ہمت شکستہ دل اور کمینہ بن جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

نتیجہ مندرجہ بالا بیانات کو پڑھ کر بہت سے لوگوں میں چند اعتراضات پیدا ہوں گے۔ مثلاً کیا تمام امیر آدمی ایماندار ہوتے ہیں؟ کیا سینکڑوں ہزاروں مارواڑی اور بنیئے جو کروڑوں کے مالک ہیں۔ ترازو کے دونوں پلڑے برابر ہی تولتے ہیں؟ کیا یہ لوگ کبھی دھوکا۔ دغا۔ فریب نہیں کرتے؟ کیا امیر آدمی ہمیشہ منھ اندھیرے ہی اُٹھتے ہیں۔ اور دوپہر تک مخملی بچھونوں پر لیٹے نہیں رہتے؟ کیا امیر آدمی سگرٹ اور سگار نہیں پیتے؟

یہ اعتراضات کرنے سے پیشتر سمجھ لینا چاہیئے کہ امیر دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ جو امیروں کے گھر پیدا ہوئے وہ تو مسٹر کارنیگی کی رائے میں امیر ہیں ہی نہیں۔ اور دوسرے وہ جو غریبی میں سے اُٹھے۔ ان میں بھی دو قسم کے آدمی ہیں ایک وہ جو چوری۔ ڈاکہ۔ دغا فریب کے سر پر کھڑے ہوئے۔ اور دوسرے وہ جن کی مثالیں اوپر پیش ہوئیں۔ جو نہایت غریب سے بیحد امیر ہوئے۔ لیکن اپنی ہمت۔ حوصلہ۔ دماغ۔ اور عقل کے سرپر ایسے لوگوں کے بیان کردہ اصول خالی از سبق نہیں ہو سکتے۔ قسمت والا معاملہ پھر بھی طے نہیں ہوتا۔ اگر ان لوگوں کی قسمت اچھی نہ ہوتی تو ان کے دماغ ایسے اعلےٰ کیوں ہوتے

تاہم بظاہر تو ان لوگوں نے قسمت سے لڑائیاں ہی کیں۔ دوسروں سے دشمنیاں کیں لیکن یہ ہمیشہ چوکنے رہے۔ اور آخر کامیاب ہوئے۔ پس اگر ان کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو ان کے بتائے ہوئے اشارے ضرور نفع مند ہو سکتے ہیں۔

خواندہ لوگوں کی تعداد بڑھانا

نوشتہ سید طفیل احمد جوائنٹ سکریٹری مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علیگڑھ

اس ملک میں بالعموم اور مسلمانوں میں بالخصوص ہر طرف یہ شکایت ہو کہ اس زمانہ کی صنعت و حرفت اور جدید آلات اور ترقی کے سامانوں سے فائدہ نہیں اُٹھایا جاتا مگر سوال یہ ہو کہ تمام ملک میں کتنے لوگ ایسے ہیں جو ان جدید چیزوں سے فائدہ اُٹھانے کی اہلیت اور قابلیت رکھتے ہیں۔ جب کسی فرد یا انجمن کے ذہن میں کوئی مفید خیال پیدا ہوتا ہو تو وہ اپنا خیال بذریعہ اخبارات یا اعلانات شایع کرکے سمجھتا ہو کہ وہ تمام ہندوستان میں پھیل گیا حالانکہ خواندہ لوگوں کی تعداد محدود ہونے کی وجہ سے اُسے پڑھنے یا سمجھنے والوں کی تعداد لاکھوں تک بھی بمشکل پہنچ سکتی ہو۔ بدقسمتی سے اس ملک میں ایک سو آدمیوں میں سے ترانوے ایسے ہیں جن کے لیے ڈاک اور تار کے مفید محکمے کتب خانے اور دارالاخبار گھنٹہ گھر اور سڑکوں کے سائن بورڈ ریلوں کے اوقات کے نقشے اور مطبوعہ اعلانات مہمل اور بے معنی چیزیں ہیں اور یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ہمارے ملک میں قریبًا ۲۹ کروڑ اشخاص ایسے ہیں جن کی عقل کی آنکھوں پر ایسی پٹیاں بندھی ہیں کہ اُن کی وجہ سے وہ تمام کارآمد چیزوں کے دیکھنے تک سے محروم ہیں چہ جائیکہ اس زمانہ کی مفید ترین ایجادوں کو سمجھیں اور اُنھیں رایج کرکے اپنے ملک زراعت و فلاحت صنعت و حرفت کو ترقی دیں۔

یہ حال تو اہل ملک کا ہو جو عرض کیا گیا اب رہے مسلمان جو گزشتہ پچاس سال تک اہل قلم سمجھے جاتے تھے اُن کی حالت موجودہ زمانہ میں عام ملک کی حالت سے کہیں زیادہ گر گئی ہو۔ چنانچہ اُن کی قوم میں خواندہ لوگوں کی تعداد کل ۶ء۴ یعنی ۴ ½ فی صدی کے قریب ہو۔ ہندوستان کی دیگر اقوام کے خواندوں کی تعداد ۹ء۷ یعنی آٹھ فی صدی کے قریب ہو اس حساب سے مسلمان خواندوں کی تعداد دیگر اقوام کے مقابلہ میں نصف سے کچھ ہی زیادہ ہو جو قابل توجہ ہو۔ یہ تو تمام ہندوستان کا حال ہو اور اگر فردًا فردًا ہر صوبہ کو دیکھا جائے

تو بعض صوبوں کی حالت نہایت ہی افسوسناک ہے۔ مثال کے طور پر چند صوبوں کے مسلمان خواندوں کی فیصدی تعداد درج ذیل کی جاتی ہے۔

ملک یا صوبہ	تعداد خواندہ مسلم فی صدی	تعداد خواندہ غیر مسلم فی صدی
کل ہندوستان	۳٫۶	۸٫۹
پنجاب	۲٫۰	۵٫۹
صوبہ سرحدی	۱٫۶	۲۵٫۹
بلوچستان	۱٫۵	۳۱٫۵

اِس نقشہ کے دیکھنے سے ظاہر ہے کہ پنجاب میں جہاں مسلمانوں کی حالت نسبتاً اچھی سمجھی جاتی ہے مسلمان خواندوں کی تعداد دیگر اقوام کے مقابلہ میں صرف ایک ثلث ہے اور صوبہ سرحدی میں اٹھارواں حصّہ اور بلوچستان میں صرف چوبیسواں حصّہ ہے۔

کچھ عرصے سے ملک میں پوری عمر کے لوگوں کو خواندہ بنانے کی تحریک جاری ہے اور اس میں برادرانِ وطن نمایاں حصّہ لے رہے ہیں اس کے لئے اُنھوں نے پڑھانے کے سہل ترین طریقے ایجاد کیئے ہیں جن سے ایک ہفتہ میں انسان اپنی دیسی زبان میں کچھ لکھنے پڑھنے لگتا ہے بعض انجمنیں لوگوں سے اس امر کا اقرار لیتی ہیں کہ "میں آئندہ مردم شماری سے قبل جو ۱۹۴۰ء میں ہوگی کم سے کم ایک شخص کو خواندہ بنادونگا"، اس قسم کے طریقوں سے اُمید ہے کہ آئندہ مردم شماری تک اُن کی تعداد کچھ نہ کچھ بڑھے گی۔

پس کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان بھی اپنے جاہل بھائیوں کو خواندہ بنانے اور اُن کی عقل کی آنکھوں سے پٹی کھول کر اُنھیں بینا بنانے میں نمایاں حصہ نہ لیں۔ اس وقت زندہ ممالک میں بالعموم خواندوں کی تعداد اتنی ہے جتنی کہ ہمارے ملک میں ناخواندوں کی۔ اس میں شک نہیں کہ خواندوں کی تعداد بڑھانے میں سلطنت کے زبردست ہاتھ کی امداد کی بڑی ضرورت ہے مگر سلطنت کو توجہ دلاکر زیادہ روپیہ حاصل کرنا اور خود سلطنت کا عملی تعلیمی کاموں میں ہاتھ بٹانا بھی تو ہمارا ہی کام ہے۔ مجھے خود معلوم ہے کہ صوبہ پنجاب میں ابتدائی تعلیم کے لیے ڈسٹرکٹ بورڈوں میں جو روپیہ مخصوص ہے بعض وقت مقامی مسلمان اس سے مستفید نہیں ہوسکتے وہ

اس کا معتد بہ حصہ سالتمام پر سوخت ہو جاتا ہے۔
بہر حال سخت ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے اپنے مقامات میں ناخواندوں کی خواندہ بنانے کا تہیہ کرلیں اُس کے لیئے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے ہندوستان کے ہر ضلع کی تعلیمی اعداد و شمار جدا جدا مرتب کر لیئے ہیں جو اصحاب اپنے اپنے ضلع میں کام کرنا چاہیں وہ ہم سے ضروری اعداد حاصل کرلیں۔ ہمارے پاس صیغہ انڈسٹری کی بدولت صوبہ متحدہ کے مختلف اضلاع کے صنعتی حالات بھی جمع ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ رفتہ رفتہ تمام ہندوستان کے اضلاع کے مسلمانوں کی اقتصادی حالت کے متعلق بھی سامان فراہم کریں۔ اُمید کہ دردمند مسلمان ان کاموں میں حصہ لیکر ہماری مدد کرینگے۔

خلاصہ خطوط

جناب ایڈیٹر صاحب۔ سُودمند۔ السّلام علیکم

میں نے پورنیہ میں ایک دوست کے پاس آپ کا رسالہ سودمند پڑھا مجھے بیحد خوشی ہوئی کہ آپ نے ایک بہت بڑی قومی ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ گو مسلمانوں میں ہزاروں اصحاب موجود ہیں جو آپ کے خیالات کی دلی تائید کرتے ہیں مگر افسوس کہ وہ عملی قدم اُٹھانے سے ڈرتے ہیں میں اُمید کرتا ہوں کہ تھوڑے عرصہ میں آپ اپنے ہم خیال ایک پوری طاقت پیدا کرلیں گے جو مسلمانوں کی مفلسی کی حالت کو سنبھال لیں گے۔ مہربانی فرماکر اپنا رسالہ میرے نام سے جاری فرمادیں اور جو کتابیں قابل مطالعہ ہوں بھیجدیجئے مشکور ہونگا۔ نیازمند

محمد نور عفی اللہ۔ مختار موتی جھیل

مظفرپور۔

چاء کی مضرتیں

(از ڈاکٹر محمد فیاض خاں صاحب اسسٹنٹ میڈیکل افسر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

بعض اصحاب کہا کرتے ہیں کہ چاء پینے میں کیا نقصان ہے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا کہ چاء کا ایک جزو کیفین ہے جو متحرک ہے اور ایک پیالی چاء میں اوسطاً نصف رتی سے ایک رتی تک کیفین گھلی ہوئی ہوتی ہے۔ اب بتلایئے کہ بلاضرورت محرکات کا استعمال کہاں کی دانائی ہے۔ جسم انسان مکمل مشین ہے اس کے لئے کسی محرک کی گنجایش نہیں ہے۔ ہر روز محرکات کا استعمال کرنا خالی از مضرت نہیں ہے۔

ٹے نین قابض جزو ہے۔ ہر روز قابض دوائی کا بلاضرورت کھاتے رہنا معدہ اور امعاء پر برا اثر ڈالتا ہے۔ البتہ دوائی کے طور پر گاہے ماہے اگر چاء پی لیجائے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن ہر روز معمولاً پینے کے یہ معنی ہیں کہ بلاضرورت محرک اور قابض دوائی استعمال کی جا رہی ہے جو دیر سویر اپنا خراب اثر ڈالے بغیر نہ رہے گی۔ خصوصاً بچوں اور نوجوانوں میں اس کی مضرت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ چاء پینے والے کم و بیش بدہضمی۔ اختلاج قلب اور سہر (نیند نہ آنے) کے امراض میں مبتلا پائے جاتے ہیں بعض کو کثرت پیشاب کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مدر بول ہونے کی وجہ سے گردوں کو تحریک کر کے ادرار پیدا کرتی رہتی ہے۔ بعض کو اس کے پینے سے قبض رہنے لگتا ہے۔ لیکن بعض کو جو عادی ہو جاتے ہیں بلا ایک پیالی چاء پیئے اجابت نہیں ہوتی۔ اس میں اگر کوئی فائدہ ہو سکتا ہے تو ایک ہے۔ کھلے ہوئے کنوؤں کے پانی میں ہیضہ کے جراثیم کی آمیزش کا خطرہ لگا رہتا ہے اس لئے موسم برسات میں جو لوگ بجائے پانی کے ہلکی چاء پیتے ہیں وہ کالرا سے عموماً محفوظ رہتے ہیں لیکن یہی فائدہ دوسری طرح بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ یعنی پانی ابالکر صراحیوں میں بھر دیا جائے اور ٹھنڈا ہونے کے بعد پیا جائے اس طرح چاء کی مضرت سے بھی بچ رہیں گے۔ چاء کے پینے والے کہتے ہیں کہ چاء کے عادی شخص کے لئے کلیتہً چاء کا چھوڑ دینا افیونیوں کی طرح سخت مشکل ہے۔ مگر ہمت کرے انسان تو کیا نہیں کر سکتا کہتے ہیں حجاج بن یوسف کو مٹی کھانے کی عادت تھی ایک دن شاہی طبیب سے دریافت کیا

کیا اس کا کوئی علاج نہیں ہو۔ طبیب نے جواب دیا۔ مستقل ارادہ۔ حجاج نے اُسی وقت ہاتھ سے مٹی پھینک دی اور کہا اچھا اب نہیں کھائیں گے۔ چنانچہ اس دن کے بعد سے اُس نے مٹی نہیں کھائی لیکن مان لیجئے کہ چا گھُٹی میں پڑی ہوئی ہو اب چھوٹ نہیں سکتی۔ مگر اپنے خورد سال بچوں پر تو رحم کھائیے۔ چا نہ پلا کر اس کا عادی نہ بنائیے۔ تاکہ آئندہ نسل ہی بچ جائے دودھ۔ موٹا دلیہ بے چھنے موٹے آٹے کی روٹی۔ پھل۔ جام۔ بچوں کے لئے چاء اور توس سے بہتر ناشتہ ہو۔ یہ دیکھئے بعض چاء کو چھوڑ کر کافی پینے لگے ہیں مگر اس کے استعمال میں علاوہ اخلاج قلب۔ سہر وغیرہ کے عصبی درد۔ اختناق الرحم۔ مرگی وغیرہ کے پیدا ہوجانے کا بھی اندیشہ رہتا ہو دونوں کالی بھلی نہ سانولی مار و ایک ہی کھیت کے مصداق ہیں اچھے وہی ہیں جو نہ چاء کو منہ لگائیں نہ کافی کو۔

اُردو کا ماہانہ رسالہ

شمع آگرہ

بادشاہان اودھ اُن کے مشہور اُمرا اور لکھنؤ کے مایۂ ناز قدیم شعرا کی قلمی تصاویر ہر عہد مغلیہ و عہد جدید کی مصوری کے بہترین نمونے جو آج تک کبھی شائع نہیں ہوئے ہیں رسالہ شمع میں مسلسل شایع ہو رہے ہیں۔ شمع تاریخی۔ علمی۔ ادبی اور سیاسی مضامین اور افسانوں کا ہندوستان میں سب سے زیادہ ضخیم ۱۱۲ صفحات کا رسالہ ہو اور جنوری ۱۹۲۵ء سے محمد حبیب صاحب (آکسن) پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ۔ اور حسن عابد صاحب جعفری (آکسن) بیرسٹرایٹ لا آگرہ کی ادارت میں نہایت آب و تاب کے ساتھ جاری ہو۔ شذرات اور تبصرے قابل دید ہوتے ہیں لکھائی چھپائی نہایت دیدہ زیب کاغذ چکنا اور قیمتی سالانہ حجم ۱۴۰۰ صفحات اور کم از کم ۳۰ تصاویر سالانہ چندہ صرف چھ روپے۔

سرکار آصفیہ حیدرآباد نے شمع کو مدارس میں جاری فرمادیا ہو۔ الہ آباد لکھنؤ۔ ڈھاکہ پنجاب اور کلکتہ کی یونیورسٹی اور بہت سے کالجوں اور اسکولوں میں خریدا جاتا ہو۔ شمع کے ارزاں ہونے کی صرف یہ وجہ ہو کہ اس سے کوئی ذاتی نفع مقصود نہیں ہو۔ محض علمی اور ادبی خدمت کے شوق میں جاری کیا گیا ہو۔

چندہ سالانہ چھ روپے۔ اشتہار سے بہتے نمونہ کا پرچہ دس آنے ماہواری حجم ۱۱۲ صفحے مع تصاویر نمونہ کا پرچہ کسی حالت میں مفت نہیں روانہ ہوگا۔

منیجر شمع شاہ گنج آگرہ

سکّہ کے متعلق پیچیدہ مسائل

روپیہ کا معیار قیمت اور مبادلہ طلائی

(گزشتہ سے پیوستہ)

کئی سال ایک کمیشن مقرر کیا گیا۔ کہ وہ سکہ کے مسائل کو حل کرے۔ اس کے صدر رائٹ آنریبل ہلٹن ینگ اور چار ہندوستانی اراکین میں سر راجندر ناتھ مکرجی۔ سر مانک جی دادابھائی سر پرشوتم داس ٹھاکر داس اور پروفیسر کویہ جی تھے۔ باقی سب انگریز تھے۔ اس کی تجاویز کا ۴ اگست کو اعلان کیا گیا۔ کرنسی کمیشن کے اراکین نے اتفاق رائے سے نرخ تبادلہ ڈیڑھ شلنگ فی روپیہ مقرر کی ہے سر پرشوتم داس ٹھاکر داس نے ایک شلنگ چار پنس فی روپیہ مقرر کرنے کی سفارش کی ہے۔ کمیشن کی تجاویز کا خلاصہ یہ ہے (۱) نرخ تبادلہ فی روپیہ ڈیڑھ شلنگ مقرر کی جائے۔ اور روپیہ کا مبادلہ سونا ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ روپے اور نوٹ کا جب چاہیں سونے سے تبادلہ کر سکتے ہیں۔ اور خزانہ میں اتنا سونا جمع رہے کہ لوگ جب چاہیں نوٹوں اور روپیوں کے بدلہ سونا حاصل کر لیں اور اس کے استعمال کی بابت کوئی بندش نہ ہو۔
(۲) سنٹرل بنک قایم کر کے سکہ کا اہتمام اور انتظام اور لین دین اس کے سپرد کیا جائے (۳) روپیہ مضروب کرنا بند کر دیا جائے۔ (۴) روپیہ والے نوٹ از سر نو جاری کیئے جائیں۔
(۵) لوگوں کی پس انداوختہ مدفون کرنے کی عادت چھڑانے کے لیئے یہ تجویز کی ہے۔ کہ جو لوگ روپیہ جمع کرائیں انھیں سیونگز دی جائے اور جب وہ اسے واپس نکالنا چاہیں تو انھیں سونا دیا جائے۔ کمیشن کی جملہ تجاویز بہت معقول ہیں۔ اور ان سے سکہ کے مسائل حل ہو جانے کی توقع ہے۔ محکمہ مالیہ ہند نے یہ تجویز کی تھی کہ طلائی سکہ رائج کیا جائے۔ مگر کرنسی کمیشن نے اسے مسترد کر دیا۔ اور اس کی بجائے مذکورۂ بالا تجویز پیش کی ہے۔ واضح رہے کہ کمیشن کے اراکین اقتصادیات اور مالیات کے ماہر ہیں۔ طلائی سکہ کے رواج کے جو نقصانات ہیں۔ ان میں سب سے بڑا یہ ہے کہ اس وقت ملک ہند میں کروڑہا روپیہ ہے۔ اور کروڑوں روپے کے زیورات اور ظروف عوام کے پاس ہیں۔ سونے کا سکہ جاری ہوتے ہی ان کی بتدریج قدر ہی ہو جاتی۔ چاندی کی قیمت اب ہے۔ اس سے بہت کم رہ جاتی کسانوں اور دوسروں کو سخت نقصان پہونچتا۔ دوسرا نقص

یہ ہے کہ دنیا کی منڈیوں میں چاندی کی قیمت بہت گر جاتی۔ اور سونے کی مانگ ہندوستان میں بڑھنے سے دُنیا کی منڈیوں میں سونے کی مقدار بہت گھٹ جاتی۔ اس سے ایک عظیم تہلکہ برپا ہو جانے کا احتمال ہے۔

اگر پرشوتم داس کی تجویز قبول کر کے روپیہ کی قیمت تبادلہ ایک شلنگ چار پنس مقرر کیجائے تو اہل تجارت اور خزانۂ ہند کو کس قدر خسارہ ہوگا۔ اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اگر آپ لندن سے سو پونڈ کا مال منگائیں تو ایک شلنگ چار پنس فی روپیہ کے حساب سے پندرہ سو روپے دینے پڑیں گے۔ برعکس اس کے اگر ڈیڑھ شلنگ فی روپیہ کے حساب سے جیسا کہ سب سوداگر اور تجارت پیشہ گروہ تقریباً دو سال سے کر رہے ہیں۔ دیا جائے تو سوا تیرہ سو روپے دینے پڑتے ہیں۔ گویا پونے دو سو روپے کی بچت ہے۔ اور اس کا اثر ہم سب کی زندگی پر نمایاں ہوگا۔ کیونکہ موجزن شرح تبادلہ کی رو سے ہمیں کپڑے۔ چینی۔ دیاسلائی۔ سُوئی۔ تاگہ۔ کاغذ۔ قلم سیاہی کانچ اور تمام چینی کے برتن وغیرہ وغیرہ نسبتاً ارزاں ملتے ہیں لیکن جب شرح تبادلہ میں دو آنے فی روپیہ بیشی ہو جائے گی۔ تو اس تناسب سے ضروریات گراں ہو جائیں گی گورنمنٹ ہند نے کرنسی کمیشن کی تجاویز کو منضبط کرنے کے ارادہ سے ایک مسودہ پاس کرانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ کیونکہ اگر اگلے مارچ تک انتظار کیا جائے تو خزانہ عامرہ کو خسارہ پہونچنے کا اندیشہ ہے۔ اس لیئے جلد ہی اسے قانونی صورت میں لانا لازم ہے۔ "جے۔ سار۔ رائے"

سہیلی کا سالگرہ نمبر

بہت عظیم الشان پیمانہ پر شایع ہوگا

مفت کیونکر ملسکتا ہے۔ سہیلی کا سالگرہ نمبر یکم نومبر ۱۹۲۶ء کو پوری آب و تاب کیساتھ شایع ہوگا اس میں بڑے سائز پر ۵۰ صفحات کے نہایت ہی دلچسپ اچھوتے اور مفید مطلب مضامین شایع ہونگے جنہیں باتصویر اخلاقی فسانے اور باتصویر نظمیں آپ ضرور ہی پسند کریں گے۔ سالگرہ نمبر کے مضامین لکھنے والے ہندوستان کے بہترین ادیب اور روشن دل و دماغ ہیں۔ سالگرہ نمبر میں بارہ رنگین تصاویر نہایت دلکش اور اپنی قسم کی بالکل نرالی ہونگی زیادہ لکھنا فضول ہے آپ ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۶ء سے پہلے ۱۲ کے ٹکٹ بھیجدیں آپکو یکم نومبر کے روز ۵۰ صفحات کی نہایت ہی خوبصورت و رنگا رنگ باتصویر کتاب مل جائیگی اگر پسند نہ آئے تو صاف ستھری حالت میں واپس کر کے اپنے ٹکٹ واپس منگوالیں ۱۵ اکتوبر کے بعد قیمت ۱۲ ہوگی۔ بالکل مفت حاصل کرنے کے لیئے سہیلی کا چندہ سالانہ تین روپے بھیج دیجئے بہت جلد آرڈر ارسال کریں تاکہ آپکا نام سب سے پہلے درج رجسٹر ہو

نیلی ہند

منیجر رسالہ سہیلی امرتسر

انجن کے آٹے کی مضرت

(از ڈاکٹر محمد فیاض احمد صاحب اسسٹنٹ میڈیکل افسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

ای انجن! تیرا کوٹا ہوا چاول۔ ای سبحان اللہ۔ چکنا چکنا سفید اولا سا دیکھتے ہی رال ٹپکتی ہی۔ کچا ہی کھا جانے کو جی چاہتا ہی۔ ہاتھ کا کُٹا ہوا چاول تیرا کیا مقابلہ کر سکتا ہی۔ کھردرا میلا میلا جو آنکھوں کو نہ بھائے اُس کو من کیا کھائے۔ منڈیوں سے نکال دیا گیا۔ گھروں سے خارج کر دیا گیا۔ اب ہاتھ سے کٹے ہوئے چاول! تو سانولا ہی اب سانولیا کے گیت گانے والے گئے۔ تو سفید نہیں ہی۔ گوروں کے کالے محکوم جو ہر سفید رنگ چیز پر جان دیتے ہیں۔ تجھ کو کیوں منہ لگانے لگے۔ وہ تو سفید پالش کیا ہوا چاول کھائیں گے۔ کھانے دے تیرا کیا بگاڑیں گے کچھ اپنا ہی کھوئیں گے۔ اُنھوں نے تجھ سے کیا مُنہ موڑا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ نئی نئی بیماریوں کے شکار ہونے لگے۔ بنگالہ میں ایک لاعلاج مرض تیرے ناقدروں میں پیدا ہو گیا ہی جس کو بیری بیری کہتے ہیں در اصل بیری ہے جان کا لاگو ہی اس میں عضلات کی کمزوری ہو کر فالج گرتا ہی۔ پہلے ٹانگوں پر ورم ہوتا ہی پھر کل جسم متورم ہو جاتا ہی۔ ضعفِ دل پہلے ہی ہوتا ہی پھر ورم شدید ہو کر مہلک دم کشی ہو جاتی ہی۔ پھر قصہ پاک ہی۔ نئی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہی کہ مشین کا کُٹا ہوا چاول اس مرض کا باعث ہی۔ مشین کا کٹا ہوا چاول کھانے والے ہی زیادہ اس مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہی مشین کے ذریعہ چاول کا نہ صرف اوپر والا موٹا چھلکا اُترتا ہی۔ بلکہ اس کے نیچے کا نہایت باریک چھلکا بھی اُتر جاتا ہی اور چاول نہایت سفید نکل آتا ہی۔ ہاتھ سے کوٹنے میں موٹا چھلکا تو اُتر جاتا ہی لیکن اس کے نیچے کا نہایت باریک چھلکا نہیں اُترتا جسکی وجہ سے چاول میلا میلا کھردرا معلوم ہوتا ہی لیکن اس کا یہ باریک چھلکا چاول کی خرابی کا تریاق ہی۔ جو خاندان ہاتھ کا کٹا ہوا چاول کھاتے ہیں اُن میں بیری بیری کا مرض مفقود ہے مگر جو لوگ سفید پالش شدہ چاول کے شائق ہیں اُن کے لیئے سفید رنگ اقوام بیوی کی طرح اکثر یہ کھانا بھی سوہانِ روح ہوتا ہی اس لیئے ای ہاتھ کے کُٹے ہوئے میلے چاول غم نہ کھا جس کو صحت و تندرستی عزیز ہو گی وہ تجھ سے رجوع کرے گا۔ ورنہ خود بھگتے گا۔ تیرا وہ نہایت نازک اور

باریک چھلکا جس کو یہ ظاہر بیں نیش سمجھے ہوئے ہیں دراصل نوش ہے۔ زہر نہیں فادِ زہر ہے لیکن انسان کچھ کھو کر ہی سیکھتا ہے۔ اب بھی جتنی جلدی اس بات کو سمجھ لیں کہ کھانے کے معاملہ میں دہی دقیانوسی طرز ہماری صحت کا ضامن ہے اتنا ہی بہتر ہے۔

اگر کوئی میری ماننے تو میں کہونگا کہ کھانے پینے کے معاملہ میں ہم کو اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹنے کی ضرورت ہے۔ گھر کا پسا ہوا آٹا۔ گھر کے چھڑے ہوئے چاول۔ گھر کی دلی ہوئی دال اگر میسر ہو سکے تو ہمارے دن پھر جائیں۔ ہماری عورتوں کی صحت درست ہو جائے گھریلو معاملات میں ہم کو خالص سودیشی بننے کی ضرورت ہے۔ سودیشی بیوی جیسی پہلے آرام دہ اور بھروسے والی تھی اب بھی ہے۔ وہ بیک وقت میاں کی مونس و غمگسار۔ بچوں کی دودھ پلائی۔ دھوبن۔ گھر کی درزن باورچن۔ منتظم۔ خزانچی۔ تیماردار۔ غرضیکہ سب کچھ ہے اور یہ سب کچھ ہو کر گھر کی ملکہ ہے۔ اس کے علاوہ کیا اب وہ کام نہیں کر سکتی جو کچھ ہمارے باپ دادوں کے وقت میں کرتی تھی ضرور کر سکتی ہے۔ غربا میں اب بھی بہت سے خوش نصیب گھرانے ایسے ہیں جن کی عورتیں موذن کی صدائے الصلوٰۃ خیر من النوم سے پہلے خود اپنے ہاتھ سے گھر کے خرچ کے موافق آٹا پیستی ہیں اور خوش خوش پیستی ہیں دوسرے وقت میں سال بھر کے خرچ کے لیئے چاول چھڑتی ہیں۔ دال دلتی ہیں۔ اور اپنی اس محنت یا یوں کہیئے کہ ورزش کے سبب تندرست اور تمام دن خوش و خرم رہتی ہیں۔ اسی ریاضت کے باعث جسم کے تمام فضلات قدرت کے مقررہ راستوں سے ہر روز خارج ہوتے رہتے ہیں ادھر کھاتے ہیں ادھر ہضم ہو جاتا ہے۔ وہ جانتے بھی نہیں کہ بدہضمی اور قبض کسے کہتے ہیں۔ خوب بھوک لگتی ہے اور سادہ کھانا عجیب لطف دیتا ہے گھر کے کام کاج سے ان کو اتنی مہلت کہاں کہ ہمسائی سے لڑائی مول لیں۔ تمام دن کے کام کے بعد رات کو نہایت اطمینان اور آرام سے سوتی ہیں اور دوسرے دن بڑے تڑکے سے تر و تازہ اور مستعد اُٹھتی ہیں۔ بچے پیدا ہوتے ہیں تو ایک امرِ طبعی کی طرح یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کب درد زہ ہوا اور کب بچہ پیدا ہو گیا۔ خود تندرست ہیں بچے بھی تندرست پیدا ہوتے ہیں اور بافراط۔ ایک گود میں ہے ایک پیٹ میں، دودھ ہے کہ چھاتیوں سے ٹپکا پڑتا ہے لیکن کوئی بھی حالت ہو گھر کے روزمرہ میں فرق نہیں آنے پاتا۔ اُن بیویوں کی طرح نہیں جو نکھٹو بھلی نہیں چھوڑتیں چکی چولہا تو گیا بھاڑ میں۔ اُٹھ کر پانی پینا بھی دُشوار ہے۔ اللہ نے ہاتھ کام کے لیئے اور پاؤں چلنے کے لیئے؟ لیکن وہ نہ ہاتھ سے کام کریں نہ پاؤں سے چلیں اپاہج بنی بیٹھی رہتی

ہیں۔ خلافِ فطرت انسانی اُنھوں نے دوسروں سے کام لینے کو شرافت۔ شانِ امارت اور لطفِ زندگی سمجھ رکھا ہے۔ مگر نتیجہ کیا ہے۔ کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ہمہ نعمت موجود ہے مگر بھوک ہی نہیں لگتی۔ قبض ہے۔ دو دو دن اجابت نہیں ہوتی۔ نفخ ہے۔ منہ سے پانی آرہا ہے کھٹی ڈکاریں ہیں سینہ جلتا ہے۔ نیند نہیں آتی۔ اختلاجِ قلب کی شکایت ہے۔ وجع المفاصل ہے۔ بواسیر ہو گئی ہے۔ پیشاب میں سوت آتے ہیں حرارت رہنے لگی ٹھسکا ہے دبلی ہوتی جارہی ہیں۔ کسی نے دق نام رکھا۔ خون تھوکنے لگیں کسی نے سل تجویز کر دیا۔ کسی نے کہا بھئی دق کا کیا علاج۔ تپ دق جوانان فالج پیر افلاطون گر بیا ید نیست تدبیر۔ مگر کوئی نہیں کہتا کہ قوانین فطرت کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ فطرت سے کون لڑ سکتا ہے۔ آج اس علامت مرض کا علاج ہو رہا ہے کل اُس کا۔ شادی کو برس گزر گئے بچے کے نام کو ترستی ہیں۔ ٹونے ٹوٹکے تعویذ۔ دائی کے علاج ہو رہے ہیں۔ بارے کچھ اُمید ہوئی مگر حمل کے عوارضات نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ دردِ زہ ہو ہو کر رکجاتا ہے۔ بچہ پیدا ہونے میں دیر ہو رہی ہے۔ گنڈے تعویذ باندھے جارہے ہیں۔ زعفران عرق کیوڑہ میں گھول کر پلایا جارہا ہے۔ دائی جنائی مس ڈاکٹرانی سب موجود ہیں امید و بیم کا مقام ہے خدا خدا کر کے بچہ پیدا ہوتا ہے مگر زچہ کو ادھ موا کر کے۔ اب بچہ کے لیئے دودھ نہیں۔ ڈبے کا دودھ گائے کا دودھ چار میں دودھ ملا کر پیٹنٹ دودھ دیئے جارہے ہیں۔ کبھی یہ دیتے ہیں کبھی وہ دیتے ہیں۔ بچہ کمزور تو پیدا ہی ہوا تھا اوپری دودھ کی بدولت دست پیچش۔ نفخ قبض سے اور بھی نڈھال ہوتا جارہا ہے۔ زچہ کی جان کے الگ لالے پڑے ہوئے ہیں۔ کھولے کا درد مارے ڈالتا ہے۔ بچھینی ہے۔ حبس نفاس ہے۔ بخار ہے۔ مہینوں کے لیئے صاحب فراش ہو گئیں۔ آخر یہ کیا ہے۔ گھر کا کام کاج کرنے والی چکی پیسنے والی بیوی کا اس آرام طلب بیوی سے مقابلہ کرو۔ وہ بھی انسان ہے یہ بھی انسان۔ اس کی تکلیف کا کیا باعث ہے محض آرام طلبی اب تو محققان فرنگ بھی کہنے لگے کہ حاملہ کا اخیر وقت تک کام کاج کرتے رہنا اس کے اپنے حق میں مفید ہے۔ کام کرتے رہنے سے بچہ ایک فعل طبعی کے طور پہ پیدا ہوتا ہے جس کی تکلیف کم سے کم اور عارضی ہوتی ہے

لیکن اب کیا کیا جائے۔ ہم نے خود اپنی عورتوں سے گھر کا تمام محنت کا کام چھڑوا دیا ہے اب اپنے فائدہ۔ اپنی عورتوں اور بچوں کے نفع کے لیئے اگر سابقہ کام کو پھر سے رواج دینا چاہیں تو اس کے سوائے چارہ نہیں کہ خود بھی بیوی کا ہاتھ بٹائیں۔ تاکہ وہ اس کام کو اپنے اوپر ظلم سے تعبیر نہ کرے۔ تھوڑا تھوڑا آٹا میاں بیوی دونوں پیسنا شروع کریں۔ دونوں ہی چاول کوٹیں اور

دال دلیں۔ گھر کا پسا ہوا آٹا۔ گھر کے چھڑے ہوئے چاول اور گھر کی دلی ہوئی دال کھا کر اور ہاتھ روزانہ ریاضت سے تمام گھر والے صحت کے وہ وہ مدارج طے کریں گے کہ طبیعت خوش ہو جائے گی اور سمجھنے لگیں گے کہ نئی دنیا میں آگئے مگر جلدی رائے قایم کرنے والے اس کو مجذوب کی بڑ سمجھیں گے۔ اچھا بھائی ایسا ہی سہی۔ معلوم ہوتا ہے یا تو تم کو صحت کی قدر نہیں یا اپنی تندرستی کا احساس نہیں جس کو تم نے راحت و آرام سمجھ رکھا ہے در اصل اس میں نہ راحت ہے نہ آرام جیسا چاہیئے خود تو اپنے ہاتھ پاؤں سے کام لینے سے عاری ہو ہی گئے تھے۔ گھر والی کو بھی عاری کر دیا اور ساتھ ہی روگن۔ اب اس کا سوائے اس کے کچھ کام نہیں رہ گیا کہ پان کے سروتے سے چھالیا کاٹ لیا کرے مگر اب اس کی بھی ضرورت نہیں رہ گئی۔ کٹی کٹائی چھالیا بھی ملتی ہیں۔ اسکا سوائے اس کے کیا نتیجہ ہو کہ گھر کی گاڑی اٹک اٹک کر چلتی ہے۔ جس سے تمام کل پرزے ڈھیلے ہو جاتے ہیں

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

انگلش ٹیچر معہ اردو ترجمہ

بلا امداد استاد انگریزی سکھانے والی کتاب

یہ وہی کتاب ہے جس کے ذریعہ سے جلد انگریزی لکھنا پڑھنا بولنا خطوط۔ عرضی تار۔ درخواست وغیرہ وغیرہ لکھنا سب آجاتا ہے ۳۰۰ صفحہ کی قیمت ایک روپیہ

انگلش لیٹر رائٹر معہ اردو ترجمہ

انگریزی میں خطوط چھٹی عرضی وغیرہ وغیرہ لکھنے کی کتاب اس کتاب میں انواع اقسام کے خطوط۔ عرائض جوابات احکامات خانگی معاملات مختلف مضامین اور تمام باتیں افراط کیساتھ درج ہیں ۲۵۰ دو سو پچیس خطوط کا پورا لیٹر رائٹر ہے ۴۹۰ صفحے کی مجلد کتاب قیمت ایک روپیہ

حصول دولت و مسرت

صحت و تندرستی دولت و خوشحالی راحت و مسرت سے مالا مال بنانے والی کتاب آپ خود ملاحظہ کیجئے اور اپنے بچوں کو ضرور پڑھائیے تاکہ زندگی کے ضروری مرحلوں سے واقف ہو کر ہمیشہ خوش رہیں ۱۲۰ صفحہ کی مجلد کتاب بارہ آنے

گلدستہ عقل - قریب تین سو مفید باتیں۔ انمول نصیحتیں ضرب الامثالیں۔ پہیلیاں۔ لطیفے۔ نسخے اور مفید باتیں درج ہیں بالکل مفت منگائیے۔

ملنے کا پتہ۔ سی۔ ایل بھارتی ۴ علی گڑھ سٹی

ایک ضروری التماس حضرات معاصرین تبادلے کے اخبارات و رسائل دفتر سودمند بدایوں کے پتے سے روانہ فرمائیں علیگڑھ بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (منیجر)

بچوں کا تعلیمی بیمہ

سودمند کے اکثر پرچوں میں تعلیمی بیمہ کا تذکرہ کیا گیا ہے جس پر اکثر اصحاب تعلیمی بیمہ کی نسبت تفصیلات دریافت کرتے ہیں۔ اس لیئے حسب ذیل عرض ہے

ابتدائی تعلیم میں مسلمان طلبا کی تعداد اس قدر زیادہ افسوسناک نہیں جس قدر کہ اعلےٰ تعلیم میں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ضروریات زندگی اور اخراجات تعلیم میں اضافہ ہونے کے ساتھ مسلمانوں کا افلاس سرعت کے ساتھ بڑھ رہا ہے اور اب متوسط الحال مسلمانوں کے لیئے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانا قریباً ناممکن ہو گیا ہے اور موجودہ حالت میں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جو کچھ تعداد مسلمان طلبا کی نظر آ رہی ہے اُن میں بہت زیادہ ایسے ہیں جن کو قرض حسنہ معافی فیس یا کسی نہ کسی اور صورت میں مالی امداد لینی پڑتی ہے اور نہ صرف کالجوں میں بلکہ اسکولوں میں کثیر التعداد طلبا ایسے ہیں جو بغیر مالی امداد کے نہیں پڑھ سکتے۔ یہ حالت صرف غریب مسلمان بچوں کی نہیں بلکہ ایسے بچوں کی بھی ہے جن کے والدین خوشحال تھے اور اُن کی زندگی میں یہ خیال بھی نہ ہو سکتا تھا کہ کوئی امر اُن بچوں کی تعلیم میں حارج ہو سکے گا۔ مگر بزرگوں اور سرپرستوں کی بے وقت وفات نے انھیں اُس حال میں پہنچا دیا کہ وہ اسکول کی تعلیم بھی جاری نہیں رکھ سکتے۔

ان خطرات سے محفوظ رکھنے کے لیئے بعض بیمہ کمپنیوں نے تعلیمی بیمہ کا انتظام کیا ہے جنمیں سے ہم سب سے زیادہ بڑی ہندوستانی کمپنی موسومہ "اورینٹل"

اِس نقشہ کو اب مثالوں سے واضح کیا جاتا ہے

(۱) مثلاً ایک شخص عمر ۳۰ سال کا ایک بچہ ایک سال کا ہے۔ باپ چاہتا ہے کہ نو سال بعد اُس بچہ کے لیئے دو سو روپیہ سالانہ پانچ سال تک ملیں تاکہ بچہ کے اسکول کی تعلیم جاری ہے اس کے لیئے آٹھ سال کا بیمہ کرانا ہوگا جس کے واسطے آٹھ سال تک مالیہ دینا پڑے گا اس طریقہ سے باپ کے پاس سے کمپنی میں ۷۵۶ پہونچیں گے اُس کے معاوضہ میں وہ ایک ہزار روپیہ پانے کا مستحق ہوگا مگر اس طریقہ میں بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک سال کی مالیہ کی ایک قسط دینے کے بعد باپ کو یہ اطمینان ہوجائے گا کہ اگر وہ فوت ہوجائے تب بھی بچہ کو نو برس کی عمر سے پانچ سال تک دو سو روپیہ سالانہ ملے گا اور اگر خدانخواستہ بچہ قبل از ختم ادائگی اقساط فوت ہوجائے تو جس قدر روپیہ کمپنی میں پہونچ چکا ہے اُس میں سے ایک سال کی قسط مالیہ منہا کرکے باقی ماندہ روپیہ باپ یا سرپرست کو واپس مل جائے گا اور اگر باپ کے پاس سے پوری آٹھ سال کی قسطیں داخل ہوجانے کے بعد بچہ کوئی قسط لیکر یا بلا کوئی قسط لیئے فوت ہوجائے تو جس قدر روپیہ بچہ کو ملا ہے وہ ایکہزار روپیہ میں سے منہا کرکے اور پھر اُس میں سے چار فی صدی سالانہ سود در سود نکال کر کل روپیہ والد یا سرپرست کو مل جائے گا۔

(۲) دوسری مثال یہ ہے کہ ایک شخص جس کی عمر ۲۵ سال ہے چاہتا ہے کہ اس کے بچے کے لیئے سترہ سال بعد دو سو روپیہ سالانہ پانچ سال تک ملیں تو اُسے سترہ سال تک مالیہ دینے پڑیں گے اس طرح ۵۰۰ ادا کرنے کے بعد اُس کے بچہ کے لیئے وہی

دو سو روپیہ سالانہ پانچ سال تک ملیں گے۔ وغیرہ

(۳) اگر کوئی باپ یا سرپرست چاہتا ہو کہ اُس کے بچہ کے لیئے چارسو روپیہ سالانہ پانچ سال تک ملیں تو اقساط کو دوگنا کر کے اپنی قسط کا جو دینی پڑے گی حساب لگا لیا جائے۔ یا مثلاً کوئی شخص چاہتا ہے کہ آٹھ سال بعد اُس کے بچے کو ممالک غیر میں تعلیم پانے کے لیئے پندرہ ہزار روپیہ پانچ سال میں ملے تو نقشہ بالا میں سے ایک سال کی قسط کو پندرہ میں ضرب دے کر حساب لگا لیا جائے۔ ممالک غیر یعنی یورپ وغیرہ کی تعلیم بالعموم تین چار سال کی ہوتی ہے اس لیئے لڑکا اگر چاہے تو پہلے ایک دو سال کی قسطوں کو سفر خرچ اور تیاری سامان کے لیئے رکھے اور باقی ماندہ سالانہ اقساط سے وہ تعلیم حاصل کرے۔

(۴) تعلیمی بیمہ کرانے کے بعد اگر والد یا سرپرست مسلسل تین سال تک روپیہ ادا کرتا رہے اور پھر کسی وجہ سے معین قسط نہ دے سکے تو جس قدر روپیہ کمپنی میں پہنچ چکا ہے اُس کی نسبت سے کل باقیٔ رقم بچہ کو معین عمر پر پہونچ جانے کے بعد حسب معمول پانچ سال میں بہ اقساط ملے گی مگر شرط یہ ہو کہ کمپنی کے پاس اتنا روپیہ پہنچ چکا ہو کہ اس سے بچہ کو کم سے کم پچاس روپیہ سالانہ ملتے رہیں۔ اگر اس سے کم ہوگا تو حسب قواعد کمپنی حسب رسد روپیہ واپس مل جائے گا۔

(۵) اگر تین سال کی قسطیں ادا کرنے کے بعد والد یا سرپرست اقساط کی ادائگی بند کر کے اپنا روپیہ واپس لینا چاہے تو پہلے سال کی قسط منہا کرنے کے بعد ادا شدہ روپیہ میں سے نوّے فی صدی رقم والد یا سرپرست کو ادا کر دی جائے گی۔

(۶) والد یا سرپرست کے فوت ہو جانے کے بعد اُس کے بچہ کو روپیہ ملے گا

بشرطیکہ وہ بالغ ہو۔ اگر وہ بالغ نہ ہوگا تو اُس کے ولی یا سرپرست کو ملے گا تاکہ وہ اُس بچہ کی تعلیم پر صرف کرے۔

(۷) بالعموم پچیس اور پینتالیس سال کی عمر کے درمیان آٹھ سال سے سترہ سال تک کا تعلیمی بیمہ ہوسکتا ہے مگر خاص صورتوں میں پچیس سال کی عمر تک بھی ہوسکتا ہے۔ نقشہ بالا میں آٹھ سال سے ۱۷ سال تک کے بیمہ کی قسطیں درج ہیں مگر کوئی شخص چھ یا سات سال کے لیے قسطیں دینا چاہے تو اس کا بھی انتظام ہوسکتا ہے۔ جس کا نرخ دریافت کرنے پر معلوم ہوسکے گا۔

(۸) اگر کسی شخص کو سالانہ اقساط ادا کرنے میں دقت ہو تو وہ ششماہی ادا کرسکتا ہے نیز سہ ماہی اقساط کے ذریعہ سے بھی ادا کرسکتا ہے مگر سہ ماہی قسط کا حساب اس طرح لگایا جاتا ہے کہ سالانہ قسط میں تین فی صدی اضافہ کرکے اُس کو چار پر تقسیم کردیا جائے جو رقم اس طرح نکلے گی وہ سہ ماہی کی قسط ہوگی۔

(۹) بیمہ کرانے کے لیئے والد یا سرپرست کا طبی معائنہ ہوگا۔ ڈاکٹر کی فیس کمپنی کے ذمہ ہے بشرطیکہ بیمہ کی پہلی قسط عـــہ سے کم نہ ہو۔ جو صاحب بیمہ کرانا چاہیں وہ ڈاکٹری معائنہ سے قبل کمپنی کو یا تو پہلی قسط یا سولہ روپیہ بھیجدیں جو بعد میں مجرا ل جائے گا۔ اگر بیمہ منظور نہ ہو تو ان کا روپیہ واپس کردیا جائے گا۔

(۱۰) لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کا تعلیمی بیمہ ہوسکتا ہے۔

لاکھوں بلکہ کروڑوں انسان شب و روز اپنی اولاد کی بہتری کے لیئے تدابیر اختیار کرنے میں سرگرداں رہتے ہیں۔ کوئی اُن کے لیئے عظیم الشان مکانات بناتا ہے کوئی باغ لگاتا ہے، کوئی جائداد خریدتا ہے مگر اولاد کی تعلیم و تربیت نہو

وہ سب چیزیں بیکار ثابت ہوتی ہیں۔ صرف جو چیز بچوں کے لئے یقینی طور پر کارآمد ہوسکتی ہے وہ اُن کی تعلیم و تربیت ہے جس کے ذریعہ سے وہ دنیا میں عزت کی زندگی بسر کرنے اور خود مکانات بنانے اور باغ لگانے اور جائداد پیدا کرنے کے قابل بن سکتے ہیں اور یہ یقینی امر ہے کہ مکانات بنانے اور جائداد پیدا کرنے کے مقابلہ میں بچہ کی تعلیم کا انتظام کرنے میں بہت کم صرف ہوتا ہے بالخصوص جبکہ بچہ کا تعلیمی بیمہ کرا دیا جائے جس میں صرف ایک سال کی قسط ادا کرنے کے بعد والدین کو اطمینان کامل ہو جاتا ہے کہ اگر وہ خود زندہ نہ رہیں تب بھی بچہ کی تعلیم اس وجہ سے بند نہ ہوگی کہ اُس کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ غرضکہ مسلمانوں کی تعلیمی دشواریوں اور مالی مشکلات کو دیکھ کر کانفرنس نے تعلیمی بیمہ کے کام کو اپنی نگرانی میں جاری کر دیا ہے۔ جو صاحب اپنے بچوں کا بیمہ کرانا چاہیں وہ پرنسپل صاحب دفتر آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس سے خط و کتابت کریں یا براہ راست اورینٹل بیمہ کمپنی بمبئی سے معاملہ کریں۔ ہماری غرض صرف اس قدر ہے کہ والدین یا سرپرست کو اپنے بچے کی تعلیم کی طرف سے بے فکری ہو جائے۔ اگر کسی شخص کو چند روپے ڈاک سے بھیجنے پڑتے ہیں تو وہ لفافہ پر مہریں لگاتا ہے اُس کی رجسٹری کراتا ہے اور مزید براں بیمہ کرانے میں دام خرچ کرتا ہے۔ وائے برحال اُن لوگوں کے جو اپنے لخت جگر اور نور نظر کو زندگی کے وسیع اور عمیق سمندر میں چھوڑتے وقت اُس کو ایک دخانی یا ہوائی جہاز یا ایک بجری میں سوار کرانا درکنار اُس کی کمر میں ایک نطاق الحیوٰۃ (لائف بلٹ) باندھنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے جو کچھ عرصہ تک اُسے ڈوبنے سے بچا سکے۔

بچوں کی شادی کے لیئے سرمایہ

بالعموم ہندوستان میں اور بالخصوص مسلمانوں میں شادی کے اخراجات سے
بہت بربادی ہو رہی ہی. شادی کے وقت سودی قرضہ لیکر خرچ کیا جاتا ہی جو بالعموم گھربار
اور تمام جائداد کو لے ڈوبتا ہی کیونکہ مسلمانوں کو یہ اندازہ ہی نہیں کہ سودی روپیہ کس سرعت
کے ساتھ بڑھتا ہی. اُن کے نزدیک ایک روپیہ اور ڈیڑھ روپیہ اور دو روپیہ سیکڑہ
سود میں اور سالانہ ششماہی اور سہ ماہی سود در سود میں کوئی فرق ہی نہیں. ضرورت
کے وقت دائن اُن سے جو جی چاہتا ہی لکھا لیتا ہی اور بعد میں دس گونہ بیس گونہ اور
پچاس گونہ تک وصول کر کے اُنھیں ختم کر دیتا ہی. ان وجوہ سے کانفرنس کا پہلا مشورہ
یہ ہی کہ شادی غمی کے مراسم میں کم سے کم صرف کیا جائے بلکہ جو کچھ پس انداز ہو سکے
اول اپنے بچوں اور اُس کے بعد قوم کے بچوں کی تعلیم و تربیت پر صرف کیا جائے
تاہم اگر شادی وغیرہ کے مواقع پر اخراجات کو روکنے کی قدرت نہو تو بچہ کے پیدا ہونے
کے وقت سے یہ عہد کیا جائے کہ ایک معین اور محدود رقم سے زیادہ کسی طرح خرچ نہ
کیا جائے گا. اور ہرگز ہرگز قرض نہ لیا جائے گا. بالعموم لڑکی کی شادی میں کچھ نہ کچھ سامان
دیا جاتا ہی. جہاں تک ممکن ہو فضول نمایشی چیزوں کی جگہ سینے اور مونے بنیان تیار
کرنے کی مشینیں اور دوسرے ایسے سامان لڑکی کو دیئے جائیں جن سے وہ اپنے لیئے
قوت لایموت پیدا کر سکے. کچھ اُس کے لیئے ایسی آمدنی کا سہارا کر دیا جائے جو مصیبت
کے وقت اُس کے کارآمد ہو. اس کا طریقہ بھی یہی ہے کہ کسی معتبر بیمہ کی کمپنی میں اپنے
بچہ کی شادی کا بیمہ کرا لیا جائے. کانفرنس نے اورینٹل کمپنی کو اس کے لیئے منتخب کیا ہے

۲

دولت پیدا کرنے کا راز

(نمبر ۲)

کامیاب زندگی، مرفہ الحالی اور حقیقی مسرت کا انحصار عمدہ صحت پر ہے کیونکہ کوئی شخص علالت
کی حالت میں روپیہ نہیں پیدا کر سکتا ہے۔ بیماری کی حالت میں اس کو کوئی شوق اور تمنا نہیں ہوتی۔
فی الحقیقت بہت سے لوگوں کی صحت خراب ہوتی ہے اور وہ معذور ہوتے ہیں اور ان لوگوں
سے ہم یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ کثیر دولت پیدا کر سکتے ہیں لیکن بہت سے اس حالت میں ہوتے
ہیں کہ اگر وہ توجہ کریں تو اپنی صحت کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ اب چونکہ زندگی کی کامیابی اور مسرت
کا انحصار عمدہ صحت پر ہے اس لیے قوانین حفظان صحت کا معلوم کرنا کس قدر ضروری اور لابدی امر
ہے یا بالفاظ دیگر قوانین فطرت کا معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔ ہم جس قدر پابندی قوانین فطرت
کی کریں گے اسی قدر ہماری صحت عمدہ ہوگی لیکن ایسے کتنے لوگ ہیں جو قوانین فطرت کی طرف
توجہ کرتے ہیں بلکہ وہ اپنے فطری میلان کے برعکس قوانین فطرت کی خلاف ورزی کیا کرتے ہیں
ہم کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ قوانین فطرت کی خلاف ورزی کے متعلق ناواقفیت کا عذر
ہرگز قابل تسلیم نہیں کیونکہ ان کی خلاف ورزی کی سزا ہمیشہ بھگتنی پڑتی ہے مثلاً اگر کوئی بچہ اپنی نادانستگی
سے اپنی انگلی آگ پر رکھدے تو وہ ضرور جل جائے گی اور اس کو تکلیف پہونچے گی اور پھر توبہ کرنے
سے اس کی سوزش اور درد رفع نہ ہوگا۔ ہمارے اجداد میں سے اکثر اصحاب ہوا کی آمد برآمد
اور تازہ ہوا کی خوبیوں سے چنداں واقف نہ تھے خواہ ان کو دیگر امور کے متعلق زیادہ واقفیت
ہو۔ اس کا لابدی نتیجہ یہ تھا کہ وہ اپنے مکانات میں سونے کے کمرے صرف ۹ فیٹ لمبے اور ۸ فیٹ
چوڑے بناتے تھے اور یہ سلف صالحین اتنے مختصر کمروں میں عبادت بھی کرتے تھے اور
ان میں رات کو سوتے بھی تھے اور صبح کو بیدار ہو کر وہ اپنے قادر ذوالجلال کا شکریہ ادا کرتے
تھے کہ رات بخیریت گزر گئی اور صبح کو ہم صحیح سلامت بیدار ہوئے۔ غالباً ان کے کمروں کی کھڑکیوں
اور دروازوں میں درازیں ہوتی تھیں اور ان ہی میں سے تازہ ہوا کمرہ میں آتی تھی جو باعث حیات
تھی۔

اکثر حضرات صرف فیشن کے خبط کی خاطر اپنی غرض اور خواہش کے خلاف قوانین فطرت کی

جان بوجھ کر خلاف ورزی کرتے ہیں۔ مثلاً بہت سے لوگ تمباکو کا استعمال خواہ مخواہ شروع کر دیتے ہیں
اور تمباکو نوشی کی خواہش کو اس قدر ترقی دیتے ہیں کہ اس کی محبت ان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے
انھوں نے ایک زہریلی اور ناپاک گھاس کو اپنے قابو میں کیا ہے یا یوں کہئے کہ اس نے ان کو اپنے
قابو میں کر لیا ہے۔ بہت سے شادی شدہ حضرات اس قسم کے ہیں کہ تمباکو نوشی سے جو رطوبت ضائع
ہوتی ہے اس کو وہ اِدھر اُدھر فرش پر قالین پر اور بعض اوقات اپنی بیوی کے بستر پر تھوک دیتے
ہیں اگرچہ وہ اپنی بیویوں کو ٹھوکر مار کر گھر سے باہر نہیں نکالتے۔ لیکن ان کی اس بدتمیزی کے باعث
ان کی بیویوں کو ضرور اس قدر نفرت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ چاہتی ہیں کہ ہمارے شوہر گھر کے اندر نہ
آنے پائیں اور اس معاملہ کا نہایت تباہ کن رخ یہ ہے کہ یہ مصنوعی خواہش مثل حسد کے اپنی ہی آگ سے
اپنے کو جلا دیتی ہے کیونکہ جب تم کسی خلاف فطرت شے کے دلدادہ ہوگے تو اس مضر شے کی زبردست
خواہش تمہارے دل میں پیدا ہو جائے گی۔ حالانکہ قدرتی خواہش ہمیشہ بے ضرر ہوتی ہے کیونکہ
ایک پرانی مثل ہے کہ عادت طبیعت ثانی ہو جاتی ہے مگر مصنوعی عادت بہ نسبت فطرت کے کہیں
زیادہ قوی ہوتی ہے مثلاً جو شخص کہ تمباکو کھانے کا عرصہ سے عادی ہے تو بہ نسبت اور غذاؤں کے
وہ تمباکو کو زیادہ پسند کرے گا۔ وہ کباب کھانا ترک کر دے گا۔ چھوٹے لڑکوں کو اکثر یہ افسوس
ہوتا ہے کہ ہم جوان آدمی نہیں ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ہم لڑکے سوئیں اور جوان ہو کر جاگیں
اور اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے وہ اپنے بڑوں کی قبیح عادتوں کی نقل کرتے ہیں مثلاً
جب خوردسال شاہی اور رجانی اپنے باپ اور چچا کو تمباکو کا چرٹ پیتے دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں
کہ اگر ہم چرٹ پیا کریں تو ہم بھی جوان ہو جائیں۔ چچا جان اپنا پائپ چھوڑ گئے ہیں اس کی
آزمائش کرنی چاہیئے۔ اب وہ پائپ کو دیا سلائی سے سلگاتے ہیں اور دھوئیں اڑاتے ہیں۔ ہم
تمباکو پینا سیکھیں گے جانی کیا تم بھی اس کو پسند کرتے ہو وہ افسوس کے ساتھ جواب دیتا ہے کہ
نہیں مجھ کو تمباکو نوشی پسند نہیں کیونکہ اس کا مزہ تلخ ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ وہ لڑکا تمباکو نوشی کی بدولت نشہ
پڑ جاتا ہے گویا وہ فیشن کی دار پر اپنی صحت کو قربان کر دیتا ہے بالآخر ان کی قدرتی خواہش پر تمباکو اپنا اثر
کر لیتا ہے اور وہ اس مذموم عادت کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔

میں انجیل مقدس کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں کہ میں نے تمباکو نوشی کا اثر خود اپنے پر دیکھا ہے
میں ۱۰ سے ۱۵ سگار روزانہ پیا کرتا تھا اگرچہ میں نے اس کا استعمال گزشتہ ۱۲ سال سے ترک کر دیا ہے
اور اس کو پھر کبھی نہ پیوں گا۔

سودمند

آدمی جس قدر زیادہ تمباکو پیتا ہی اُتنی ہی زیادہ خواہش تمباکو نوشی کی پیدا ہوتی ہی کیونکہ جب
ایک سگار پیا جاتا ہی تو پھر دوسرے کی طلب پیدا ہوتی ہی اور یہ خواہش مسلسل پیدا ہوتی رہتی ہی
اب تمباکو کھانے والے کی حالت ملاحظہ فرمائیے۔ جب صبح کو وہ بیدار ہوتا ہی تو وہ اپنے
منہ میں تمباکو رکھ لیتا ہی اور دن بھر منہ میں رکھے رہتا ہی اور جب دوبارہ تمباکو کھاتا ہی اُس
وقت اُس کو نکالتا ہی یا جب وہ کھانا کھاتا ہی اُس وقت تمباکو اپنے منہ سے علحدہ کرتا ہی بعض تمباکو
کھانے والے جب شراب پینا چاہتے ہیں اُس وقت تمباکو کو اپنے منہ سے نکال کر ہاتھ میں رکھ لیتے ہیں
اور پینے سے فارغ ہو کر اُس اُگال کو پھر اپنے منہ میں رکھ لیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہی کہ مے نوشی
کی خواہش سے تمباکو کھانے کی خواہش کہیں زیادہ ہوتی ہی۔ جب کوئی تمباکو کھانے والا آپ کے
دیہاتی مکان پر جاتا ہی اور آپ اُس کو اپنا انگورستان اور تازہ میوؤں اور پھلوں کا گودام اور اپنے
باغ کی پیداوار دکھائیں اور اُس کی تواضع کریں کہ اے دوست یہ تازہ شیریں اور پختہ پھل حاضر
ہیں۔ یہ ناسپاتیاں۔ سیب اور اخروٹ میں نے اسپین فرانس اور اٹلی سے منگوائے ہیں۔ یہ تازہ
اور شیریں انگور حاضر ہیں۔ تازہ پھل نہایت خوش ذائقہ اور صحت بخش ہوتے ہیں اس لیئے ان کو
نوش جان فرمائیے میں چاہتا ہوں کہ آپ اس تازہ اور رسیلے میوے کو کھا کر لطف اُٹھائیں وہ
اس کے جواب میں تمباکو چبا کر کہے گا جناب کی نوازش کا شکریہ۔ مجھکو معاف فرمائیے کیونکہ میرے
منہ میں تمباکو ہی اُس کی زبان تمباکو کے استعمال سے سوتی پڑ گئی ہی اور بلا شک پھلوں کے ذائقہ کو
محسوس کرنے کی قوت بڑی حد تک جاتی رہی ہی اور میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ تمباکو
کے استعمال کی عادت مسرفانہ بے سود اور مضرت ناک ہی۔ میں اس قدر تمباکو پیتا تھا کہ میرا جسم بید
کی طرح کانپنے لگتا جسم کا سارا خون کھچکر دماغ میں آجاتا اور میرا دل دھڑکنے لگتا اور پھر مغموم افسردہ
ہو کر رہ جاتا۔ جب میں نے ڈاکٹر سے اپنی حالت بیان کی تو اُس نے کہا کہ تمباکو نوشی فوراً ترک
کر دو۔ تمباکو نوشی میں نہ صرف اپنی صحت اور اپنا روپیہ برباد کرتا بلکہ دوسروں کے لیئے ایک بری
مثال قایم کرتا تھا۔ میں نے ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کیا میں اپنے پندار میں بیش قیمت سگار پینے
سے اس قدر خوبصورت معلوم ہوتا تھا کہ کوئی نوجوان ساری دنیا میں نہ ہوگا۔

یہی دلائل منشیات کے استعمال کے لیئے اس سے دس گونہ زور کے ساتھ پیش ہو سکتے ہیں
روپیہ پیدا کرنے کے واسطے صحیح دماغ کی ضرورت ہی اول تو انسان کو یہ جاننے کی ضرورت ہی کہ دو
اور دو مل کر چار ہوتے ہیں۔ جب کوئی شخص کسی چیز کی تجارت کا ارادہ کرے تو سب سے اول اُس کو

ور اس کے ہر ایک پہلو پر غور کرنا چاہیئے اور نہایت توجہ کے ساتھ اس کی جملہ تفصیلات اور آمد
ج کا اندازہ لگانا چاہیئے کیونکہ کوئی شخص کسی تجارت میں اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا
ب تک کہ اُس کا دماغ اور اُس کی عقل اُس کی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے رہبری نہ کرے
سلئے کوئی شخص خواہ کیسا ہی طبّاع اور ذہین کیوں نہ ہو اگر مے نوشی نے اُس کے دماغ کو مختل اور اُس کی قوت
ملہ کو کمزور کر دیا ہے تو وہ کسی تجارت میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ بیسیوں عمدہ موقعے
سے نکل جاتے ہیں جبکہ وہ اپنے احباب کے ساتھ شراب کے گلاس اُڑانے میں مصروف ہوتا
اور وہ موقعے پھر ہاتھ نہیں آتے ہیں نشہ کی حالت میں اس کو خیال ہوتا ہے کہ میں بہت دولتمند
ں اور اس خیال میں وہ بہت سے احمقانہ سودے طے کر لیتا ہے۔ بہت سے اچھے موقعے اُس کو
لتے ہیں لیکن وہ فردا کے لئے ملتوی کر دیتا ہے اور پھر بجنسہ وہ معرض التوا ہی میں رہتے ہیں۔
نکہ جام شراب نے اُس کے دماغ کو معطل اور اُس کی مستعدی کو پست کر دیا ہے حالانکہ تجارت
ں کامیاب ہونے کے لئے مستعدی اور صحیح دماغ کی اشد ضرورت ہے۔

شراب کا استعمال اس قدر مضرت ناک ہے جس قدر کہ اہل چین کا چانڈو پینا اور تجارت
ے حق میں شراب اور چانڈو یکساں تباہ کن ہیں۔ مے نوشی بدترین چیز ہے۔ اور فلسفہ۔ مذہب اور عقل
ی عنوان سے بھی اس کی حمایت نہیں کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

تنظیم دیہات

صوبجات بہار کی انجمنہائے امداد باہمی کے ڈِوِلپمنٹ آفیسر مسٹر عبدالرحیم ایم۔ اے نے گزشتہ ماہ کی ۲۸ تاریخ کو بمقام شری متی رادھیکا سنہا انسٹیٹیوٹ ہال پٹنہ زیر صدارت مسٹر کوئنس آئی۔ سی۔ ایس۔ ہندوستان کی اقتصادی اور دیہاتی اصلاح پر بذریعہ جادو کی لالٹین ایک مفید لکچر دیا۔

صاحب صدر نے لکچرار کا تعارف حاضرین سے کرایا اور فرمایا کہ اُنھوں نے ہندوستان کے دیہاتی حالات کا عام طور پر اور صوبہ بہار و اڑیسہ کے حالات کا مطالعہ خاص طور پر کیا ہے۔ تحریک امداد باہمی کے ذریعہ سے جو اقتصادی ترقی حاصل کی جاسکتی ہے اُس پر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کریں گے

مسٹر رحیم نے لکچر کے شروع میں ہندوستانی دیہات کی تعریف کی اور کہا کہ دیہات کو شہریوں کے مفاد کے تابع سمجھنا ایک غلطی ہے۔ دیہات کی اقتصادی صنعتی ترقی ہی پر ہندوستان کی ترقی کا دار و مدار ہے۔ دیہاتی صلاح کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہندوستان کی کل آبادی قریباً ۳۲ کروڑ ہے اس میں صرف تین کروڑ اشخاص شہروں میں رہتے ہیں اور باقی دیہات میں آباد ہیں۔ تمام ملک میں ۲۷۰ اضلاع ہیں شہروں کی تعداد ۲۰۱۹ ہے اور ۶۸۵۶۶۳ دیہات ہیں۔ ۷۱ فی صدی اشخاص کا گزران زراعت پر ہے۔ ۱۰ فی صدی صنعت و حرفت کا کام کرتے ہیں اور ان میں زیادہ تعداد اُن اشخاص کی ہے جو اپنے گھر میں صنعت کا کام کرتے ہیں۔ مثلاً جلاہے موچی وغیرہ ۶ فی صدی تجارت کا کام کرنے والے اور ۱½ فی صدی ملازمت پیشہ ہیں۔ چونکہ اہل دیہات اور کاشتکاروں کی تعداد زیادہ ہے۔ اس لیۓ اُن کے مفاد کا خیال ضروری ہونا چاہیۓ مگر بدقسمتی سے حالات اُس کے برعکس ہیں۔ شہری دیہات کو اپنی ضروریات کے پورا کرنے والے تصور کرتے ہیں اور دیہات کو شہری مفاد کے تابع سمجھتے ہیں ہندوستان بڑا زرخیز ملک ہے اور قدرتی طور پر اُس کے باشندے خوشحال ہونے چاہئیں لیکن کاشتکاروں کی حالت سخت ابتر ہے۔ اُن کی حالت کو بہتر بنانے کے لیۓ تمام ملک اور قوم کی متحدہ کوشش کی ضرورت ہے۔ اگر لوگ ہندوستان میں سوراج قایم کرنا چاہتے ہیں۔ تو یہ سوراج ایسا ہونا چاہیۓ جس میں کاشتکاروں ہنر پیشہ لوگوں اور مزدور جماعت کو فائدہ پہونچے۔ ہندوستان کا سوراج دراصل مندرجہ بالا اشخاص کا سوراج ہونا چاہیۓ۔ زمین کی زرخیزی کے باوجود ہندوستان کی پیداوار فی ایکڑ کم ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے

واضح کیا گیا ہی کہ دیگر ممالک کے مقابلہ میں ہندوستان کی حقیقت کیا ہی۔

نام ملک	فی ایکڑ پیداوار	نام جنس	وزن
ہندوستان	″	گندم	۱۲ من
انگلستان	″	″	۲۷ من
جرمنی	″	″	۳۲ من
بلجیم	″	″	۳۷ من
ڈنمارک	″	″	۴۰ من

ہندوستان میں دولت کا اضافہ بھی بہت کم ہو رہا ہی۔ ذیل کے نقشہ سے سالانہ آمدنی فی کس ظاہر ہوتی ہی

	ہندوستان	چین	انگلستان	امریکہ یا ستہائے متحدہ
۱۸۱۳	۲۰۰	۳۰۰	۹۵۰	۶۵
۱۹۱۳	۳۰۰	۳۰۰	۹۵۰۰	۷ر۶۴۰

اگر ملک کی باقاعدہ تنظیم ہو جاوے تو آمدنی میں فوراً زیادتی ہو سکتی ہی جاپان کی دولت ۹ سال (۲۱-۱۹۱۲) کے عرصہ میں چار گنا بڑھ گئی ہی۔

ہندوستان کے افلاس کے اسباب بہت سے ہیں۔ مثلاً تعلیم یافتہ طبقہ عوام کے ساتھ ہمدردی کا اظہار نہیں کرتا۔ اور عامۃ الناس کی خدمت سے کنی کتراتا ہی۔ صحت و تندرستی کے اصول کی خلاف ورزی مذموم رسوم تعلیم کی کمی سے مزید براں ہندوستان میں اموات زیادہ ہو گئی ہیں اور آبادی میں اضافہ نہیں ہو رہا ہی۔

ہندوستان میں سالانہ آمدنی کا تخمینہ تین روپیہ ہی۔ کاشتکار کی جائداد فی کاشتکار دس روپیہ ہی

سود ہند

اور قرضہ کا اوسط بارہ روپیہ ہے کاشتکاران کے ذمہ قرضہ کا ایک بڑا بار گراں ہے۔ جس پر غاصبانہ شرح سود ادا کیجاتی ہے۔ شرح سود ۳۶ فی صدی سے لیکر ۷۵ فی صدی تک ہے۔

ہندوستان میں تعلیم کی بہت کمی ہے صرف ۷ ۱/۲ فی صدی خواندہ ہیں جاپان میں ۹۰ فی صدی خواندہ ہیں۔ اور انگلستان و امریکہ میں ۹۹ فی صدی۔

ملک میں سوراج حاصل کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ سوراج سو مرتبہ حاصل ہوجاوے۔ لیکن جبتک اقتصادی حالات میں تبدیلی نہ کی جاوے ملک کو خوشحالی کی نعمت نصیب نہیں ہوسکتی۔

ہندوستان میں افلاس کی جڑ لوٹ ہے۔ کاشتکار فصلیں پیدا کرلیتا ہے کھا دیں ڈالتا ہے۔ لیکن شہری تعلیم یافتہ طبقہ دیہاتیوں کو لوٹتا ہے۔ ایک جماعت دوسری جماعت سے ناجائز فائدہ حاصل کرتی ہے سب سے زیادہ تباہ کن لوگوں کی یہی قناعت ہے جس کو قسمت کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لوگوں کے دماغ میں یہ غلط خیال سمایا ہوا ہے کہ ان کی قسمت ہی خراب ہے وہ کیا کریں اس کا واحد علاج تعلیم ہے۔ خدا کی مرضی ہرگز یہ نہیں کہ ہندوستان غریب ہے۔ یہ ہندوستانیوں کا اپنا قصور ہے۔

اس کے بعد آپ نے مشہور ہندوستانیوں کی رائے کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر ٹیگور صاحب نے جو بنگال کے بڑے مشہور شاعر ہیں اور جن کو نوبل انعام بھی مل چکا ہے۔ یہ کہا ہے کہ اگر ہندوستان کو خوشحال کرنا چاہتے ہو تو دیہات کو مالدار اور خوشحال بنا دو۔ مسٹر گوکھلے سر سید احمد خاں اور مسٹر داس نے دیہات کو ابھارنے کے لیئے بہت کوششیں کیں مہاتما گاندھی۔ غریب لوگوں کے لیئے کام کر رہے ہیں اور انکو ابھارنے کے لیئے ہمہ تن مصروف ہیں۔ اگر تعلیم یافتہ لوگ مہاتما گاندھی کی پیروی کرتے ہوئے کاشتکاروں اور ہنر پیشہ لوگوں کی بہتری کے لیئے کام کریں۔ تو ملک کی حالت تھوڑے عرصہ میں بہتر بنائی جاسکتی ہے۔

رسوم بد کی تو اصلاح کچھ نہ کچھ ہو رہی ہے۔ اس وقت سب سے زیادہ اہم بات جو توجہ طلب ہے وہ یہ ہے کہ اشیاء کی قیمت زیادہ ہو رہی ہے اور ملک کی آمدنی میں بیشی نہیں ہو رہی ہے۔ کمی آمدنی کی وجہ سے کاشتکاروں کو زیادہ نقصان پہونچا ہے۔ کاشتکاروں کے پاس سرمایہ نہیں اور جو کچھ وہ کماتے ہیں وہ سرمایہ حاصل کرنے کے لیئے گراں شرح سود پر صرف کردیتے ہیں۔ ان کو ایک آنہ ماہانہ فی روپیہ بطور شرح سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ کاروبار کی آمدنی سے۔ سود بھی ادا نہیں ہوسکتا۔ اس لیئے وہ قرضہ کے بوجھ کے نیچے دبے جا رہے ہیں۔ جس سے اُن کی تمام جائداد اُن کے ہاتھوں سے نکلتی چلی جا رہی ہے۔ فقیروں اور بھیک مانگنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

ہندوستان کی خوشحالی کے لیئے تحریک امداد باہمی نہایت ضروری چیز ہے۔ اس کی سرپرستی میں

انجمنہائے قرضہ قایم ہو سکتی ہیں جس سے سود کم شرح پر ملتا ہی اور ساہوکارانہ لین دین سے نجات حاصل ہو جاتی ہی۔ اس کے بجائے عمدہ اور محفوظ طریقے سے لین دین قایم ہو جاتا ہی۔ بیج اور آلات کشاورزی بہم پہونچائے جاتے ہیں۔ پنچائتیں قایم کی جاتی ہیں لوگوں کو تجارت اور کفایت شعاری کی تعلیم دی جاتی ہے۔

تعلیم یافتہ اشخاص کا یہ فرض ہی کہ وہ اس تحریک کو کامیاب بنانے میں پوری سرگرمی سے کام لیں۔ ملک کی سیاسی حالت سے پیشتر اقتصادی اصلاح کی اشد ضرورت ہی۔ اگر لوگوں کی اقتصادی حالت درست ہو جائے تو وہ حفظان صحت کے اصول پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں اور تعلیم سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔

پیشہ کے انتخاب میں غلطی نہ کرنا

اپنی طبیعت کے مناسب پیشہ اختیار کرنا زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیئے لابدی اور اشد ضروری ہے۔ لڑکوں کے والدین اور سرپرست اکثر اس کے متعلق سخت لاپروائی سے کام لیتے ہیں۔ مثلاً اکثر باپ یہ کہا کرتے ہیں کہ میرے پانچ فرزند ہیں۔ میں اپنے بیٹے سلیم کو مولوی، عقیل کو وکیل، نعیم کو ڈاکٹر اور حفیظ کو زمیندار کاشتکار بناؤنگا پھر وہ شہر میں جاکر دیکھتا ہے اور سوچتا ہے کہ سلیم کے لیے کونسا پیشہ موزوں ہوگا۔ اور پھر وہ کہتا ہے کہ گھڑی سازی نہایت عمدہ اور شریف پیشہ ہے اس لیے میں اس کو گھڑی ساز بناؤں گا لیکن سلیم کی طبیعت کا وہ اندازہ نہیں کرتا اور اس کو خواہ مخواہ سُنار کے کام پر لگا دیتا ہے۔ ہم سب کوئی نہ کوئی سمجھ کا کام انجام دینے کے لیئے پیدا کیے گئے ہیں۔ ہمارے دماغ بھی ایسے ہی مختلف اقسام کے ہیں جیسے کہ ہمارے چہرے ہوتے ہیں بعض لوگ فطرتاً کاریگر پیدا ہوتے ہیں اور بعض حضرات مشینری سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ دس سال کی عمر کے ایک درجن لڑکوں کو کسی ایک جگہ جمع کرو تو تم فوراً دیکھ لوگے کہ ان میں سے دو تین لڑکے قفل یا کسی اور مشینری کو توڑ پھوڑ کر اس میں کوئی جدت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ پانچ برس کی عمر میں وہ کسی کھلونے کو پسند نہ کرتے تھے جو ان کا باپ اُن کو خوش کرنے کے لیئے لایا کرتا تھا۔ یہ لڑکے پیدائشی کاریگر ہیں لیکن باقی آٹھ نو لڑکوں کا میلان طبع اور طرح کا ہے۔ میرا شمار بھی آخرالذکر ذاتوں میں ہے کیونکہ مجھ کو دستکاری سے کبھی کسی قسم کی دلچسپی نہیں ہوئی بلکہ میں پیچیدہ مشینری سے ہمیشہ سخت نفرت کرتا ہوں۔ مجھے تو کبھی ایک سیب بھی اس احتیاط کے ساتھ تراشنا نہیں آیا کہ اس کا عرق نہ گرنے پائے۔ میں دخانی انجن کے اصول کو تو سمجھ سکتا ہوں اور اس کے متعلق مضمون بھی لکھ سکتا ہوں اگر مجھ جیسے لڑکے کو گھڑی ساز بنانے کی کوشش کی جاتی تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ۶-۷ سال میں گھڑی کے پرزے ملانا اور علیحدہ کرنا آجاتا اور میں رو رو کر اور تضیع اوقات کرکے اس کام کو انجام دیتا اور ہمیشہ اس تاک میں رہتا کہ جب کبھی موقع ملے تو اس پیشہ کو ترک کر دوں۔ کیونکہ گھڑی سازی کا پیشہ میری مرضی کے بالکل خلاف ہے۔

کوئی شخص کسی پیشہ میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا جبتک کہ وہ اسی پیشہ کو اختیار نہ کرے جس کا مادہ فطرت نے اس میں ودیعت کیا ہے اور جس کے دماغ اور سمجھ کے لیئے وہ پورے طور پر موزوں ہے

یہ دیکھ کر مجھ کو بے حد مسرت ہوتی ہے کہ اکثر لوگ صحیح پیشے اختیار کرتے ہیں لیکن ہم کو ایسے بھی بہت سے لوگ نظر آتے ہیں جنھوں نے اپنے پیشے کے انتخاب میں سخت غلطی کی ہے اور اس میں لوہار سے لیکر مولوی تک داخل ہیں۔ آپ نے بعض تعلیم یافتہ اور ادیب لوہار دیکھے ہوں گے وہ اس لائق تھے کہ کسی اسکول میں معلم ہوتے اسی طرح آپ نے بہت سے وکیل۔ ڈاکٹر اور مولوی دیکھے ہوں گے جو فطرتاً لوہاری اور معماری کے لیے نہایت موزوں تھے۔ (ترجمہ)

موزوں مقام کا انتخاب

صحیح پیشہ اختیار کرنے کے بعد آپ کو نہایت احتیاط کے ساتھ موزوں مقام کا انتخاب کرنا چاہیئے مثلاً اگر آپ ایک بڑا ہوٹل قایم کریں جس کے انتظامات نہایت عمدہ ہوں اور جس میں روزانہ پانچسو مسافر ٹھہرانے کا قابل اطمینان بندوبست موجود ہو لیکن اگر یہ ہوٹل کسی گاؤں میں کھولا جائے جہاں پر نہ تو ریلوے اسٹیشن ہے اور نہ آمد و رفت کے دیگر وسائل ہیں اور نہ مسافروں کی آمد رفت رہتی ہے تو یقیناً آپ کا ہوٹل آپ کی بربادی کا موجب ثابت ہوگا۔

اسی طرح کوئی ایسی تجارت ایسے مقام پر شروع نہ کرنی چاہیئے جس کی دکانیں وہاں کی ضروریات پورا کرنے کے لیئے موجود ہیں۔ اس بات کو ہم حسب ذیل مثال سے سمجھاتے ہیں۔

۱۸۶۸ء میں جبکہ میں شہر لندن میں ایک نمایش کے دروازہ پر جا پہونچا جس کے دیکھنے کی فیس صرف ایک پنس (۱ر) تھی۔ دروازے پر بڑے بڑے کارٹون لگے تھے اور اشتہار چسپاں تھا کہ اس نمایش گاہ میں عجیب و غریب چیزیں موجود ہیں اور ان سب کے دیکھنے کی فیس صرف ایک پنس ہے۔ چونکہ مجھکو نمایش کے کام کا قدرے تجربہ تھا اس لیئے میں نے اپنے دوست سے کہا کہ چلو اندر چلیں۔ اندر پہونچنے پر ہم کو نمایش کا مہتمم ملا جو اس فن میں بلا کا تیز آدمی تھا چند تصاویر کے متعلق اس نے عجیب و غریب روایتیں اور حکایتیں بیان کیں جن کو ہم ہرگز صحیح نہیں مان سکتے تھے لیکن میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس وقت ان حکایتوں کو صحیح مان لینا مناسب ہے اور یہ وقت ثبوت طلب کرنے کا نہیں ہے۔ پھر اس نے ہم کو موم کی بنی ہوئی تصویریں دکھائیں جو نہایت میلی کچیلی تھیں اور یہ گمان ہوتا تھا کہ طوفان نوح کے زمانہ سے انھوں نے پانی کی شکل نہیں دیکھی ہے۔

مونٹ

اس کے بعد میں نے چند مرصع تصاویر کی بابت دریافت کیا کہ ان میں کیا خاص خوبی ہے اس نے جواب دیا کہ جب آپ ان کو ملاحظہ کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ کسی زندہ شخص کو دیکھ رہے ہیں۔

ان تصویروں کی طرف نظر ڈالنے سے مجھ کو ہنری ہشتم کی تصویر دکھائی دی جس کو دیکھکر مجھ کو سخت حیرت ہوئی کیونکہ وہ تصویر کالون ایڈیسن کی معلوم ہوتی تھی۔ میں نے مہتمم سے کہا کہ کیا آپ اس کو ہنری ہشتم کی تصویر کہتے ہیں اس نے جواب دیا بیشک یہ ہنری ہشتم کی تصویر ہے اور اس وقت پر تصویر لی گئی تھی جبکہ وہ دربار ہمپٹن (   ) میں تھا۔

میں نے کہا کہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ ہنری ہشتم قوی الجثہ تھا اور اس تصویر میں وہ نہایت دبلا پتلا دکھایا گیا ہے۔ اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں اس نے جواب دیا کہ اگر آپ بھی اتنی مدت تک وہاں بیٹھے رہتے جس طرح کہ ہنری ہشتم بیٹھا تھا تو یقیناً آپ بھی دبلے اور پتلے ہوجاتے۔

ان دلائل کے جواب دینے کی چنداں حاجت نہ تھی اور میں نے اپنے دوست سے کہا کہ اب باہر چلیئے اور اس کو نہ بتائیے کہ میں کون ہوں۔ میں اس موقع پر خود قائل ہوا جاتا ہوں وہ دروازہ تک ہم کو پہونچانے آیا اور سڑک پر گنواروں کا مجمع دیکھ کر ان سے مخاطب ہوکر اور ہماری طرف اشارہ کرکے کہنے لگا کہ حضرات ان واجب الاحترام اصحاب کو ملاحظہ فرمائیے

دو روز بعد میں اس کے پاس پھر گیا اور اس کو بتایا کہ میں کون ہوں اور میں نے اس سے کہا کہ فی الحقیقت تم نہایت ہوشیار مہتمم نمائش ہو۔ لیکن تم نے غلط مقام تجویز کیا ہے اس نے جواب دیا کہ جناب کا یہ ارشاد بالکل درست ہے میں خود محسوس کرتا ہوں کہ میری ساری قابلیت مفت میں ضائع ہو رہی ہو لیکن اس کے سوائے چارہ کار ہی کیا ہے۔

میں نے کہا کہ تم امریکہ چلے آؤ وہاں تم اپنی قابلیت کا اظہار پورے طور پر کرسکتے ہو وہاں پر سیکڑوں عجائب خانے موجود ہیں اور دو سال کے لیئے میں تم کو ملازم رکھ لونگا اس کے بعد تم اپنا کام خود چلا لوگے۔

چنانچہ اس نے میری نصیحت مان لی اور دو برس تک وہ میرے عجائب خانے میں ملازم رہا اور اس کے بعد وہ نیو آرلینس کو چلا گیا جہاں پر اس نے موسم سرما میں سفری نمائش دکھانے کا پیشہ اختیار کرلیا اب اس کے پاس ساٹھ ہزار ڈالر ہیں اور اس قدر دولت اس نے محض اس وجہ سے پیدا کرلی کہ اس نے اپنے لیے صحیح پیشہ منتخب کیا اور اس کے لیے موزوں مقام اختیار کیا۔ (ترجمہ)

دولت مسلمانوں کیلئے مضر ہے

جمیل اور عقیل اسلامیہ کالج لاہور کے دو طالب علم ہیں، دونوں ایک ہی کلاس میں پڑھتے
اور ایک ہی کمرے میں رہتے ہیں۔ ایک روز مسلمانوں کے افلاس کا ذکر چل پڑا تو
عقیل نے کہا کہ میرے نزدیک تو مسلمانوں کے لیئے دولت سخت مضر ہے۔

جمیل۔ سبحان اللہ آپ نے کیسی انوکھی بات کہی ہے۔ تمام دُنیا کا دار و مدار تو اس زمانہ میں دولت
پر ہو گیا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیئے دولت مضر ہے۔ آج کل تو پیغمبری بھی روپیہ
بغیر نہیں چل سکتی۔ دیکھئے جو لوگ پیغمبری کا دعویٰ کر کے مذہب کی اشاعت کرتے ہیں انھیں
ڈاک، پریس، تار، ریل، کے اخراجات میں کس طرح روپیہ بہانا پڑتا ہے۔

عقیل: مگر آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ مسلمانوں کے پاس جس وقت روپیہ آتا ہے وہ کس بیدردی
کے ساتھ صرف کرتے ہیں۔ غریب سے غریب مسلمان جس پر فاقے گزر رہے ہوں جب قرض
لاتا ہے تو پہلے دن تو مرغن ہانڈی ضرور تیار کرتا ہے۔ آپ یہ تو کہتے ہیں کہ مسلمان مفلس
ہیں نادار ہیں مگر بازاروں میں جا کر دیکھیے کہ طرح طرح کی مٹھائیوں، کبابوں، ملائی برف
فیرنی کی جس قدر دوکانیں ہیں وہ کن لوگوں سے آباد ہیں؟ انھیں مفلس مسلمانوں سے۔

جمیل۔ یہ دوسری بات ہے کہ کچھ مسلمان دولت کا خراب استعمال کریں۔ اس سے دولت کی
خرابی تو لازم نہیں آتی۔ یہ تو چند لوگوں کا فعل ہے کہ وہ اپنا روپیہ اسراف میں صرف کر ڈالتے
ہیں۔

عقیل۔ چند لوگوں کو جانے دیجیے۔ میں تو مسلمانوں کے ہر طبقہ کے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ خواہ اُنکی
آمدنی کتنی ہی کیوں نہ ہو وہ پریشان حال رہتے ہیں۔ نہیں بلکہ جس گھر میں کچھ دنوں کے
لیئے دولت آ جاتی ہے وہ تمام خاندان کو نکما اور اپاہج کر دیتی ہے اور پھر تو کوئی اُٹھ کر
اپنے ہاتھ سے پانی بھی نہیں پیتا اور دوسری پشت میں ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہوتا ہے۔
بڑے بڑے سادہ زندگی بسر کرنے والوں اور متقی پرہیزگاروں کو باوجود معقول آمدنی ہونے
کے دوسروں کا دست نگر دیکھتا ہوں محض اس لیئے کہ حقیقی کفایت شعاری سے انھیں مس
نہیں۔

سوند

جمیل۔ پھر اس کا علاج یہ ہوا کہ مسلمانوں کو کفایت شعاری سکھائی جائے۔

عقیل۔ میں نے لائبریری میں اخبارات کے بہت پرانے فایل پڑھے ہیں۔ اس وقت سے چالیس برس تک کی نسبت تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اُس زمانہ سے اسلامی اخبارات میں کفایت شعاری کی ترغیب کے مضامین شایع ہو رہے ہیں۔ تاہم حالت روز بروز گرتی ہی جاتی ہے۔ برخلاف اس کے دیگر اقوام میں حالانکہ کفایت شعاری کا ذکر بھی نہیں تاہم دن دونے اور رات چوگنے اُن کی دولت بڑھ رہی ہے اور اُن کے تمام قومی، تمدنی اور سیاسی کام رونق پر ہیں۔

جمیل۔ سبحان اللہ! آپ بھی عجیب شخص ہیں۔ دولت آپ کے نزدیک مضر اور کفایت شعاری کی تعلیم بیکار۔ پھر مسلمان کیا کریں۔

عقیل۔ صرف روپیہ کا صحیح استعمال سیکھیں۔

جمیل۔ وہ کیا ہے۔

عقیل۔ وہ صرف یہ ہے کہ روپیہ جس وقت آئے اُسے سرمایہ کی شکل میں منتقل کر دیں۔

جمیل۔ یہ کس طرح؟

عقیل۔ یہ اس طرح کہ روپیہ کو ایک لمحے کے لئے ساکن نہ رہنے دیں بلکہ ہر وقت اُسے متحرک رکھیں اور یہی دولت اور سرمایہ کا فرق ہے۔ ساکن روپیہ دولت ہے اور متحرک روپیہ سرمایہ ہے۔ تمام روپیہ جو ہاتھ میں آکر بکسوں میں بند ہوتا ہے۔ زیور کی شکل میں منتقل ہوتا ہے۔ اشرفیاں بن کر زیر زمین دفن ہوتا ہے، وہ ساکن ہے اُسی کا نام دولت ہے جس کی برائی تمام مذہبی کتابوں میں آئی ہے۔ بنی نوع انسان کو یا تو بخیل اور کنجوس و منحوس اور سخت دل بناتا ہے یا اُسے عیش پرست اور مسرف بنا کر برباد کر دیتا ہے۔ اور جو روپیہ کسی نفع آور کام میں لگ کر متحرک ہو جاتا ہے وہی بنی نوع انسان کے لئے سراسر مفید ہے۔ تمام کارخانے، ریلیں، دخانی جہاز، تجارتی سامان سب اسی متحرک روپیہ یا سرمایہ کے ظہور ہیں اور تمام دُنیا کی رونق اسی سے ہے۔ امریکہ اور یورپ کے لوگ روپیہ کو متحرک بنا کر اول کفایت شعار اور پھر فیاض بنتے ہیں اور کروڑوں روپیہ دنیا کی بہبودی کے کاموں میں صرف کر دیتے ہیں۔ ہندوستان میں زراعت کی تحقیقات کے لئے پہلی تجربہ گاہ جو پوسا میں قایم ہوئی ہے وہ امریکہ کے ایک شخص کی فیاضی کا نتیجہ ہے۔

جمیل: اچھا تو ہم لوگ روپیہ کو کس طرح متحرک کریں۔

عقیل: تمام بچی کھچی دولت کو جو مسلمانوں کے پاس ہو اُسے فوراً سرمایہ میں منتقل کر دیں۔ درسگاہوں اور اوقاف کا جو لاکھوں روپیہ بیکار پڑا ہو اُسے بنکوں میں رکھ دیں اس طرح اس کے متحرک ہونے سے ایک طرف تو اُس سے ملک کی تجارت اور صنعت کے کام جاری ہوں گے اور دوسری طرف اُس سے درسگاہوں اور اوقاف کی مستقل آمدنی ہو جائے گی اور وہ تلف ہونے سے محفوظ ہو جائے گا۔ یہ تو انجمنوں اور جماعتوں کا کام ہوا۔ اور افراد کا کام یہ ہو کہ ہر ہر فرد کی جو کچھ آمدنی ہو اُس کا ایک معین حصہ آنکھ بند کر کے ڈاکخانہ یا بنک میں جمع کرتے رہیں۔ بچوں کے ہاتھوں سے کیش سرٹیفکٹ خرید وائیں اور اُنھیں اپنے جیب خرچ میں سے بچا کر بڑھانے کی ترغیب دیں۔ اسی سے اور صرف اسی سے قوم میں حقیقی کفایت شعاری اُس کے بعد فیاضی، اُس کے بعد ایثار پیدا ہوگا۔ اور بغیر اس کے تمام جتنے علاج تجویز کئے جا رہے ہیں سب قطعیٔ بیکار ثابت ہوں گے۔

جمیل: اُستاد! یہ تو تم نے بڑی باریک بات کہی۔ معلوم ہوتا ہو کہ کسی کتاب یا رسالہ کا مضمون اُڑایا ہو۔

عقیل: خود میرے دماغ سے یہ مضمون اُترا ہو۔ مگر ایمان کی پوچھو تو رسالہ (سود مند) جو ہمارے کریسنٹ کے تبادلہ میں آتا ہو۔ پڑھکر میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا ہو اور اب میں اسے ایک مضمون کی شکل میں لکھ کر بلاؤں بھیجونگا تا کہ (سود مند) میں شایع ہو۔ عقیل

کونسل کا انتخاب اور مسئلہ سود

ضلع دہرہ دون اور رڑکی کے حلقہ سے مولینا سید طفیل احمد صاحب منگلوری آنریری جائنٹ سکریٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کھڑے ہوئے ہیں انکے مقابلہ میں امیدوار صاحب نے انکی طرف سے رائے دہندوں کو بدظن کرنے کیلئے انکے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا ہو کہ وہ سود کو جائز قرار دیتے ہیں جسکی وجہ سے عوام الناس برہم ہیں۔ مولینا سید طفیل احمد صاحب نے تجارتی سود کے جواز کے فتوے ہزاروں کی تعداد میں طبع کرا کے تقسیم کیے ہیں جس سے ضلع دہرہ دون و تحصیل رڑکی کا حلقہ ہوتے مسئلہ سود کا اکھاڑا بنا ہوا ہو۔ جو لوگ کہ مولینا سید طفیل احمد صاحب کے طرفدار ہیں تجارتی سود کے جواز پر زور دے رہے ہیں جو مخالف ہیں انکے مخالف [illegible] ... اور سید صاحب عالم جمعیۃ العلماء ہند و مفتی جسٹس ظفر علی صاحب نے مولینا طفیل احمد صاحب کی تائید میں تحریرات بھی شائع کیا ہے ... [illegible] ... چونکہ جس ہم کی ... [illegible] ... مسلمانوں کی بہتری کیلئے اس مسئلہ کی اشاعت چاہتے ہیں اپنے انتخاب کی کوشش ... [illegible] ...

قرض سے بچو

ہر نوجوان کو مقروض ہونے سے بچنا چاہیئے جبکہ وہ اپنی بسر اوقات کے لیئے کوئی کام شروع کرے۔ کوئی اور شی اس قدر تنزل کی موجب نہیں ہوتی جس قدر کہ قرضہ ہوتا ہے مقروض ہونا غلام بن جانے کی علامت ہے لیکن اس پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر نوجوان بیس برس کی عمر سے پیشتر ہی قرضدار ہو جاتے ہیں۔ ایک نوجوان اپنے دوست سے کہتا ہے کہ اس نئے سوٹ (پوشاک) کی تیاری کی بدولت میں مقروض ہو گیا ہوں۔ اگر وہ بزاز کا قرضہ ادا کر دیتا ہے تو بار بار کپڑا ادھار لیتا ہے اور یہ ایسی مذموم عادت ہے کہ اس کو عمر بھر مفلوک الحال بنائے رکھے گی۔ قرض سے انسان کی خودداری جاتی رہتی ہے اور وہ اپنی نظر میں خود حقیر و ذلیل ہو جاتا ہے۔ لباس اور خوراک پر جو کچھ وہ خرچ کر چکا ہے اب اس کی بابت وہ روتا جھینکتا اور محنت کرتا ہے لیکن جب اس سے قیمت طلب کی جاتی ہے تو اس کے پاس ایک حبہ تک نہیں نکلتا۔ اس پر مردہ گھوڑے کے علاج کی پرانی مثل صادق آتی ہے۔ میں اس وقت دوکانداروں کی بابت نہیں کہہ رہا ہوں جو قرض مال خریدتے یا فروخت کرتے ہیں اور نہ میرا مطلب ان لوگوں سے ہے جو نفع حاصل کرنے کیلئے بعض چیزیں قرض لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک کسان نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی تھی کہ بیٹا کبھی کوئی چیز ادھار نہ خریدنا اور اگر ادھار خریدو تو صرف کھاد لینا تاکہ اس کو کام میں لا کر تم بہ آسانی قرضہ ادا کرو۔

مسٹر بیچر نے ایک بار نوجوانوں کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ دیہات میں اراضی خریدو اگر اس سے تم کسی قدر قرضدار بھی ہو جاؤ تو کچھ ہرج نہیں اور اس کے بعد شادی کر لو تو تمہاری حالت درست ہو جائے گی۔ یہ نصیحت صرف ایک خاص حد تک درست مانی جا سکتی ہے لیکن کھانے پینے اور لباس کے لیئے قرضدار ہونے سے ہمیشہ بچنا چاہیئے اکثر حضرات دکانوں سے ادھار چیزیں خریدنے کے عادی ہو جاتے ہیں جس کا تجربہ ہوا ہے کہ وہ ایسی بہت سی فضول چیزیں خرید لاتے ہیں جو نقد خریداری کی صورت میں ہرگز نہ لی جاتیں۔

یہ کہدینا تو صحیح ہے کہ ہم نے یہ چیز ساٹھ دن کے وعدہ پر ادھار خریدی ہے اور اگر اس دوران میں ہمارے پاس روپیہ نہ بھی ہو تو قرضخواہ کو تقاضہ کرنے کا خیال تک نہ آئے گا۔ لیکن قرضخواہوں سے زیادہ زبردست حافظہ دنیا میں کسی اور فرقہ کا نہیں ہوتا۔ جب ساٹھ دن گزر جائیں گے تو لامحالہ تم کو روپیہ دینا پڑے گا

سود مند

اگر اُس وقت تم روپیہ روانہ کروگے تو وعدہ خلافی کروگے اور غالباً جھوٹ بولوگے اور بہانہ کروگے یا کسی اور سے قرض لیکر اس روپیہ کو ادا کروگے لیکن اس تدبیر سے تم اور زیادہ قرض کے سمندر میں غرق ہوتے جاؤگے۔

ہوریشیو ایک خوبصورت مگر کاہل لڑکا تھا اور بطور اُمیدوار کے کام کرتا تھا اس کے آقا نے ایک روز اُس سے دریافت کیا کہ ہوریشیو کیا تم نے کبھی گھونگا دیکھا ہی لڑکے نے رُک رُک کر جواب دیا۔ ہاں جناب میں نے گھونگا دیکھا ہی۔ آقا نے کہا کہ بیشک تم نے گھونگا دیکھا ہوگا لیکن مجھ کو یقین ہی کہ تم نے کبھی گھونگا پکڑا نہ ہوگا۔

تمہارا قرضخواہ تم کو پکڑ لیتا ہی اور کہتا ہی کہ تم نے میرا قرضہ ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن ابھی تک روپیہ نہیں دیا اس لئے میرے روپیہ کا رقعہ لکھدو چنانچہ تم سودی رقعہ لکھدیتے ہو اور اب سود گھوڑے کی طرح دوڑنے لگتا ہی۔ قرضخواہ رات کو آرام سے سوتا ہی اور چونکہ اُس کا سود رات میں بڑھ گیا ہے اس سے صبح کو شاداں و فرحاں اُٹھتا ہی لیکن صبح کو بیدار ہونے پر تمہاری حالت ابتر ہوتی ہی کیونکہ تم پر سود چل رہا ہی۔

بعض صورتوں میں روپیہ آگ کی مانند ہوتا ہی۔ روپیہ نہایت عمدہ خادم لیکن نہایت خوفناک آقا ہی اگر تم اُس کے خادم بن گئے تو وہ سود کا بار تم پر لادتا رہے گا۔ اور غلامی کی بدترین عالت میں تم کو پہنچادے گا لیکن اگر تم روپیہ سے کام لو تو وہ نہایت وفادار نوکر ثابت ہوگا۔

کوئی جاندار یا بے جان ایسی شئے نہیں ہی جو روپیہ کی مانند وفاداری اور اطاعت کیشی سے کام کرے۔ بالخصوص اس صورت میں جبکہ محفوظ طریقہ پر وہ سود پر چلایا جائے۔ وہ دن۔ رات۔ گرمی۔ سردی الغرض ہر وقت کام میں لگا رہتا ہی۔ میں کنیکٹکٹ کی بیولاک سٹیٹ بن سپیا ہوا تھا جہاں کہ پیوریٹن قوانین اس قدر سخت تھے کہ اگر کوئی شخص اتوار کے دن اپنی بیوی کا بوسہ لیتا تو اُس پر جرمانہ کر دیا جاتا تھا یہ پیوریٹن سخت دولتمند تھے اور اُن کا معمول تھا کہ شنبہ کو شام کے وقت اپنا روپیہ سود پر لگا دیتے تھے۔ اتوار کو وہ گرجے میں جاکر عبادت کرتے اور پھر دوشنبہ کو جب اپنا کام شروع کرتے تو اُن کو معلوم ہو جاتا کہ ان کے روپیہ میں معقول اضافہ ہوگیا ہی کیونکہ اتوار کے دن اُن کا روپیہ برابر کام میں لگا رہا اور نہایت وفاداری کے ساتھ اپنی خدمات کو انجام دیتا رہا۔

سود اپنے اوپر ہرگز نہ چلنے دو ورنہ جہاں تک روپیہ کا تعلق ہی تم کو دنیا میں کسی قسم کی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔

سود مند

مسٹر جان رنڈالف نے ایک بار کانگریس کے جلسہ میں فرمایا تھا کہ میں نے پارس پتھر کا پتہ لگا لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر چیز نقد خرید و یعنی کبھی قرضدار نہ بنو۔ اس اصول پر عمل کرنا پارس پتھر حاصل کر لینے کے مساوی ہے (ترجمہ)

خواندوں کی تعداد میں کسطرح اضافہ ہو

(نوشتہ سید طفیل احمد آنریری جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علیگڈھ) (ایڈیٹر)

جن اصحاب نے میری پچھلی تحریر ملاحظہ فرمائی ہوگی انھیں اندازہ ہوا ہوگا کہ مسلمان خواندوں کی تعداد میں اضافہ کی کس قدر سخت ضرورت ہے اُس کے طریقے کی نسبت حسب ذیل عرض ہے

) جو اصحاب اپنے ضلع یا شہر میں کام کرنا چاہیں وہ اول تو مسلمان ناخواندوں کی نسبتی تعداد اور اُس کی تفصیلات سپرنٹنڈنٹ صاحب آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علیگڈھ سے طلب فرمائیں (چھوٹے قصبوں کی تعداد غالباً نہ مل سکے گی) اور موصولہ نقشہ کو پیش نظر رکھ کر کام شروع کریں۔

) جو اصحاب کسی میونسپلٹی میں رہتے ہیں وہ دیکھیں کہ اُن کے شہر یا قصبہ میں جبریہ قانون کا اجرا ہوگیا ہے کہ نہیں اگر نہیں ہوا ہے تو ممبروں کو توجہ دلاکر اُس کا اجرا کرائیں۔

) نیز یہ دیکھیں کہ پوری عمر کے لوگوں کے لیئے رات کے مدرسے میونسپلٹی یا ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ کی طرف سے کھلے ہیں کہ نہیں اگر نہیں کھلے تو ذمہ دار اصحاب سے اُن کے کھولے جانے کی تحریک کریں۔

) صوبہ متحدہ کے شہروں قصبوں اور گانوؤں میں دیکھیں کہ کافی امدادی اسلامیہ مکاتب کھلے ہیں کہ نہیں اگر کسی مناسب مقام پر نہ کھلے ہوں اور وہاں بیس بچے فراہم ہوسکتے ہوں تو مقامی لوگوں کی طرف سے ایک درخواست مرتب کرکے چیرمین صاحب ڈسٹرکٹ اسلامیہ مکتب کمیٹی کی خدمت میں بھیجدیں اور مکتب یا اسکول کا اجرا کرالیں۔

) باقی رہے وہ اصحاب جو ذاتی طور پر کام کرنا چاہیں وہ ارادہ کریں کہ کم سے کم ایک شخص کو خواندہ بنادیں گے۔ اس کے لیئے وہ وقت نکال کر یا تو خود اپنے ہمسایہ یا خدمت گار کو پڑھائیں ورنہ کم سے کم ایک بچے کی فیس جو ایک دو آنہ ماہوار سے زیادہ نہ ہوگی دیکر اُسے کسی مدرسہ میں پڑھوائیں تاکہ ذاتی فرض سے سبکدوشی ہو۔

) اب رہا یہ سوال کہ بچوں یا بڑی عمر کے لوگوں کو کس زبان کی تعلیم دی جائے۔ اُس کی نسبت یہ عرض [illegible]

سودمند

کہ جن صوبجات میں اُردو پڑھانے والے لوگ موجود ہیں اور اُردو کے مدارس و مکاتب ہیں۔ وہاں اُردو اور قرآن شریف کی تعلیم سے ابتدا کی جائے مگر بعض صوبجات ایسے ہیں جہاں اُردو پڑھانے والے نہیں ملتے۔ ایسے مقامات میں وہاں کی دیسی زبان اور حروف پڑھانے میں ہرگز تامل نہ کرنا چاہیئے کیونکہ محض ناخواندہ ہونے سے خواندہ ہونا بہرحال اچھا ہی۔ جہاں اُردو کی تعلیم کا انتظام نہ ہو وہاں گورمکھی گجراتی تامل بنگالی ناگری کے حروف میں تعلیم دی جائے اور کوشش کی جائے کہ انھیں حروف میں دینیات کے رسالے تیار کرکے شایع کیے جائیں۔

چنانچہ معلوم ہوا ہی کہ عالیجناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے بعض زبانوں میں اس قسم کے رسالے اور کلام پاک کا ترجمہ شایع کرنے کا انتظام کیا ہی بعض اصحاب کو اندیشہ ہوتا ہی کہ غیر زبانوں کے حروف میں تعلیم دینے سے مذہب میں خلل آئے گا۔ مگر جبکہ لاکھوں آدمی انگریزی پڑھکر عیسائی نہیں ہوتے اور لاکھوں ہندو اُردو پڑھکر مسلمان نہیں ہوے تو اس امر کا کوئی اندیشہ نہیں کہ مسلمان اپنے نواح کے حروف میں کتابیں پڑھکر مرتد ہو جائیں گے۔ ہمارا خیال تو یہ ہی کہ اول جب محض ناخواندہ لوگوں کو کسی زبان کے حروف میں شدبد ہوجائے گی اور اُن میں سمجھ پیدا ہوگی اور معلومات میں اضافہ ہونے سے خیالات میں وسعت ہوگی تو وہ خود بخود اپنے مذہب اپنی تاریخ اپنے لٹریچر کی طرف اسی طرح متوجہ ہوں گے جس طرح کہ بنگالی اور ہندو انگریزی پڑھکر اپنے آبائی علوم کی ترقی کی طرف متوجہ ہوئے ہیں بہرحال اس وقت مسلمان خواندوں کی تعداد میں اضافہ ہونے کی اشد ضرورت ہی تاکہ وہ اپنے کاروبار کو سمجھیں اپنا حساب کتاب لکھ سکیں مہاجنوں کے پھندوں سے نکل سکیں۔ اور زراعت وصنعت کی کتابیں پڑھکر اپنے پیشوں میں ترقی کرسکیں۔ (اڈیٹر)

۲۱

اشرفیاں رہن

ضلع بدایوں کے ایک اعلےٰ خاندان میں بہت دولت تھی۔ اور عام خیال تھا۔ کہ ان کی برابر اشرفیاں کسی کے پاس نہیں ہیں۔ بزرگ خاندان کا جب انتقال ہوا۔ تو یہ تمام دولت وراثت میں ایک نوعمر شوقین مزاج لڑکے کو ملی جنھیں ہر وقت احباب اور مصاحب گھیرے رہتے تھے۔ نتیجہ ظاہر ہی کہ دن عید اور رات شب برات رہنے لگی۔ قوالی الگ ہو رہی ہی زیادہ شوقین مزاج لوگوں کی خاطر مجرے کا انتظام ہوا ہی اور سب آئندگان و روندگان کے لیئے پر تکلف کھانوں کا لنگر جاری ہی اور دعوتیں برس گزر گئے تب بھی روپیہ کے طرح طرح کے مصارف ایجاد کیئے جاتے ہیں۔ ایک روز ایک مصاحب نے فرمایش کی کہ پوری پارٹی اجمیر شریف چلے۔ تخمینہ لگا یا گیا کہ اس میں دو ہزار روپیہ صرف ہوں گے صاحبزادہ نے کہا۔ کہ منظور۔ اشرفیاں موجود ہیں۔

مصاحب نے خیر خواہی کے لہجہ میں کہا کہ سرکار آپ تو اشرفیوں کو کوڑیوں کی طرح لٹا رہے ہیں بہت اشرفیاں خرچ ہو چکیں۔ روز روز یہ کہاں ملتی ہیں۔ اب تو سرکار بھی ان کا چلن بند کر کے انھیں اپنے خزانوں میں بھر رہی ہی فصل کی آمدنی کے اب تین ہی مہینے باقی ہیں۔ دو ہزار پر زیادہ سے زیادہ ساٹھ روپیہ سود کے دینے پڑیں گے۔ اور آپ کی اشرفیاں بچ جائیں گی سرکار گھر میں سے اشرفیاں لا دیں تو میں لالہ کے پاس انھیں رہن رکھ کر روپیہ لاتا ہوں۔

صاحبزادہ اس خیر خواہانہ مشورہ کو سُن کر بہت خوش ہوئے۔ اور خوشی خوشی دو ہزار کی اشرفیاں لا کر مصاحب کو دیدیں چند گھنٹہ بعد مصاحب کچھ نڈھال بنے ہوئے آئے اور کہا کہ لالہ جی کے پاس اس وقت او پر صرف دو سو روپیہ تھے۔ جو سب کے سب اُنھوں نے دیدیئے۔ کل پرسوں تک یا تو باہر سے آجائیں گے ورنہ زیر زمین سے نکال دیں گے۔ اس پر صاحبزادہ نے گھبرا کر کہا کہ پھر آج کا جانا رہ گیا۔ معلوم ہوتا ہی کہ اس وقت تم نے کچھ سود کی کفایت کی ہوگی۔ اور لالہ سے اس پر حجت ہوئی ہوگی۔ تمہاری کفایت شعاری نے ناک میں دم کر رکھا ہی۔ آج شام کو جانا اور لالہ جب سود پر روپیہ دے لے آنا۔ آخر اشرفیاں تو اس کے پاس پہونچ ہی چکی ہیں۔

مصاحب اس وقت چلے گئے۔ اس دوران میں خیال آیا کہ کل کو تو خصت ہی آج ایک ہوم کی رخصتی دعوت کیوں نہ اُڑے۔ اسی وقت مطبخ کے داروغہ کو طرح طرح کے لذیذ کھانوں کا آرڈر دیا گیا

سود مند

اس نے کہا سرکار کچھ ہے۔ جواب میں دو سو روپیہ کی تھیلی اس کی طرف پھینک کر کہہ کہ کسی چیز کی کمی نہ ہو۔ اور آج کے مُجرے کا خرچ بھی تمہارے ہی ذمے ہے اس کا کون حساب الگ رکھے۔ جو کچھ بچے احتیاط کے ساتھ ہمیں واپس دے دینا۔

غرضیکہ رات کو خوب جشن اُڑے۔ دوسرے دن جب مصاحب سے روپیہ کی فرمائش کی گئی تو سو دو سو روپیہ اور لاکر دیئے۔ اور کہا کہ اس سے سامان سفر جمع کرلیں۔ آخر راستہ میں ناشتہ کی ضرورت ہوگی اور وقت بے وقت کے لئے سفری برتن بھی چاہئیں۔ جب اپنے باورچی ساتھ ہیں تو کسی کے دست نگر کیوں ہوں۔ دو تین روز ان روپیوں سے لطف رہا۔ اس کے بعد طبیعت میں کچھ تذبذب سا ہوگیا اور دو چار دفعہ جب صاحبزادہ کو ان اشرفیاں یاد آئیں تو مصاحب پر روپیہ کا تقاضا کیا جس پر انھوں نے سو پچاس لا دیئے۔ حساب کتاب رکھنا منحوسوں کا کام ہے تھوڑے دنوں میں ان اشرفیوں کا خیال بھی نہیں رہا اور دو ہزار کی اشرفیاں صرف پانچ چھ سو روپیہ میں سوخت ہوگئیں۔

اب ناظرین غور فرمائیں کہ ایک تو وہ لوگ ہیں جو خون پسینہ ایک کرکے روپیہ پیدا کرتے ہیں۔ پھر اسے بچاتے ہیں اور بچا کر اُسے ایسے کاموں میں لگاتے ہیں۔ جن سے وہ بڑھے اور جب اُنھیں بڑھانے کے فن میں ید طولیٰ حاصل ہوجاتا ہے اور اُنھیں اپنے جذبات پر قدرت حاصل ہوجاتی ہے تو امریکہ کے کاروباری لوگوں کی طرح اپنی جائداد کی کفالت پر زیادہ سے زیادہ روپیہ حاصل کرکے اُس سے زیادہ سے زیادہ روپیہ پیدا کرتے ہیں۔

بنکوں میں جو اُن کی امانتیں جمع ہیں اُن کی کفالت پر روپیہ لیکر کاروبار میں لگاتے ہیں اور ان طریقوں سے جس قدر روپیہ اُن کے پاس ہوتا ہے اُس سے دس گونہ کاروبار بھروسا اور اطمینان سے کرتے ہیں۔

برخلاف اس کے ایک ہم ہیں کہ اگر ہمارے پاس نقد روپیہ بھی ہو تو ہم اُس کا نہ صرف یہ کہ صحیح مصرف نہیں جانتے بلکہ عیش پرستی میں بھی اس کے دسویں حصہ سے مستفید نہیں ہوسکتے۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ مسلمان تجارتی سود لینے سے بچتے ہیں جس کے بغیر اُنھیں روپیہ کی استعمالی قدر و قیمت کا ہرگز اندازہ نہیں ہوسکتا۔

طفیل احمد

قوت خیال کی وسعت

دنیا میں اس وقت جو کچھ رونق نظر آ رہی ہے وہ انسانی خیال کی قوت کا نتیجہ ہے۔ یوں دیکھیے تو حیوانات بھی موجودات عالم کو دیکھتے ہیں مگر اُس میں کسی قسم کا کوئی تصرف نہیں کرسکتے۔ البتہ انسان جو کچھ سوچتا ہے اُسے کر گزرتا ہے۔ مختلف قسم کے اناجوں کی کاشت کے کھیت اور طرح طرح کے پھلوں کے باغات اسی خیال کے نتیجے ہیں۔ عالم خیال میں انسان ہوا میں اُڑنا اور ہزاروں میل کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ بالآخر اِن تصورات اور تخیلات نے عملی جامہ پہن لیا اور اب ریل، تار، ہوائی جہاز، بے تار کی تار برقی، براڈ کاسٹنگ کے آلات ظہور پذیر ہوگئے جن کے ذریعے ایک شخص ہندوستان کے کسی شہر میں اپنے گھر بیٹھے یورپ اور امریکہ کی تقریریں اور راگ سُن سُن کر محظوظ ہوسکتا ہے۔

جدید سائنس کی تحقیقات کی رو سے انسانی جسم "برقی ذرات" سے مرکب ہے اور امریکہ کے مشہور موجد ایڈیسن کا خیال ہے کہ ان میں سے ہر ہر ذرہ میں سوچنے کی قوت ہے اور جملہ ذرات ایک دوسرے سے ایسا ہی مستقل تعلق رکھتے ہیں جیسے کہ تمام دنیا کے مختلف مقامات تار، ٹیلیفون، یا ریڈیو کے ذریعہ سے ملے ہوئے ہیں۔ یہ حقیقتاً مرکزی بیٹری (ذخیرہ بجلی) یا دماغ کے تحت میں کام کرتے ہیں اور اُن کی قوت کا انحصار اسی پر ہے کہ وہ اجتماعی طور پر اُس مرکزی قوت کے تحت میں عمل کرتے رہیں۔ اس اجتماعی حالت میں اُن کی قوت برقی قوت سے کہیں زیادہ قوی ہوجاتی ہے اور اُسی پر افراد اور اقوام کی ترقی کا انحصار ہے۔ ابتدائے اسلام میں خیال کی اس اجتماعی قوت نے عرب کے بادیہ نشینوں کو تھوڑے عرصہ میں تخت نشین بنا دیا اور اسی خیال کے انتشار نے مسلمانوں کو اب دنیا بھر میں پست حال اور برباد کردیا ہے۔

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ مسلمانوں کے سامنے اس وقت بھی بہترین منصوبے اور بہترین نصب العین ہیں۔ مگر اشتراک خیال نہ ہونے کی وجہ سے خیال کی اجتماعی حالت کمزور ہے مگر جتنے بھی نصب العین ہیں اُن سب میں "مسلمانوں کی دینوی بہبودی" ضرور مضمر ہے اور دنیوی بہبودی کا انحصار چونکہ "مالی حالت" پر ہے اس لیئے کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان فروعی طور پر اپنے اپنے جداگانہ نصب العینوں کے ساتھ ایک مشترک نصب العین یعنی "مالی اصلاح" کو قایم کرکے

اس خیال کو قوت پہونچائیں، حتیٰ کہ اُس کا عملی ظہور ہونے لگے۔ اور تھوڑے عرصہ میں مسلمانوں کی مالی حالت درست ہونے سے تمام قومی انجمنیں، مدرسے، کالج یونیورسٹیاں، یتیم خانے سرسبز ہوکر قوم میں زندگی کی نئی روح پھونکدیں جس سے سب کے انفرادی نصب العین اور منصوبے پورے ہونے لگیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ عام طور پر برادران اسلام اپنے خیالات کو اس مشترک نصب العین کی طرف متوجہ اور مرتکز کریں گے۔

(اڈیٹر)

دولت رحمت ہے

(تصنیف لطیف جناب ناشط بریلوی)

عزت اُسی کی ہے جسے دولت نصیب ہے / دولت جسے نصیب ہے عزت نصیب ہے
عزت جسے نصیب ہے راحت نصیب ہے / راحت جسے نصیب ہے جنت نصیب ہے

دونوں جہاں میں شاد ہے جو مالدار ہے
حصے میں اس کے رحمت پروردگار ہے

دولت اگر نہیں تو بگڑتے ہیں سارے کام / اہلِ دول کو کہتے ہیں خوش بخت و با مرام
انسان مذلِ زر ہی سے بنتا ہے نیک نام / اور کارہائے خیر میں لکھتا ہے حشر کے کام

وہ مال جو نتیجۂ کسبِ حلال ہے
حقا کہ بارشِ کرمِ ذوالجلال ہے

دنیا میں ہر قدم پہ ضرورت ہے مال کی / ہر خُرد و ہر بزرگ کو حاجت ہے مال کی
یکساں شہ و گدا کو محبت ہے مال کی / ہر ایک ذی شعور کو الفت ہے مال کی

رُک جائیں سارے کام جہاں کے جو زر نہ ہو
یہ شے نہ ہو تو چین سے دم بھر بسر نہ ہو

سرمایہ لازمی ہے تجارت کے واسطے / زر چاہیئے ضرور زراعت کے واسطے
دستِ تہی فضول ہے حرفت کے واسطے / وہ تو بنا ہے بھیک کی ذلت کے واسطے

وہ کام کونسا ہے جو محتاجِ زر نہیں
کیا اب بھی قوم کی نظر اس بات پر نہیں

مفلس کا اعتبار جہاں میں کہیں نہیں / مفلس سے بڑھ کے خلق میں اندوہگیں نہیں
اُس کا کوئی رفیق نہیں ہمنشیں نہیں / اور لطف تو یہ ہے کہ یہ حالت یہیں نہیں

افلاس نے جو اُس سے کرائے ہیں کارِ زشت
بعد فنا بھی جانے نہ دیں گے سوئے بہشت

خوش آ گیا ہو حضرتِ واعظ کو ناپسند / کیونکر رہو گا اُن سے یہ قربت بلند
مدت سے ہیں اسیر فلاکت شب و روز / اب سیکھیے ترکیب دولت دنیا کا [illegible]

اسلام فقر و عسر کے ہاتھوں خطر میں ہے
رحم اے جناب رحم! یہ کشتی بھنور میں ہے

ہاں یاد ہے وہ وقت کہ ہم بھی تھے مالدار — دمساز مملکت بھی زمانہ تھا سازگار
دُنیا کے تاج و تخت تھے از خود گلے کے ہار — بنتا تھا پھول ہاتھ میں لیتے تھے ہم جو خار

بیشک وہ ہجر دولت و ثروت کا وقت تھا
بیشک وہ ایسی پند و نصیحت کا وقت تھا

اے وائے ہو گیا وہ زمانہ خیال و خواب — وہ بزم عیش و مطرب شہنائی و رباب
فصل بہار و گردش جام شراب ناب! — انصاف تو یہ ہے کہ وہ تھا وقت اجتناب

کرا بتوا اپنے قلب کی تقلیب مجتنب!
دے کسب زر کی قوم کو ترغیب مجتنب!

القصہ اس زمانے میں دولت نہیں حقیر — ہیں اس کے مستند مریدین ہوں کہ پیر
سُن لیجے گوش ہوش سے یہ پند دل پذیر — فرما گئے ہیں خوب سمجھ کر میاں نظیر

پیسہ ہی رنگ روپ ہے پیسہ ہی مال ہے
پیسہ نہیں تو آدمی چرخے کی مال ہے

ناشط بریلوی

شان فاروق

بیمہ کے سوال جواب

(از مصور فطرت جناب خواجہ حسن نظامی صاحب۔ منقول از منادی دہلی)

جب سے میں نے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنی جان کا بیمہ کرائیں، اس وقت سے صدہا قسم کے سوالات زبانی اور تحریری مجھ سے ہو رہے ہیں۔ یوں تو رات دن مجھ سے طرح طرح کے سوالات کیئے جاتے ہیں، اور میں ان کے جوابات دیتا ہوں، مگر وہ کبھی شائع نہیں ہوتے سوائے چند خاص دلچسپ باتوں کے کہ ان کا ذکر روزنامچہ میں ہو جاتا ہے۔ مگر بیمہ کے متعلق جس قدر سوالات مجھ سے ہوئے ہیں، میں ان کو اور اپنے جوابات کو شائع کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ مجھے بیمہ کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اس لیئے ان سوالات و جوابات کی اشاعت ان لوگوں کو مفید ہو سکے گی جنھوں نے ابتک مجھ سے تحریری یا زبانی سوال نہیں کیا لیکن ان کے دل میں وہی سوالات پیدا ہوئے ہیں، جو دوسروں نے مجھ سے کیئے۔

وہ سوالات و جوابات یہ ہیں

سوال | آپ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنی جان کا بیمہ کرایا کریں۔ کیا آپ کے خیال میں بیمہ سے زیادہ اور کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے مسلمانوں کی مالی اصلاح ہوتی، اور مسلمان بیمہ جیسی مشتبہ چیز میں شریک ہو کر گنہگار نہ بنتے۔

جواب | ممکن ہے ایسی اور چیزیں بھی ہوں، اگر مجھے ان کا علم نہیں ہے جیسا کہ پہلے میں بیمہ کا حال بھی نہ جانتا تھا، لیکن جہاں تک میں نے اس پانچ سال کے عرصہ میں شدھی اور سنگھٹن کا مقابلہ کیا اور تبلیغی کام میں مصروف رہا۔ اور اس سلسلے میں مسلمانوں کی اندرونی حالت کا مجھے علم ہوا تو میرا دل لرز گیا، کوئی جگہ ایسی نہیں ہے۔ جہاں بے شمار بیکار اور مفلس مسلمان نہ ہوں، اور جہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد ہندوؤں کی مقروض نہ ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس مفلسی اور قرضداری کی وجہ سے ہزارہا مسلمان مرتد ہو رہے ہیں، یہاں تک کہ ابھی حال میں جو تین ریاستیں گجرات میں مرتد ہوئی ہیں وہ بھی قرضداری کی وجہ سے مرتد ہوئی ہیں، ایک رئیس پر ستر ہزار کا قرضہ تھا جسکو آریہ سماج نے مرتد ہونے کی شرط پر ادا کرا دیا۔

مسلمانوں کی اس عام مفلسی اور قرضداری کو معلوم کرکے میں نے اس کے اسباب پر غور کرنا شروع کیا کہ مسلمان بیکار اور مفلس اور قرضدار کیوں ہیں؟ تو مجھے معلوم ہوا کہ ان میں شادی غمی کی رسموں میں فضول خرچی کی عادت ہے اور وہ عیاشی اور شراب خواری میں بھی سب قوموں سے زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ اور کھانے پینے اور سیر و تفریح میں بھی ان کا سب سے زیادہ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اور ان سب فضول خرچیوں کا بنیادی سبب یہ ہے کہ مسلمان اپنی آمد و خرچ کا حساب نہیں کرتے۔ اور ان کو بچپن سے روپیہ بچانے کی شروع سے تربیت نہیں دی جاتی۔ اور اس لیئے وہ تجارت میں بھی کامیاب نہیں ہوتے کیونکہ تجارت کفایت شعاری کی عادت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ یا کفایت شعاری کے بغیر تجارت میں فائدہ نہیں ہو سکتا۔

پس میں نے اس بنیادی سبب کا علاج سوچنا شروع کیا، اور اس کے لیئے میں نے ترغیب حساب کے نام سے ایک رسالہ بھی شائع کیا، مگر اس رسالہ پر مکھیاں جھنکتی ہیں۔ اور کوئی اس کو نہیں پڑھتا کیونکہ مسلمان قوم مالی معاملات اور حسابی معاملات سے آج کل بے بہرہ ہو گئی ہے اس کے بعد میں نے عورتوں میں تحریک کی کہ وہ اپنے بچوں میں کفایت شعاری اور پیسے بچانے کی عادت ڈالیں پھر میں نے بیمہ کا حال سنا کہ اگر کوئی شخص اپنی جان کا بیمہ کرا دے۔ تو مقررہ قسط ادا کرنے کے لیئے اس کو مجبوراً روپیہ بچانا پڑتا ہے۔ اور وہ اپنی فضول ضرورتوں کو روک کر اس ڈر سے روپیہ بچاتا ہے کہ اگر میں نے مقررہ وقت پر بیمہ کی قسط ادا نہ کی، تو میرا گزشتہ روپیہ سوخت ہو جائے گا جو میں نے بیمہ کمپنی کو دیا تھا، اور اس طریقے سے رفتہ رفتہ اس کو کفایت شعاری اور بچت کی عادت ہو جائے گی۔

سوال آپ بنک اور ڈاکخانہ کے سیونگ بنک میں روپیہ جمع کرتے ہیں اور اس کا نفع لیتے ہیں؟ اور اگر لیتے ہیں تو یہ گناہ کیوں کرتے ہیں؟ اور کیا آپ اس گناہ میں دوسرے مسلمانوں کو شریک ہونے کا بھی مشورہ دیتے ہیں؟

جواب ہاں میں سیونگ بنک اور دوسرے بنکوں میں روپیہ جمع کرتا ہوں، اور اس کا نفع لیتا ہوں، کیونکہ میں اس نفع کو بیاج اور سود نہیں سمجھتا، اور مسلمانوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بنک سے لین دین شروع کر دیں اور اس کا نفع لیا کریں۔ کیونکہ جب اس کو میں سود نہیں سمجھتا اور خود بھی وہ کام کرتا ہوں، اور محض اس وجہ سے میں نے ڈاکخانہ کے سیونگ بنک اور دوسرے بنکوں سے لین دین قایم کیا ہے کہ مسلمانوں کو میری دیکھا دیکھی رغبت پیدا ہو۔ اور جب یہ لین دین میرے عقیدہ میں سود نہیں ہے تو اس سے کوئی شخص گناہگار کیوں ہو گا؟

خلاصہ خطوط

جناب مولانا صاحب زاد انوارہ۔ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

مجھے معلوم ہو کہ آپ مسلمانوں کے بیڑے کو غرق ہونے سے بچانے کے واسطے اجتہاد کر رہے ہیں اللہ آپ کو جزائے خیر دے گا اور آئندہ نسلیں آپ کی دستگیری کا راگ گایا کرینگی۔

مہربانی فرما کر رسالہ سود مند بندہ کے نام بطور نمونہ جاری کر دیں۔

ڈاکٹر امام بخش بجواڑہ ضلع ہوشیارپور۔ پنجاب

الله

از اجمیر شریف۔ میو کالج ۱۳ ستمبر ۱۹۲۶ء

کرم فرمائے من جناب سید جعفر حسین صاحب ایڈیٹر رسالہ سود مند زاد کرمہ

بعد ادائے مراسم اسلام ملتمس ہوں کہ رسالہ سود مند بابت ماہ مئی ۱۹۲۶ء دیکھا واقعی بڑا نایاب رسالہ ہے جیسا کہ نام ہو اُس سے کئی حصہ زیادہ سود مند ہو۔

محمد یعقوب علی از اجمیر

مکرم معظم مخلص الاسلام جناب سید صاحب مدفیضہ۔ السلام علیکم

خدا آپ کو اس مخلصانہ خدمت کے لئے جزائے خیر دے کہ آپ نے ازراہ ہمدردی مسلمانوں کے لئے اقیاز حلت و حرمت سود کا کافی ذخیرہ مہیا کر دیا ہو مضامین آپ کے متعلق سود و ربوا عرصہ سے نکل رہے ہیں۔ اور واقعی یہ ہو کہ سود کے متعلق مسلمانوں کی غلط فہمی نے انھیں قعر ذلت میں ڈال دیا ہے ہماری رہنمائی کا کافی اثر پڑ رہا ہو۔ لہذا مہربانی کرکے سود کے متعلق آپ نے جتنے رسائل لکھے ہوں وہ حسب ذیل پتہ پر میرے نام سے بھیج دیجئے۔

عبدالرؤف۔ باباگنج بہرائچ

مدینہ ضلع گجرات پنجاب ۲۰ ستمبر ۲۶ء

مکرمی معظمی جناب سید صاحب السلام علیکم

سود نے واقعی مسلمانوں کو تباہ و برباد کر رکھا ہو خداوند کریم آپکو جزائے خیر دے جو مسلمانوں کے حال زار پر ترس فرمایا

وہ دن دور نہیں جبکہ سر سید علیہ الرحمۃ کی مانند آپ کا نام دنیا بھر کے مسلمانوں کے درمیان سورج کی طرح چمک رہے گا۔ موجودہ زمانہ تو ایک طرف آنے والی نسلوں میں بھی عزت کے ساتھ یاد ہوا کرے گا۔ مہربانی فرماکر مفصلہ ذیل رسائل بواپسی ڈاک بھیجکر مشکور فرمادیں اور آئندہ کے لئے میرا نام نوٹ کر رکھیں جس وقت بھی کوئی رسالہ سود کے متعلق تیار ہو جاوے سب سے پہلے میرے نام ارسال کرکے ممنون فرماویں والسلام۔

سید نواب علی شاہ ایجنٹ زندگی بیمہ کمپنی
مدینہ ضلع گجرات

زنانہ رسالوں کا سرتاج

رسالہ سرتاج ملتان

(زیر ادارت امتیاز فاطمہ بیگم عرف طلعیہ تاج بیگم)

اردو میں اس وقت جس قدر زنانہ رسالے موجود ہیں۔ مذاق و معیار کے لحاظ سے بالعموم لڑکیوں اور کم علم مستورات کے لیے ہیں مگر طبقہ نسواں کی روز افزوں علمی و معاشرتی ترقی اس بات کی مقتضی ہے کہ اب زنانہ رسالے بھی اس معیار کے ہونے چاہئیں جو لڑکیوں اور کم علم مستورات کی دلچسپی بڑھانے کے علاوہ اعلے تعلیم یافتہ اور پختہ خیال خواتین کے مذاق سلیم کی بھی تشفی کر سکیں۔ اسی غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے ملتان سے ایک اعلیٰ پیمانہ کا زنانہ ماہوار رسالہ بنام "سرتاج" جاری کیا گیا ہے جو علمی و معاشرتی مضامین کا ایک نادر مرقع ہے اور جائز حقوق نسواں کا سرگرم حامی تعلیم مغربی کے بُرے نتائج پر روشنی ڈالتا ہے اور نیک اثرات سے مستفید ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ لکھائی چھپائی اور کاغذ کے لحاظ سے بھی کسی ہم مقصد معاصر سے کم نہیں اور ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو نہایت پابندی وقت کے ساتھ شایع ہوتا ہے۔

نمونہ کا پرچہ مفت نہیں بھیجا جاتا۔ اس کے لیئے ۲ کے ٹکٹ ارسال فرمانے چاہئیں۔

شرح اجرت اشتہارات طلب کرنے پر مل سکتی ہے۔

قیمت مع محصولڈاک سالانہ للعہ ششماہی عہ ممالک غیر سے سالانہ صہ

المشتہر مینیجر رسالہ سرتاج ملتان شہر

اسوۂ حسنہ

ہندوستان سے مدینہ منورہ کا سیدھا اور قریبی راستہ

اگر آپ

تاجدار مدینہ تک جلد پہنچنا چاہتے ہیں تو اسوۂ حسنہ پڑھیئے۔ اگر آپ سرکار دو عالم سے تعلق جوڑنا چاہتے ہیں تو اسوۂ حسنہ دیکھا کیجیئے۔ اگر آپ دنیا میں کامیاب اور دین میں سرخرو ہونا چاہتے ہیں تو اسوۂ حسنہ زیر مطالعہ رکھیئے۔

معارفِ قرآن۔ سیرتِ محمدیہ۔ تعلیماتِ اسلام اور تاریخ اسلام سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اسوۂ حسنہ منگایئے۔

ہر ماہ معارف القرآن۔ سیرتِ محمدیہ وخصائص نبویہ۔ اصلاح الاخلاق والاعمال۔ حکمت وموعظت۔ لطائف الحدیث۔ تذکرۃ السلف۔ تاریخ اسلام۔ نسائیات۔ اقتصادیات قصص وحکایات کے زیر عنوان نہایت دلچسپ مضامین نظم ونثر اچھے اچھے لکھنے والوں کے قلم سے شایع کیئے جاتے ہیں۔ اسوۂ حسنہ مسلمانوں کی کمزوریوں پر ان کو مطلع کرے گا اور وہ صراط مستقیم پیش کرے گا جس پر چل کر ان کے بزرگوں نے دنیا کو مسخر کر لیا تھا۔ اسوۂ حسنہ مذہبی اخلاقی تمدنی۔ معاشرتی مضامین کا دلکش مجموعہ ہے۔ ہر ماہ ۵۰ صفحات پر ایک روپیہ میں سال بھر تک پہنچتا رہے گا۔

مینجر رسالہ اسوۂ حسنہ مزنگ لاہور

سود مند کانفرنس کا پہلا اجلاس

دہلی میں

گزشتہ دو سال سے اکثر اصحاب کا اصرار ہے کہ مسلمانوں کی مالی حالت کی درستی کے لیئے ایک کانفرنس منعقد کی جائے۔ امسال آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس ایام کرسمس میں بمقام دہلی منعقد ہوگا۔ ارادہ ہے کہ اسی ہفتہ میں جبکہ تعلیمی کانفرنس کے مہمانوں کا اجتماع دہلی میں ہوگا "سود مند کانفرنس" کا پہلا اجلاس منعقد کیا جائے۔ امید کہ ناظرین سود مند اور وہ تمام حضرات جو مسلمانوں کے افلاس کا احساس رکھتے ہیں جلسہ میں شرکت کے لیئے تیار رہیں گے۔ دیگر تفصیلات کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ طفیل احمد [illegible]

ریویوز

اسوۂ حسنہ مزنگ لاہور

یہ ماہوار رسالہ مرتبہ مولانا دوست محمد صاحب ممتاز علما و مشاہیر اہل قلم کی زیر سرپرستی مزنگ لاہور سے شائع ہوتا ہے جو لازمی اور قابل قدر مذہبی واقفیت کے ساتھ دنیوی جائز ترقیوں کا بھی کفیل ہے۔ باوجود ۴۰ صفحوں کی ضخامت کے جو ٹائٹل پیج سے علاوہ ہے اور باوصف قابل اطمینان لکھائی چھپائی کے سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ ہے جس سے سوا خدمت و نفع رسانی اہل اسلام کے اور کوئی مالی نفع منصور نہیں ہو سکتا۔ اسوۂ حسنہ کے وسیع و مفید مقاصد اور اس قدر قلیل چندہ اس کی ضمانت ہے کہ مسلمان پبلک اس کی خریداری اور توسیع اشاعت میں سچے دل سے کوشش کرے۔

ہر فن بھنڈار

یعنی ۱۲۵ صنعتی و حرفتی کارآمد نسخوں کا مجموعہ جو علاوہ ٹائٹل کے ۴۰ صفحوں پر طبع ہوا ہے اور آخر میں قابل قدر نصائح اور انسانی سمجھ کی خطرناک غلطیاں بھی شامل کر دی گئی ہیں آج کل زمانہ ایسی کتابوں کی ملک کو یقیناً ضرورت ہے۔ قیمت مجلد ۶؍ اور بلا جلد ۵؍ سی۔ ایل بھارتی اینڈ سنز علیگڑھ سٹی (وی۔ پی) سے منگوائیے۔

آئینہ علاج شمسی

یہ ۳۲ صفحوں کا رسالہ ہے جس میں علاج شمسی (یعنی بذریعہ پانی۔ تیل۔ اور رنگین روشنی کے ہر مرض [illegible]) کے عام فہم طریقے درج ہیں اور آخر میں ویدک و یونانی مجربات بھی شامل کر [illegible] ویدک یونانی مجربات کے متلاشی اور نئی تحقیقاتوں کے شائق [illegible] لذیذ کے قابل [illegible] دیکھئے۔ سی ایل بھارتی [illegible] سے منگوائیے۔

سر سید فاونٹن پین

عزیزوں، دوستوں اور بچوں کو تحفہ دینے کے لیے عمدہ چیز ہے

جو خاص طور پر لندن کی سب سے مشہور کمپنی سے بنوا کر صرف اسی لیے منگائے گئے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی

پنجاہ سالہ جوبلی کی یادگار ہمیشہ قائم رہے

سر سید قلم کی خصوصیات

۱- قلم پر لفظ سر سید اور مسلم یونیورسٹی جوبلی ۱۹۲۵ عیسوی کندہ ہے۔

۲- ایک نہایت خوبصورت بکس میں مع پرچہ ہدایات بند ہے۔

۳- نب اصل چودہ کیرٹ گولڈ کی ہے جس کی نوک پر ایک ایسی دھات لگی ہے جس سے نب برسوں نہیں گھستی۔

۴- قلم کے ساتھ ایک خوبصورت کلپ دیا جاتا ہے۔

۵- باوجود ان تمام خوبیوں کے صرف چار روپیہ علاوہ محصول ڈاک علیگڑھ میں مسلم یونیورسٹی کی کتابیں

اسٹور، بلیئرڈ یا مسلم یونیورسٹی بک ڈپو سے خریدیے یا اسٹور اسٹیچی ہال کے

بالکل مقابل ہے۔ یا براہ راست بذریعہ وی پی منگائیے

پتہ

مسٹر نظام الدین حسین اینڈ سنز

بدایوں

مقاصد

(۱) افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کر کے مسلمانوں کو افلاس وگداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا جو برباد کن اور حرام ہے نیست ونابود ہو جائے۔

(۳) فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

(۴) مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار اور تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(۵) مسلمانوں کی صحت جسمانی، ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا۔

محمد احمد الدین۔ ایف۔ آر۔ ایس۔ اے لیکچرار سند یافتہ لندن پرنٹر و پبلشر
مطبوعہ نظامی پریس

قواعد خریداری سودمند

۱۔ سودمند کی سالانہ قیمت ۲؎ ہو وہ بالعموم ہر مہینے کے وسط میں شائع ہوتا ہے۔ اس لئے پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۲۵ تاریخ تک آجانی چاہیئے اُس کے بعد فی نمبر ۲ر ممالک غیر کے خریداروں سے دو روپے آٹھ آنے (عہ)

۲۔ رسالہ کی درخواست خریداری اور قیمت بذریعہ منی آرڈر یا بصیغہ وی پی منیجر سودمند۔ بدایوں کے پاس بھیجی جائے اور دیگر امور متعلقہ اور اشتہار وغیرہ کی بابت منیجر سودمند بدایوں سے مراسلت کی جائے۔

۳۔ مضامین سودمند میں شائع ہونے کے لئے اور تبادلہ کے اخبارات و رسائل دفتر سودمند بدایوں میں بھیجے جائیں۔

۴۔ تین مہینے سے کم کے لئے پتہ تبدیل نہ کیا جائے گا اس کے لئے ڈاکخانہ میں انتظام کیا جائے۔

۵ نمونہ کا پرچہ بلا قیمت ۱ر کے ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جائے گا لیکن خریداری بہ مدت خریداری اُسی نمبر سے شمار کی جائے گی۔

۶ خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا جائے

۷۔ اطلاع خریداری کے ساتھ یہ بھی لکھا جائے کہ پچھلے نمبر بھی بھیجے جائیں یا نہیں جن کی ابتدا جون ۱۹۲۶ء سے ہوتی ہے۔

۸۔ جو صاحب ایک سال کیلئے پانچ خریدار یا دس روپے کی اُجرت کا اشتہار بہم پہونچائینگے وہ ایک سال کے لئے بلا ادائے قیمت سودمند کے خریدار متصور ہوں گے لیکن اشتہار مغرضی عورتوں کا حال اور فحش نہ ہو۔

۹۔ معاونین سے التماس ہے کہ نئے خریداروں کے نام رسالہ کا وی پی روانہ کرنے کی ہدایت صرف اُس حالت میں بھیجیں جبکہ اُنکا کافی اطمینان کرلیا جائے بغیر استمزاج کے جو وی پی بھیجے جاتے ہیں وہ اکثر واپس آتے ہیں۔

مطالعہ سودمند

کو مکمل بنانے کے لئے حسب ذیل رسالے دفتر سودمند سے ضرور منگوائیے۔

رسالہ جواز سود معہ فتاوے

جسمیں مختلف طور پر سود کی حقیقت ربا اور سود کا فرق اور تجارتی سود کے جواز کی صورتیں معہ علمائے کرام کے فتووں کے پیش کی گئی ہیں اور کفایت شعاری اور روپیہ جمع کرنے کے طریقے سمجھائے گئے ہیں ایک نسخہ ۱ر کا ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے اور سو جلدوں کی قیمت ۱۲ہ

رسالہ مالی اصلاح

جس میں روپیہ بچانے اُس کو جمع کرنے اور بڑھانے کے متعلق طریقے مفصل طور پر بتائے گئے ہیں قیمت رسالہ جواز سود کی قیمت کے مطابق ہے۔

المشتہر

رسالہ سودمند بدایوں

سُودمند

جلد ۲ — نمبر ۱۲
دسمبر سنہ ۱۹۳۶ عیسوی
چندہ سالانہ عہ — قیمت فی پرچہ ۳ر

فہرست مضامین

اس کو ضرور پڑھیے

جن حضرات نے سودمند کا وی پی اکتوبر اور نومبر میں واپس کر دیا ہے وہ موصولہ نمبر تک کا چندہ بھیج دیں اور جو حضرات جنوری ۱۹۳۶ء سے خریدار ہیں وہ دسمبر نمبر کے پہنچتے ہی آئندہ چندہ بھیج دیں اور یا جنوری نمبر وی پی بھیجنے کی اجازت سے ممنون فرمائیں۔ ورنہ سودمند حاضری سے مجبور رہے گا۔ "منیجر"

سود مند کانفرنس

دہلی

مسلمانوں کی مالی حالت کی درستی کے لیے سود مند کانفرنس کا پہلا اجلاس ۲۷ر دسمبر ۱۹۲۶ء کو بمقام دہلی عربک اسکول اجمیری دروازہ میں بصدارت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب سجادہ نشین حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ منعقد ہوگا آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا پنڈال مقام اجلاس ہے پہلا جلسہ سہ پہر کو اور دوسرا جلسہ شب میں ہوگا سود مند کانفرنس کے مہمان کانفرنس کیمپ میں قیام فرما سکینگے کھانے کا انتظام ایجوکیشنل کانفرنس کے مہمان خانے میں ہوگا اور کھانے کی قیمت فی وقت ۴ر سے ۶ر تک ہوگی جو صاحب شرکت کا ارادہ فرمائیں وہ محمد عظمت اللہ صاحب وکیل آنریری جائنٹ سکریٹری استقبالیہ کمیٹی آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس فتح پوری دہلی کو مطلع فرمائیں اور سود مند کانفرنس میں پیش ہونے کے لیے تجاویز سکریٹری صاحب صدر دفتر سود مند۔ بدایوں کے پاس بھیجدیں۔

طفیل احمد

روح ترقی

(از مولوی عبدالکریم خاں صاحب کسلیہ ضلع میرٹھ)

ایک ضروری التماس

سود منت میں زراعتی کمیشن کا مختصر حال پہلے شایع ہو چکا ہے۔
بعض اصحاب کو خیال ہوگا کہ اُس نے جو کارروائی شروع کی ہے وہ محض زمینداروں اور کاشتکاروں سے متعلق ہوگی۔ مگر ہندوستان میں چونکہ اکہتر فی صدی مردم شماری زراعت پیشہ ہے اور زراعت پر یہاں کے بہت سے کاروبار اور تجارت کا انحصار ہے اس لئے اُمید ہے کہ جملہ ناظرین سود منت آپ کمیشن کی کارروائی کو بغور ملاحظہ فرماتے رہیں گے جس میں نہ صرف زراعت بلکہ دیگر شعبہ جات زندگی کے متعلق مفید معلومات ہونگی۔ ایک ماہوار رسالہ میں یہ ناممکن ہے کہ اس کمیشن کی کارروائی کی مفصل روئداد دی جا سکے اس لیئے نہایت اختصار کے ساتھ صرف وہ امور درج کیئے جائیں گے جن سے ہمارے ناظرین کی معلومات میں اضافہ ہو۔

زراعتی کمیشن کی روئداد

کا خلاصہ

زراعتی کمیشن کی کارروائی ۱۲ اکتوبر کو بمقام شملہ شروع ہوئی اس کمیشن کے صدر لارڈ لنلیتھگو صاحب ہیں۔ سب سے اول ڈاکٹر کلاوسٹن کا بیان ہوا جو ہندوستان کے محکمہ زراعت کے مشیر ہیں اُنکے بیان سے معلوم ہوا کہ پنجاب کے زراعتی کالج (لائل پور) سے جو طلبہ کامیاب ہوتے ہیں اُنھیں کم لگان پر پانچ سال کے لیئے کاشت کرنے کو آراضی دی جاتی تھی اور اب تین سال کے لیئے دیجاتی ہے۔ پنجاب کے دیہاتی مدارس میں زراعت کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں اور عملی طور پر اُنھیں کھیتی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ موجودہ حالت میں وسائل سفر اور تعلیم کی کمی سے زراعتی ترقی میں رکاوٹیں ہیں مگر وسائل سفر بڑھانے اور تعلیم پھیلانے سے یہ اندیشہ ہے کہ لوگ پھر دیہات کو چھوڑ کر شہروں میں

زیادہ آباد ہونے لگیں گے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ دیہاتی زندگی کا معیار بڑھا دیا جائے اور دیہات کی زندگی کو زیادہ پرلطف بنا دیا جائے تاکہ اُس میں زیادہ کشش پیدا ہوجائے۔ اِس وقت زراعتی تعلیم پر دوسری تعلیم کے مقابلہ میں ایک فی صدی سے بھی بہت کم صرف ہو رہا ہے۔ جدید طریقہ کاشت کے متعلق بیان کیا گیا کہ بعض زمیندار اُس کا تجربہ کرنے کے لئے تیار ہیں مگر کسان ایسے تجربے کرنے سے ڈرتے ہیں کہ مبادا نقصان نہ ہو۔ البتہ جب گورنمنٹ کی طرف سے تجربہ کیا جاتا ہے تو نقصان کی ذمہ داری کی جاتی ہے اِس بارہ میں اگر گورنمنٹ زمینداروں کو امداد دیں تو بہت زیادہ ہو سکتا ہے مشکل یہ ہے کہ ہندوستان میں بڑے زمیندار امداد نہیں دینے کو پسند کرتے ہیں۔ چھوٹے زمینداروں۔ زراعتی تعلیم کی بابت یہ مشورہ دیا گیا کہ بجائے اس کے کہ کاشت کے مخصوص کالج قائم کئے جائیں زیادہ مفید ہے کہ ابتدائی تعلیم کے ساتھ زراعتی تعلیم شامل کی جائے تو کسانوں کی تعلیم کی بابت یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ وہ دنیا کے بہتر عمولوں سے مقابلہ کر سکتا ہے۔

مسٹر رچی کمشنر تعلیم نے زراعتی کالجوں اور اسکولوں کے متعلق حسب ذیل اعداد بیان کئے۔

درسگاہ	تعداد درسگاہ	تعداد طلبہ	خرچ سالانہ
کالج	۴	۵۲۴	۴،۶۰،۰۰۰ روپیہ
ہائی اسکول	۱۲	۲۵۰	۵ ۰۰ ہزار
مڈل اسکول	۱۸	۶۸۱	۵،۵۰۰۰ روپیہ

اس سوال کے جواب میں کہ آپ مخصوص زراعتی کالجوں کے مقابلہ میں ابتدائی اسکولوں میں زراعتی تعلیم کے انتظام کو کیوں ترجیح دیتے ہیں مسٹر رچی نے بیان کیا کہ زراعتی درسگاہوں میں فی طالب علم ۱۴۰۰ روپیہ سالانہ صرف ہوتا ہے اور مڈل اسکولوں میں جن میں عام تعلیم کے ساتھ زراعتی تعلیم بھی دی جاتی ہے فی طالب علم ۱۴ روپیہ خرچ پڑتا ہے۔ اس ارزانی کی وجہ سے میں اسکول کی تعلیم کو ترجیح دیتا ہوں۔ اسکولوں سے جو بچے زراعت کی معمولی تعلیم حاصل کر کے نکلتے ہیں وہ دلچسپی کے ساتھ اپنے آبائی پیشہ کو جاری رکھ سکتے ہیں۔

اِس سوال کے جواب میں کہ خاندوں کی تعداد بڑھانے میں کیا رکاوٹیں ہیں مسٹر رچی نے بیان کیا کہ

(۱) کاشتکار تعلیم کے مالی نفع سے واقف نہیں ہیں۔ (۲) دیہاتی اسکول باعتبار تعلیم کے ناقص ہیں۔
(۳) اُن میں محض ایک اُستاد کی نگرانی میں چار کلاسیں ہوتی ہیں (۴) ابتدائی اسکول کی تعلیم ختم ہونے کے
بعد پھر لکھنے پڑھنے کا سلسلہ جاری نہیں رہتا۔

بڑی عمر کے لوگوں کی تعلیم کی نسبت بیان کیا گیا کہ اس وقت پنجاب میں ۳۰۰۰ اور بنگال میں ۱۳۰
اسکول ہیں۔ دیگر صوبہ جات اس بارہ میں بہت پیچھے ہیں۔

پنجاب کی نسبت بیان کیا گیا کہ وہاں دیہاتی اسکول کے متعلق نصف ایکڑ زمین کاشت کے
لئے رکھی جاتی ہے جو نہایت مفید ہے۔ ابتداً اس گورنمنٹ نے ہر اسکول کے متعلق تین ایکڑ زمین تجویز کی تھی مگر
اس پر عملدرآمد کرنا حکام ضلع کے اختیار میں ہے۔

سر گنگا رام کے جواب میں بیان کیا گیا کہ دیہاتی مدارس میں زراعتی آلات کی مرمت وغیرہ کا کام
سکھانا بھی مفید ثابت ہوگا۔ ایک سوال کے جواب میں کہا گیا کہ ہائی اسکولوں میں زراعتی تعلیم کے اجرا
سے فائدہ ہوگا۔ جو لوگ زراعت کا مضمون لینا چاہیں وہ زراعتی کالجوں اور اسکولوں میں حاصل

ہماری کم سرمائے کی تجارت اور اُس کے غلط اصول

اوّل تو ہمارے لیئے موٹے کام کی تجارت کرنا وبال جان ہے جس کو ہم سخت معیوب سمجھتے ہیں۔ اور وہ کیوں محض اس لیئے کہ ہماری آرام طلبی میں خلل واقع ہوگا اور ہماری سفید پوشی میں بٹہ لگ جائے گا زمانے کا رنگ یہ دیکھ کر اگر ہی میں آگیا تو ہمارے کام کرنے کے بہت سے غلط طریقوں میں سے پہلا غلط طریقہ یہ بھی ہے کہ مثلاً آج ہم نے ایک سو روپیہ کا غلہ خریدا تو چھ مہینے اس انتظار میں گزار دیئے جائینگے کہ جب کال پڑے تو فروخت کریں خریداری کے بعد فوراً فی روپیہ دو چھٹانک منافع بھی ملے گا تو قلیل منافع کی وجہ سے نہیں بیچیں گے۔ نہیں معلوم کہ ایک روپیہ کے غلہ میں اگر دو چھٹانک منافع ملتا ہے تو سو روپیہ کے غلہ میں ساڑھے بارہ سیر غلہ منافع ہوگا اور پھر مہینے اور سال بھر کا کتنا ہوگا۔

جب عرصہ دراز گزر گیا اور لازمی طور پر غلہ خراب ہو گیا گھن وغیرہ لگ گیا۔ اب جو نکال کر بیچتے ہیں تو مال نقصان کے ساتھ یعنی کم دام بکتا ہے اور خریدار بھی ناخوش ہوتا ہے تو اب لگے مقدر کو رونے اور خدا کا شکوہ شکایت کرنے افسوس ہماری اس ناکارہ عقل پر کہ ہم نے اپنی حماقت پر ذرا بھی غور نہیں کیا۔

ابھی حال میں میرے ایک دوست نے ایک دوکان پنساری کی کھولنے کا ارادہ کیا اور ایک دوکان چھ روپے ماہوار کے کرایہ کی مال خریدنے سے پہلے کرائے پر لے لی اور دو مہینے کا کرایہ بارہ روپے خالی دوکان کا دے دیا تیسرے مہینے میں پچاس روپے کا مال خرید کر دوکان میں لائے پہلے ہی روز سے دوکان کی چیزیں بکنا شروع ہو گئیں اب دوکان کا میل گھٹتا گیا مال دوکان کا لگا نہیں سکے بازار کی دوڑ دھوپ محنت نہ ہو سکی اس لیئے خریدار بھی اکھڑ گئے اور آناً فاناً میں دوکان فیل ہو گئی ہم نے محض اپنی کاہل وجودی کے باعث تجارت کو بدنام کر رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر ایک محنتی کے لیئے تجارتی ترقی کا میدان کھلا ہوا ہے اور معمولی سے معمولی مزدور بھی تجارت کی بدولت دمڑی کی غلام گیری کی زندگی سے ایک دم آزاد ہے آج ہم اغیار کی تجارتی ترقی کو دیکھ کر محو حیرت ہو رہے ہیں مگر ہماری نادان عقل پر ایک بھاری غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے آج ہم مستقل طور پر بلا کسی شرم و لحاظ کے صرف

محنت پر کمر باندھ لیں تو بہت جلد ہماری قوم کے مصائب کا فی الفور خاتمہ ہو سکتا ہے اور بیجا یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ اپنی پسماندہ چیزیں اپنے قبضہ سے غیر کے قبضہ میں نہ جائینگی بلکہ اپنے مقدر کی چیزیں اپنے مقدر ہی میں رہینگی۔ محنت کے صحیح اصولوں میں سے مثال کے طور پر دو ایک طریقے مندرجہ ذیل درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایک حلوائی روزانہ ایک من دودھ کی خرید فروخت کرتا ہے جس میں دو روپیہ روز اُس کو منافع ملتا ہے دودھ اوٹانے کے بعد بہت سا وقت اُس کو بیکار بیٹھنے کا ملتا ہے مگر وہ دوراندیشی کو مدنظر رکھتے ہوئے بیکار بیٹھنے کو ایک قومی گناہ خیال کرتا ہے اس لئے فرصت کے وقت میں ایکہزار بیڑی بنا لیتا ہے جس کی اُجرت پندرہ آنے روز علیحدہ لیتا ہے

(۲) اسی طرح ایک بڑھئی کو دیکھا کہ جب اُس کے پاس دو روپیہ جمع ہوگیا تو وہ بازار جاکر دو روپیہ کا دھان خرید لایا اُس کی عورت بھی بھلی محنتی اُس نے جلدی جلدی کوٹ پیٹ کر چاول نکالا اور بازار میں لیجاکر بیچ ڈالا محنت کا صلہ کئی سیر چاول منافع ہوا رفتہ رفتہ اس کے پاس جب چالیس پچاس روپیہ کی رقم جمع ہوگئی تو پھر تجارتی اصول کے مطابق سرمایہ بڑھنے پر آمدنی بھی بڑھائی جاتی ہے کل روپیہ کا بازار جاکر دھان اور مسور خرید لایا اور اپنی عورت کے علاوہ دوسری مزدور عورتوں کو کام پر لگا دیا اُس کی مزدوری میں کچھ دال چاول دیدیا باقی سب لیجاکر بازار میں بیچ دیا اب بجائے سیروں کے پنسیریوں منافع ہونے لگا اور اُجلے پوشس کا ملوں کی عورتوں کے زیور کھانے کے برتن اور اُن کے رہنے کے مکان تک کوڑیوں کے مول لیکر اچھا خاصہ مہاجن بن گیا اور لطف یہ کہ اعلیٰ خیال کے امپورٹ اور ایکسپورٹ کی تجارت کو چھوڑکر محض ہوم ٹریڈ اپنے ملک کی سودیشی تجارت کی بدولت مالامال ہوگیا

خدا ہمیں سلیقہ اور طریقہ کے ساتھ محنت اور تجارت کے کاروبار کرنے کی توفیق عطا فرمائے

اجنر محمد مغل کیمپ مرچنٹ سہسرام ضلع آرہ

تجارت

پھیری کی تجارت کرو

از مصور فطرت حضرت مولانا

خواجہ حسن نظامی صاحب

اگر تمہارے پاس سرمایہ بہت تھوڑا ہی۔ اگر تم کو کم کرایہ کی دوکان نہیں ملتی۔ اگر تم بڑا کاروبار کرتے ہوئے نقصان سے ڈرتے ہو اور اس واسطے تجارت جیسی نعمت سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے تو آؤ میں بتاؤں کہ پھیری کونسی ترکیب فائدہ مند تجارت کی ہی؟

مگر پہلے یہ سن لو کہ شرم اور عار کو طاق پر رکھ دینا پڑے گا۔ ورنہ میرے مشورہ سے تم خاک بھی فائدہ حاصل نہ کر سکو گے۔

وہ مشورہ یہ ہی کہ تم پھیری کی تجارت شروع کر دو وہ بہت کم خرچ اور سب بالانشین تجارت ہو اور اس میں نقصان کا بہت ہی کم اندیشہ ہی۔ اور اس میں بہت ہی تھوڑا سرمایہ لگانا پڑتا ہی۔ اور دوکان کی دردسری بھی نہیں کرنی پڑتی۔

پھیری کی تجارت اس کو کہتے ہیں کہ ضرورت کا سامان گٹھری میں باندھ کر یا ٹوکرہ میں رکھ کر یا خوانچہ میں آراستہ کرکے بازاروں اور آبادی کے گلی کوچوں میں گھر گھر بیچتے پھریں۔ یہ بہت ہی آسان اور فائدہ مند طریقہ ہی بڑے بڑے دکاندار ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور ان کا مال ایک پیسہ کا فروخت نہ ہو مگر پھیری والا کبھی محروم نہ رہے گا وہ گاہکوں کا انتظار نہیں کرتا بلکہ گاہک اسکی آمد کی راہ دیکھتے ہیں کیونکہ وہ گاہکوں کو گھر بیٹھے ان کی ضرورت کا اسباب پہونچا دیتا ہی۔

میں رغبت دلانے کی دلیلوں میں زیادہ وقت خراب کرنا نہیں چاہتا۔ اور پھیری کی تجارت کی چند قسمیں بیان کرتا ہوں۔

(۱) کپڑے کی تجارت پھیری کے ذریعہ سے بہت کامیاب ہوتی ہی۔ کیونکہ پھیری والا پردہ نشین عورتوں کو خاص ان کے گھر کے دروازہ پر کپڑا دکھاتا ہی اس واسطے وہ کامیاب ہوتا ہی۔ مرد جب بازار جاتے ہیں تو کپڑا خریدنے میں ان عورتوں کے پسند ناپسند کا وہم رہتا ہی۔ اور عورت جب خود خریدتی ہی تو

اس کو اپنی پسند کا بلا شرکت غیر اختیار ہو جاتا ہے اور عورتوں کی خصلت ہے کہ وہ زیور اور کپڑا اور برتن کو جب دیکھتی ہیں تو بے ضرورت بھی خرید لیتی ہیں اس واسطے پھیری کی تجارت والا بازار کے دکانداروں کی نسبت فائدہ میں رہتا ہے۔

(۲) ترکاریوں اور کچالوؤں کی تجارت پھیری کے ذریعہ سے بہت ہی مفید ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح مٹھائی اور سردی کے موسم میں ریوڑی گزک، تل شکری، مونگ پھلی و میوہ وغیرہ پھیری پھرنے سے دکان کی نسبت بہت زیادہ بکتا ہے۔

(۳) برتنوں کی تجارت بھی پھیری کے ذریعہ سے ہمیشہ کامیاب رہتی ہے۔

(۴) بازاروں میں سب سے زیادہ کامیاب پھیری کی تجارت پان کی ہے۔ دکاندار پنواڑی کے مقابلہ میں پھیری والا پنواڑی چوگنا مال فروخت کرتا ہے۔ کیونکہ چلتے پھرتے اور ضرورتمند کو اس کے مقام پر پان مہیا ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات بے ضرورت بھی متحرک پنواڑی کو دیکھ کر لوگ پان خرید لیتے ہیں۔

(۵) اخبار اور کتابیں پھیری کرنے والے خوب فروخت کرتے ہیں۔ اور دکاندار سے زیادہ نفع حاصل کر لیا کرتے ہیں۔

غرض اس طرح کی سیکڑوں چیزیں ہیں۔ جو پھیری کے ذریعہ سے فروخت ہو سکتی ہیں اور ان کے لیے نہ بڑا سرمایہ درکار ہوتا ہے۔ نہ دوکان کرایہ پر لینی پڑتی ہے۔ افسوس ہے کہ پھیری کی تجارت میں مسلمان بہت ہی کم حصہ لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کو عزت دار ہونے کا گھمنڈ بہت ہے۔ جو ذلیل پیشہ اختیار نہیں کرتے۔ حالانکہ تجارت کسی ذریعہ سے بھی ہو۔ اس میں کچھ بھی بے عزتی نہیں ہے۔ اصلی بے عزتی تو بیکاری کاہلی و گداگری میں ہے

میں نے خود مدتوں بوجھ سر پر اور کندھوں پر رکھ کر پھیری کی تجارت سے فائدہ اٹھایا ہے میں باوجود کمزور جسم ہونے کے ۲۰ سیر وزن کی کتابیں سر پر رکھ لیتا تھا اور فوجی سپاہیوں کے مقامات پر بیچا پھرتا تھا۔ میں نے ایک ایک دن میں سو سو روپیوں کا مال فروخت کیا۔ اور دس دس میل پیدل پھرا میں ان لوگوں میں بھی جاتا تھا جو مجھ کو اور میری خاندانی عزت کو جانتے تھے۔ مگر میں کبھی شرماتا نہ تھا۔

میں یقین دلاتا ہوں کہ پھیری کی تجارت دست غیب کا عمل ہے سیکڑوں آدمی مجھ سے یہ عمل پوچھتے ہیں۔ مگر مجھ کو تو اس حلال اور محنت کے پاک دست غیب کے سوا اور کوئی عمل معلوم نہیں ہے اور اگر معلوم ہو بھی تو میں اس صاف آسان اور یقینی عمل کے سامنے اس کو بالکل ہیچ سمجھتا ہوں۔

ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر چھوٹی بڑی آبادی میں پھیری کی تجارت چل سکتی ہے اور ایک پیسے سے

لیکن دس روپے تک کا سرمایہ اس کے لیئے کافی ہوتا ہی کیونکہ جب انسان کا اعتبار ہو جاتا ہی تو بازار
کے سوداگر اُس کو قرض دینے لگتے ہیں اور وہ بغیر کسی خرچ کے سیکڑوں روپے کا مال بازار سے پھیری کی
تجارت کیلئے لا سکتا ہی مگر شرط یہ ہی کہ پوری ایمانداری اور وعدہ کی پابندی سے قرضہ کو ادا کرتا رہے۔
آج کل سفید اور رنگین کھدر، چھپے ہوئے لحاف اور توشکیں۔ کٹ پیس یعنی کپڑوں کے پھیری کے
ذریعہ سے بہت زیادہ فروخت ہو سکتے ہیں خشک میوہ اور حلوا سوہن فروخت کرنے کا موسم بھی
آگیا ہی اور تل شکری بھی اس موسم میں فروخت ہوتی ہی۔ دُھنی ہوئی روئی بھی تھوڑی کرکے
محلوں میں بہت زیادہ مقدار میں فروخت ہو جاتی ہی جس قدر زیادہ محنت کر کے گشت لگایا جائیگا
اور جتنا زیادہ اچھا اور صاف مال ہوگا اُتنی ہی زیادہ بکری اور نفع ہوگا۔
میں ناظرین سودمند اور اپنے مریدوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بیکاری میں دن برباد نہ کریں
اور عزت کے فرضی خیال کو ترک کر کے پھیری کی تجارت شروع کردیں۔ ان کو اللہ فارغ البال کردیگا

دُودھ اور اُس کے خاص اجزا

دودھ کا استعمال عام طور سے سب پر ظاہر ہے۔ انسان کی زندگی کا دارمدار عام طور سے
دودھ ہی کے کسی حصہ پر منحصر ہے۔ بچوں کو پیدا ہوتے ہی دودھ دیا جاتا ہے۔ اسی وقت سے تا زندگی دودھ
کا استعمال جاری رہتا ہے بیماری کی حالت میں جبکہ انسان اُٹھ بیٹھ نہیں سکتا اور نہ کوئی چیز کھا سکتا ہے تو
اُس وقت دودھ ہی اُس کی خوراک ہوکر اُس کی مدد کرتا ہے۔ ہر آدمی کسی نہ کسی طرح سے دودھ کو مثلاً دہی
گھی مکھن ملائی وغیرہ کے شکل میں استعمال کرتا ہے۔ دودھ ہی نہیں بلکہ دودھ سے اور بھی بنی ہوئی چیزیں
آدمی کے بدن کو طاقت پہونچاتی ہیں۔ اور زمانہ سابق سے آج تک لوگ اس کو مانتے آئے ہیں۔ ہندوستان
میں بدن کو طاقت پہونچانے میں بہ نسبت اور چیزوں کے اس کا استعمال بہت مناسب سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تک
کہ وید شاستروں میں بھی دودھ کی تعریف بڑے زوروں سے لکھی گئی ہے۔ رگ وید میں لکھا ہے کہ گئو ہماری
ماتا ہے جو اس بات کو مضبوط کرتی ہے شریمد بھاگوت و بھگوت گیتا کے پاٹھوں میں صاف ظاہر ہے کہ
سری بھگوان کرشن جی گئو رکھشک کے نام سے مشہور ہیں اس وجہ سے دنیا میں اول نمبر دودھ
کھانے کی چیزوں میں رکھا گیا ہے۔ ہندو تو ابتک گئو کو ماتا کہکر اُس کی پوجا کرتے ہیں لیکن آج کل
ہمارے ہندو بھائی پچھلی باتوں کو بھولے جا رہے ہیں۔ اور وے لوگ اب گئو کی وتیز اُن کے ذریعہ
سے جو پیدا ہوتے ہیں اُس کی بڑی بے قدری کرتے ہیں۔ در اصل گئو کی پوجا یورپ و امریکہ میں ہوتی ہے
وہاں کے رہنے والے اُس کی قدر کو جانتے ہیں اور اُس سے وہ لوگ بہت فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ ہم لوگ
تو لکیر کے فقیر بنے ہیں اور ہماری بدقسمتی ہے کہ ایسی بیش بہا چیز سے ہم فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ دنیا میں
دودھ کا استعمال کچھ دوا میں کچھ کھانے میں کسی نہ کسی ذریعہ سے ضرور ہوتا ہے شاید ہی کوئی چیز میں
اس کا استعمال نہ ہوتا ہو۔ ڈاکٹروں نے دودھ کو ایک انمول شے قرار دیا ہے۔ اور دنیا کی تمام چیزیں اس کے
آگے ہیچ ہیں۔ کھانے کی چیزوں میں دودھ کے مقابلے کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ اس میں بیماری کا کوئی
حصہ نہیں پایا جاتا ہے۔ آج کل تجربہ کاروں نے دودھ کو مختلف طریقوں سے استعمال کیا جس کو دیکھ کر
تعجب ہوتا ہے۔ دودھ صرف پیٹ بھرنے کی چیز نہیں ہے بلکہ بدن کے ہر ایک عضو کو آسودہ رکھتا ہے
اور اس سے مختلف چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ ڈاکٹروں نے دودھ کے استعمال کا مختلف طریقوں میں فائدہ دکھلایا
ہے واقعی میں دودھ ایک بیش بہا شے ہے ہم لوگوں کو بھی اُسی طرح سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے جیسا کہ او

ملکوں میں اُٹھا رہے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں دودھ کو دودھ کی شکل میں نہیں استعمال کرتے بلکہ وہ لوگ زیادہ تر مکھن۔ ملائی۔ اور پنیر کی شکل میں استعمال کرتے ہیں۔ اور ان کے نکالنے سے جو دودھ بچ رہتا ہے اب اُس کا بھی استعمال کرنے لگے ہیں جو پہلے سب نالیوں میں پھینک دیا جاتا تھا اس وجہ سے دودھ سے بنی ہوئی چیزیں بہت گراں فروخت ہوتی تھیں۔ اور اتنا دودھ فضول خراب ہو جاتا تھا تجربہ کاروں نے اس پر غور کیا اور ان لوگوں نے دودھ کے پانچ حصے بنائے۔ اوّل پانی ۸۰ سے ۹۰ حصے دوسرے دہنیت ۴ سے ۲ حصے تیسرے گوشت پیدا کرنے والا جز ایک سے ۸ حصے۔ چوتھے شکر ۴ سے ۶ حصے پانچویں نمک ۲ سے ایک حصہ۔ بدن فربہ کرنے والے حصے کی دو قسمیں انگریزی میں ہیں ایک کے سین۔ دوسرے الب فیون۔ یہ دونوں چیزیں دودھ ہی میں نہیں ہوتیں بلکہ اَرہر۔ مٹر اُردو کی دال وغیرہ میں بھی ہوتی ہیں لیکن دودھ کی نسبت ان میں کم ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے ہمرسٹن صاحب نے دودھ سے کے سین کو علیحدہ کیا تھا۔ پہلے اس کی بابت کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ اور نہ کسی کو خواب میں بھی علم تھا کہ کے سین کس قدر مفید ہے۔ کریم نکالنے کے بعد باقی دودھ بھی بہت کارآمد ہے۔ ہمیرسٹن صاحب نے کے سین کا جز علیحدہ کرکے رہنمائی کی۔ بعد ازاں ڈاکٹروں نے تجربہ کرنا شروع کیا اور تھوڑے ہی دنوں بعد عمدہ کے سین تیار کرکے اُس کے استعمال کا مناسب طریقہ تلاش کرنے لگے۔ کبھی محنت رائیگاں نہیں جاتی جو محنت کرے گا اُس کا نتیجہ اچھا نکلے گا اور اُس کی منشا پوری ہوگی۔ بعد ازاں ڈاکٹروں نے دکھلایا کہ جن چیزوں کو لوگ بیکار سمجھتے تھے وہی کارآمد نکلیں آج یورپ و امریکہ میں لیئے دودھ کے استعمال کرنے کے سیکڑوں کارخانے کھل گئے ہیں۔ اور دن بدن کارخانوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ دُنیا بھر کے بازاروں میں ان کارخانوں کی چیزیں موجود ہیں لیکن خریداری میں کمی نہیں ہوتی بلکہ خریداروں کے لیئے ایک قسم کا راستہ کھل گیا ہے۔ اور بہت سے ممالک میں دودھ ہی کے ذریعہ سے لوگ مالا مال ہو رہے ہیں۔ ان لوگوں نے دودھ کے ذریعہ سے سیکڑوں کو روزی پر لگا رکھا ہے۔ اور اپنے کھانے پینے کی چیز کو سستے داموں میں تیار کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ عمدہ عمدہ اور تعجب خیز چیزیں بناتے ہیں۔ یہ سب چیزیں ہمیرسٹن صاحب کی کوششوں کی بدولت ہیں۔ کے سین کا استعمال آج کل بہت زیادہ ہوتا ہے۔ گرم سرد موسموں میں اس کے استعمال سے کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے۔ کے سین خود نہ تو پانی میں گھلتا ہے اور نہ پانی کو جذب کرتا ہے بلکہ یہ دونوں میں ملا رہتا ہے۔ اور رنگین چیزوں کو گھلا دیتا ہے۔ خشک ہونے پر کے سین اس قدر سخت ہو جاتا ہے کہ آری سے کاٹ کر استعمال کرتے ہیں اور

چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بناتے ہیں۔ کے سین سے بنی ہوئی چیزوں پر اچھی وارنش چڑھ سکتی ہی جو بہت
دنوں تک ثابت رہتی ہی۔ اور قسم قسم کے رنگوں میں رنگی جاتی ہی۔ کے سین میں ایک خاص قسم
کی چکناہٹ ہوتی ہی۔ اس وجہ سے بجائے گوند کے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس کے ذریعہ سے قسم قسم کے
پلیٹ بنائے جاتے ہیں یورپ و امریکہ کے کارخانوں میں کے سین کئی طرح استعمال کیا جاتا ہی۔
کاغذ وغیرہ کے بنانے میں بہت استعمال ہوتا ہی۔ کاغذ کی تہ پر کے سین چڑھا دینے سے اس پر
پانی کا اثر نہیں پڑتا اور کاغذ میں کڑا پن آجاتا ہی اور اس قسم کے کاغذ پر تن بکس۔ بیگ اور لپٹنے کا
کاغذ اور بوتل وغیرہ بنانے کے کام آتا ہی۔ اور اس میں تیل یا پانی خراب نہیں ہوتا۔ اور آسانی
سے وارنش یا رنگ کیا جاسکتا ہی۔ کے سین سے بنے ہوئے کاغذ پر جو نقشہ وغیرہ بنایا جاتا ہی وہ
نقش کاغذ کے ساتھ ہی جاتا ہے کے سین رنگ بنانے کے کام میں بھی آتا ہی یہ بات پیشتر
بھی معلوم تھی لیکن کے سین کے ذریعہ سے تھوڑے ہی دنوں میں یہ کام شروع ہوا ہی اب بھی یورپ
میں زیادہ تر اسی سے رنگ بنائے جاتے ہیں۔ امریکہ میں کے سین سے پانی میں گھلنے والے رنگ
بنتے ہیں وہاں انھیں کی ضرورت ہی۔ یہ مکان، ہسپتال، کارخانہ یا لکڑی کی عمدہ عمدہ چیزوں پر
رنگنے کا کام دیتا ہی اس کو پانی میں ملا کر استعمال کرتے ہیں اور فوراً ہی سوکھ جاتا ہی یہی وجہ ہی
کہ اس رنگ کو سب لوگ زیادہ لگاتے ہیں۔ اور اس کے بنے ہوئے وارنش و رنگ وغیرہ
بھی سستے بکتے ہیں۔ اور عمدہ بھی ہوتے ہیں۔ ان وارنشوں کو کام میں لانے کے لیئے السی کا تیل
استعمال کیا جاتا ہی اور کے سین کے رنگے ہوئے بکس اور پیپوں پر حرف لکھنے میں آسانی ہوتی
ہی۔ اور اس سے رنگ برنگ کے تاش بھی تیار ہوتے ہیں اور وے لکڑی، پتھر، دیوار وغیرہ پر چڑھائے
جاتے ہیں۔ ڈاکٹروں نے یورپ میں پڑھنے والے کارخانوں میں پہلی صدیوں میں اس کی بڑی
تعریف کی ہے۔ اور اس سے بنے ہوئے قسم قسم کے رنگ ملنے لگے جو مختلف کاموں میں استعمال
کیئے جاتے ہیں۔ اور کے سین سے بنے ہوئے رنگ کم جلتے ہیں اور نہ وہ یکایک جل سکتے ہیں مثلاً
بٹن پھلی رکابی۔ بنانے کے کام میں آتی ہی۔ اور کے سین سے بنی ہوئی چھوٹی چیز بھی بڑی شمار کی
جاتی ہی جیسے سینگ، ہاتھی دانت، آبنوس۔ ربر۔ چمڑہ وغیرہ پر اصلی حالت سے بھی کہیں اچھی
معلوم ہوتی ہیں۔ کڑا ربر بنانے میں خاصکر استعمال کیا جاتا ہی۔ پہلے درختوں کے گوندوں
سے جو چیز تیار کی جاتی تھی اب وہ کے سین سے تیار کیجاتی ہی کیونکہ وہ زیادہ خوبصورت اور
ارزاں اور نہ جلنے والی ہوتی ہی اور آسانی سے ٹوٹتی بھی نہیں اور تیل تیزاب اور پانی وغیرہ سے

محفوظ رہتی ہیں۔ اب بھی اس کی خوبصورت زیور بننے کی سوئیاں۔ سگرٹ کے پایپ چاقو وغیرہ کے دستے
اور جواہرات ہسپتالوں میں استعمال کئے جاتے ہیں شطرنج کے مہرے کنگھیاں۔ سنگار کرنے کی اور بہت
سی چیزیں کے سین ہی کے ذریعہ سے بنائی جاتی ہیں کمرہ اور مکان اور مکان کی دیواروں وغیرہ میں
لگانے سے سردی دور ہو جاتی ہی اور آگ کے ذریعہ یکایک جل نہیں سکتی۔ اور کپڑے و سوت کے کارخانے
میں کے سین استعمال کیا جاتا ہی۔ سوت اور ریشم کے تاگے کو رنگدار اور عمدہ بنا دیتا ہی۔ چھینٹیں چھاپنے
کے واسطے کے سین بہت کار آمد ہی کیونکہ کے سین کے استعمال سے سوت پر رنگ بہت عمدہ
چڑھتا ہی کے سین صابون فوٹوگرافی اور بہت سی دواؤں میں کام آتا ہی۔ صابون میں کے سین
سے کڑاپن آجاتا ہی اور خوشبودار ہو جاتا ہی اور کھانے کی چیزوں میں کم استعمال ہوتا ہی کیونکہ اس سے
بنے ہوئے کھانے گراں بکتے ہیں۔ اس لئے سب لوگ ہر وقت استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔
لیکن کمزور و روگی آدمیوں کے لئے بہت مفید ہی اس سے جو کھانے کی چیزیں بنائی جاتی ہیں
۲۰ سے ۹۰ فی صدی تک کے سین پڑتا ہی کچھ لوگوں کا خیال ہی کہ ایک پونڈ کے سین ۵ پونڈ گوشت
کے برابر مضبوط ہوتا ہی۔ بہت سے حلوائی۔ روٹی۔ بسکٹ۔ مٹھائی بنانے میں اور کے سین استعمال
کرتے ہیں جرمنی میں گھوڑوں اور سوروں کو شکر بالکل میں ملا کر کھلاتے ہیں اور بہت سے لوگ
دوائیوں میں استعمال کرتے ہیں اس طرح لوہا۔ سنکھیا۔ چاندی۔ پارہ وغیرہ میں بلا کسی خوف کے
استعمال کیا جاتا ہی کے سین کے ملانے سے کوئی نقصان نہیں پہونچتا اور زیادہ ہو جانے پر باعث
موت نہیں ہوتا اور اس کے ذریعہ سے پانی میں ملنے والی دوائیاں آسانی سے حل ہو جاتی ہیں
یورپ و امریکہ میں کے سین سے بنی ہوئی چیزیں ہر کارخانہ میں ترقی کر رہی ہیں۔ ہندوستان میں
اُن ملکوں کے بہ نسبت کم ترقی ہوئی ہی۔ کیونکہ یہ زراعت کا خاص ملک ہی یہاں کھیتی کے سوا دوسرا دھندا
نہیں ہی۔ یہاں دودھ اور گھی کے بغیر لوگ اپنی زندگی بسر کر سکتے ہیں اگر یورپ کی طرح یہاں بھی لوگ
خیال کر لیویں تو اپنی زندگی آسانی سے بسر کر سکتے ہیں اور کھیتی کے لئے اچھے اچھے بیل کھاد اور
عمدہ دودھ گھی زیادتی کے ساتھ ملنے لگے۔ یہاں دودھ دینے والے جانور تھوڑے حصے میں پالے
جا سکتے ہیں اور عمدہ دودھ بھی کافی مل سکتا ہی جو دودھ فروخت کرنے سے باقی رہے وہ گھی بنانے
کے کام میں لایا جا سکتا ہی اور دودھ کی کمی گھی میں پوری ہو جاوے گی اور گھی نکلنے کے بعد
مٹھے سے کے سین بن سکتی ہی۔ اگر کے سین سے اور عمدہ عمدہ چیزیں نہ بنائی جائیں صرف کے سین کو
سکھا کر رکھ لیا جاوے تو یورپ امریکہ میں بڑی آسانی سے سوداگروں کے ذریعہ سے بک سکتی ہی

اور گھی دودھ کا نرخ بھی ارزاں ہو جاوے۔ کے سین تیار کرنیکے لیئے پہلے دودھ کا انتظام کرنا چاہیئے۔ قاعدہ تو یہ ہے کہ ایسے کارخانے گئوسالہ کے قریب ہونا چاہئیں یا وہاں ہوں جہاں کم از کم تئو من دودھ روزانہ مل سکے کے سین کے تیار کرنے کے لیئے مکھن کا نکالنا ضروری ہے۔ چکنا ہٹ ہونے سے کے سین جلد بگڑ جاتا ہے چکنا ہٹ نہ رہنے سے دودھ جمانے سے کے سین بن جاتا ہے۔ بہت سے ملکوں میں دودھ جمانے کے کئی طریقے ہیں کہیں کہیں کھٹی چیزیں ڈال کر دودھ جماتے ہیں جیسا کہ ہندوستان میں کیا جاتا ہے لیکن اس میں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے اور ان طریقوں میں دودھ زیادہ آتا ہے اس طریقے سے وہاں بڑی دقتیں ہوتی ہیں۔ اس لیئے ایسی حالت میں رینٹ کا استعمال کرنا ضروری ہے۔ اور رینٹ کے ساتھ میں گندھک، نمک کا تیزاب ڈالنا چاہیئے۔ رینٹ ایک چیز ہے جو بچھڑوں کے پیٹ کی آنتوں سے بنایا جاتا ہے۔ فرانس میں بھی بہت طریقوں سے دہی جماتے ہیں۔ جب دہی جم جاتا ہے تو اس کو نچوڑ کر الگ کر لیتے ہیں پھر اچھی طرح دھو کر دھیمی دھیمی آنچ میں سکھا لیتے ہیں کیونکہ کے سین سے پانی نکال ڈالنا بہت ضروری ہے۔ کے سین بنانے کے لیئے ہوشیار آدمی کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے خشک کرنے میں اگر آدمی ہوشیار نہوا تو کے سین جل جاتا ہے۔ اور جلے ہوئے ٹکڑے ارزاں فروخت ہوتے ہیں سفید اور صاف و خوشبودار کے سین اچھے داموں سے بکتے ہیں گو کہ بازاروں میں کے سین بہت ملتی ہے پھر بھی بہت عمدہ کے سین بنانے کی کوشش کرنا چاہیئے کے سین کے کارخانے میں زیادہ روپیہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تھوڑے ہی سامان سے کام چل سکتا ہے۔ بہت سے ملکوں میں گائے کے دودھ سے کے سین تیار کی جاتی ہے یورپ میں کہیں کہیں بکری کا دودھ بھی کام میں لایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بھینس کا دودھ استعمال کیا جاتا ہے گائے کے دودھ میں کے سین ۳½ فی صدی بنتی ہے اور۔ اس کے اجزا میں یہ تناسب ہوتا ہے پانی ۲۲،۹ کے سین ۵ ر ۵ ۸ نمک ۷،۰،۱۔ بہت سے ملکوں میں دہی نچوڑنے سے جو پانی نکلتا ہے وہ بیکار نہیں جاتا ہے وہ شکر بنانے کے کام میں آتا ہے اس پانی کو اُبالنے سے البیوٹین الگ ہو جاتا ہے پانی کو خشک کر کے شکر بنائی جاتی ہے بعد کو شکر صاف کر لی جاتی ہے۔ دودھ کی شکر دیگر شکروں کے مقابلہ میں زیادہ مفید ہے۔ اس کے فائدہ یہ ہیں کہ دودھ کی شکر میں خمیر نہیں اُٹھتا اور وہ آسانی سے ہضم ہو جاتی ہے۔ یہ بیماروں و مریضوں کے لیئے مفید ہے کیونکہ اس کے استعمال سے کسی قسم کی بیماری کا ڈر نہیں رہتا ہے۔ اگر پانی ملے ہوئے دودھ میں

شکر ملادی جاوے تو اصلی دودھ کا کام دیتا ہے جو مثل عورتوں کے دودھ کے ہوتا ہے اگر بچوں کو گائے یا بکری کا دودھ پلانا ہو تو یہ شکر ملادینا چاہیئے جیسا کہ یورپ وامریکہ کے لوگ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دودھ کی شکر دواؤں میں ملاکر بیماروں کو دی جاتی ہے۔ اس لیئے وہی کا پانی نکالکر شکر بنا لینا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں نہ تو کوئی حرج ہے۔ اور نہ زیادہ محنت ہوتی ہے۔ اور ایک قسم کی کے بہت سستے داموں میں تیار ہوسکتی ہے۔ سوداگری میں کسی چیز کو بیکار سمجھ کر پھینک نہیں دینا چاہیئے۔ بلکہ جو کچھ ہو اُس کو کسی نہ کسی کام میں لانے کی تدبیریں کرنا چاہیئے۔ اور بہت سے ملکوں میں بھی یہی ذریعہ تجارت کا ہے۔

ہرنراین ناظم کرپال سنگھ

منیجر کا نوٹ

[illegible]

طالب علموں کو مژدہ

(منظور کردہ سررشتہ تعلیم صوبہائے بنگال و بمبئی)

عالیجناب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب ایم اے پی ایچ ڈی۔ ڈی ایس سی۔ ایس سی آئی۔ ای پرو وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ	عالیجناب آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب مرحوم بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل ہائی کورٹ میرٹھ

ہندوستان کے اس قدر اخبارات ورسائل ودیگر ماہران تعلیم نے بالاتفاق تسلیم کرلیا ہے کہ

پریکٹیکل ٹرانسلیشن (عملی ترجمہ)

سے بہتر آج تک طلبا اور اُستادوں کے انگریزی سکھانے والی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام اُس شخص کو دیا جائے گا جو صرف یہ ثابت کردے کہ طلبا و دیگر شائقین انگریزی دانی کے لیئے اس سے بہتر کوئی اور کتاب بھی ملک میں موجود ہے قیمت حصہ اول ۸/ – دوم ۱۲/ – سوم ۱/۸ ۔ تاجران کتب کو نقد قیمت پر کمیشن ۲۰ فی صدی۔

ملنے کا پتہ گیا پرشاد اینڈ سنز متصل شفاخانہ آگرہ

المشتہر خاکسار **محمد رضی** بی اے (علیگ) سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ

اخبار تعلیم لاہور۔ وطن لاہور۔ ایل امرتسر۔ مخبر دکن۔ العثمان گزٹ حیدرآباد۔ نیر اعظم مرادآباد۔ ذوالقرنین بدایوں۔ آگرہ اخبار آگرہ۔ پیسہ اخبار لاہور۔ انسٹیٹیوٹ علی گڑھ۔ مشرق گورکھپور۔ اس کے علاوہ اور بہت سی اسناد موجود ہیں۔

آدمی یور لودھیانہ۔ سول اینڈ ملٹری لودھیانہ۔ تسنیم کالج نیوز لکھنؤ۔ الناظر لکھنؤ۔ مخزن لاہور۔ نقاد آگرہ۔ افادہ آگرہ۔ النصیر لکھنؤ۔ اولڈ بوائے علی گڑھ۔

اگر پسند نہ ہو تو قیمت واپس کر دی جاویگی

خیال کا اثر زندگی کی کامیابی پر

(۱) انسان کے دماغ میں جو خیال پیدا ہوتا ہے وہ مثل ایک جاندار کیڑے کے ہے اگر وہ کمزور ہے تو وہ زائل یا تلف ہو جاتا ہے۔ انسان صبح سے شام تک ہزاروں بُری اور بھلی چیزیں دیکھتا ہے۔ وہ لوگوں کو عبادت کرتے بھی دیکھتا ہے اور نشہ بازی اور عیاشی کرتے بھی اور اُن کے دیکھنے سے اُس کے دماغ میں کچھ نہ کچھ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اگر وہ خیال کمزور ہے تو تھوڑی دیر دماغ میں رہ کر رفع ہو جاتا ہے اور اُس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

(۲) البتہ اگر وہ خیال قوی ہے تو وہ انڈے بچے دینے لگتا ہے۔ انڈے بچے دینے کی پہچان یہ ہے کہ بار بار وہی خیال آتا ہے۔ بار بار خیال آنے سے انسان کے اعضا و جوارح پر اس کا اثر پڑتا ہے جس سے وہ "خیال" "فعل" کی شکل اختیار کر لیتا ہے مثلاً معذور اور اپاہج لوگوں کو دیکھ کر اُن کی امداد کرنے کا خیال اگر بار بار آئے تو اُس کا سوچنے والا اکثر اُسے کر گزرتا ہے۔ یا کسی شخص کی جیب کترنے کا خیال بار بار آئے تو بعض وقت بلا ارادہ دوسرے کی جیب پر ہاتھ مار دیتا ہے اور یہی وہ شکلیں ہیں جن سے خیال عمل کا جامہ پہن لیتا ہے۔

(۳) جب چند بار انسان سے ایک فعل صادر ہوتا ہے تو اعضا و جوارح کو اُس کے اعادہ میں لطف آنے لگتا ہے۔ افیون، تمباکو، شراب، سب چیزیں بالعموم تلخ اور بد ذائقہ ہوتی ہیں۔ مگر چند بار اُنھیں کھانے پینے سے اُن کی طلب ہونے لگتی ہے اور یہی عادت کہلاتی ہے۔ برخلاف اس کے مریضوں کی خدمت کرنے، بیکسوں کی تجہیز و تکفین کرنے اور جنازہ اُٹھانے میں جب لطف آنے لگتا ہے تو اُس کے اعادہ ہونے سے ان کاموں کی "عادت" قایم ہو جاتی ہے۔

(۴) عادت قایم ہونے کے بعد ایک منزل عادت کی پختگی کی ہے جسے انگریزی میں "منرل کیرکٹر" کہتے ہیں۔ جس شخص کو بھلائی کرنے کی عادت ہو گئی اُس کے امکان سے باہر ہے کہ کسی کی امداد کا وقت ہو تو وہ اُس سے گریز کر سکے۔ اسی طرح کسی شخص کو چھوٹی موٹی چیزیں چرانے کی عادت ہو گئی تو باوجود دولتمند ہو جانے کے ممکن نہیں کہ موقع ملے اور وہ ہاتھ نہ مارے۔ چنانچہ دعوتوں اور پارٹیوں میں بڑے بڑے رئیس اور خوشحال اصحاب کبکوں اور پیالوں سے

جیسیں بھرلاتے ہیں اور یہ اُس کا کیرکٹر ہو جاتا ہے۔

(۵) بالآخر تقدیر، یا قسمت نتیجہ ہے۔ انھیں عادات کی پختگی یا کیریکٹر کا اگر اسراف، عیش پرستی بدچلنی، نسہ بازی اور ایسے ہی مضر قسم کے خیالات کے جراثیم دماغ میں پیدا ہوکر نشو و نما پاگئے اور اُنھوں نے افعال، عادات، اور کیریکٹر کی شکل اختیار کرلی تو انسان برباد و تباہ ہوگیا۔ اگر نیک چلنی، سادگی، کفایت شعاری، نفع رسانی کے خیالات کا نشو و نما ہوگیا تو سمجھو کہ انسان زندگی میں کامیاب ہوگیا۔

(۶) پس ضرورت ہے کہ ہر وقت انسان اِن پر نگرانی رکھے اُس کے دماغ میں کس قسم کے خیالات کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں۔ جس وقت کوئی مضر یا بُرا خیال پیدا ہو فوراً اُسے دفع یا الگ کر دے اور جب کوئی بھلائی اور نیکی کا خیال پیدا ہو تو دوبارہ اور سہ بارہ اُس پر غور کرکے اُن خیالات کی نشو و نما کرتا رہے حتٰے کہ خدا کی مہربانی سے زندگی کی اُس منزل میں پہونچے جسے کامیاب زندگی کہتے ہیں۔

ایڈیٹر

استفتاء

ذیل میں چند استفتاء درج ہیں جو ناظرین سود مند نے ہمارے پاس بھیجے ہیں۔ امید کہ علمائے کرام میں سے کوئی بزرگ ان فتووں کا جواب تحریر فرما کر سود مند میں اشاعت کے لئے ارسال فرمائینگے۔ ہمیں چونکہ فتوے دینے کا منصب نہیں اس لئے ہر استفتاء کے تحت میں اپنی یادداشت پیش کرینگے (ایڈیٹر)

(۱)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ کسی مسلمان کی جائداد کسی ہندو کے یہاں رہن بالقبض ہو اور کئی سال بعد کسی مسلمان کے دل میں رحم آکر بوجہ اخوت اسلامی اس جائداد کو غیر مسلم سے واگزار کرا کر اپنے یہاں رہن رکھے اور غیر مسلم کے سود کی رقم سے نصف رقم کرایہ کی ٹھہرا کر یا سود کی ٹھہرا کر اصلی مالک کے ہی سپرد کردے کہ جس سے وہ مع اپنے بال بچوں کے رہ کر دوسری جگہ کے کرایہ کے بار سے بچے اور اسی جائداد کے دوسرے حصہ سے کچھ کرایہ بھی وصول کر کے اصلی رقم زرعندا و خود کے کرایہ میں بھی جمع کرا سکے کہ جس سے وہ اپنی تباہی سے بچ جاوے تو ایسی حالت میں کیا وہ مسلمان ربا یا سود بہ منزل ربا کے عظیم گناہ کا مرتکب ہوگا۔ یا کسی ثواب کا مستحق۔

بندہ عنایت علی

عالیجناب مولینا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی نے سونگ بنک کے سود کے بارہ میں فرمایا ہے کہ اسے گورنمنٹ کے پاس کسی حالت میں چھوڑنا بہتر نہیں ہے۔ جناب موصوف کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے یہ مقصود ہے کہ مسلمانوں کو وہ سب دوسروں کے کاموں میں آئے اور اس طرح مسلمان نقصان سے بچیں۔ مگر مندرجہ بالا استفتے میں جو صورت پیش کی گئی ہے اس سے سراسر مقصود یہ ہے کہ ایک غریب مسلمان کو تباہی اور بربادی سے بچایا جائے اور جو سود مسلمان غیر مسلم کو دیتا ہے صرف اس سے نصف لیا جائے۔
بظاہر تو یہ عین صواب ہے۔ (ایڈیٹر)

(۲)

اوقاف کے املاک کا بیمہ اس کے تحفظ اور آئندہ تعمیر کی نیت سے (خدانخواستہ آگ لگ جائے

یا گر پڑے بایں صورت بیمہ کمپنی رقم دیدیتی ہو اس کا لینا شرعاً کیا حکم رکھتا ہو۔

(۳۷)

کسی قومی مکان کی تعمیر کے لیئے رقم کثیر کا لینا مگر قومی عمارت کے بیمہ کر لینے کی شرط پر جیسا کہ اوقاف کے ناظمین سے یہ شرط پیش کی جاتی ہو بایں صورت وہ رقم لے لینا شرعاً جائز ہوگی یا نہیں۔

نوٹ ایک انگریزی مصنف ڈریپر نے لکھا ہو کہ "بیمہ بحری" مسلمانوں کی ایجاد ہو جبکہ وہ اسپین میں حکمران تھے۔ جب کوئی جہاز ڈوب جاتا تھا تو مالک جہاز اور مالک سامان تجارت کو ناقابل برداشت نقصان اُٹھانا پڑتا تھا۔ مسلمانوں نے بیمہ کے ذریعہ سے ایسی صورت نکالی کہ بحری تجارت یقینی ہوگئی۔ اُس سے خطرہ دور ہوگیا۔ بیمہ کرنے والے اور بیمہ کرانے والے دونوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں بلکہ سراسر نفع ہی۔ بیمہ کمپنیوں کا کام اس قسم کا ہو کہ برخلاف دوسری تجارت کے اُس میں نقصان کا اندیشہ بہت کم ہو اسی وجہ سے بیمہ کمپنیاں عرصہ دراز تک قایم رہتی ہیں۔ اور بیمہ کرانے والے کو اطمینان خاطر اور سکون حاصل ہوتا ہو۔ جو لوگ بیمہ کے نظام سے واقف نہیں وہ اس کو جوا سمجھتے ہیں حالانکہ بیمہ تجارت سے بھی زیادہ یقینی ہو۔ افسوس کہ مسلمانوں کی ایجاد سے دیگر اقوام نفع اُٹھا رہی ہیں اور مسلمان دنیا میں ایک خطرہ کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اُمید کہ ہمارے علمار کرام اس طرف توجہ فرمائیں گے۔ (اڈیٹر)

بچوں کا تعلیمی بیمہ

اس کے متعلق اکثر حضرات تفصیلی قواعد اور کمپنیوں کے پتے دریافت کرنے کے لیئے سودمند آفس میں خطوط بھیجا کرتے تھے اس ضرورت کی اہمیت سے متاثر ہوکر سودمند مطبوعہ اکتوبر ۳۲ء میں ایک تفصیلی مضمون شایع کر دیا گیا اور ساتھ ہی اس مضمون کو چار ورق کے رسالے کی حیثیت سے علیحدہ بھی چھپوا دیا گیا ہے۔ جس میں بچوں کی شادی کے لیئے سرمایہ جمع کرنے اور اس کو قابل اطمینان طریقے سے محفوظ رکھنے اور بڑھانے کے اصول بھی درج ہیں۔ جو صاحب چاہیں ۱ر کے ٹکٹ بھیجکر سودمند آفس بدایوں سے طلب فرمائیں۔ "مینجر"

خلاصہ خطوط

جناب والا تسلیم

جناب کا گرامی نامہ صادر ہو کر باعث مسرت ہوا آپنے مجھ ناچیز اور حقیر کی بہت زیادہ عزت افزائی فرمائی۔ آپ کی بندہ نوازی کا تہہ دل سے شکریہ۔

بہت بڑی خوشی کی بات ہی کہ آپنے زمانے کی موجودہ حالت کو محسوس کرکے بہت بڑا کام اپنے ذمہ لیا ہی بلکہ فی الحقیقت تمام مسلمانان عالم کے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہو کہ رسالہ **سود مند** جاری فرماکر ترقی کے صحیح راستہ پر لائے ہیں اور آنکھیں کھولدی ہیں خدا آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

میرے ناقص نقطۂ نظر میں رسالہ سود مند کے لیئے یہ بات بہت عمدہ معلوم ہوتی ہی کہ ہر مہینے کے پرچہ میں صفحہ اول پر ایک ایسا فوٹو ضرور دیا کیجیئے کہ جس میں وہ ادنیٰ ہندو مسلم تاجر جنھوں نے اپنی حکمت عملی اور قابلیت سے ترقی کرکے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا ہی کیونکہ ہر ایک تجارت کے لیئے ایک عمدہ اور دلچسپ طریقہ سے مشتہر کرنے کی ضرورت ہی۔ آپ خود بھی انشاء اللہ جانتے ہیں کہ معمولی طریقے سے ہمارے کانوں میں جوں تک نہیں رینگے گی۔

ناچیز حقیر محمد مغل کیمپ چینٹ سہسرام ضلع آرہ

مکرمی بندہ جناب منیجر صاحب۔ تسلیم

تین عدد رسالہ جواز سود ایک عدد رسالہ مالی اصلاح مندرجہ ذیل پتہ سے روانہ فرماکر مشکور کریں لعد مجھ کو تو آپ کی یہ تحریک تاریکی میں ایک روشنی دکھائی پڑتی ہی اور خداوند کریم سے ہر وقت دعا ہوں کہ مسلمانوں کو غیر قوموں کی غلامی سے بچائے اور خوشحال مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کی مدد کریں اور جو بیڑا اسلام کا اس وقت ڈگمگا رہا ہی اس کو ڈوبنے سے بچا لیں اور مخالفین کو اس تحریک کا حامی بنا دے تاکہ وہ دیکھیں اور غور کریں کہ اس وقت مسلم قوم کس ذلت نکبت میں بسر کر رہی ہی اور اگر چندے یہی حالت رہی تو بہیئت مسلمانوں کا ہندوستان میں کیا حشر ہونے والا ہی۔

تجمل حسین لال علی آفس کانپور

ناظرین سود مند کے عملی کام

ماہ اکتوبر کے سود مند میں ناظرین سود مند کی خدمت میں عرض کیا گیا تھا کہ وہ مندرجہ سوالات
کو پیش نظر رکھ کر از راہ کرم تحریر فرمائیں کہ انھوں نے اُن کی تعمیل کی۔ اُس کے جواب میں چند خطوط
آئے ہیں اُن میں سے چند خطوط درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

(۱) جناب میاں محمد امیر الدین صاحب، راولپنڈی سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا مطبوعہ
خط جو سود مند اکتوبر کے صفحہ پانچ پر شائع ہوا آج میری نظر سے گزرا۔ میں سمجھتا ہوں کہ سود مند
کا وجود اس بدنصیب مسلم قوم کے لئے نہایت مفید ہے اور اس کا جاری رکھنا از حد ضروری ہے
جو کام اور خدمت قومی اس کے ذریعے سے ہو رہی ہے وہ کسی دوسرے رسالے سے نہیں ہو سکتی۔
اس لئے میں مشورہ دوں گا کہ اس رسالہ کو ہمیشہ جاری رکھنا چاہیئے اور اس کا چندہ سالانہ بڑھا
دینا چاہیئے تاکہ جناب سید طفیل احمد صاحب کو مزید خسارہ نہ اُٹھانا پڑے۔

میں اپنی نسبت یہ عرض کرتا ہوں کہ چونکہ میں شروع سے بنک کی ملازمت میں رہا ہوں
اور ہندو صاحبان کے درمیان عمر کا بہت سا حصہ گزارا ہے میں روپے کی قدر و قیمت کو بخوبی
جانتا ہوں لیکن سود مند کے مطالعے نے مجھ پر وہ اثر کیا جو سونے پر سہاگہ کرتا ہے۔ جان کا بیمہ
میرا کئی سال گزرے کرایا گیا تھا۔ اپنے بچوں کو کفایت شعاری کے فوائد اکثر سناتا ہوں۔ سود مند
بھی وہ پڑھتے ہیں اور اللہ کے فضل سے سود مند سے فیض یاب ہو کر ڈاکخانہ میں اپنا ماہوار خرچ جمع کراتے
ہیں۔ چھوٹی لڑکی جو قریباً ۸ سال کی ہے وہ بھی اپنے بھائیوں کی دیکھا دیکھی اپنا حصہ جمع کرا دیتی ہے۔

اپنے جمع شدہ سرمایہ ہی سے اپنے رشتہ داروں کی امداد کی جاتی ہے تاکہ وہ بجائے سودی روپیہ
لینے کے بغیر سودی روپے سے فائدہ اُٹھائیں۔ شادی غمی کے مسرفانہ اخراجات سے بچنے کے لئے
جو کوشش میں نے کی ہے اس کی تشریح کے لئے وقت درکار ہے لیکن اتنا عرض کرتا ہوں کہ مجھ اکیلے کا
مقابلہ خاندان کے کئی سربرآوردہ لوگوں سے رہا ہے اگر انھوں نے میری بات مان لی تو میں شامل ہوا
ورنہ صاف کہدیا کہ چونکہ آپ اپنی تباہی کے سامان خود پیدا کرتے ہیں میں اس تباہی میں ہرگز
شامل نہیں ہوں گا۔ اصلاح رسوم قبیح کی اشاعت کرنا میں نے اپنی زندگی کا مشن سمجھ لیا ہے۔
نادار مسلمانوں کو تھوڑی بہت پونجی اپنے پاس سے دے کر اُن کو ترازو پکڑنا سکھانا سودا بیچنا اور خریدنا

سمجھانا میرا فرض ہی مگر افسوس سے عرض کرتا ہوں کہ مسلمان اصلاح کی جانب بہت کم ہی راغب ہیں۔ گھنٹوں سر کھپا کر کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ بس پرملّاؤں اماموں کا اُٹھایا ہوا فساد مسلمانوں کو اپنی حالت سنوارنے کی جانب توجہ ہی نہیں کرنے دیتا۔ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کم از کم ہندوستان کے مسلمان اپنی ہستی کو قایم رکھنا نہیں چاہتے اور اِدھر اُدھر کے حالات بھی اُن کے ناموافق ہیں۔ اللہ رحم فرمائے

خاکسار

(میاں) محمد امین الدین۔ انڈین اسسٹنٹ لائیڈ بنک

جناب محمد سخاوت علی صاحب ناجر حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں :۔

اکتوبر ۱۹۲۲ء کا جو رسالہ سود مند آپ نے ارسال فرمایا ہی اُس کے پانچویں صفحہ میں آپنے یہ دریافت فرمایا ہی کہ جن کی نظر سے یہ رسالہ گزرے وہ اپنے عملی کاموں سے اطلاع دیویں لہذا جو کچھ میرے علم میں آیا ہی وہ عرض کرتا ہوں۔

(۱) اپنی آمدنی کا کوئی حصہ بچانے کی اکثر صاحب کوشش کر رہے ہیں اور بعض بعض کامیاب ہوئے ہیں۔

(۲) بمقابلہ پیشتر کے اب اخراجات شادی اور غمی روز بروز کم کرتے جاتے ہیں۔

(۳) جن لوگوں کے پاس روپیہ تھوڑا یا بہت ہی وہ بلا امداد مہاجنوں کے کاروبار تجارت یا کوئی اور طریقہ پر کر رہے ہیں اکثر صاحب اور میں ناچیز اپنے ملنے والے یا رشتہ داروں کو رسالہ سود مند پڑھ کر سناتا ہوں اور اُن کو آمادہ کرتا ہوں۔ اور کبھی کبھی یا کسی کسی کی وقت مصیبت کے امداد بھی کرتا ہوں اور اپنے گھر میں پورا پورا عمل درآمد یہ کر دیا ہی کہ آمدنی میں ایک چہارم آمدنی بچائی جاوے اور بی بی بچوں کو ماہواری بھی مقرر کر دی ہی اور دو موضع مسلم اور شرخاص کی جائداد از قسم معافی و غیر معافی بچوں کے نام وقف علی الاولاد کر کے اُس کا داخل خارج اُن کے نام کرا دیا ہی اور میں تاحیات متولی رہونگا بقیہ جائداد اور کچھ رقم اس وقت تک میں نے اپنے نام قایم رکھی ہی اور دو لڑکے میرے کالج علیگڑھ میں تین برس سے تعلیم پا رہے ہیں۔ اِن دونوں کے خرچ کے لائق ماہواری مقرر کر دی ہی اور جو کچھ خرچ کرکے بچتا ہی اُس کو کچھ تجارت میں لگاتا ہوں اور کچھ گنہگار رہوتا ہوں کہ سود پر دیدیا ہی مگر بفضلہ تعالے ہمارے ہندو بھائی چند ہیں اُن کو سود پر دیدیا ہی۔ اب دوسرے ورق پر اپنا حال مفصل عرض کرتا ہوں۔

بیمہ کے سوال و جواب

(از مصورِ فطرت جناب خواجہ حسن نظامی صاحب منقول از منادی۔ دہلی)

(گزشتہ سے پیوستہ)

سوال آپ پیغمبر ہیں، یا مہدی ہیں، یا مجدد ہیں، یا مجتہد ہیں، یا کوئی عالم مفتی ہیں؟ جو آپ نے مسلمانوں کو ایک شرعی معاملہ میں ایسا حکم دے دیا۔

جواب نہ میں پیغمبر ہوں، نہ میں مہدی ہوں، نہ میں مجتہد ہوں نہ عالم و فاضل اور مفتی ہوں، مگر ایسا مسلمان ضرور ہوں جو شریعت کے احکام کی وجہ اور مقصد کو سمجھ سکتا ہے۔ اس واسطے مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں مسلمانوں کو شریعت کا سیدھا راستہ بتاؤں، جس طرح کہ ہر مسلمان کو یہ حق حاصل ہے اگر وہ میری جیسی بھی سمجھ رکھتا ہو۔

سوال کیا آپ کو یہ مغالطہ ہو گیا ہے کہ مسلمان آپ کا کہنا مانتے ہیں؟ حالانکہ علمی طبقوں میں آپ بہت ادنےٰ درجہ کے سمجھے جاتے ہیں، اور ایک شخص بھی آپ کی بات نہیں مانتا۔

جواب یہ آپ ٹھیک کہتے ہیں کہ میں کوئی بڑا آدمی نہیں ہوں، اور ممکن ہے کہ اہل علم کے طبقوں میں میرے سامنے بے توجہی ہوتی ہو۔ لیکن میں اس کو صحیح تسلیم نہیں کرتا کہ مسلمان میری بات نہیں مانتے۔ ستر ہزار تو میرے مرید ہیں۔ اور وہ سب میری تقلید اور اطاعت اپنا فرض سمجھتے ہیں، اور ان کا ایمان ہے کہ جس شخص کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر انھوں نے بیعت کی ہے وہ سب اس شخص کے ساتھ دُنیا اور آخرت میں رہنا چاہتے ہیں۔

اور ان مریدوں کے علاوہ اور بھی ہزارہا مسلمان بلکہ لاکھوں مسلمان میری بات کو سُنتے ہیں اور میرے کہنے پر عمل کرتے ہیں چنانچہ اس بیمہ کے مسئلہ پر محض میری تحریک کی وجہ سے ہزارہا آدمیوں کو توجہ ہو گئی۔ اور بالفرض کوئی شخص بھی میرا کہنا نہ مانے تب بھی جو فائدہ کی، اور مسلمانوں کو خطرہ سے بچانے کی بات میری سمجھ میں آئے گی میں اس کو ضرور کہونگا، اور لکھوں گا۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الساکت عن الحق الشیطان الاخرس یعنی سچی بات کہنے کے وقت خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔

سوال لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے روپیہ کی طمع اور سودخواری کے شوق کی وجہ سے ڈاکخانہ کے سیونگ بنک اور دوسرے بنکوں سے لین دین شروع کیا ہے۔ اور بیمہ کی یہ نئی تحریک بھی اسی

واسطے کی ہے کہ آپ کو بیمہ کمپنیوں سے کمیشن ملے اور آپ کے پاس روپیہ بہت سا ہو جاوے گا۔

جواب یہ بات چاہے آپ فرمائیں، چاہے اور لوگ کہیں میں اس سے بُرا نہیں مانوں گا کیونکہ موجودہ زمانہ میں ہندوستان کے مسلمانوں کی سلامتی اور اس ملک میں رہ سکنا صرف اس بات پر منحصر ہے کہ وہ ہندوؤں کے مقروض نہ ہوں۔ اور ان کی مفلسی اور بیکاری دور ہو جاوے اور مفلسی اور بیکاری تجارت کے بغیر دور نہیں ہو سکتی، اور تجارت بنک کے لین دین کے بغیر نہیں چل سکتی۔ اور تجارت کفایت شعاری کے بغیر نہیں چل سکتی۔ اور جان کا بیمہ کرانے سے کفایت شعاری پیدا ہوتی ہے۔ اس واسطے میں مسلمانوں کے لیئے بنک اور بیمہ کو ضروری سمجھتا ہوں . . . . . .

اور چونکہ میں خود بھی بفضل خدا ایک مسلمان ہوں اس واسطے اپنی بیکاری اور مفلسی دور کرنے کے لیئے نیز دوسروں کی پیروی اور تقلید کا نمونہ بننے کے لیئے میں نے اپنے لیئے بنک اور بیمہ کا تعلق پیدا کیا۔ رہا یہ سوال کہ مجھ کو بیمہ کمپنیوں سے کمیشن ملے گا، اور میں روپیہ کا لالچی ہو گیا ہوں، اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے تو خود ہی اپنے اعلان سابق میں صاف صاف لکھدیا تھا کہ مجھ کو بیمہ کمپنی سے کمیشن ملے گا۔ اور میں یہ کمیشن اپنی محنت کا حق سمجھکر اخراجات منہا کر کے سب تبلیغ کے فنڈ میں دیدوں گا۔ جیسا کہ میں اپنی اکثر نذروں کو جو مجھے مریدوں اور معتقدوں سے ملتی ہیں یا لوگ میرے بچوں کو بطور تحفہ اور ہدیہ کے دیتے ہیں وہ سب تبلیغ کے فنڈ میں شامل کر دیتا ہوں۔ اگر میں روپے کا لالچی ہوتا، تو آج سے پچیس سال پہلے درگاہ کے چڑھاوے کی آمدنی کو ترک نہ کر دیتا حالانکہ مجھ کو اس چڑھاوے کی آمدنی سے بڑی بڑی رقمیں حاصل ہوتی تھیں، مگر میں نے اس کو اپنے بزرگوں کی روش کے خلاف سمجھا اور ناجائز خیال کیا، اور اس کا لینا اس وقت چھوڑا جب کہ میرے کھانے پینے کا اور کوئی سہارا ابھی موجود نہ تھا، اس واسطے مجھے اس عہد سے بہت تکلیف ہوئی اور میں نے اور میرے بیوی بچوں نے کئی کئی وقت کے فاقے کیئے، اس کے بعد میں نے تجارت شروع کی، اور اس سے میری بسر اوقات ہونے لگی پھر میں نے کتابیں تصنیف کیں اور وہ اتنی زیادہ مقبول ہوئیں کہ میرے پاس پچاس ہزار روپے سے زیادہ کی جائداد ہو گئی، اور اس جائداد کا بڑا حصہ میں نے تبلیغ اسلام کے لیئے وقف کر دیا۔ اور شدھی کی تحریک کی ابتدا سے آج تک ڈھائی سو روپے ماہوار میں اپنی جیب خاص سے تبلیغ کے کام میں خرچ کرتا ہوں۔

پس اگر میں روپے کا لالچی ہوتا، تو دولت اپنے لیئے اور اپنے بچوں کے لیئے جمع کرتا۔

اندستر ہزار مریدوں سے مختلف حیلے بہانے کرکے اتنا روپیہ جمع کرلیتا کہ ایک چھوٹا سا نواب معلوم ہوتا۔ کیونکہ میرے مریدوں میں بڑے بڑے والیان ریاست بھی ہیں، اور کروڑپتی تاجر بھی ہیں، ان سب سے اور عام مریدوں سے اگر میں فی کس ایک روپیہ سالانہ وصول کرتا تو ستر ہزار روپے سالانہ کی آمدنی مجھے ہو جاتی۔ اور پھر میں یقیناً ایک نواب کہلاتا۔

میں تو بیمہ اور بنک کی طرف مسلمانوں کو انہی کے فائدہ کے لئے بلاتا ہوں۔ اور میری ذاتی منفعت کا جتنا تعلق اس کام سے ہے، اس کو میں نے خود ہی بغیر کسی سوال کے پہلے ہی شائع کر دیا تھا، اور اگر بالفرض میں بیمہ کمپنیوں سے کمیشن لیکر اپنی ہی جیب میں رکھوں اور تبلیغی فنڈ کو نہ دوں، اور محض کمیشن کے لئے مسلمانوں کو بیمہ کرانے کی رغبت دلاؤں تب بھی میں اپنے آپ کو گناہگار نہ سمجھونگا۔ کیونکہ جس طرح میں اور تجارتیں کرتا ہوں، یہ بھی ایک طرح کی تجارت ہوگی اور اس تجارت کے نفع کو جو کمیشن کی صورت میں ہے میں اپنا پاک صاف حق سمجھونگا۔ اور اس کے ساتھ میرے دل کو اس سے خوشی اور تسلی ہوگی کہ میں نے وہ تجارت کی جس سے میری ذات کو بھی فائدہ پہنچا، اور میری اس غریب اور مفلس اور نرصدار مسلمان قوم کو بھی فائدہ پہنچا جو آج کل فاقہ کشی میں مبتلا ہے۔ اور جس کی حالت نزع اور سکرات کی سی ہو رہی ہے۔

سوال مجھے اس جواب سے تو اطمینان ہو گیا کہ یقیناً آپ مسلمانوں کے فائدہ اور نفع رسانی کی نیت سے یہ کام کر رہے ہیں، اور آپ کا اصلی مقصد ذاتی نہیں ہے بلکہ قومی ہے۔ لیکن آپ کو یہ بھی خیال کرنا چاہیئے کہ بیمہ میں سود اور قمار کی دو شکلیں پائی جاتی ہیں، اور سود اور قمار دونوں مسلمانوں کے لئے حرام ہیں۔ پس ایک دنیاوی فائدہ کے لیئے جس کا تعلق چند روزہ زندگی سے ہے مسلمان قوم کو جوئے اور سود میں مبتلا کرنا کیسی خطرناک بات ہے، آپ کو لازم تھا کہ بیمہ کی تحریک شروع کرنے سے پہلے مسلمانوں کو یا تو یہ بتا دیتے کہ بیمہ میں سود اور قمار کی شکلیں بھی پوشیدہ ہیں، اور یا اس کا جواب لکھتے کہ بیمہ میں جو سود اور قمار مخفی ہے وہ درحقیقت سود اور جوا نہیں ہے۔ آپ کی اس تحریک کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں مسلمان جان کا بیمہ کرالیں گے اور اس طرح وہ سب سود اور قمار کی شرکت کا گناہ اپنے ذمہ لینگے، اور اس گناہ کا بڑا حصہ آپ کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا۔

جواب میں نے بیمہ کی تحریک شروع کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لیا ہے اور اس کے تمام پہلوؤں پر غور کر لیا ہے کہ بیمہ میں سود اور قمار کی کوئی بات نہیں ہے۔ اگرچہ اس میں اور

آج کل کی ان تمام تجارتوں میں جو ساری دنیا میں مروج ہیں سود اور قمار سے مشابہ حالتیں پائی جاتی ہیں، لیکن وہ درحقیقت سود اور قمار سے بالکل علیحدہ ہیں بعض تجارتیں مثلاً لاٹری اور گھوڑ دوڑ وغیرہ یقیناً قمار کی حد میں آتی ہیں، لیکن بیمہ کے اندر جو صورت ہے وہ ایک طرح کا تجارتی معاہدہ ہے۔ اِس لیئے نہ سود ہے، اور نہ قمار ہے۔ لاٹری میں کوئی شخص یقین نہیں کرسکتا کہ میرا نمبر نکلے گا، اور جو روپے میں دے رہا ہوں، یہ یا اس سے کچھ زیادہ مجھ کو ضرور ہی ملے گا۔ اور یہی حال گھوڑ دوڑ کا ہے۔ مگر بیمہ میں یہ بات نہیں ہے۔ بیمہ کرانے والا یقین رکھتا ہے کہ اس نے جس منفعت کا معاہدہ بیمہ کمپنی سے کیا ہے، وہ اس کو ضرور حاصل ہوگی اور اس کا تمام روپیہ جو اس نے بیمہ کمپنی کو دیا ہے نفع کے ساتھ واپس مل جائے گا، مگر لاٹری اور گھوڑ دوڑ میں یہ بات نہیں ہے۔ وہاں ہزار کو نقصان اور چند کو فائدہ۔

سوال میں۔ پوچھتا ہوں کہ جب آپ نے چھ ہزار روپے کا اپنا بیمہ کرایا، اور ڈیڑھ سو روپے سہ ماہی معاہدہ کے موافق بطور قسط کے دیئے، اور سال بھر کے بعد آپ مرگئے تو آپ نے ایک سال میں چھ سو روپے دیئے، اور آپ کی اولاد نے اس کے بدلے چھ ہزار روپے وصول کرلیئے تو دیکھیے کہ یہ جوا ہے یا نہیں؟

جواب جی نہیں یہ جوا نہیں ہے کیونکہ جب آپ ایک روپے کی چیز بھاؤ بڑھ جانے کی حالت میں ایک ہزار کو فروخت کرتے ہیں، اور نو سو ننانوے روپے کو تجارتی نفع سمجھتے ہیں۔ حالانکہ کبھی تو وہ ایک روپیہ کی چیز سوا روپے کو بکتی ہے، اور کبھی سوا دو روپے کو بکتی ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک روپے کی چیز کے آپ کو آٹھ آنے اور چار آنے بھی نہیں ملتے۔ مگر ان دونوں صورتوں میں چاہے نفع ہو یا نقصان، آپ کو قمار کا خیال نہیں آتا۔ پھر بیمہ کی آمدنی کو آپ جوا اور قمار کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ بیمہ کی حالت تو یہ ہے کہ اگر آپ مقررہ معاہدہ کے وقت سے پہلے مرگئے تو چاہے آپ نے روپیہ کم دیا ہو لیکن بیمہ کمپنی اپنے تجارتی عہد کے موافق آپکو پوری مقررہ رقم ادا کرے گی۔ اور اگر بیمہ کمپنی کے نصیبہ سے خدا نے آپ کو بہت دن زندہ رکھا تو آپ برابر اپنی قسط ادا کریں گے، اور بیمہ کا وقت ختم ہونے کے بعد وہ روپیہ خود آپ کو مل جائے گا، تو پھر آپ ہی بتایئے کہ اس میں قمار کی کونسی صورت ہے۔

سوال سود اور قمار کی شریعت اسلام نے ممانعت کیوں فرمائی ہے؟ اگر اس مسئلہ کا حل ہو جائے تو پھر آسانی کے ساتھ آج کل کی ان تجارتوں کا بھی مقدمہ صاف ہو جائے گا، جن میں سود اور قمار کی

کوئی ٹھیک جواب دے سکتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہی نہیں کہ بیمہ کیا چیز ہے؟ اور اس کے اصول وفروع کیا ہیں؟

رہی یہ بات کہ اس سے میری شہرت کو نقصان پہونچے گا۔ اس کا مجھے کچھ خوف نہیں ہے، میں مسلمانوں کی محبت اور مسلمانوں کی حفاظت اور مسلمانوں کی ترقی کے لئے ہر بدنامی کو برداشت کرونگا۔ آج پانچ سال پہلے مشہور تھا کہ میں ہندو ہوگیا ہوں، اور ہندؤں میں میرے ہزارہا محبت کرنے والے تھے۔ لیکن جب میں نے شدھی کی تحریک کا مقابلہ شروع کیا تو میرے دوستوں نے مجھے یہ ہی کہہ کر ڈرایا تھا کہ آپ ہندؤں میں بدنام ہو جائیں گے اور آپ کی یہ ہردلعزیزی جاتی رہے گی۔ اس واسطے آپ یہ کام نہ کیجئے۔ تو میں نے جواب دیا تھا کہ نیک نامی اور عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور اسلام کے لئے زیبا ہے، مجھ جیسے غلاموں کے لئے تو یہی شعر پڑھنا اور اس شعر کے مفہوم کو اپنا مسلک بنانا زیب دیتا ہے۔

گرای زاہد دعائے خیر میگوئی مرا این گو
کہ این آوارہ کوئے بتاں آوارہ تر بادا

پس اگر مسلمانوں کی حفاظت اور ان کی مفلسی اور بے کاری اور قرضداری دور کرنے کی کوشش میں میری رسوائی اور بدنامی ہو، اور میری شہرت کو نقصان پہنچے، اور مجھکو لالچی اور دولت پرست کہا جائے تو میں اس سے شکستہ خاطر نہیں ہونگا۔ بلکہ میرے دل کو خوشی ہوگی اور میں مرتے وقت بڑے اطمینان سے دنیا سے رخصت ہونگا کہ میں نے یہ الفاظ اور یہ بدنامیاں اپنے دین اور اپنی قوم کی محبت میں برداشت کیں۔

سوال کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دنیا کی بہت برائی بیان کی ہے، اور جگہ جگہ مسلمانوں کو دنیا پرستی سے روکا ہے۔ پھر جو آپ دنیاوی مال کے لیے مسلمانوں کو بیمہ اور بنک کی شرکت کا سبق پڑھاتے ہیں، تو کیا آپ اللہ اور اس کے رسول کے کلام قرآن کی نافرمانی نہیں کرتے؟

جواب کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ جس دنیا کی برائی قرآن مجید میں آئی ہے، اس دنیا سے مراد روپیہ پیسہ اور جائداد اور بال بچے اور سازو سامان نہیں ہے۔ بلکہ خدا کو بھول کر ان چیزوں کی محبت میں مبتلا ہو جانا وہ دنیا ہے۔ جس کی برائی کی گئی ہے چنانچہ مولانا روم نے فرمایا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بودن نی قماش و نقرہ و فرزند و زن

کہ دُنیا کیا ہے۔ خدا سے غافل ہونا ہے نہ کہ عمدہ کپڑے اور چاندی سونا اور بیوی بچے۔

اگر یہ چیزیں دُنیا ہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب اور اصحاب کے تابعین اور تابعین کے تبع تابعین اور ان کے بعد کے علماء اور اولیاء اللہ اور تاجر اور بادشاہ کبھی روپیہ پیسے کو ہاتھ نہ لگاتے۔ اور کبھی روپیہ پیسہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتے حالانکہ خود رسول اللہؐ نے تجارت کی، ان کے خلفاء راشدینؓ نے تجارت کی، اور بڑے بڑے صحابہؓ نے تجارت کی، اور اکثر مشائخ اور علماء نے تجارت کی، اور بڑے بڑے دینی اماموں نے تجارت کی، چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی تجارت کرتے تھے جن کی حنفی فقہ کی آج تمام دنیا کے مسلمان پیروی کرتے ہیں۔ اگر روپیہ پیسہ تجارت یا اور ذرائع سے جن کی علانیہ ممانعت نہ کردی گئی ہو حاصل کرنا گناہ ہوتا تو یہ سب لوگ ضرور ضرور روپیہ پیسے کو ترک کر دیتے، مگر ان میں سے ایک نے بھی ایسا نہیں کیا۔ اس لیئے میں کہتا ہوں جناب عالی خدا کے کلام قرآن کو تو آپ سے اور مجھ سے زیادہ رسول اللہ اور ان کے خلفاء اور ان کے اصحاب شریف اور اولیاء زیادہ سمجھتے تھے حضور غوث الاعظمؒ کا نام نامی۔ دنیا جانتی ہے کہ بہت بڑے روحانی پیشوا مسلمانوں کے تھے۔ وہ بھی تمام عمر تجارت کرتے رہے تو معلوم ہوا کہ ان سب نے قرآن مجید کی تعلیم یہ نہیں سمجھا کہ دنیا کے چیزیں نہ چاہیئے۔ اس واسطے وہ سب کے سب دُنیا کی دولت کو حاصل کرتے رہے، وہ زندگی کے بیمے نہ کرتے تھی اور اس کے واسطے قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا تھا وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا یعنی اپنا دنیاوی حصہ نہ بھول اور قرآن مجید میں ان کو یہ دعا سکھائی گئی تھی کہ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً یعنی اے خدا ہم کو دنیا کی خوبیاں دے۔ اور آخرت کی خوبیاں دے۔ اور خدا نے اس دعا میں لفظ دنیا کو آخرت سے پہلے بیان کیا ہے۔ اس واسطے میں یقین کرتا ہوں کہ بیمہ کرانا قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے۔

لہذا ہر مسلمان کو اپنی مالی حالت درست کرنی چاہیئے، اور وہ بیمہ کے ذریعہ سے درست ہوسکتی ہے۔

سوال کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ کو بیمہ کمپنیوں سے کیا کمیشن ملے گا اور تبلیغ کے فنڈ کو اس کمیشن سے سالانہ یا ماہوار کتنی آمدنی بڑھ جائے گی۔

جواب مجھے کچھ معلوم نہیں کیونکہ یہ کام میں نے پہلے کبھی نہیں کیا۔ مگر اب ایک مہینے کے تجربے سے مجھے معلوم ہوگیا کہ میں کسی بیمہ کمپنی کی کمیشن ایجنسی نہیں کرسکتا کیونکہ یہ کام بڑی فرصت

چاہتا ہے۔ اور میرے پاس آج کل پانچ منٹ بھی فالتو نہیں ہیں۔ اگر بالفرض ایک مہینے کی لگاتار مسلسل محنت کرنے سے مجھ کو ایک سو یا دو سو روپے کمیشن کے ملے تو حساب کی رو سے میں گھاٹے میں رہا۔ کیونکہ اگر یہی وقت میں تبلیغ کے اہم معاملات میں خرچ کرونگا تو مسلمانوں کو لاکھوں روپے کے نقصان سے بچا لونگا۔ اور ان کو لاکھوں روپے کے فائدے کی حکمتیں بتا سکونگا۔ اور خود اپنی ذاتی تجارت میں بھی اتنی محنت کروں تو بیمہ کے کمیشن سے مجھے بہت زیادہ روپیہ مل سکتا ہے۔

اسی لیئے میں نے فیصلہ کر دیا کہ **کسی بیمہ کمپنی کا ایجنٹ نہیں بنونگا۔**

سوال کیا آپ نے پہلے نہیں سوچا تھا کہ بیمہ کی کمیشن ایجنٹی کرنے میں بہت زیادہ وقت خرچ کرنا پڑتا ہے۔

جواب میں نے پہلے کبھی یہ کام نہیں کیا تھا۔ تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس کام میں معروف ہو کر پھر دوسرا کام کرنا اور اس کے لیئے وقت نکالنا قطعی ناممکن ہے۔ اور جب میں نے دیکھا کہ بیمہ کے کام میں میرا قیمتی وقت بہت ضایع ہو رہا ہے کیونکہ صدہا قسم کے خطوط کا جواب لکھنا۔ لوگوں کو زبانی سمجھانا طرح طرح کے اعتراضات سننا تو میں نے فوراً فیصلہ کر لیا کہ میرے لیئے یہ کمیشن ایجنٹی قطعی نامناسب ہے لہذا میں نے ارادہ ترک کر دیا کہ کسی بیمہ کمپنی کا ایجنٹ بنوں پس آپ کو اور سب لوگوں کو معلوم رہنا چاہیئے کہ **میں کسی بیمہ کمپنی کا ایجنٹ نہیں ہوں**۔ اور مجھ سے اس کی نسبت آئندہ کوئی شخص خط و کتابت نہ کرے میرا فرض صرف اتنا ہے کہ بیمہ کی ضرورت پر مسلمانوں کو متوجہ کرتا ہوں۔ اور اس کے قواعد عام فہم الفاظ میں تیار کر کے شایع کر دوں اور یہ بتا دوں کہ فلاں بیمہ کمپنی میری تحقیقات کی بموجب زیادہ معتبر اور بھروسے کے قابل ہے۔

سوال اگر آپ سابقہ اعلان کے موافق کسی بیمہ کمپنی کے ایجنٹ بن جاتے اور کمیشن لے کر کام کرتے تو کیا یہ بات آپ کی عزت و شان کے خلاف نہ ہوتی۔

جواب نہیں میں اس کام میں اپنی یا کسی مسلمان کی بے عزتی نہیں سمجھتا کیونکہ یہ ایک تجارت ہے۔ اور تجارت عیب نہیں ہے۔

سوال اگر آپ کمیشن لینے کا اعلان نہ کرتے اور کسی بیمہ کمپنی سے خفیہ معاملہ کر کے لوگوں کو اس کی طرف رغبت دلاتے تو کیا حرج تھا۔

جواب میں نے اصول مقرر کیا ہے کہ ہر پبلک کام کرنے والا مسلمان اپنے ظاہر باطن کو ایک رکھے اور کوئی کام ایسا نہ کرے جس میں پبلک کو فریب دیا جائے۔ پس اگر میں اس کمیشن خفیہ

پوشیدہ رکھتا تو خدا کے سامنے اور اپنے ضمیر کے سامنے دھوکہ باز ہوجاتا۔ اس لیئے میں نے صفائی سے اس کو شایع کر دیا۔

اس کے علاوہ میرا یہ خیال بھی ہو کہ پبلک کام کرنے والوں کے ذاتی خرچ کا پبلک کی طرف سے انتظام ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ پبلک چندہ کا روپیہ غبن نہ کریں۔ کیونکہ اگر ان کے ذاتی خرچ کا بندوبست نہ ہوگا تو وہ گزارا کیونکر کریں گے۔ اور مجبوراً ان کو بے ایمانی کرنی پڑے گی۔ پس میں نے بیمہ کمپنی سے کمیشن لینے کا اعلان اس واسطے بھی کر دیا تھا کہ ہر پبلک کام کرنے والا مسلمان اپنی ذاتی آمدنی سے پبلک کو میری طرح آگاہ کر دینا سیکھ جائے اور مسلمانوں میں باہمی اعتماد پیدا ہوسکے جس کی آج کل بہت کمی ہوگئی ہو اور اس کی وجہ یہی ہو کہ پبلک کام کرنے والوں کو مفت کام کرنا پڑتا ہو۔ اور کوئی شخص ان کی ضروریات کا خیال نہیں کرتا۔ آخر ان کو بھی پیٹ کے لیئے روٹی اور تن کے لئے کپڑا درکار ہو۔ اور جب وہ چندہ کے روپیہ سے کچھ لے لیتے ہیں تو اس کو بدنام کیا جاتا ہو۔

اس سبب سے میں نے کمیشن لینے کا اعلان کر دیا تھا اور پبلک کام کرنے والوں کی آزاد نویسی کے لیئے ایک دروازہ کھول دیا تھا کہ وہ بھی اس رستے کے ذریعہ پبلک کے سامنے دلیر اور بیباک ہوکر آ سکیں۔

سوال | جب آپ نے کمیشن ایجنٹ بننے کا خیال ترک کر دیا تو اب مسلمان کیونکر بیمہ کی طرف متوجہ ہوں گے۔

جواب | میں برابر ان کو ترغیب دلاتا رہونگا اور معتبر و نامور بیمہ کمپنیوں سے آگاہ کرتا رہونگا اور یہی ان کے لیئے کافی ہو۔

کشف الغطاء عن وجہ الربا

بزبان عربی

(مولفہ علامہ سید ابو اسحٰق صاحب جندی)

جس میں سود کی تمام مروجہ صورتوں پر بحث کرکے آخر میں حلت و حرمت کا فیصلہ کیا گیا ہو۔ اور دوسرے کالم میں اس کا اردو ترجمہ دیا ہی قیمت علاوہ محصولڈاک ۴ر

مینجر "سود مند بدایوں" سے ملسکتا ہو

تاجر فائدہ اٹھائیں

کیونکہ اب سودمند کی اشاعت اس قابل ہو گئی ہے کہ اس میں اشتہار چھپانے کا وہی نتیجہ ہوگا جو تاجر چاہتے ہیں یعنی سودمند اب ہر مشہور قصبے سے لیکر ہر ضلع میں اور صوبہ میں حتیٰ کہ ہندوستان سے باہر بھی نہایت معقول تعداد میں جاتا ہے اور کاروباری طبقے والے خصوصیت سے اس کو منگاتے ہیں اور قابل اعتبار سمجھتے ہیں۔ البتہ ایسے اشتہارات سودمند میں شایع نہ ہوں گے جن میں اشیاء کی تعریف کا انحصار مبالغوں پر ہو یا جن میں فائدے سے زیادہ اعتبار اور خوش معاملگی کی پروا نہ کی جائے۔

مقدار	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	عہ٫	للعہ	سعہ	صعہ
نصف صفحہ	للعہ٫	عہ	للعہ	الرعہ
چہارم صفحہ	ع	عہ٫	عہ	للعہ

چوتھائی صفحہ سے کم کی اجرت فی سطر آٹھ آنے (۸؍)

منیجر رسالہ سودمند بدایوں